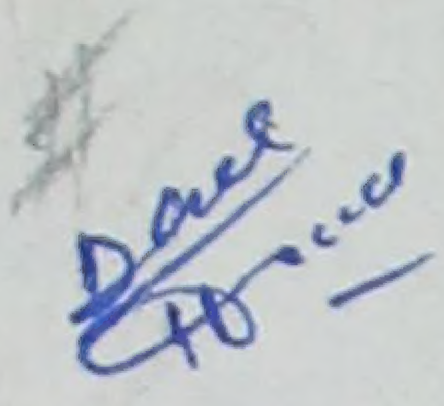


OSMANIA UNIVERSITY

جامعہ عثمانیہ

فرشتہ

جلد دوم



سلسلۂ نصاب تعلیم جامعۂ عثمانیہ

تاریخ فرشتہ

جلد دوم

ازابتدائے خاندان تغلق تا آخر عہد جلال الدین اکبر بادشاہ غازی

مترجمہ

مولوی محمد فدا علی صاحب طالب

رکن دار الترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ ۱۳۴۵ھ م سنہ ۱۳۳۵ف م سنہ ۱۹۲۶ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

سنہ	سنہ عیسوی	واقعات	نمبر صفحہ	صحت
۷۳۸	۱۳۳۷	محمد تغلق نے ایک لاکھ سوار دربار کے نامی امیروں کے ساتھ اپنے بھانجے خسرو ملک کی ماتحتی میں چین کی مہم پر روانہ کیا۔	۱۵	
۷۴۲	۱۳۴۱	محمد تغلق نے سید ابراہیم خریطہ دار اور سید حسین کے تمام اعزہ کو قید کیا اور ایک جرار لشکر ہمراہ لے کر ملابار روانہ ہوا۔	۲۱	
۷۴۳	۱۳۴۲	کھکروں کے سردار ملک چندر نے بغاوت کر کے تاتار خاں کو قتل کیا اور خود صوبہ پنجاب پر قبضہ کر لیا	۲۴	ملک حیدر (برگز)
۷۴۴	۱۳۴۴	حاجی سعید حرمزی بادشاہ کے قاصد کے ہمراہ منشور حکومت اور خلعت خلافت لے کر دہلی واپس آیا۔	۲۴	
۷۴۵	۱۳۴۵	نظام مائیں نے بغاوت کی اور اپنے کو سلطان علاءالدین کے نام سے بادشاہ مشہور کیا۔	۲۶	نظام بین (برگز)
۷۴۶	۱۳۴۶	علی شاہ نے امیران صدہ کو جمع کر کے بھیرن ضابط گلبرگہ کو قتل کیا اور اس کے مال کو غارت کر کے بیدر پہونچا۔	۲۷	
۷۴۸	۱۳۴۷	محمد تغلق نے فیروز خاں کو دہلی میں اپنا جانشین	۳۳	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	نمبر صفحہ	صحت
		مقرر کیا اور خود تختگاہ سے روانہ ہو کر قصبہ سلطان پور میں مقیم ہوا۔	۳۳	
۷۵۲	۱۳۵۱	محمد تغلق نے وفات پائی	۴۱	
۷۵۲	۱۳۵۱	فیروز شاہ تغلق نے تخت سلطنت پر جلوس کیا	۴۳	
۷۵۳	۱۳۵۲	فیروز شاہ نے کوہ سرسور کا سفر کیا	۴۶	۷۵۴ھ / ۱۳۵۳ء (برگز)
۷۵۴	۱۳۵۳	بادشاہ کے محل میں فرزند دوم پیدا ہوا	۴۶	
۷۵۴	۱۳۵۳	بادشاہ شکار کھیلتا ہوا کوہ کلانور کے دامن میں پہونچا اور دریائے سرستی کے کنارہ کی عمارتیں تعمیر کرائیں۔	۴۶	
۷۵۴	۱۳۵۳	بادشاہ نے خان جہاں کو تمام اختیارات دے کر اپنی نیابت میں دہلی میں چھوڑا اور خود حاجی الیاس کی سرکوبی کے لئے لکھنوتی روانہ ہوا	۴۶	
۷۵۵	۱۳۵۴	فیروز شاہ نے دہلی کے قریب دریائے جمنا کے کنارے فیروز آباد نام شہر آباد کیا۔	۴۷	
۷۵۶	۱۳۵۵	بادشاہ نے دیبالپور کا سفر کیا۔ اور دریائے ستلج سے ایک نہر نکالی	۴۸	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ کتاب	صحت
۷۵۷	۱۳۵۶	فیروز شاہ نے دریائے جمنا سے ایک شاخ کوہ سرمؤ اور سندوی کی طرف نکالی۔	۴۸	
۷۵۷	۱۳۵۶	الحاکم بامر اللہ خلیفہ عباسی نے خلعت نیابت و فرمان خلافت فیروز شاہ کے لئے روانہ کیا۔	۴۸	۷۵۶ ہجری
۷۵۸	۱۳۵۷	ظفر خاں فارسی ستار گاؤں سے آیا اور نائب وزیر مقرر ہوا۔	۴۸	
۷۵۹	۱۳۵۸	شمس الدین شاہ نے لکھنوتی سے بیش قیمت تحائف قاصدوں کے ہمراہ فیروز شاہ کے حضور میں روانہ کئے۔	۴۸	
۷۶۰	۱۳۵۹	فیروز شاہ نے خان جہاں کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود لکھنوتی روانہ ہوا	۴۹	
۷۶۲	۱۳۶۱	فیروز شاہ نے پدماوتی کے جنگل سے تیس ہاتھی گرفتار کئے اور صحیح وسالم دہلی واپس آیا۔	۵۱	
۷۷۴	۱۳۷۲	ملک مقبول خانِ جہاں نے وفات پائی اور اس کا فرزند اکبر باپ کا جانشین ہوا	۵۳	
۷۷۵	۱۳۷۳	ظفر خاں نے گجرات میں وفات پائی اور اس کا	۵۳	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ کتاب	صحت
		فرزند اکبر دریا خاں ظفر خاں کے خطاب سے باپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔	۵۳	
۷۷۶	۱۳۷۴	فیروز شاہ کے فرزند اکبر شاہزادہ فتح خاں نے وفات پائی۔	۵۳	
۷۷۸	۱۳۷۶	شمس الدین دمغانی نے فیروز شاہ سے گجرات کا ٹھیکہ لیا۔	۵۴	
۷۷۹	۱۳۷۷	پرگنہ اٹاوہ کے مکھیوں اور چودھریوں نے بغاوت کی۔	۵۴	
۷۸۱	۱۳۷۹	فیروز شاہ نے سمانہ کا سفر کیا۔	۵۵	
۷۸۲	۱۳۸۰	فیروزی لشکر نواح کٹہر میں پہونچا۔	۵۵	
۷۸۷	۱۳۸۵	فیروز شاہ نے گجرات کو تباہ و برباد کیا۔	۵۵	
۷۸۷	۱۳۸۵	فیروز شاہ نے موضع بسولی میں جو بدایوں کے قریب ہے ایک حصار فیروز آباد کے نام سے تعمیر کرایا	۵۶	
۷۸۷	۱۳۸۵	فیروز شاہ پر امراض اور پیرانہ سالی کا غلبہ ہوا اور خان جہاں بادشاہ پر حاوی ہوگیا	۵۶	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	نمبر صفحہ	صحت
۷۸۹	۱۳۸۷	خان جہاں نے فیروز شاہ کو شاہزادہ محمدؐ خاں کی طرف سے بدگمان کیا۔	۵۶	
۷۸۹	۱۳۸۶	ناصر الدین محمدؐ نے تخت حکومت پر جلوس کیا	۵۷	
۷۹۰	۱۳۸۸	ناصر الدین محمدؐ کوہ پایہ سرمور کی طرف شکار کھیلنے روانہ ہوا	۵۸	
۷۹۹	۱۳۸۸	فیروز شاہ نے نود برس کی عمر میں وفات پائی	۵۹	۷۹۰ سنہ ہجری
۷۹۱	۱۳۸۹	غیاث الدین المشہور بہ تغلق شاہ قتل کیا گیا۔	۶۴	
۷۹۲	۱۳۸۹	ناصر الدین اور ابوبکر شاہ میں نواح فیروز آباد میں جنگ ہوئی۔	۶۶	
۷۹۳	۱۳۹۰	ناصر الدین نے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔	۶۸	
۷۹۳	۱۳۹۰	(۱) ابوبکر شاہ نے بہادر ناہر اور غلامان فیروز شاہ کے ہمراہ ہمایوں کے لشکر پر شبخون مارا (۲) فرحت الملک حاکم گجرات نے بغاوت کی۔	۶۹	
۷۹۴	۱۳۹۱	رائے نرسنگہ سرواد ہوں وغیرہ غیر مسلم شوریدہ پشتوں نے بادشاہ سے بغاوت کی	۶۹	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ کتاب	صحت
۷۹۵	۱۳۹۲	سرو ادھون راٹھور اور بیر بھان نے دوبارہ بغاوت کی۔	۷۰	
۷۹۶	۱۳۹۳	(۱) بادشاہ نے اپنے فرزند ہمایوں خاں کو شیخا کھکھر کی سرکوبی کے لئے لاہور روانہ کیا۔ (۲) ناصر الدین شاہ فوت ہوا۔	۷۰-۷۱	
۷۹۶	۱۳۹۳	سکندر شاہ بن ناصر الدین نے تخت حکومت پر جلوس کیا۔	۷۱	
۷۹۷	۱۳۹۴	ناصر الدین محمود دہلی میں داخل ہوا اور اس نے مقرب خاں کا ساتھ دیا۔	۷۳	
۷۹۸	۱۳۹۵	سارنگ خاں حاکم دیبالپور نے خضر خاں حاکم ملتان سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔	۷۴	
۷۹۹	۱۳۹۶	سارنگ خاں نے شہر سمانہ پر دھاوا کیا اور غالب خاں صوبہ دار کو پسپا کر کے شہر پر قابض ہو گیا۔	۷۴	
۸۰۰	۱۳۹۷	امیر تیمور نے ہندوستان کو فتح کرنے کے ارادہ سے دریائے سندھ کو عبور کیا۔	۷۶	
۸۰۱	۱۳۹۸	امیر تیمور نے جول جلالی کے نواح میں قیام کیا	۷۶	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ نمبر	صحت
۸۰۳	۱۴۰۰	ملو اقبال نے دہلی سے بیانہ پر لشکر کشی کی	۸۷	
۸۰۴	۱۴۰۱	ناصر الدین محمود جو ملو اقبال کی بدسلوکیوں سے آزردہ خاطر ہو کر مالوہ آیا تھا اب دہلی وارد ہوا	۸۸	
۸۰۵	۱۴۰۲	ملو اقبال نے قلعہ گوالیار پر لشکر کشی کی	۸۹	
۸۰۷	۱۴۰۴	ملو اقبال نے اٹاوہ پر دوبارہ لشکر کشی کی	۸۸	
۸۰۸	۱۴۰۵	ناصر الدین محمود قلیل جماعت کے ساتھ دہلی پہونچکر تخت حکومت پر بیٹھا۔	۸۹	
۸۱۰	۱۴۰۷	ناصر الدین محمود نے ملک میر ضیا حاکم برن پر لشکر کشی کی۔	۹۰	
۸۱۱	۱۴۰۸	ناصر الدین محمود نے قوام خاں حاکم حصار فیروزہ پر حملہ کیا	۹۰	
۸۱۲	۱۴۰۹	بیرم خاں ترک بچہ خضر خاں سے برگشتہ ہو کر دولت خاں سے جاملا	۹۱	
۸۱۳	۱۴۱۰	خضر خاں نے ملک ادریس حاکم رہتک پر لشکر کشی کی	۹۱	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ نمبر	صحت
۸۲۴	۱۴۲۱	خضر خاں نے میوات کا سفر کیا	۹۷	
۸۲۴	۱۴۲۱	خضر خاں نے وفات پائی	۹۷	
۸۲۴	۱۴۲۱	زیرک خاں جسرت کھکر سے مقابلہ کرنے کے لئے دریا کے کنارہ مقیم ہوا۔	۹۹	
۸۲۴	۱۴۲۱	ملک سکندر تحفہ وغیرہ نے بادشاہ کے حکم سے کھکروں پر دھاوا کیا	۹۹	
۸۲۵	۱۴۲۲	مبارک شاہ لاہور آیا اور ویران شہر کو از سر نو آباد کیا۔	۱۰۰	
۸۲۶	۱۴۲۲	مبارک شاہ نے ملک سکندر کو وزارت سے معزول کر کے سردار الملک کو وزیر مقرر کیا	۱۰۱	
۸۲۷	۱۴۲۳	مبارک شاہ دہلی واپس آیا	۱۰۲	
۸۲۹	۱۴۲۵	مبارک شاہ نے کہتلہ پر حملہ کیا	۱۰۲	
۸۲۹	۱۴۲۵	مبارک شاہ نے میوات پر دھاوا کیا	۱۰۳	
۸۳۰	۱۴۲۶	مبارک شاہ نے تیسری مرتبہ میوات پر حملہ کیا	۱۰۳	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	نمبر صفحہ	صحت
۸۳۰	۱۴۲۶	ابراہیم شرقی لڑائی سے کنارہ کش ہوکر برابری روانہ ہوا۔	۱۰۴	
۸۳۰	۱۴۲۶	مبارک شاہ نے سردار الملک وزیر اور دیگر امرا کو شرقیوں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔	۱۰۵	
۸۳۱	۱۴۲۷	مبارک شاہ شہر بیانہ کا انتظام کرکے کامیاب دہلی واپس آیا اور ملک قدوی میواتی کو گرفتار کرکے سزادی	۱۰۵	
۸۳۲	۱۴۲۸	ملک محمود حسن بیانہ کا فتنہ فرو کرکے دہلی واپس آیا	۱۰۶	
۸۳۳	۱۴۲۹	بادشاہ نے گوالیار کا سفر کیا	۱۰۶	
۸۳۵	۱۴۳۱	جسرت کھکھر دریائے جہلم کو عبور کرکے جالندھر پہنچ گیا	۱۱۰	
۸۳۵	۱۴۳۱	شاہی سراپردہ جس کا رنگ سرخ تھا ملتان روانہ کیا گیا	۱۱۰	
۸۳۵	۱۴۳۱	جسرت کھکھر لاہور میں وارد ہوا	۱۱۱	
۸۳۶	۱۴۳۲	مبارک شاہ تبرہندہ کے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے دہلی سے سمانہ وارد ہوا	۱۱۱	

سن ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ نمبر	صحت
۸۳۶	۱۴۳۲	مبارک شاہ دہلی سے پنجاب روانہ ہوا	۱۱۱	
۸۳۷	۱۴۳۳	مبارک شاہ نے دریائے جمنا کے کنارہ ایک نیا شہر آباد کر کے شہر کو مبارک آباد کے نام سے موسوم کیا	۱۱۳	
۸۳۷	۱۴۳۳	مبارک شاہ شہید کیا گیا۔	۱۱۴	
۸۳۸	۱۴۳۴	سرور الملک محمد شاہ کے خیمہ کے اندر قتل کیا گیا۔	۱۱۶	
۸۴۰	۱۴۳۶	محمد شاہ سمانہ گیا اور جسرت کھکھر کی تنبیہ کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔	۱۱۸	
۸۴۴	۱۴۴۰	سلطان محمود مالوہی نے دہلی پر لشکر کشی کی	۱۱۸	
۸۴۵	۱۴۴۱	محمد شاہ نے سمانہ کا سفر کیا اور بہلول کو حاکم لاہور و دیبالپور مقرر کیا۔	۱۲۰	
۸۴۹	۱۴۴۵	محمد شاہ نے وفات پائی اور اس کا فرزند علاؤالدین تخت نشین ہوا۔	۱۲۰	
۸۵۰	۱۴۴۶	علاؤالدین نے بیانہ کا سفر کیا۔	۱۲۰	

صحت	صفحہ کتاب	واقعات	سنہ عیسوی	سنہ ہجری
	۱۲۰	علاؤالدین نے بداؤں کا سفر کیا	۱۴۴۷	۸۵۱
	۱۲۳	سلطان بہلول لودی اپنے بڑے فرزند بایزید خان کو دہلی میں چھوڑ کر خود دیپالپور واپس آیا	۱۴۵۰	۸۵۴
	۱۲۳	سلطان بہلول دہلی کا مستقل فرمانروا ہوا	۱۴۵۱	۸۵۵
	۱۳۰	سلطان محمود شرقی نے دہلی کا محاصرہ کیا	۱۴۵۲	۸۵۶
	۱۳۵	حسین شاہ شرقی نے کچھ کے گھاٹ پر دریائے جمنا کے کنارہ اپنے خیمے نصب کرائے۔	۱۴۷۸	۸۸۳
	۱۳۹	بہلول لودی نے وفات پائی اور اس کا فرزند سلطان سکندر جانشین ہوا۔	۱۴۸۸	۸۹۴
	۱۴۳	ملک شرف نے اپنے قصور کی معافی مانگی اور قلعہ گوالیار کی طرف خارج البلد کر دیا گیا اور خان خاناں فرملی بیانہ کا حاکم مقرر ہوا۔	۱۴۹۱	۸۹۷
	۱۴۵	سلطان سکندر رائے بہادر کی تنبیہ کے لیے پٹنہ روانہ ہوا۔	۱۴۹۴	۹۰۰
	۱۴۷	سلطان سکندر نے پٹنہ پر دھاوا کیا۔	۱۴۹۸	۹۰۴

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ نمبر	صحت
۹۰۵	۱۴۹۹	سلطان سکندر نے سنبھل کا سفر کیا	۱۴۸	
۹۰۷	۱۵۰۱	خواص خاں سنبھل پہنچا اور نظر بند کر دیا گیا۔	۱۴۹	
۹۰۷	۱۵۰۱	راجہ گوالیار نے بیش قیمت تحایف کے ہمراہ ایک قاصد سلطان سکندر کی خدمت میں روانہ کیا	۱۵۰	
۹۰۵	۱۴۹۹	سلطان سکندر سنبھل سے دھولپور روانہ ہوا	۱۵۰	سنہ ۹۰۸ھ سنہ ۱۵۰۲ء
۹۱۰	۱۵۰۴	سلطان سکندر لودی مندرایل کا قلعہ سر کرنے کے لئے آگرہ سے روانہ ہوا۔	۱۵۱	
۹۱۱	۱۵۰۵	آگرہ میں عظیم الشان زلزلہ آیا	۱۵۱	
۹۱۲	۱۵۰۶	بادشاہ سکندر لودی نے قلعہ اودیت کا رخ کیا۔	۱۵۲	
۹۱۳	۱۵۰۷	مجاہد خاں کو گرفتار کرنے کا حکم دیکر سلطان سکندر آگرہ روانہ ہوا۔	۱۵۳	
۹۱۴	۱۵۰۸	سلطان سکندر نے قلعہ نرور پر دھاوا کیا	۱۵۴	
۹۱۵	۱۵۰۹	سکندر لودی نے گوالیار سے تخت گاہ کا رخ کیا۔	۱۵۵	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ	صحت
۹۲۳	۱۵۱۷	سلطان سکندر نے وفات پائی اور اسکا فرزند ابراہیم لودی بادشاہ ہوا۔	۱۵۸	
۹۲۳	۱۵۱۷	ابراہیم لودی نے ایک لشکر مشرقی ممالک کی طرف روانہ کیا۔	۱۶۵	
۹۳۲	۱۵۲۶	فردوس مکانی ظہیر الدین بابر بادشاہ نے پانی پت کی جنگ میں ابراہیم لودی پر فتح حاصل کر کے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کیا۔	۱۷۱	
۸۸۸	۱۴۸۳	فردوس مکانی بابر بادشاہ پیدا ہوئے	۱۷۱	
۸۹۹	۱۴۹۳	عمر شیخ مرزا نے وفات پائی	۱۷۲	
۹۰۲	۱۴۹۶	فردوس مکانی و سلطان علی مرزا سمرقند پر حملہ آور ہوئے	۱۷۵	
۹۰۳	۱۴۹۷	فردوس مکانی نے سمرقند کے تخت حکومت پر جلوس کر کے قدیم جاں نثاروں کو سرفراز کیا	۱۷۶	
۹۰۴	۱۴۹۸	فرغانہ پر فردوس مکانی دوبارہ قابض ہوئے	۱۷۸	
۹۰۵	۱۴۹۹	فردوس مکانی نے اوش پر حملہ کیا	۱۷۹	
۹۰۷	۱۵۰۱	فردوس مکانی سمرقند سے تاشقند روانہ ہوئے	۱۸۶	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ کتاب	صحت
۹۱۰	۱۵۰۴	فردوس مکانی کابل روانہ ہوئے	۱۸۹	
۹۱۱	۱۵۰۵	کابل میں ایک مہینہ کامل عظیم الشان زلزلہ کا سلسلہ جاری رہا۔	۱۹۰	
۹۱۲	۱۵۰۶	فردوس مکانی نے خراسان کا سفر کیا	۱۹۱	
۹۱۳	۱۵۰۷	فردوس مکانی افغانان خلجی کے قبائل کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوئے۔	۱۹۲	
۹۱۳	۱۵۰۷	قلعۂ ارک میں ہمایوں بادشاہ پیدا ہوئے۔	۱۹۴	
۹۱۶	۱۵۱۰	شیبانی خاں اور شاہ اسمٰعیل صفوی میں خط و کتابت ہوئی۔	۱۹۵	
۷۱۷	۱۵۱۱	فردوس مکانی جان میرزا کے ہمراہ دریا کو عبور کرکے حصار روانہ ہوئے۔	۱۹۶	سنہ ۹۱۷ ہجری
۹۲۴	۱۵۱۸	فردوس مکانی نے یوسف زئی افغانوں کی تنبیہ کے لئے سواد و بجور کا رخ کیا۔	۱۹۸	سواد و بجور
۹۲۵	۱۵۱۹	فردوس مکانی نے دریائے سندھ کے کنارہ تک جو آجکل نیلاب کے نام سے مشہور ہے فاتحانہ سیر کی۔	۱۹۹	نیلاب

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	نمبر صفحہ	صحت
۹۲۶	۱۵۲۰	فردوس مکانی نے ہندوستان پر تیسرا دھاوا کیا	۲۰۰	
۹۲۸	۱۵۲۲	قندھار پر فردوس مکانی قابض ہوئے	۲۰۱	
۹۳۰	۱۵۲۴	فردوس مکانی نے چوتھی مرتبہ ہندوستان پر دھاوا کیا۔	۲۰۱	
۹۳۰	۱۵۲۴	فردوس مکانی نے کابل سے کوچ کر کے قریۂ یعقوب میں قیام کیا۔	۲۰۴	۹۳۲ھ ۱۵۲۵ء
۹۳۰	۱۵۲۴	فردوس مکانی نے دریائے سندھ کو عبور کیا۔	۲۰۵	۹۳۲ھ ۱۵۲۵ء
۹۳۳	۱۵۲۷	خواجگی اسد جو کابل سے شاہ طہماسپ صفوی کے پاس ایلچی بنکر عراق گیا ہوا تھا واپس آیا	۲۱۶	
۹۴۳	۱۵۲۸	بادشاہ نے شکار کے بہانہ سے کول وسنبھل کا سفر کیا	۲۲۲	۹۳۴ھ
۹۳۵	۱۵۲۹	فردوس مکانی گوالیار روانہ ہوئے	۲۲۳	
۹۳۵	۱۵۲۹	فردوس مکانی کا سلسلۂ علالت شروع ہوا	۲۲۴	
۹۳۵	۱۵۲۹	برہان نظام شاہ بحری والی احمدنگر نے فردوس مکانی کے حضور میں عریضہ تہنیت روانہ کیا	۲۲۵	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ نمبر	صحت
۹۳۶	۱۵۳۰	بادشاہ علیل ہوا اور اس کا مرض روز بروز ترقی کرنے لگا	۲۲۶	
۹۳۷	۱۵۳۱	فردوس مکانی نے رحلت فرمائی	۲۲۶	
۹۳۸	۱۵۳۲	جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ نے قلعہ کالنجر پر لشکر کشی کی	۲۳۱	
۹۴۰	۱۵۳۳	بہادر شاہ نے دوبارہ چیتوڑ فتح کرنے کا ارادہ کیا	۲۳۳	
۹۴۱	۱۵۳۴	بہادر شاہ نے کوچ در کوچ جنت آشیانی کے لشکر کی طرف توجہ کی	۲۳۴	
۹۴۳	۱۵۳۶	جنید برلاس نے وفات پائی	۲۴۰	
۹۴۴	۱۵۳۷	جنت آشیانی نے جونپور کا سفر کیا	۲۴۰	
۹۴۵	۱۵۳۸	جنت آشیانی نے بنگالہ فتح کرنیکا ارادہ کیا	۲۴۰	
۹۴۶	۱۵۳۹	شیر خاں نے شاہی لشکر پر حملہ کیا	۲۴۳	
۹۴۷	۱۵۴۱	تمام چغتائی میرزا اور خانان قبیلہ لاہور میں جمع ہوئے۔	۲۴۶	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	نمبر صفحہ	صحت
۹۴۹	۱۵۴۲	شاہزادہ جلال الدین محمد پیدا ہوا	۲۴۹	
۹۴۹	۱۵۴۲	محمود شاہ نے اڑلیسہ کا رخ کیا	۲۶۲	
۹۵۰	۱۵۴۳	پورن مل ولد راجہ سلہدی پوربیہ نے بغاوت کی	۲۶۸	
۹۵۲	۱۵۴۵	شیر شاہ نے وفات پائی	۲۷۲	
۹۵۴	۱۵۴۷	سلیم شاہ نے عثمان کا سندو تک تعاقب کیا	۲۷۹	
۹۵۹	۱۵۵۲	خواص خاں تاج خان کرانی کے دامن میں پناہ گزیں ہوا	۲۸۰	
۹۶۰	۱۵۵۳	سلیم شاہ نے وفات پائی	۲۸۰/۲۸۱	
۹۵۵	۱۵۴۸	شیخ علائی مہدوی کو سزائے موت دی گئی	۲۸۴	
۹۵۱	۱۵۴۴	جنت آشیانی نے بادشاہ ایران سے ملاقات کی	۲۹۳	
۹۵۲	۱۵۴۵	جنت آشیانی نے قلعہ قندھار کا محاصرہ کیا	۲۹۵	
۹۵۶	۱۵۴۹	جنت آشیانی ہندال میرزا اور عسکری میرزا کے ساتھ بلخ روانہ ہوئے۔	۳۰۱	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	نمبر صفحہ	صحت
۹۶۱	۱۵۵۴	عسکری میرزا فوت ہوا	۳۰۴	
۹۵۸	۱۵۵۱	کامران میرزا نے خیبر کے نواح میں شاہی لشکر پر شبخوں مارا	۳۰۴	
۹۶۲	۱۵۵۴	جنت آشیانی نے سکندر شاہ سور کو شکست دی	۳۱۰	
۹۶۳	۱۵۵۶	ہمایوں بادشاہ نے وفات پائی	۳۱۱	
۹۶۳	۱۵۵۶	اکبر بادشاہ نے کلانور میں تخت حکومت پر جلوس کیا	۳۱۲	
۹۶۵	۱۵۵۸	اکبر بادشاہ نے دہلی کا سفر کیا	۳۱۹	
۹۶۶	۱۵۵۸	اکبر بادشاہ نے دریا کے راستہ سے آگرہ کا سفر کیا	۳۲۱	
۹۶۸	۱۵۶۰	بیرم خاں مخدوم الملک کے ہمراہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔	۳۲۷	
۹۶۹	۱۵۶۱	اکبر بادشاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے آگرہ سے اجمیر شریف روانہ ہوا	۳۳۳	
۹۶۹	۱۵۶۱	بازبہادر دوبارہ مالوہ پر قابض ہوا	۳۴۴	

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ نمبر	صحت
۹۷۳	۱۵۶۶	اکبر بادشاہ نے منعم خاں کو سکندر خاں اوزبک کے مقابلہ میں روانہ کیا	۳۴۰	
۹۷۴	۱۵۶۶	اکبر بادشاہ نے خانِ زماں کی مہم کو ملتوی کیا اور لاہور روانہ ہوا۔	۳۴۳	
۹۷۵	۱۵۶۷	عرش آشیانی نے خان زماں پر فتح پائی اور آگرہ واپس ہوئے۔	۳۴۷	
۹۷۶	۱۵۶۸	اکبر بادشاہ نے قلعہ رنتھنبور پر دھاوا کیا	۳۵۰	
۹۷۵	۱۵۶۹	شاہزادہ سلیم پیدا ہوا	۳۵۰	سنہ ۹۷۷ھ
۹۷۸	۱۵۷۰	شاہزادہ مراد کی ولادت ہوئی	۳۵۱	
۹۷۹	۱۵۷۱	اکبر بادشاہ نے حصار فیروزہ کا سفر کیا	۳۵۱	
۹۸۰	۱۵۷۲	عرش آشیانی نے گجرات فتح کرنے کا ارادہ کیا	۳۵۲	
۹۸۱	۱۵۷۳	اکبر بادشاہ گجرات فتح کرکے آگرہ واپس آئے	۳۵۵	
۹۸۳	۱۵۷۵	مظفر خاں نے وفات پائی اور حسین قلی خاں اسکی جگہ مقرر ہوا	۳۶۱	منعم خاں

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	صفحہ تاریخ	صحت
۹۸۴	۱۵۷۶	مظفر خاں نے قلعہ رہتاس پر دھاوا کیا	۳۶۳	
۹۸۷	۱۵۷۷	فتح پور سیکری کے فراش خانہ میں آگ لگی	۳۶۴	
۹۸۹	۱۵۷۹	حکیم میرزا نے لاہور کا محاصرہ کیا	۳۶۴	
۹۹۱	۱۵۸۳	بادشاہ نے گنگا وجمنا کے سنگم پر ایک قلعہ تعمیر کرا کے شہر الہ آباد بسایا	۳۶۶	
۹۹۲	۱۵۸۴	میرزا عبدالرحیم نے گجراتیوں پر فتح پائی	۳۶۷	
۹۹۳	۱۵۸۵	سید مرتضے سبزواری اور خداوند خاں حبشی صلابت خاں ترک سے شکست کھا کر بارگاہ اکبری میں حاضر ہوئے۔	۳۶۸	
۹۹۴	۱۵۸۶	حکیم میرزا نے وفات پائی اور راجہ بھگوانداس کا فرزند کنور مان سنگھ کابل روانہ ہوا۔	۳۶۹	
۹۹۵	۱۵۸۶-۸۷	زین خاں کوکہ وغیرہ افغانوں سے شکست کھا کر واپس آئے	۳۷۰	
۹۹۶	۱۵۸۸	جلالہ روشنائی نے غلبہ حاصل کیا اور سید حامد بخاری کو قتل کرکے کنور مان سنگھ کو بنگش کی طرف بھگا دیا	۳۷۱	سید مجید خاں بخاری

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	واقعات	نمبر صفحہ	صحت
۹۹۶	۱۵۸۸	سلطان خسرو راجہ بھگوان داس کی دختر کے بطن سے پیدا ہوا۔	۳۷۱	
۹۹۷	۱۵۸۹	عرش آشیانی نے کشمیر کا سفر کیا	۳۷۲	
۹۹۸	۱۵۸۹	عرش آشیانی لاہور واپس آئے	۳۷۲	
۹۹۹	۱۵۹۰	شہاب الدین احمد حاکم مالوہ نے وفات پائی اور عرش آشیانی نے دکن کے فرمانرواؤں کے پاس قاصد روانہ کئے	۳۷۳	
۱۰۰۰	۱۵۹۱	میرزا جانی دریائے سندھ کے کنارے پہنچا	۳۷۴	
۱۰۰۱	۱۵۹۲	میرزا جانی والی سندھ نے بادشاہی کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔	۳۷۵	
۱۰۰۲	۱۵۹۳	اکبر بادشاہ نے شہزادہ دانیال کو دکن کی مہم پر روانہ کیا۔	۳۷۶	
۱۰۰۳	۱۵۹۴	برہان نظام شاہ والی احمد نگر نے وفات پائی	۳۷۷	
۱۰۰۴	۱۵۹۵	شاہزادہ مراد و میرزا جان نے احمد نگر کا محاصرہ کیا	۳۷۸	
۱۰۰۵	۱۵۹۶	سہیل خان لشکر عادل شاہی کا افسر نظام شاہیوں کی مدد کے لئے آیا۔	۳۷۹	

سنہ ہجری		واقعات	صفحہ کتاب	صحت
۱۰۰۶	۱۵۹۷	بادشاہ نے غمازوں کی بدگوئی سے عبدالرحیم کو اپنے حضور میں طلب کیا اور کچھ دنوں نظر بند رکھا	۳۸۱	
۱۰۰۷	۱۵۹۹	شاہزادہ مراد نے وفات پائی	۳۸۱	
۱۰۰۸	۱۵۹۹	اکبر نے شاہزادہ دانیال کو دکن روانہ کیا اور اس کے بعد خود بھی دکن روانہ ہوا۔	۳۸۲	
۱۰۰۹	۱۶۰۰	احمد نگر اور آسیر کے قلعے فتح ہوئے	۳۸۲	
۱۰۱۱	۱۶۰۲	شیخ ابوالفضل حسب الطلب بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا لیکن راہ میں قتل کر دیا گیا۔	۳۸۳	
۱۰۱۳	۱۶۰۴	میر جمال الدین انجو عروس و پیشکش حاصل کر کے بیجاپور سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا	۳۸۳	
۱۰۱۳	۱۶۰۴	شاہزادہ دانیال نے وفات پائی	۳۸۳	
۱۰۱۴	۱۶۰۵	اکبر بادشاہ نے دنیا سے رحلت فرمائی	۳۸۳	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر سلاطین تغلق شاہی

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ

ہندوستان کے تمام قدیم وجدید مورخ تغلق خاندان کی اصل اور اُس کے نسب کے حالات کو ترک کرتے چلے آئے ہیں اور ان میں سے کسی نے بھی اس عظیم الشان خاندان کے آبا و اجداد کی تحقیق کی طرف توجہ نہیں کی۔ مورخ فرشتہ جب سلطان عصر ابراہیم عادل شاہ کی طرف سے نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کے ابتدائی زمانے میں لاہور گیا تو کہتا ہے کہ میں نے لاہور کے اہل علم سے جنھیں شاہان ہندوستان کے حالات پڑھنے اور معلوم کرنے کا بیحد شوق تھا خاندان تغلق کی اصل اور اس کے نسب کے باب میں سوال کیا۔ ان بزرگوں نے بھی یہی کہا کہ ہم نے کسی تاریخ میں تو صراحتہً اس خاندان کے نسب نامے کا حال نہیں پڑھا لیکن اس مُلک میں یہ بات بیحد مشہور ہے کہ بادشاہ غیاث الدین تغلق کا باپ ملک تغلق سلطان غیاث الدین بلبن کا ترکی غلام تھا۔ ملک تغلق نے اہل جبت کے ساتھ رشتہ بندی قائم کی اور اسی خاندان کی ایک لڑکی بیاہ لایا۔ اس لڑکی کے بطن سے غیاث الدین تغلق شاہ پیدا ہوا۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ لفظ تغلق اصل میں قتلغ تھا اہل ہند نے اس ترکی لفظ کو کثرت استعمال سے بالکل مقلوب کر کے تغلق بنا دیا لیکن بعض لوگ اس کا تلفظ قتلو کرتے ہیں۔ الغرض خسرو خاں اور اپنے ولی نعمت قطب الدین مبارک شاہ کے دوسرے قاتلوں کو موت کے گھاٹ اتار کر غیاث الدین نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور تباہ اور ویران مُلک کو پھر از سر نو سرسبز و شاداب کر کے خاص و عام سب کے دلوں میں اپنی جگہ کر لی۔ نظام سلطنت کو درست کر کے غیاث الدین نے رعایا کی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ یہ بادشاہ بڑا حلیم اور بردبار تھا۔ سخاوت اور عقل بھی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی علاوہ ان صفتوں کے

خدا نے پاکباز اور نیک طینت بھی پیدا کیا تھا۔ غیاث الدین تغلق پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا اور صبح سے شام تک دیوان عام میں بیٹھکر رعایا کی پرسش اور حالی اور ملکی مشکلات کے سلجھانے میں اپنا سارا وقت صرف کرتا تھا۔ علائی خاندان کے باقی ماندہ افراد کی بیحد عزت کرتا تھا۔ غیاث الدین نے اُن جفاکاروں کو بھی قرار واقعی سزادی جنھوں نے زمانۂ عدت گزرنے سے قبل ہی قطب الدین کی زوجہ کا عقد خسرو خاں کے ساتھ کر دیا تھا۔ غیاث الدین نے اپنے بڑے بیٹے ملک فخر الدین جونا کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے اُسے چتر و دورباش اور الغ خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ اپنے دوسرے بیٹوں کو بہرام خاں، ظفر خاں، محمود خاں اور نصرت خاں کا خطاب دیا اور بہرام ابیہ کو جو اُس کا منہ بولا بھائی تھا کشلو خاں کا خطاب دیکر ملتان اور تمام بلاد ہندوستان کی حکومت اس کے سپرد کی۔ اپنے بھتیجے ملک اسد الدین کو باربک اور اپنے بھانجے ملک بہاء الدین کو عارض مملکت مقرر کر کے سمانہ اس کی جاگیر میں دیا۔ ملک شادی کو جو اس کے داماد کا بھائی تھا عہدۂ وزارت سپرد کیا۔ اپنے متبنی بیٹے کو تاتار خاں کا خطاب دیا اور ظفر آباد اُس کی جاگیر میں مرحمت کیا۔ قتلغ خاں کے باپ ملک برہان الدین کو دیوگڑھ کا وزیر اور قاضی صدر الدین کو صدر جہاں مقرر کیا اور قاضی سماء الدین کو دہلی کا قاضی بنایا ملک تاج الدین جعفر کو گجرات کا نائب عارض مملکت کیا غرضکہ اسی طرح ملک کے دوسرے عہدے بھی ہر شخص کو اُن کی حیثیت کے مطابق تقسیم کیے۔ غیاث الدین میں یہ خاص بات تھی کہ جب تک کسی شخص کو کسی کام کا اہل نہ سمجھ لیتا۔ وہ کام اس کے ہاتھ میں نہ دیتا تھا اُسی کے ساتھ یہ بادشاہ اہل اور کار فرما لوگوں کو معطل اور بے کار بھی نہیں رکھتا تھا۔

غیاث الدین کی عادت تھی کہ جب کبھی کوئی فتحنامہ اُس کے پاس آتا یا اُس کے گھر میں شادی بیاہ کی یا کسی بچہ کی ولادت کی خوشی ہوتی تو تمام ارکان دولت۔ علما اور مشایخوں اور اپنے امرا کو خلعت اور انعام سے سرفراز کرتا تھا۔ بادشاہ گوشہ نشینوں کی پوری خبر رکھتا اور اُن کے حالات کی ہر وقت نگرانی اور پرسش کیا کرتا تھا۔ اپنی رعایا میں جس شخص کو پریشان حال دیکھتا اُس کا حال پوچھتا تھا اور

اس کے درد دل کی دوا کرتا تھا۔ مغلوں کے سیلاب غارتگری کا دروازہ ایسا اس نے بند کیا کہ غیاث الدین کی زندگی میں اس قوم کو کبھی یہ ہمت نہیں ہوئی کہ ہندوستان کی سرزمین کا خیال بھی دل میں لا سکے۔ بادشاہ کو عمارت کا بیحد شوق تھا۔ تغلق آباد کا مشہور قلعہ اور دوسرے سر بہ فلک ایوانات ابتک اس کی یادگار موجود ہیں۔

غیاث الدین مسکرات کے گرد بھی نہ پھٹکتا تھا اور لوگوں کو بادہ خواری کی سخت ممانعت کرتا تھا۔ جو سلوک کہ بادشاہ اپنے خاندان اور غلاموں اور قدیم نوکروں کے ساتھ اپنی امارت اور خانی کے زمانے میں کرتا تھا وہی بدستور حکمرانی کے عہد میں بھی بحال رہا بادشاہ نے علائی امیروں کی بیحد عزت کی اور اُن کی جاگیریں مقرر کیں ملک اختیار الدین کو جن کی مشہور تصنیف بساتین الانس کا میں نے خلاصہ کیا ہے منصب انشا مرحمت کیا اور خواجہ خطیر۔ ملک انور جنیدی اور خواجہ مہدی شاہان سابق کے معزز حاشیہ نشین ارکان دولت کو خسروانہ نوازش سے سرفراز کرکے ان بزرگوں کو اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی، غیاث الدین تغلق ان امیروں سے پرانے بادشاہوں کے وہ قانون اور ضابطے جو ان فرماں رواؤں نے استحکام سلطنت اور سرسبزی مُلک کے لیے بنائے تھے پوچھتا اور اُن پر عمل کرتا تھا۔ جو امیر کہ رعایا کی آزار رسانی کا باعث ہوتا غیاث الدین اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا تھا اور جس شخص کو تھوڑا بھی اپنا بہی خواہ دیکھتا اُس کو اعلیٰ مرتبے پر سرفراز کرتا تھا۔ جو شخص کوئی عمدہ خدمت انجام دیتا تھا بادشاہ اس پر مہربانی فرماتا اور جلد سے جلد اس کو ہم چشموں میں ممتاز اور سرفراز کرتا تھا۔ جہانداری کے قوانین میں میانہ روی سے کام لیتا اور افراط و تفریط کو اپنے احکام اور قواعد میں راہ نہ دیتا تھا۔ علائی خزانے کو خسرو خاں نے پریشانی اور ادبار کی حالت میں بے دریغ لوگوں کو روپیہ تقسیم کرکے خالی کر دیا تھا غیاث الدین نے بعضوں سے تدبیر اور مصالحت اور بعضوں سے سختی اور سیاست سے روپیہ واپس لے کر خزانے کو پھر اُسی طرح معمور کیا۔ رعایا سے جو رقم بقایا وصول طلب ہوتی اُس میں بھی بادشاہ بے حد نرمی کرتا تھا اور لاکھ کے بدلے ہزار اور سو کے عوض دس لے کر رعیت سے باز پرس نہ کرتا تھا۔ عاملوں کو حکم تھا کہ رعایا اور مزدوروں سے سختی نہ کریں۔

سنہ جلوس کے دوسرے سال لدر دیو حاکم ورنگل نے خراج ادا کرنے سے انکار کیا اور دیوگڑھ میں بھی نظام سلطنت درہم برہم ہو گیا بادشاہ نے شاہزادہ الغ خاں کو اپنے قدیم بہی خواہوں کے ہمراہ تلنگانہ روانہ کیا۔ شاہزادہ چندیری بداؤں اور مالوے کا لشکر ساتھ لے کر بڑے دبدبہ اور عظمت کے ساتھ روانہ ہوا اور تلنگانہ پہونچکر الغ خاں نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا لدر دیو نے بھی بغاوت کو خوب نباہا اور الغ خاں سے کئی خونریز لڑائیاں لڑا۔ راجہ نے اس معرکے میں اپنی عادت کے خلاف لشکر دہلی سے کلہ بہ کلہ جنگ آزمائی کر کے اپنی گزشتہ نامرادی کی تلافی کرنی چاہی لیکن لدر دیو کی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور اُسے آخر کار قلعۂ ورنگل میں پناہ ڈھونڈنی پڑی چونکہ راجہ نے لڑائی سے کچھ دنوں پہلے قلعے کو خوب مستحکم و مضبوط کر لیا تھا۔ محاصرے کے بعد بھی اُس کا سر نہ جھکا اور ہر روز داد مردانگی دیتا رہا طرفین سے خلقِ خدا کی جانیں ضایع ہوتی رہیں۔ جب راجہ نے دیکھا کہ الغ خاں نے سرکوب اور نقب زنی کی کارروائی شروع کی اور فتح ورنگل کی ساعت سر پر آپہونچی تو لدر دیو نے عاجز آکر الغ خاں کے پاس چند قاصد بھیجے اور ہاتھی و مال و جواہرات وغیرہ بیش قیمت تحفے پیشکش کرنے قبول کئے اور وعدہ کیا کہ جو رقومات اور ہدیے علاء الدین خلجی کی خدمت میں پیش کرتا تھا وہی بدستور غیاث الدین کو بھی آیندہ سے ہر سال دیتا رہے گا۔ الغ خاں ان شرائط پر راضی نہ ہوا اور قلعے کے سر کرنے میں اور زیادہ سرگرم ہوا۔ محاصرے کی سختی پر اضافہ کرتے ہی قرب و نواح کی گندگی اور آب و ہوا کی خرابی سے اسلامی لشکر میں بیماری پھیلی اور بے شمار سپاہی اور گھوڑے اور ہاتھی اس موذی مرض کے نذر ہونے لگے۔ فوجی سپاہی اس دار و گیر سے تنگ آگئے اور اُنھوں نے عاجز آکر وحشتناک خبریں لشکر میں پھیلانی شروع کیں اس کے ساتھ ہی ساتھ راستے کے مسدود ہو جانے سے ایک مہینہ کامل دہلی سے بھی کوئی خبر نہ ملی حالانکہ اس سے پیشتر ہفتے میں دو مرتبہ ڈاک دہلی سے ورنگل میں آتی تھی۔ شیخ زادہ دمشقی اور عبید شاعر نے جو نئے نئے ہندوستان سے آکر الغ خاں کے مقرب درباریوں میں داخل ہوئے تھے یہ خبر مشہور کر دی کہ غیاث الدین تغلق نے دنیا سے کوچ کیا اور دہلی میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہے اور تخت سلطنت پر ایک دوسرا حکمراں بیٹھ گیا ہے۔ ان شوخ طبع امیروں نے صرف اسی پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ دونوں

بلند پرواز امیر ساتھ ہو کر ملک تیمور، ملک گل افغان، ملک کافور مہردار اور ملک تگین وغیرہ نامی امرائے لشکر کے مکانوں پر جاتے اور اُن سے اسی طرح کی وحشت ناک گفتگو کرکے دہلی کی طوائف الملوکی کا خودساختہ تذکرہ کیا کرتے تھے بلکہ ان لوگوں نے ان معزز افسروں کو یہ یقین بھی دلایا کہ الغ خاں تم لوگوں کو علائی مشیر سمجھ کر اپنا شریک و سہیم جانتا ہے اور اُس نے یہ طے کرلیا ہے کہ تم چاروں کو گرفتار کرکے جلد سے جلد موت کے گھاٹ اُتارے۔ یہ امیر اس خبر کو سُن کر بے حد پریشان ہوئے اور سارے لشکر پر خوف طاری ہوگیا۔ ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی اور جس کا جدھر سینگ سمایا اُسی طرف بھاگا الغ خاں اس واقعے سے گھبرا گیا اور اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ دیوگڑھ واپس ہوا قلعہ بندوں نے محاصرے سے نجات پائی اور حصار سے نکل کر انھوں نے مسلمانوں کا تعاقب کیا اور بے شمار لوگوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ اسی دوران میں دلی سے ڈاک چوکی جسے اہل زبان کی اصطلاح میں آلاغ کہتے تھے شاہی فرمان لے کر دیوگڑھ پہونچی اور بادشاہ کی صحت وعافیت اور شہر کی خوش انتظامی کی خبر موصول ہوئی۔ الغ خاں صحت اور سلامتی کے ساتھ دیوگڑھ پہونچا اور اُس نے اپنا پراگندہ لشکر جمع کیا۔ الغ خاں کے چاروں سردار جو لشکر سے جدا ہوگئے تھے ایک دوسرے سے بھی الگ ہوگئے اور اُن کا سارا سامان حشمت برباد ہوگیا اور اُن کے بے شمار ہتھیار اور اسباب غیر مسلموں کے ہاتھ لگا۔ ملک تیمور اپنے چند مصاحبین کے ہمراہ تلنگانے بھاگا اور وہیں فوت ہوگیا۔ ملک تگین کو مرہٹواڑی کے ہندوؤں نے قتل کرکے اُس کی کھال الغ خاں کے پاس بھیجدی اور ملک گل افغان۔ عبید شاعر۔ ملک کافور اور دوسرے فتنہ پرداز امیر گرفتار ہوئے اور الغ خاں کے سامنے لائے گئے۔ الغ خاں نے ان امیروں کو اسی طرح پابہ زنجیر دہلی روانہ کیا۔ غیاث الدین تغلق نے دارالخلافت میں ان قیدیوں کو زندہ زمین میں دفن کراکے اُن کی خوش طبعی کی پوری داد دی اور ان کے وارثوں کو ہاتھی کے پیر کے نیچے روندوا ڈالا۔ الغ خاں صرف دو یا تین ہزار سواروں کی جمعیت سے دہلی واپس آیا اور چار مہینے کے بعد خونخوار فوج ہمراہ لے کر دیوگڑھ کے راستے سے پھر ورنگل پر حملہ آور ہوا۔ الغ خاں نے بیدر کا قلعہ جو تلنگانے کی سرحد اور راجہ ورنگل کے زیر نگیں تھا سر کیا اور راستے کے دوسرے قلعے بھی فتح کرتا ہوا آگے بڑھا

الغ خاں نے ان مقبوضہ قلعوں کی حکومت اپنے معتمد امیروں کے سپرد کی اور راستے کا معقول انتظام کرکے خود ورنگل پہونچا اور تھوڑے ہی زمانے میں اس نے حصار ورنگل بھی سر کرلیا اور جوش انتقام میں بہت سے ہندوؤں کو تہ تیغ کیا۔ الغ خاں نے لدر دیو کو مع اُس کے زن و فرزند کے قید کیا اور راجہ کو اُس کے کوہ پیکر ہاتھیوں اور خزانے کے ساتھ ملک بیدار المخاطب بہ قدر خاں اور خواجہ حاجی نائب عارض مملکت کے ہمراہ مع اپنے فتح نامے کے دہلی روانہ کیا۔ دہلی میں اس فتح کی بڑی خوشی منائی گئی اور سارے شہر میں آئین بندی ہوئی۔ اس کے بعد الغ خاں نے تلنگانہ کی حکومت اپنے معتمد امیروں کے سپرد کی اور ورنگل کو سلطان پور کے نام سے موسوم کرکے خود سیر کرتا ہوا جاج نگر روانہ ہوا۔ جاج نگر میں بھی الغ خاں نے راجہ سے چالیس ہاتھی وصول کئے اور اُن کو باپ کی خدمت میں روانہ کرکے خود شہر ورنگل واپس آیا اور اپنی خواہش کے مطابق ورنگل کا انتظام کرکے دہلی روانہ ہوا۔

۷۲۴ھ میں لکھنوتی اور ستار گاؤں سے عرضیاں دہلی میں پہونچیں کہ وہاں کے حاکم ظلم کو اپنا پیشہ اختیار کرکے رعایا پر ستم ڈھا رہے ہیں۔ غیاث الدین تغلق نے لشکر جمع کیا اور الغ خاں کو اپنی نیابت میں دہلی میں چھوڑا اور خود شرقی ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ ترہٹ پہونچا اور سلطان ناصر الدین پسر سلطان غیاث الدین بلبن نے جو اپنی سلامت روی کی وجہ سے علائی عہد میں بھی بدستور اپنی جاگیر کا حاکم اور لکھنوتی کے ایک گوشے میں عزلت نشین رہا غیاث الدین تغلق کے مقابلے کی اپنے میں قدرت نہ دیکھکر بادشاہ کے سامنے آیا اور بہت سے بیش قیمت تحفے اُس کی خدمت میں پیش کئے۔ غیاث الدین تغلق کا منھ بولا بیٹا محمد تاتار خاں ستار گاؤں کا حاکم مقرر کیا گیا اور تاتار خاں اُس صوبے کے پرانے جاگیر دار بہادر شاہ کو جو علائی عہد کا نامی امیر اور غیاث الدین تغلق سے برسر انحراف تھا گرفتار کرکے بادشاہ کے حضور میں لایا۔ تغلق شاہ نے ناصر الدین بغرا خاں کو چتر و دورباش عنایت کرکے اُسے بدستور سابق لکھنوتی کا حاکم بحال و برقرار کیا بلکہ ستار گاؤں کی محافظت اور گور بنگالہ کی حکومت بھی ناصر الدین کو سپرد کرکے خود دہلی واپس آیا۔ فتوح السلاطین میں مرقوم ہے کہ واپسی کے وقت غیاث الدین کا پھر ترہٹ سے گزر ہوا۔ ترہٹ کا راجہ بادشاہ سے مغلوب ہوکر

جنگل میں جا چھپا۔ تغلق شاہ بھی راجہ کے پیچھے پیچھے گنجان جنگل کی جھنڈ میں گھسا۔ بادشاہ نے خود تبر اُٹھایا اور اپنے ہاتھ سے جنگل کے درخت کاٹنے میں مصروف ہوا۔ تغلق شاہ نے چند درخت کاٹے تھے کہ اُس کے سپاہی بھی بادشاہ کو اُس کام میں مشغول دیکھکر درختوں کے گرانے میں مصروف ہو گئے اور تھوڑی سی دیر میں جنگل کا جنگل چٹیل میدان ہو گیا۔ تغلق شاہ دو تین دن کے بعد حصار ترہٹ کے قریب پہونچا اور اُس نے دیکھا کہ قلعے کے گرد سات خندقیں پانی سے لبالب بھری ہوئی ہیں اور قلعے تک جانے کا راستہ صرف ایک باریک خط کی طرح نمودار ہو رہا ہے۔ تغلق شاہ نے باوجود ان مشکلات کے بھی ہمت نہ ہاری اور دو ہی تین ہفتوں میں قلعے کو سر کر کے راجہ کو قید کیا اور ترہٹ کی حکومت ملک تلبغہ کے بیٹے احمد خاں کے سپرد کر کے خود دہلی روانہ ہوا۔ بادشاہ نے چند منزل طے کر کے لشکر کو راستے میں چھوڑا اور خود جلد سے جلد دارالخلافت پہونچنے کے لئے آگے بڑھا۔ بوڑھے بادشاہ کو یہ خبر نہ تھی کہ موت اُسے کشاں کشاں آگے لئے جا رہی ہے۔ الغ خاں نے جب سُنا کہ باپ لشکر و فوج لئے ہوئے آرہا ہے تو اُس نے افغان پور کے پاس ایک نئے محل کی بنیاد رکھی اور تین دن میں عمارت تیار کرائی۔ شاہزادے کا مقصود یہ تھا کہ اس کا فرماں روا باپ اسی مکان میں شب بسر کرے اور جبکہ تمام شہر میں آئین بندی ہو جائے اور سلطنت کے تمام اسباب اور لوازم فراہم ہو جائیں تو پوری عظمت اور دبدبے کے ساتھ شہر میں داخل ہو۔ غیاث الدین تغلق افغان پور کے پاس پہونچا اور اس نئی عمارت کی تعمیر کا سبب دریافت کر کے بیٹے کی خاطرداری سے اُسی مکان میں مقیم ہوا۔ تغلق آباد میں بادشاہ کے آنے کی خوشیاں منائی گئیں اور تمام شہر میں آئین بندی کی گئی۔ دوسرے دن الغ خاں اور دوسرے ارکان دولت بادشاہ کی دست بوسی سے سرفراز ہوئے۔ بادشاہ مع اپنے استقبالیوں کے اُسی مکان میں دستر خوان پر بیٹھا۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد لوگوں نے سمجھا کہ بادشاہ اسی وقت دارالخلافت روانہ ہو جائے گا۔ تمام حاضرین اپنے ہاتھ دھوئے نئے مکان سے باہر چلے آئے۔ الغ خاں بھی جس کا آخری وقت ابھی نہ آیا تھا۔ اپنے ہمراہی گھوڑے اور ہاتھی اور دوسرے لوازم شاہی جن کو بادشاہ کے ملاحظے میں پیش کرنے کے لئے اپنے ساتھ لایا تھا ترتیب دینے کے لئے باہر اُٹھکر چلا آیا۔ الغ خاں

کے قصر چھوڑتے ہی کمرے کی چھت نیچے گری اور بادشاہ مع پانچ حاضرین کے اسی صدمے سے فوت ہوا۔ بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ چھت بالکل نئی تعمیر ہوئی تھی ہاتھیوں کے دوڑنے کے صدمہ سے دفعتہً نیچے گر پڑی۔ بعض مورخین کی یہ رائے ہے کہ الغ خاں کا اس قدر جلد ایک ایسی نئی عمارت کو تعمیر کرانا جس کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی اس بات کا پورا پتہ دیتا ہے کہ اُس نے قصداً باپ کی جان لینے کا ارادہ کیا اور اس میں کامیاب ہوا۔ مورخ برنی نے جو عصر فیروز شاہی کا ایک معزز رکن اور سلطان محمد تغلق (الغ خاں) کا بے حد معتقد ہے قصداً اس ذکر کو چھوڑ دیا ہے۔ مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ جو مورخ غیاث الدین کی موت کا الغ خاں کو مجرم بتاتے ہیں اُن کی رائے صحیح نہیں ہے اس لیئے کہ شاہزادہ خود باپ کے ساتھ دسترخوان پر موجود تھا اُس میں یہ کرامت کہاں سے آئی کہ الغ خاں کے قصر سے نکلتے ہی اس کے حکم سے چھت گری اور بادشاہ نے اس کے صدمے سے رحلت کی۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ صدر جہاں گجراتی اپنی تاریخ میں کہتا ہے کہ الغ خاں نے یہ مکان طلسم کے ذریعے سے کھڑا کیا تھا اور طلسم کے ٹوٹتے ہی چھت بھی نیچے آرہی۔ حاجی محمد قندھاری کا خیال ہے کہ بادشاہ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھو رہا تھا کہ دفعتہً آسمان سے بجلی گری اور چھت کو توڑتی ہوئی غیاث الدین کے سر پر آرہی۔ مورخ قندھاری کا بیان اگر سچ ہے تو قرین قیاس سمجھا جا سکتا ہے واللہ اعلم بالصواب سلطان غیاث الدین نے کچھ مہینے چار برس فرماں روائی کر کے ربیع الاول ۷۲۵ ہجری میں دنیا سے کوچ کیا۔ حضرت امیر خسرو علائی عہد میں ایک ہزار تنگہ ماہوار پاتے تھے غیاث الدین کے زمانے میں بادشاہ کی ہنر پروری سے اور زیادہ فارغ البال اور خوش حال رہے۔ امیر خسرو نے تغلق نامہ جو اب کم یاب ہے اسی بادشاہ کے نام سے معنون کیا ہے۔

سلطان محمد شاہ تغلق

غیاث الدین تغلق کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا تین دن رسم تعزیت بجا لایا۔ چوتھے دن رنج و غم کے بجائے شادی اور مسرت کا دور دورہ ہوا اور بیٹے نے باپ کی جگہ تخت سلطنت پر جلوس کر کے اپنے کو محمد شاہ کے نام سے موسوم کیا۔ تخت نشینی کے چالیس دن کے بعد محمد تغلق نیک ساعت میں تغلق آباد سے دہلی روانہ ہوا۔ دہلی میں ہر شخص خوشیاں منا رہا تھا اور راستے اور گلی میں آرائش کا

پورا انتظام کیا گیا تھا۔ روانگی کے دن روپیہ اور اشرفیاں ہاتھیوں پر لاد کر اُمرا بادشاہ کے ساتھ تھے اور روپیہ اور اشرفی بادشاہ پر سے تصدق کر کے ہر طرف گلی کوچے اور کوٹھوں پر پھینکے جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُس روز اس قدر سونا اور چاندی بادشاہ پر سے نچھاور کیا گیا کہ دہلی کے فقیر گداگری سے بے نیاز ہو گئے۔ محمد تغلق بڑا عالی ہمت فرماں روا تھا۔ ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی اُس کے لئے بساطِ شطرنج سے زیادہ نہ تھی یہ بادشاہ چاہتا تھا کہ خدا کی ہر مخلوق اُس کے حکم کی تعمیل کرے اور تمام روئے زمین کے باشندے اُس کے زر خرید غلام کہلائیں۔ اگر موروثی اسلام مانع نہ ہوتا تو شاید فرعون کی طرح یہ بادشاہ بھی خدائی کا ڈنکا بجاتا۔ اس کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک ادنٰے فقیر کو شاہی خزانہ دیدیتا تھا اور پھر بھی اُسے اپنا عطیہ کم معلوم ہوتا تھا۔ حاتم اور معن کی تمام زندگی کی سخاوت تغلق کی ایک دن کی اونٰی خیرات کے برابر بھی نہ تھی۔ سخاوت کے وقت فقیر و امیر اپنے اور پرائے سب اُس کی نظر میں یکساں تھے۔ محمد تغلق نے تتار خاں کو جسے غیاث الدین تغلق نے حاکم ستار گانوں مقرر کیا تھا اور جو مرحوم بادشاہ کا منہ بولا بھائی بھی تھا۔ بہرام خاں کا خطاب دیا اور ایک دن میں سو زنجیر ہاتھی اور ایک ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشرفیاں اور چتر و دورباش عنایت کر کے اُسے ستار گانوں اور بنگالہ کا حاکم مقرر کیا اور بڑی عزت اور تعظیم کے ساتھ اُسے رخصت کیا۔ محمد تغلق نے ملک سنجر بدخشانی کو اسّی لاکھ اور ملک الملوک عماد الدین ریحانی کو ستر لاکھ اور مولانا عضد الدین اپنے اُستاد کو چالیس لاکھ تنگے ایک دفعہ یکمشت عطا کر دئے۔ ملک اللہ ما مولانا ناصر الدین کامی کو ہر سال لاکھوں تنگے عنایت کرتا تھا۔ اور ملک غازی کو جو بزرگ زادے اور اپنے وقت کے بڑے فاضل اور خوش طبع اور شاعر تھے ہر سال ایک لاکھ تنگہ دیا کرتا تھا۔ اسی طرح قاضی غزنین کو بھی ہر سال حوصلے سے زیادہ انعام دیتا تھا نظام الدین احمد بخشی نے تحقیق سے لکھا ہے کہ تنگہ سے مراد چاندی کا ایک سکہ ہے جس میں کچھ تانبا بھی شامل تھا اور جس کی قیمت سولہ پول مسی کے برابر سمجھی جاتی تھی۔ محمد تغلق کے سارے زمانۂ حکومت میں یہ سلسلہ جاری رہا کہ عراق و خراسان۔ ماوراء النہر و ترکستان اور روم و عربستان سے بڑے بڑے فاضل اہل کمال اور غربت زدہ مسافر انعام و اکرام کی

امید پر اس کی بارگاہ میں آتے تھے اور ہر شخص اپنے خیال سے زیادہ انعام پاتا تھا۔ بیوہ عورتیں اور کمزور اور ناچار فقیر ہر چہار طرف سے محمد تغلق کی بارگاہ میں آتے اور شاہی انعام واکرام سے مالا مال ہوکر واپس جاتے تھے مسافروں میں جو شخص اپنے وطن نہیں جانا چاہتا تھا بادشاہ اُس کے لیئے وظیفہ مقرر کر دیتا تھا۔ محمد تغلق تقریر میں بیحد فصیح اور شیریں کلام تھا اور عربی اور فارسی کے خطوط اور مراسلے ایسے قابلانہ فی البدیہ لکھتا تھا کہ بڑے بڑے ادیب اور انشاپرداز انھیں دیکھکر حیران رہجاتے تھے۔ بادشاہ کا خط ایسا پاکیزہ تھا کہ خوشنویسی کے کامل بھی اس کی کتابت کا لوہا مانتے تھے۔ جہاں داری اور حکومت کے قوانین بنانے میں اس بادشاہ کا کوئی مثل نہ تھا اور فہم وفراست کی تیزی اور ذہن وذکاوت میں محمد تغلق اپنے تمام ہم عصر فرمانرواؤں میں ممتاز نظر آتا تھا۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ بعض لوگوں کی صورت دیکھتے ہی بادشاہ نے اُن کی برائی یا اچھائی کا حکم لگا دیا ہے یا یہ کہ سائل کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کے دل کی بات بتا دی ہے اور دریافت کے بعد بادشاہ کی رائے بالکل صحیح نکلی ہے۔ محمد تغلق علم تاریخ کا بہت بڑا ماہر تھا اور اُس کا حافظہ ایسا قوی تھا کہ جو بات ایک مرتبہ سُن لیتا تھا اُسے تمام عمر نہ بھولتا تھا۔ شاہ نامہ کے تمام قصے اور ابو مسلم اور امیر حمزہ کی داستانیں اُسے یاد تھیں محمد تغلق کو فلسفہ اور معقولات کے تمام علوم سے عموماً اور طب۔ حکمت۔ نجوم۔ ریاضی اور منطق سے خصوصاً بڑی دلچسپی تھی اور ان علوم کا وہ اچھا ماہر تھا۔ بادشاہ خود بھی بیماروں کا علاج کرتا تھا اور مرض کی تشخیص میں نامی طبیبوں سے طالب علمانہ بحثیں کرتا اور اُن کو قائل کر دیتا تھا۔ حکومت کے زمانے میں بھی بادشاہ کے اوقات کا زیادہ حصہ معقولات کی کتابوں کے مطالعہ ہی میں صرف ہوتا تھا اور سعد منطقی عبید شاعر نجم الدین انتشار اور علیم الدین شیرازی وغیرہ نامی علمائے حکیم طبیعت بادشاہ کے ہم صحبت اور اُس کے جلیس رہتے تھے مذکورہ بالا عبید سے عبید شاعر مراد نہیں ہے جو مشہور آفاق تھا بلکہ یہ شخص اپنے وقت کا ایک ہزل گو تھا محمد تغلق کو منقولات سے زیادہ شوق نہ تھا فقیہوں اور منقولی علما کی اُس کے دربار میں رسائی نہ تھی منقول کا جو مسئلہ علم معقول کے مطابق ہوتا تھا تغلق اُسی مسئلے کو تسلیم کرتا تھا۔ محمد تغلق فارسی کا بہت اچھا شاعر تھا

اور پرانے اُستادوں کے کلام کو خوب سمجھتا اور ہر شعر کی قرار واقعی داد دیتا تھا۔ اس بادشاہ کی شجاعت اور ملک گیری کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت اسی خیال میں مصروف رہتا کہ کوئی تازہ ملک فتح کرے اور یہی وجہ ہے کہ محمد تغلق کی زندگی کا بہت بڑا حصہ لشکر کشی میں صرف ہوا ہے۔ مورخین اس بادشاہ کو عجائب المخلوقات سے کہتے ہیں اور حقیقتاً یہ رائے بالکل صحیح ہے۔ محمد تغلق کے حالات پڑھنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ نیکی اور بدی دونوں کا یہ کامل نمونہ تھا۔ ایک طرف تو یہ چاہتا تھا کہ بادشاہت کے ساتھ نبوت کا منصب بھی اسے مل جائے اور حضرت سلیمان کی طرح ملکی اور شرعی دونوں قسموں کے احکام کا خود ہی سرچشمہ کہلائے۔ دوسری طرف یہ حالت تھی کہ اسلام کی پوری پیروی کرتا تھا۔ فرض سنت۔ اور نفل و مستحب سب کا پابند تھا۔ نشے کے گرد نہ پھٹکتا تھا فسق و فجور سے بالکل کنارہ کش تھا اور حرام چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا لیکن قہر و سیاست ناحق خونریزی اور بندگان خدا پر سختی کرنے میں اسے مطلق باک نہ تھا ان ظالمانہ حرکات کے وقت نہ اُسے معقولات کے مسائل یاد آتے تھے اور نہ شرع کا کچھ پاس و لحاظ ہوتا تھا۔ جہاں اس کی سخاوت اور بخشش کا یہ حال تھا کہ غریب اور محتاجوں کی پرورش اس کا شعار تھا وہاں ظلم و ستم کا یہ عالم تھا کہ کوئی ہفتہ ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں مشائخ و سادات صوفی و قلندر اہل قلم اور سپاہی اس کی خونخوار سیاست کا شکار نہ ہوتے ہوں۔ اپنے جلوس کے ابتدائی زمانے میں محمد تغلق نے امیروں اور اپنے مددگاروں کو جو اس کی رائے سے متفق ہوتے تھے اُن کے مرتبے کے موافق جاگیریں عطا کیں۔ تغلق نے اپنے چچیرے بھائی ملک فیروز کو نائب باربک بنایا اور شاہ ناصرالدین کے مرنے کے بعد ملک بیدار خلجی کو قدر خاں کا خطاب دیکر لکھنوتی کا حاکم مقرر کیا۔ تغلق نے قتلغ خاں اپنے اُستاد کو جس سے قرآن شریف اور کچھ فارسی کتابیں پڑھی تھیں اور لکھنا سیکھا تھا وکیلداری کا عہدہ عنایت کیا اور ملک مقبول کو عماد الملک کا خطاب دیکر وزیر الممالک مقرر کیا۔ ان کے علاوہ احمد ایاز کو خواجہ جہاں کا خطاب دیکر گجرات کا سپہ سالار مقرر کیا اور ملک مقبل کو خان جہاں کے خطاب سے سرفراز کر کے گجرات کا وزیر بنایا قتلغخاں کا بیٹا محمد خاں الپ خاں کے خطاب سے گجرات کے ایک حصے کا جاگیردار مقرر ہوا اور ملک شہاب الدین

ملک افتخار کے نام سے نوساری کا صوبہ دار بنایا گیا۔ محمد تغلق کے ابتدائی زمانے میں جبکہ حکومت پورے طور پر مضبوط نہ ہوئی تھی ایک اسلامی بادشاہ مسمی ترمشرین بن داؤد خاں حاکم خاندان چغتائی جو اپنے وقت کا مشہور بہادر اور منصف تھا کثیر فوج اور جرار لشکر ہمراہ لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ ۷۲۷ھ ہجری میں اس چغتائی حاکم نے لمغان اور ملتان سے لیکر دہلی کے دروازے تک بعض مقامات کو تو تاخت و تاراج کیا اور بعض شہروں پر ہمیشہ کے لیئے قبضہ کر کے حوالی شہر کو اپنا لشکر گاہ بنا لیا محمد تغلق نے اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ پائی اور عاجزی اور نیازمندی سے پیش آیا۔ بادشاہ نے چند معتبر امیروں کے وسیلے سے اپنے چغتائی حریف کی خواہش کے موافق نقد و جواہر اُس کی خدمت میں پیش کیئے اور اس طرح اپنی اور رعایا کی جان بچائی۔

ترمشرین خاں نے نواح دہلی سے تو کوچ کیا لیکن گجرات پہونچکر چونکہ یہ شہر سر راہ واقع تھا اُس نے جی کھول کر گجرات کو لوٹا اور بہت سا مال غنیمت اور بے شمار قیدی گرفتار کر کے سندھ اور ملتان کے راستے سے اپنے وطن کو روانہ ہوا۔ مورخ برنی نے زمانے کی مصلحتوں کا خیال کر کے اس واقع کا اپنی تاریخ میں ذکر نہیں کیا ہے ترمشرین کے حادثے کے بعد محمد تغلق کو ترتیب لشکر اور انتظام سلطنت کی طرف پوری توجہ ہوئی۔ بادشاہ نے دور و نزدیک ہر ملک کو فوج اور اسباب جنگ سے آراستہ کیا اور دہور سمندر ملابار کنپلہ۔ ورنگل لکھنوتی۔ جیب گاؤں۔ سنار گانوں اور نیز دہلی کے دیگر مشہور مقامات کو خوب مضبوط اور مستحکم بنایا اسی زمانے میں محمد تغلق نے کرناٹک کے تمام ملک کو دریائے عمان کے کنارے تک فتح کر لیا۔ کرناٹک کے بعض حصے تو بلا واسطہ سلطنت دہلی میں شامل کر لیئے گئے اور بعض حصوں کے راجہ مطیع ہو کر تغلقی خراج گزار بنے اور ہر سال رقم خراج شاہی خزانے میں داخل کرتے رہے۔ محمد تغلق نے اب ایسا انتظام کیا کہ کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ ایک پیسہ بھی دیوانی علاقے کا خیانت یا بغاوت سے دبا رکھے ممالک محروسہ کے تمام چودھری اور راجہ اور زمیندار بادشاہ کے مطیع اور فرماں بردار ہو کر اپنی اپنی مقررہ رقم برابر خزانۂ شاہی میں داخل کرنے لگے۔ اس انتظام سے اس قدر روپیہ شاہی خزانے میں داخل ہونے لگا کہ باوجود محمد تغلق کی شبانہ روز کی بخششوں اور خیرات کے بھی خزانے میں کمی نہیں ہوتی تھی تھوڑے دنوں تو سلطنت کا یہ عالم رہا

کہ گویا روپے اور اشرفیوں کا دارالخلافت میں مینہ برستا ہے لیکن اس کے بعد خزانہ خالی ہونے لگا اور فوج کی کمی سے انتظام سلطنت میں خلل پڑنے لگا۔ چنانچہ تغلق کی حکومت کا درمیانی اور آخری حصہ تو ایسا طوائف الملوکی میں گزرا کہ سوا گجرات کے اور کوئی حصہ ملک کا دہلی کے ماتحت نہ رہا۔ محمد تغلق کے اس زوال ملک و دولت کے اسباب یہ ہیں۔ اول یہ کہ میان دوآب میں خراج کی زیادتی (۲) بجائے سونے اور چاندی کے تانبے اور پیتل کے سکوں کا رواج۔ تیسرے بادشاہ کا تین لاکھ ستر ہزار سواروں کا ایک لشکر خراسان اور ماوراءالنہر کی فتح کے لیئے مرتب کرنا اور اُن کے اخراجات سے خزانہ علائی کا خالی ہو جانا۔ (۴) بادشاہ کا ایک لاکھ سوار آراستہ کر کے اپنے بھانجے خسرو ملک کی ماتحتی میں اُن کو کوہ ہماچل کے لیئے روانہ کرنا۔ (۵) رعایا کا بلا لحاظ مذہب قتل کرنا۔ ان اسباب کے تفصیلی واقعات حسب ذیل ہیں۔

(۱) زیادتی خراج کے بابت مورخین لکھتے ہیں کہ محمد تغلق نے چند محال باتوں کا خیالی پلاؤ دماغ میں پکا کر میان دوآب کے خراج میں دس سے تیس اور چالیس تک کا اضافہ کر دیا۔ اس زیادتی سے رعایا میں سرکشی پیدا ہوئی اور کھیتی باڑی کے کام میں خلل پڑنے لگا۔ زراعت کے کاروبار کے معطل ہوتے ہی آسمانی بلائیں بھی نازل ہونی شروع ہوئیں اور بارش کی کمی سے دو تین سال متواتر قحط کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس قحط میں بہت سے گھر تباہ اور برباد ہو گئے اور فوجی جمعیت کا شیرازہ بالکل بکھر گیا۔

(۲) تانبے کے سکے کے رائج کرنے کا قصہ یہ ہے کہ محمد تغلق چاہتا تھا کہ سکندر اعظم کی طرح ہفت اقلیم فتح کر کے خود بھی جہاں کشائی کا ڈنکا بجائے دہلی کا موجودہ خزانہ اس اولوالعزمی کے لیئے بالکل ناکافی تھا۔ محمد تغلق نے عزم جہاں گیری کو مدنظر رکھکر آبائی سلطنت کی تباہی کا خیال دل سے دور کر دیا اور شاہی خزانے کو سونے اور چاندی سے بھرنے کے لیئے اُس نے ملک میں تانبے اور پیتل کے سکے رائج کیئے۔ بادشاہ نے اپنی دانست میں چین کی پیروی کی اور کہا کہ جس طرح چین میں کاغذی سکہ رائج ہے اُسی طرح ہندوستان میں بھی تانبے اور پیتل کے سکے رائج ہوں چین کے اس کاغذی سکہ کا نام چاو ہے۔ یہ سکہ کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا جس پر چین کے بادشاہوں کا لقب نقش کر دیا جاتا تھا۔ اور اہل چین اپنے کاروبار میں بھی اس کاغذی سکے سے

کام لیتے تھے لیکن ہندوستان میں یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی اور ہندو بے حساب تانبا سرکاری دارالضرب میں لانے لگے اور اس سے لکھوکھا کروڑہا سکے ڈھلوا کر ان سے سامان اور ہتھیار خریدنے اور ان کو دوسرے ملکوں میں سونے اور چاندی کے سکوں کے عوض فروخت کرنے لگے۔ اسی طرح سونار بھی بادشاہی سکے کی نقل اتار کر اپنے گھروں میں سکے ڈھالنے لگے اس بدنظمی کی وجہ سے تھوڑے ہی دنوں میں بادشاہ کا فرمان دور دراز ملکوں میں منسوخ ہوگیا اور لوگوں نے سرکشی اختیار کی۔ اس بغاوت نے یہاں تک طول کھینچا کہ خود دارالخلافت اور اس کے نواح میں بھی تانبے کا سکہ کوڑیوں کے مول بھی نہیں بکتا تھا۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر مجبوراً حکم دیا کہ رعایا تانبے کے سکے خزانہ شاہی میں داخل کردے اور اس کے معاوضے میں سونے اور چاندی کے سکے سرکار سے وصول کرے۔ اس حکم سے بادشاہ کا مقصود یہ تھا کہ شاید اسی بہانے تانبے کے سکے کی قدر و قیمت ہو لیکن محمد تغلق کا یہ خیال بھی غلط نکلا۔ رعایا نے تانبے کے سکے جن کو وہ سنگریزے کی برابر سمجھتی تھی انبار کے انبار اپنے گھروں سے اٹھا کر خزانے میں داخل کردئے اور ان کے عوض چاندی اور سونے کی چمکتی ہوئی تھیلیاں لے کر اپنے صندوقوں میں بند کیں۔ اس تبادلے میں رعایا کا گھر معمور اور شاہی خزانہ بالکل خالی ہوگیا اور تانبے کا سکہ اسی طرح کوڑیوں کے مول بھی سستا سمجھا گیا۔ خزانہ خالی ہوتے ہی سلطنت میں فتور پیدا ہوا اور نظام سلطنت درہم برہم ہوگیا۔ محمد تغلق کے سر میں عزم جہاں کشائی کا سودا سمانے کا قصہ یہ ہے کہ امیر نوروز ترمشرین خاں کا داماد جو چغتائی نسل کا شاہزادہ تھا بہت سے صدہا اور ہزاری امیروں کے ہمراہ ہندوستان آیا اور محمد تغلق کی سرکار میں ملازم ہوا۔ امیر نوروز کے علاوہ عراق اور خراسان کے کچھ شاہزادے اور امیر و ارکان دولت بھی اپنے اپنے وطن سے بیزار ہوکر سرزمین ہند میں وارد اور اسی عالی جاہ فرماں روا کے حاشیہ نشین بنے اسی معزز اور قابل وثوق گروہ نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ ایران و توران کی فتح بہت آسان ہے۔ محمد تغلق نے جہاں کشائی کا ارادہ مصمم کرلیا۔ بادشاہ نے ان نو وارد شاہزادوں اور امیروں کی تالیف قلوب کی اور ان کو انعام و اکرام سے مالا مال کرنا شروع کیا سرحدی فوج کے علاوہ تین لاکھ ستر ہزار سواروں کا لشکر میں اضافہ کیا گیا اور ان کے لئے گھوڑے

اور ساز و سامان مہیا کیے گئے پہلے سال تو ان جدید سپاہیوں کی تنخواہ خزانۂ شاہی سے ادا کر دی گئی لیکن چونکہ اس بات کا موقع نہ ملا کہ ان ملازمین سے کام لیا جائے۔ اور نئے ملک فتح ہوں جس سے اخراجات چلیں یا اُن ممالک سے اس قدر مال غنیمت ملے کہ ان کے اخراجات کو کافی ہو اسی کے ساتھ سپاہیوں کو مطمئن رکھنا بھی بے حد ضروری تھا اس لیے اس بار عظیم سے خزانہ بالکل خالی ہو گیا اور دوسرے سال لشکر میں پراگندگی پیدا ہو گئی اور سیاست کا ڈھانچہ بالکل بگڑ گیا۔ کوہ ہماچل پر لشکر روانہ کرنے کا تفصیلی واقعہ یہ ہے کہ بادشاہ کو یہ فکر ہوئی کہ کسی طرح چین اور ہماچل کو جو ہندوستان اور مملکت چین کے درمیان میں واقع ہے فتح کرے۔ محمد تغلق نے ۷۳۸ھ ہجری میں ایک لاکھ کارگزار سوار دربار کے نامی امیروں اور ارکان دولت کے ساتھ اپنے بھانجے خسرو ملک کی ماتحتی میں اس مہم پر روانہ کیے۔ بادشاہ نے خسرو ملک کو ہدایت کر دی کہ پہلے ہماچل کو تسخیر کرے اور جس مقام پر ضروری ہو قلعہ تعمیر کرائے اور نیز اس حصار کی حفاظت کے لیے لشکر متعین کر کے قدم بڑھائے حدود چین میں داخل ہو کر سرحد پر ایک نہایت مضبوط اور مستحکم قلعہ بنا کر اسی قلعے میں قیام اختیار کرے اور ایک عریضہ تفصیلی واقعات کے ساتھ بادشاہ کے ملاحظے میں روانہ کرے اس نامے کے جواب کا انتظار کرے اور جب دار الخلافت سے نیا لشکر مدد کو پہونچ جائے تو سرحد سے گزر کر شہر میں داخل ہو اور بتدریج مملکت چین اپنے قبضہ و تصرف میں لے آئے۔ ہر چند ارکان دولت نے اشارے اور کنائے میں بادشاہ کو سمجھایا کہ یہ مہم ہرگز سر ہونے والی نہیں ہے۔ اور آج تک ہندوستان کے کسی بادشاہ نے ملک چین کی ایک گز زمین پر بھی قبضہ نہیں کیا لیکن محمد تغلق اپنے ارادے سے نہیں پھرا۔ خسرو ملک اور اُس کے ہمراہیوں نے ناچار کمر ہمت باندھی اور دہلی سے روانہ ہو کر کوہستان ہماچل میں پہونچے۔ خسرو ملک نے بادشاہ کی ہدایت پر عمل کیا اور کوہ ہماچل میں بعض مقامات پر مناسب قلعے تعمیر کرائے اور وہاں کچھ فوجیں چھوڑ کر خود آگے بڑھا۔ جب اسلامی لشکر سرحد چین پر پہونچا تو اُس کی آبادی اور امرائے چین کی شوکت و حشمت اور شہر کے قلعوں کی بلندی اور مضبوطی راستوں کی تنگی اور رسد رسانی کی کمی کا خیال کر کے خسرو ملک کے چھکے چھوٹ گئے اور اس بات پر تیار ہو گیا کہ بے جنگ کیے ہوئے

وہاں سے پلٹ پڑے۔ چونکہ برسات کا زمانہ آچکا تھا اور مسلمان اس سفر میں جن راستوں سے سرحد تک پہونچے تھے ان میں بے شمار راہیں غرق ہو کر بے نام ونشان ہوگئی تھیں اس لیئے اسلامی لشکر کو واپسی میں بیحد دقت اُٹھانی پڑی۔ مسلمان حیران و پریشان دامن کوہ کا سہارا لے کر راستہ طے کرتے تھے پہاڑیوں نے موقع پاکر اسلامی لشکر میں قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا اور اسی کے ساتھ قحط کی بلائیں بھی گرفتار کر کے ایذارسانی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ ایک ہفتے کے بعد خدا خدا کر کے سیلاب کی مصیبت سے نجات ہوئی اور مسلمان ایک وسیع جنگل میں پہونچے جس کو طے کر کے مہم پر روانہ ہوئے تھے۔ سپاہی بیحد خستہ و خراب تھے اسی جنگل میں آرام لینے کے لیئے ٹھیر گئے۔ چونکہ ابھی مصیبتوں کا خاتمہ نہ ہوا تھا اسی رات شدید بارش ہوئی اور سیلاب نے لشکر کو چاروں طرف سے ایسا گھیر لیا کہ تیرنا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنا بھی مشکل ہوگیا۔ خسرو ملک کا تقریباً سارا لشکر دس پندرہ روز بھوک کی شدت سے بیتاب ہو کر راہی عدم ہوا۔ معدودے چند اپنی سخت جانی سے زندہ بچے اور چونکہ بعض لوگ لشکر سے تھوڑی دور نکل آئے تھے سیلاب کی مصیبت سے نجات پاکر ہندوستان روانہ ہوئے۔ اہل ہماچل کو ان واقعات کی پوری اطلاع ہوگئی اور گروہ کے گروہ پہاڑیوں کی کشتی پر سوار ہو کر اسلامی لشکرگاہ تک آئے اور مسلمانوں کے مال و متاع اور اُن کے زیور و ہتھیار پر قابض ہوگئے۔ جن لوگوں کو خسرو ملک نے راستے کے نوتعمیر قلعوں کی حفاظت کے لیئے پیچھے چھوڑا تھا وہ بھی ان پہاڑی غیر مسلموں کی تاخت و تاراج کا ایسا شکار ہوئے کہ اُس جماعت کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اس مصیبت اور تباہی سے جو لوگ زندہ بچ کر ہندوستان پہونچے اُن کو محمد تغلق کی سیاست نے موت کے گھاٹ اُتارا۔

بادشاہ کی سفاکی اور خوں ریزی کا حال یوں کہ اُنھیں گذشتہ اور آیندہ واقعات کے ضمن میں بخوبی واضح اور روشن ہوجاتا ہے اس لیئے اس کو خاص طور پر علیحدہ عنوان کے نیچے تفصیلاً بیان کرنا غیر ضروری سمجھتا ہوں اور دلی کو تباہ کرنے کی داستان معرض تحریر میں لاتا ہوں۔

محمد تغلق کے چچیرے بھائی ملک بہاء الدین المخاطب بہ گرشاسب نے جو عہد تغلق کا نامی امیر اور دکن کے صوبہ داروں میں ولایت ساغر[12] کا جاگیر دار تھا بادشاہ سے رعایا کی

عالم گیر نفرت کو گہری نگاہوں سے دیکھا اور نظام سلطنت کا شیرازہ بکھرتے دیکھکر اُس نے اپنے دماغ میں حکمرانی کا سودا پکانا شروع کیا۔ ملک گرشاسپ نے قلعہ ساغر کو بیحد مستحکم کیا اور خیل و حشم اور سپاہ و رعیت کی فرمانروائی اور ترتیب میں جان و دل سے مشغول ہوا۔ گرشاسپ نے اپنے خیال میں بادشاہ کی سیاسی گرفت سے اپنے کو محفوظ سمجھکر شاہی اطاعت سے انکار کیا اور دکن کے بہت سے امیروں کو اپنا ہم خیال بنا کر ملک کے بہترین حصوں پر قابض ہوگیا۔ گرشاسپ کا اقتدار اس قدر بڑھ گیا کہ دو چار امیر جو اُس کے ہم نوا ہوئے تھے اُس کے مقابلے میں نہ ٹھیر سکے اور شکست کھاکر مجبوراً ان امیروں نے سدداور ساوی آباد میں پناہ لی۔ محمد تغلق کو گرشاسپ کی بغاوت کا حال معلوم ہوا اور بادشاہ نے پایۂ تخت کے نامی امیروں کا ایک گروہ اور گجرات کا تمام لشکر اُس کی سرکوبی کے لیئے دکن روانہ کیا۔ خواجہ جہاں شاہی لشکر کو لے کر دیوگڑھ پہونچا۔ گرشاسپ نے اپنی فوج کو آراستہ کیا اور شاہی لشکر کے مقابلے میں صف آرا ہوکر خواجہ جہاں سے لڑائی کا بازار گرم کیا۔ اثنائے جنگ میں گرشاسپ کا ایک نامی امیر خضر بہرام اُس سے منحرف ہوکر خواجہ جہاں سے آملا۔ خضر بہرام کے انحراف سے گرشاسپ کے لشکر میں ہل چل مچ گئی اور خواجہ جہاں کو اس سردار کی موافقت سے بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ گرشاسپ نے میدان جنگ میں ٹھیرنا مناسب نہ سمجھا اور دیوگڑھ سے فرار ہوکر ساغر میں جاکر دم لیا۔ چند روز کے بعد گرشاسپ کو معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں اُس کی سرکوبی کے لیئے ساغر آرہا ہے گرشاسپ نے شاہی لشکر کی ہیبت سے ساغر کو بھی چھوڑا اور اپنے جورو بچوں کو ساتھ لے کر ولایت کرناٹک کے مشہور شہر کنبیلہ میں جس کا راجہ گرشاسپ کا بہی خواہ تھا جاکر پناہ گزیں ہوا۔ اس درمیان میں بادشاہ بھی دولت آباد پہونچا محمد تغلق نے خواجہ جہاں کو ایک جرار فوج کے ہمراہ کنبیلہ روانہ کیا۔ خواجہ جہاں نے دو مرتبہ گرشاسپ سے شکست کھائی لیکن جب دیوگڑھ سے جدید لشکر اُس کی مدد کو پہونچ گیا تو تیسری مرتبہ خواجہ جہاں کو فتح حاصل ہوئی اور اُس نے کنبیلہ کے راجہ کو گرفتار کرلیا۔ گرشاسپ نے بلال دیو کے دامن میں پناہ لی۔ بلال دیو شاہی لشکر کے تعاقب سے کچھ ایسا خوف زدہ ہوا کہ اس نے گرشاسپ کو گرفتار کرکے خواجہ جہاں کے پاس بھیجدیا اور خود شاہی بہی خواہوں میں داخل ہوکر اپنی طرف سے

مطمئن ہوگیا۔ خواجہ جہاں نے گرشاسپ کو اسی طرح پابہ زنجیر بادشاہ کے پاس روانہ کیا محمد تغلق نے حکم دیا کہ گرشاسپ کی کھال کھینچکر اُس میں بھس بھرا جائے اور سارے شہر میں اُس کی تشہیر کرائی جائے عام منادی کے ذریعے سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے کہ حکومت کے سیاسی مجرموں کا یہ حشر ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا واقعات کے رونما ہونے سے دفعتہً بادشاہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ تقریباً سارا ہندوستان دہلی کی شاہنشاہی کا غاشیہ بردار ہو چکا ہے مناسب ہے کہ پائے خلافت کوئی ایسا مقام مقرر کیا جائے جسے ممالک محروسہ کے تمام شہروں سے وہی نسبت ہو جو مرکز کو دائرے کے خطوط سے حاصل ہے۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ تمام شاہی قلمرو کے اچھے اور برے حالات کا علم بھی برابر ہوتا رہے گا اور تمام رعایا کی نگہداشت بھی مساوی مرتبے پر ہو سکے گی اور سب سے اہم یہ کہ ہر جدید حادثے کے ظہور پزیر ہونے پر اُس کا کافی تدارک کرنا آسان اور سہل ہوگا۔ ذی علم درباریوں کے ایک بڑے گروہ نے پائے تخت بنانے کے لیئے شہر اُجین کو منتخب کیا۔ اس گروہ کا استدلال یہ تھا کہ یہ شہر طول اور عرض کے اعتبار سے وسط ہند میں واقع ہے اور ہندوستان کے مشہور کھتری فرمانروا راجہ بکرماجیت نے اسی مرکزیت کے لحاظ سے اجین کو اپنا دارالخلافت مقرر کیا تھا۔ چند ارکان دولت نے بادشاہ کے میلان خاطر کو ملحوظ نظر رکھکر دیوگڑھ کا انتخاب کیا۔ بادشاہ خود ہی دیوگڑھ پر دل سے فریفتہ ہو رہا تھا اُس نے انھیں امیروں کی رائے سے اتفاق کر لیا اور فرمانروایان ایران و توران جیسے قوی دشمنوں سے بالکل بیخوف ہو کر حکم دیدیا کہ دہلی جو رشک مصر تھی ویران کر دیجائے اور شہر کے تمام باشندے چھوٹے اور بڑے خادم اور مخدوم مرد و عورت سبھوں کو دہلی سے منتقل کر کے دیوگڑھ لایا جائے اور جو زاد راہ کی مقدرت نہ رکھتے ہوں اُن کو سفر خرچ سرکاری خزانے سے عطا ہو۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ دہلی سے دیوگڑھ تک ہر منزل پر سرائیں تعمیر کرائی جائیں اور سڑک کے دورویہ سایہ دار درخت لگائے جائیں تاکہ راہ گیر سائے کے نیچے آرام سے سفر کی منزلیں طے کریں۔ محمد تغلق نے دیوگڑھ کو دولت آباد کے نام سے موسوم کر کے شہر میں عالی شان عمارتوں کی بنیادیں ڈالیں اور قلعۂ دیوگڑھ کے گرد خندق کھود کر دولت آباد بالا گھاٹ اور ویلورہ کے نزدیک بڑے حوض بنوائے اور متعدد پر فضا باغ لگائے پائے خلافت کے اس تغیر و تبدل سے رعایا کے حالات میں بھی ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہوگیا اور مہمات سلطنت میں ابتری

پیدا ہوئی۔ اسی زمانۂ انقلاب میں خواجہ حسن دہلوی دولت آباد میں جس کے مثل دنیا میں کوئی شہر نہ بنا ہوگا فوت ہوئے اور وہیں دفن کیے گئے۔ دولت آباد اگرچہ آب و ہوا کے اعتبار سے اچھا ہے لیکن خرابی اسی قدر رہے کہ ایران و توران سے بعید دور تھا جب محمد تغلق کو گرشاسپ کے فتنے سے نجات ہوئی اور دہلی کا ہر چھوٹا بڑا شاہی حکم کے مطابق دولت آباد میں آکر متوطن ہوگیا تو بادشاہ نے کنڈہانہ[۱۴] کے قلعے پر جو خیبر کے نواح میں واقع ہے دھاوا کیا۔ ناک نایک گولیوں کے سردار نے شاہی لشکر کی مدافعت کی اور محمد تغلق جیسے عظیم الجاہ بادشاہ کے مقابلے میں ایسا مردانہ وار لڑا کہ دوست و دشمن سب اُس کی تعریف میں رطب اللسان ہوئے۔ مذکورۂ بالا قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا قلعہ اس قدر مضبوط اور مستحکم تھا کہ اگر اُسے فلک البروج سے تشبیہ دیں تو غیر مناسب نہ ہوگا کسی مقتدر فرمانروا کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ کنگرۂ قلعہ کو آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ محمد تغلق نے آٹھ مہینے کامل قلعے کا محاصرہ جاری رکھا اور حصار کے گرد ساباط بنانے اور مغربی نصب کرنے میں ایسا مشغول ہوا کہ بادشاہ کی ہمت ملوکانہ کو دیکھکر ناک نایک بدحواس اور پریشان ہوگیا۔ ناک نایک نے بادشاہ سے امان طلب کی اور قلعہ محمد تغلق کو سپرد کرکے خود شاہی امرا کے گروہ میں داخل ہوگیا۔ بادشاہ کامیاب و بامراد دولت آباد واپس آیا اور اطمینان اور فراغت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا۔ تھوڑے دنوں کے بعد لاہور سے خبر آئی کہ بہرام ابیہ حاکم ملتان بغاوت کا جھنڈا بلند کرکے ملتان و پنجاب کو تاخت و تاراج کر رہا ہے اس باغی حاکم نے خاصی جمعیت بہم پہونچائی ہے اور اس کے سر میں حکومت کا سودا اچھی طرح سما چکا ہے اس بغاوت کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ بادشاہ نے دولت آباد کو دار الخلافت بنا کر تمام امیروں اور منصب داروں کو فرمان روانہ کیے کہ ہر امیر اپنے اہل و عیال کو دولت آباد بھیجکر نئے پایۂ تخت میں مکانات تعمیر کرائے۔ اس فرمان کی بنا پر علی نامی ایک مغل بہرام ابیہ کے بال بچوں کو لانے کیلئے ملتان روانہ ہوا یہ محصل ملتان پہونچا اور جیسا کہ اس فرقے کی عادت ہے بہرام ابیہ اور اُس کے متعلقین سے دشمنی کے ساتھ پیش آیا اور وحشت ناک خبریں سنا کر انھیں بادشاہی قہر و غضب سے بہت ڈرایا اور دھمکایا ایک دن بہرام ابیہ کا داماد مکان سے نکل کر دیوانخانہ کو جا رہا تھا۔ علی اُس کے پاس گیا اور کہا کہ تم لوگ اپنے اہل و عیال کو دولت آباد

کیوں نہیں روانہ کرتے شاید کہ تم نے شرارت اور نمک حرامی پر کمر باندھی ہے۔ مخاطب نے علی سے کہا تو گالی کسے دیتا ہے علی نے جواب دیا کہ گالی کا وہی شخص مستحق ہے جو گھر میں اطمینان سے بیٹھا ہے اور بادشاہ کی اطاعت کا اُسے مطلق خیال نہیں ہے۔ علی اور اُس کے مخاطب میں بہ آواز بلند گفتگو ہونے لگی۔ اس مغل نے حریف کے سر کے بال مضبوط پکڑ لیے اور اُسے ایک گھونسہ مارا۔ دشمن نے علی کے پنجے سے اپنے بال چھڑائے اور اُسے زمین پر دے مارا اور ایک ملتانی سلاحدار نے فوراً علی کا سر قلم کر دیا۔ بہرام ابیہ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی اور اُس نے محمدؐ تغلق کے قہر و غضب کا اندازہ کر کے اپنی خیر اسی میں دیکھی کہ شاہی باغیوں میں داخل ہو کر جب تک بن پڑے اپنی جان بچائے۔ غرض کہ جب محمدؐ تغلق کو اس بغاوت کا حال معلوم ہوا تو بادشاہ نے یہ سمجھ کر کہ بے اُس کے گئے ہوئے پنجاب کی آگ فرو نہ ہوگی خود ملتان روانہ ہوا۔ بہرام ابیہ بھی ایک جرار فوج ساتھ لے کر بادشاہ کے مقابلے میں خیمہ زن ہوا۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد جس میں طرفین سے لاکھوں بندگان خدا کا خون بہ گیا بہرام ابیہ کو کفران نعمت کی سزا ملی اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ ملتان میں قتل عام کا حکم جاری کرے لیکن حضرت شیخ رکن الدین بادشاہ سے ملنے آئے اور ان بزرگ نے اہل ملتان کی سفارش کر کے بادشاہ کے اس غضب کو ٹھنڈا کیا۔ محمدؐ تغلق نے قوام الملک کو حاکم ملتان مقرر کیا اس درمیان میں جو لوگ بہرام ابیہ کے تعاقب میں روانہ کیے گئے تھے وہ بھی باغی کا سر قلم کر کے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ محمدؐ تغلق ابراہیم کے فتنے کو فرو کر کے دہلی واپس آیا۔ چونکہ اطراف و نواح کے وہ لوگ جو دولت آباد میں آ کر تکلیف کے ساتھ متوطن ہوئے سے اِدھر اُدھر پراگندہ ہو گئے تھے اس لیے بادشاہ نے دو سال کامل دہلی میں قیام کیا اور نئے دارالخلافت کے معمور کرنے میں کوشش کرتا رہا۔ اسی درمیان میں بادشاہ نے اپنی والدہ مخدومۂ جہاں کو تمام امیروں اور فوج کے حرم اور محلات کے ساتھ دولت آباد روانہ کیا بادشاہ کو دولت آباد کے معمور کرنے کا وہ سودا سمایا کہ ہر ایک شخص کو بلا لحاظ اس کے کہ آب و ہوا موافق ہوگی یا نہیں دولت آباد بھیج دیا۔ دہلی کی آبادی ایسی ویران ہوئی کہ ہر گلی کوچے میں گیدڑوں لومڑیوں اور جنگلی جانوروں کی آوازوں کے سوا کسی متنفس کی صدا بھی کانوں میں نہ آتی تھی۔ چونکہ اسی دوران انقلاب میں محمدؐ تغلق نے میان دوآب

کی رعایا سے مال اور جہات سختی کے ساتھ طلب کیا تھا۔ رعایا نے تنگ آکر اپنے گھروں اور کھلیانوں میں آگ لگادی اور مویشیوں کو ساتھ لے کر جنگل میں نکل گئے اور بیابان اور پہاڑوں میں جاکر آباد ہوئے۔ بادشاہ نے رعایا کی اس حرکت پر ضلع داروں کو حکم دیا کہ قتل و غارت سے کام لیں اور آگ لگانے والی رعایا میں سے جس کسی کو جہاں پائیں وہیں اُسے موت کے گھاٹ اُتاریں بادشاہ کے اس حکم سے میان دوآب کا زرخیز حصہ تباہ اور ویران ہوگیا۔ مسافروں نے راستے کو پرامن وامان نہ ہونے سے کمریں کھول دیں اور خانہ نشین ہوگئے جن خوبیوں کے بال بچے دولت آباد میں مقیم تھے وہ حیران اور پریشان ہونے لگے۔ غرض کہ ابتدائے آفرینش سے خود محمد تغلق کے عہد تک کسی بادشاہ کے واقعات زندگی میں اس طرح کے سیاہ نامے مندرج نہ ہوئے ہوں گے جو غیاث الدین کے عجیب الخلقت جانشین نے اپنے تذکرے میں یادگار زمانہ چھوڑے ہیں سب سے زیادہ طرفہ ماجرا یہ ہے کہ عمال کی قتل و غارت کے علاوہ بادشاہ خود انھیں دنوں شکار کے لیئے گیا اور بجائے جانوران صحرائی کے لاکھوں بنی آدم اس کے تیر ستم کا نشانہ اور خنجر ظلم سے مجروح ہوئے۔ بادشاہ نے ان بیگناہوں کے سر حصار کے کنگروں پر آویزاں کرائے اور اپنی دراز دستیاں دکھاتا ہوا قنوج پہونچا حدود قنوج سے مہوبہ تک اس کے سفاک ہاتھ خونریزی سے نہ تھکے اور ساری دنیا کا خون پانی ہوکر بہ گیا۔ ادھر لکھنوتی میں ایک جدید واقعہ پیش آیا۔ قدر خاں کے ایک ملازم مسمی ملک فخرالدین نے بہرام خاں کے بعد بغاوت کردی اور قدر خاں کو تہ تیغ کر کے لکھنوتی کے خزانے پر قابض ہوگیا۔ ابھی بادشاہ کے ہاتھوں سے قنوج کے بیگناہوں کے خون کے دھبے چھوٹے بھی نہ تھے کہ ملابار سے خبر آئی کہ سید ابراہیم خریطہ دار کا باپ سید حسین ملابار میں بغاوت کر رہا ہے اور امیروں کو قتل کر کے خود مختار بن بیٹھا ہے بادشاہ نے لکھنوتی کے معاملے کو چندے ملتوی کیا اور شہر میں آکر سید ابراہیم خریطہ دار اور سید حسین کے تمام عزیزوں کو قید کر لیا اور ایک جرار لشکر ہمراہ لیکر ۷۴۲ھ میں ملابار روانہ ہوا۔ بادشاہ دیوگڑھ پہونچا اور وہاں کے عاملوں اور مقطعہ داروں پر شاہی مطالبات کے سخت ترین احکام نافذ ہونے لگے۔ چنانچہ اکثر غریبوں نے سختی سے تنگ آکر اپنی جانیں دیدیں۔ بادشاہ نے دیوگڑھ میں بھی بھاری رقم خراج کی مقرر کی اور سنگدل گماشتے رقم کی وصول یابی کے لیئے متعین کیئے۔ دیوگڑھ کے انتظام سے

فارغ ہوکر محمد تغلق نے خواجہ جہاں کو تو دہلی روانہ کیا اور خود سید حسین کی سرکوبی کے لیئے ملابار کی طرف چلا۔ بادشاہ نے تلنگانہ کے راستے سے ملابار کا سفر کیا اور درنگل پہونچا۔ ورنگل میں ورود شاہی کے دس روز قبل ہی سے وبا پھیلی ہوئی تھی۔ بیماری نے لشکر میں بھی اپنا اثر دکھایا اور چند نامی امیر اس موذی مرض کا شکار بھی ہوے۔ بادشاہ کی طبیعت خود بھی ناساز ہوئی اور مجبوراً اُسے سفر ملتوی کرنا پڑا۔ محمد تغلق نے ملک نائب اور عمادالملک کو ورنگل میں چھوڑا اور خود دولت آباد روانہ ہوا جب بادشاہ بڑ میں پہونچا تو اُس کے دانتوں میں درد پیدا ہوگیا اور ایک دانت گرگیا۔ محمد تغلق نے دانت وہیں دفن کرا دیا اور اس پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کرا کے جو ابتک گنبد دندان سلطان تغلق کے نام سے مشہور ہے آگے بڑھا۔ تھوڑی دور چل کر پٹن میں پھر مقیم ہوا اور وہاں اپنے معالجے میں مشغول ہوا۔ محمد تغلق نے پٹن کے مقام میں شہاب سلطان کو نصرت خاں کا خطاب دے کر بیدر کا صوبہ دار مقرر کیا اور اُس نواح کی تمام جاگیریں ایک کروڑ تنگے پر ٹھیکہ دے کر اُس کے سپرد کیں بادشاہ نے دولت آباد اور مرہٹواری کا کل علاقہ اپنے استاد قتلغ خاں کے سپرد کیا اور چونکہ شاہو افغان کی نمک حرامی کی خبریں متواتر آرہی تھیں بادشاہ نے اپنی صحت کا انتظار نہ کیا اور اُسی طرح مریض پالکی میں سوار ہوکر دہلی روانہ ہوا۔ محمد تغلق نے روانگی کے وقت عام حکم دیدیا کہ دہلی کے باشندوں میں جس کا جی چاہے دولت آباد میں رہے اور جو چاہے بادشاہ کے ہمرکاب دہلی واپس چلے۔

یہ حکم سنتے ہی اکثر لوگ تو بادشاہ کے ہمراہ دہلی پہونچے اور ایک گروہ نے مرہٹواری کو پسند کرکے وہیں قیام اختیار کیا۔ محمد تغلق نے اپنے اس سفر میں تمام صوبۂ مالوا اور نیز ان مقامات کو جو راستے میں واقع ہیں قحط اور بارش کی کمی کی وجہ سے تباہ اور ویران پایا بادشاہ نے یہ بھی محسوس کیا کہ ڈاک چوکی کے تھانوں کے تمام پیادے برخاست کردئے گئے ہیں اور سارا ملک برباد ہو رہا ہے محمد تغلق اس ویرانی کا منظر عام دیکھتا ہوا دہلی پہونچا اور پائے تخت کو اور زیادہ بے آب وگیاہ پایا قحط کی مصیبت ایسی عالم گیر تھی کہ سترہ روپے کو بھی ایک سیر غلہ میسر نہیں آتا تھا اور ملک کے چوپائے اور لوگ بھوک سے فنا ہوگئے تھے۔ سلطنت کی یہ تباہی دیکھ کر بادشاہ نے ملک کی آبادی اور زراعت کی زیادتی کی طرف توجہ کی اور چند روز اپنی خونخوار تلوار میان میں رکھکر خلق خدا کے حال پر

مہربان ہوا۔ محمد تغلق نے رعایا کو خزانے سے روپیہ دیا اور کسانوں کو کنویں کھودنے اور ہل چلانے کا تاکیدی حکم نافذ ہوا۔ لوگ چونکہ تباہ حال ہو رہے تھے جو تقاوی انہیں وصول ہوئی تقریباً سب کی سب اُن کے خور و نوش میں صرف ہوگئی جو تھوڑی بہت رقم بااحتیاج سے بچی وہ کھیتی باڑی کے کام آئی۔ چونکہ پانی کا ایک قطرہ بھی آسمان سے نہ گرا تھا اور خشک سالی سارے ملک کو تباہ کر رہی تھی کنویں کا پانی سیرابی کے لیئے کافی نہوا اور اس ضمن میں بھی ہزاروں بندگان خدا کی جانیں بادشاہ کی سیاست کا شکار ہوئیں پایۂ خلافت اور اس کے گرد و نواح میں حقیقی اور مجازی دونوں خداؤں کے قہر و غضب کی تلواریں نیام سے نکلی ہوئی تھیں کہ ملتان کی سرزمین بھی بنی آدم کے خون کی پیاسی ہوئی اور بادشاہ نے سنا کہ شاہو افغان نے پنجاب میں بغاوت کر کے بہزاد نائب ملتان کو قتل کیا اور قوام الملک کو شہر سے باہر نکال کر خود مختاری کا ڈنکہ بجا رہا ہے۔ محمد تغلق نے دہلی کا لشکر ترتیب دیا اور ملتان روانہ ہوا۔ بادشاہ نے صرف ایک منزل راہ طے کی تھی کہ اُس کی والدہ المخاطب بہ مخدومہ جہاں نے جس کی ذات سے خاندان تغلق شاہی کا تمام انتظام وابستہ تھا دہلی میں اس جہان سے کوچ کیا۔ بادشاہ ماں کے مرنے سے بید رنجیدہ ہوا اور حکم دیا کہ قواعد کے موافق ایصال ثواب کی رسمیں ادا کیجائیں اور خود آگے بڑھا۔ محمد تغلق ملتان کے قریب پہونچا شاہو نے بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر ایک عریضہ محمد تغلق کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنے گزشتہ جرایم پر نادم ہو کر ملتان کو اسی حالت میں چھوڑ کر خود افغانستان چلا گیا۔ بادشاہ نے اب آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور دہلی کی طرف لوٹا دہلی پہونچکر اُس نے شہر کو اور زیادہ ویران پایا قحط کا اب یہ عالم تھا کہ آدمی آدمی کو کھاتے تھے اور پھر بھی بھوک کی آگ میں جلے جاتے تھے۔ بادشاہ نے دوبارہ شاہی خزانے کا دروازہ کھولا اور رعایا کو روپیہ تقسیم کر کے اُنھیں پھر کنویں کھودنے اور کھیتی میں مصروف ہونے کی ہدایت کی لیکن شامت اعمال نے پھر بھی فلاح کی صورت پیدا ہونے دی اور بارش کی کمی اور خلق خدا کی سستی اور پریشانی نے شاہی تلوار کو پھر خون سے سیراب کیا اور اکثر آدمی اس مرتبہ بھی تہ تیغ کیئے گئے۔ اسی دوران میں سنام اور سمانہ کے باشندوں میں مندہرون۔ چوہانیوں۔ میانوں اور بھٹیوں نے سرکشی کی اور شہر کو چھوڑ کر جنگل میں آبسے اور بیابان میں جھونپڑیاں ڈال کر شاہی مالگزاری کے ادا کرنے سے انکار کیا۔

بادشاہ نے اُن کو راہ راست پر لانے کے لیئے لشکرکشی کی اور اُن کی جھونپڑیوں کو جسے اُس وقت کی اصطلاح میں منڈل کہتے تھے منہدم کرکے اُن کے شیرازۂ جمعیت کو پریشان کیا اور ان قوموں کے سرداروں کو دہلی لاکر انھیں پھر شہر میں آباد کیا۔ سنہ ۷۴۳ھ میں گکھڑوں کے سردار ملک جندر نے بغاوت کی اور وہاں کے حاکم ملک تاتارخاں کو قتل کرکے خود سارے صوبے پر قابض ہوگیا۔ محمدؐ تغلق نے خواجہ جہاں کو اُس کے دفع کرنے کے لیئے روانہ کیا۔ خواجہ جہاں نے گکھڑوں کو پائمال کرکے ملک کو اُن کے فتنے سے پاک وصاف کیا۔ محمدؐ تغلق کے دل میں عرصے سے یہ خیال جاگزیں تھا کہ سلطنت بلا اجازت خلیفہ عباسی کے جائز نہیں ہے اور ہمیشہ اسی خیال میں رہتا تھا کہ اپنی حکمرانی کا پروانۂ اجازت کسی طرح بارگاہ خلافت سے حاصل کرے۔ بادشاہ کے دل میں یہ خیال پختہ ہوا ہی تھا کہ اُس نے سنا کہ مصر کے حکام نے مصلحت ملکی کا لحاظ کرکے عباسی خاندان سے ایک شاہزادے کو تخت خلافت پر بٹھا دیا ہے۔ محمدؐ تغلق نے یہ سنتے ہی کمال الملک کے اتفاق رائے سے غائبانہ اس خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور بجائے اپنے نام کے اُس عباسی فرماں روا کا نام سکے پر کندہ کرالیا اور ملک میں عام حکم جاری کیا کہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں موقوف کیجائیں۔ بادشاہ نے اپنی حکمرانی کا اجازت نامہ حاصل کرنے کے لیئے دو تین مہینے کامل صرف عریضہ لکھنے میں صرف کیئے اور نامہ بارگاہ خلافت میں روانہ کیا۔ سنہ ۷۴۴ھ میں حاجی سعید حرمزی بادشاہ کے ایلچی کے ہمراہ منشور حکومت اور خلعت خلافت لے کر دہلی آیا۔ بادشاہ نے تمام امرا علما اور مشایخوں کو ہمراہ لے کر تقریباً پانچ یا چھ کوس نامے کا استقبال کیا۔ فرمان خلافت کو سر پر رکھا اور حاجی سعید حرمزی کے قدموں کو بوسہ دیکر چند قدم پیادہ اُس کے جلوس میں چلا۔ شہر میں آئینہ بندی کی گئی اور نامۂ خلافت سر سے اُترا اور زر اشرفیوں کا نچھاور کیا گیا اور عیدین اور جمعہ کی نمازیں ادا کرنے کی پھر عام اجازت دی گئی محمدؐ تغلق نے خلیفہ کا نام خطبے میں داخل کرکے اُن تمام شاہان دہلی کے نام جن میں خود اس کے باپ کا نام بھی شامل تھا اور جنھوں نے خلیفۂ بغداد سے اجازت حکمرانی نہیں حاصل کی تھی۔ دعا نامہ مغفرت سے نکال ڈالے۔ بادشاہ نے تمام زربفت کے کپڑوں اور مساجد میں منبر وغیرہ کے قبوں پر خلیفہ کا نام منقش اور کندہ کرایا اور ایک مخلصانہ عریضہ اپنے قلم سے لکھکر ایک نفیس موتی جس کا مثل خزانۂ شاہی میں موجود نہ تھا نامۂ شکریہ کے ساتھ حاجی

رجب کے ہمراہ خلیفہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس کے علاوہ جاںداران شاہی کے سردار ملک کبیر کو جو حسن اخلاق۔ شجاعت تقوی اور پاکیزگی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا خلیفہ عباسی کی ملک قرار دے کر۔ ملک قبول کا خطاب دیا اور خلیفہ کی اقرار بندگی کا ایک نوشتہ ملک کبیر سے لکھا کر کاتب و مکتوب دونوں کو حاجی رفیع کے ہمراہ مصر روانہ کیا۔ بادشاہ نے اس خوشی سے فراغت پائی ہی تھی کہ اس نے سنا کہ کشنا نایک پسر لدر دیو نے جو ان دنوں ورنگل میں مقیم تھا کرناٹک کے عظیم الشان راجہ بلال دیو کے دامن میں پناہ لی ہے اور اس کو یہ سمجھایا کہ مسلمانوں نے تلنگانہ اور کرناٹک کے حدود اور مقبوضات پر تصرف کر کے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ہم غیر مسلموں کو بالکل نیست و نابود کر دیں اس لیے ہمیں بھی چاہیئے کہ اب غافل نہ بیٹھیں اور اپنی بقا کی کوشش اور فکر کریں۔ بلال دیو نے اپنے تمام ارکان دولت کو طلب کیا اور اس دفاعی مہم کے بابت اُن سے رائے پوچھی۔ بڑے مباحثہ اور تامل کے بعد یہ طے پایا کہ بلال دیو اپنے تمام ممالک کو عقب میں چھوڑے اور ایسے مقام پر جو مسلمانوں کی آمد و رفت کا راستہ ہو اپنی تخت گاہ بنا کر ملابار۔ دہور سمند اور کنپلہ کو مسلمانوں سے چھین لے اور کشنا نایک بھی ہمت سے کام لے اور ورنگل کو شاہ دہلی کی ماتحتی سے نکال کر خود اس پر قابض ہو جائے۔ بلال دیو نے اپنی کوہستانی سرحد کے ایک دشوار گزار مقام پر ایک نیا شہر اپنے بیٹے بیجن رائے کے نام سے آباد کیا اور بیجن نگر اس کا نام رکھا لیکن کثرت استعمال سے اب وہی شہر بیجانگر[15] کے نام سے موسوم ہے۔ بلال دیو نے کشنا نایک کے ہمراہ بے شمار سوار اور پیادے روانہ کیے کشنا نایک نے پہلے ورنگل پر قبضہ کیا ملک عماد الملک وزیر بھاگ کر دولت آباد میں پناہ گزیں ہوا۔ بلال دیو نے کشنا نایک کو جدید فوج سے پھر امداد دی اور اس نے راجگان ملابار اور دہور سمند کو جو ہمیشہ سے فرماں روائے کرناٹک کے باجگزار تھے شہنشاہ دہلی کے حلقہ بگوشوں کے گروہ سے نکال کر انھیں آزاد کرایا۔ غرض کہ ہر طرف خوابیدہ فتنے پھر جاگ اُٹھے اور سوا گجرات اور دیوگڑھ کے کوئی دوسرا دور دراز ملک بادشاہ کے قبضے میں نہ رہا۔ محمد تغلق ان سوانح کو سنتا اور غضبناک ہو کر رعایا پر سیاست کے احکام جاری کرتا تھا۔ بادشاہ کی سختیاں سن سن کر رعیت اور بیزار ہوتی جاتی تھی اور نت نئے فتنے اور حادثے ملک میں رونما ہوتے تھے چونکہ

بارش کے قطعاً رک جانے سے بادشاہ کی تمام کوششیں بےکار ثابت ہوئی تھیں اور زراعت کو کسی طرح کا فائدہ نہیں پہونچا تھا بادشاہ نے مجبوراً یہ حکم دیا کہ شہر کے دروازے کھول دیئے جائیں ۔ جو لوگ کہ جبر اور سختی سے شہر بند کیئے گئے ہیں انھیں فوراً رہائی دی جائے جو لوگ کہ قحط کی مصیبتوں سے نیم جاں بچ رہے تھے وہ زندہ درگور اپنے بال بچوں کو لے کر بنگالہ کی طرف بھاگے۔ بادشاہ قحط سے تنگ آگیا اور اس آسمانی مرض کو لاعلاج سمجھکر خود بھی دہلی کے باہر نکلا اور پٹیالی اور کنپلہ کو طے کرتا ہوا دریائے گنگا کے کنارے ایک جگہ پر مقیم ہوا اور حکم دیا کہ لوگ یہاں چھاؤنی ڈالیں اور یہیں آباد ہوں۔ بادشاہ نے اس جگہ کا نام سرگدواری رکھا۔ اور یہ بندوبست کیا کہ کڑہ اور اودھ سے غلہ وہاں برابر پہونچتا رہے۔ اس انتظام سے بہ نسبت شہر کے سرگدواری میں کچھ ارزانی ہوگئی عین الملک صوبہ دار ظفرآباد و اودھ اپنے بھائیوں کے ساتھ اپنی جاگیر میں مقیم تھا یہ امیر غلہ اور دوسرے ضروریات زندگی کے سامان اپنے صوبے سے برابر سرگدواری روانہ کرتا رہا چنانچہ جب تک کہ بادشاہ سرگدواری میں قیام پذیر رہا عین الملک نے نقد جنس سب ملا کر تقریباً آٹھ لاکھ تنگے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیئے۔ بادشاہ عین الملک کے حسن انتظام کا معتقد ہوا اور اس کی کارگزاری کی بیحد تحسین و آفرین کی۔ جس زمانے میں کہ بادشاہ سرگدواری مقیم تھا چار نئے فتنے اس مدت میں رونما ہوئے لیکن جلد سے جلد دبا دیئے گئے۔ پہلا فتنہ نظام مائیں کا تھا جو کڑے میں رونما ہوا نظام مائیں ایک ہرزہ گو اور کم رتبہ بازاری شخص تھا جو مقاطعہ کے شرائط اس نے بادشاہ سے کیئے تھے انھیں پورا نہ کرسکا اور ۷۴۵؁ھ میں بغاوت کرکے اپنے کو سلطان علاء الدین کے نام سے بادشاہ مشہور کیا لیکن قبل اس کے کہ بادشاہ خود اس فتنے کا کوئی تدارک کرے عین الملک نے اپنے سپاہیوں کے ہمراہ اس پر لشکر کشی کی اور اسے قید کرکے اس کا سر محمد تغلق کی خدمت میں روانہ کیا۔ محمد تغلق کی بھانجی کے شوہر شیخ زادہ نظامی اس مہم پر مامور کیئے گئے اور شیخ زادے نے نظام مائیں کے ہمراز حاشیہ نشینوں کو سخت سزائیں دیکر اس فتنے کو جلد سے جلد فرو کیا۔

دوسرا ہنگامہ مملکت دکن میں حادث ہوا۔ اس واقعے کا اجمالی بیان یہ ہے کہ ملک نصرت خاں نے کسی زمانے میں ایک لاکھ تنگے پر بیدر کا ٹھیکہ لیا تھا چونکہ

نصرت خاں بھی رقم مقررہ اپنے وقت پر شاہی خزانے میں نہ پہونچا سکا اُس نے خیریت اسی میں دیکھی کہ باغی ہو کر بیدر کے حصار میں قلعہ بند ہو جائے۔ قتلغ خاں صوبہ دار دیوگڑھ نصرت خاں کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا گیا اور چند دیگر امرا بھی دہلی سے قتلغ خاں کی مدد کے لیے روانہ کیے گئے۔ قتلغ خاں نے حصار بیدر کا محاصرہ کر لیا اور آخر کار نصرت خاں کو گرفتار کر کے اُسے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ نصرت خاں کے واقعے کو ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ ظفر خاں علائی کا بھانجہ علی شاہ جو امیرانِ صدہ میں تھا سرکاری مالگزاری تحصیل کرنے کے لیے دیوگڑھ سے گلبرگہ آیا۔ علی شاہ نے ان اطراف کو سلطانی عاملوں سے خالی پایا اور اُس نے اپنے تمام امیران صدہ کو جمع کر کے جن میں حسن گانگو بھی تھا مہرِ[16] ضابطہ گلبرگہ کو ۷۴۶ھ میں کسی حیلے سے قتل کیا اور اس کے مال کو غارت کر کے بیدر پہونچا۔ علی شاہ نے نائب صوبہ بیدر کو بھی موت کے گھاٹ اُتارا اور ملک پر اپنا قبضہ کر لیا۔ محمد تغلق نے ان واقعات کو سُنا اور پھر قتلغ خاں کو علی شاہ کے مقابلے میں روانہ کیا۔ علی شاہ نے قتلغ خاں سے معرکہ آرائی کی لیکن شکست کھا کر بیدر کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ قتلغ خاں نے قول و قرار کر کے علی شاہ اور اُس کے سپاہیوں سے مصالحت کی اور اُن کو قلعے سے باہر نکال کر ان سب کو بادشاہ کی خدمت میں لے کر بمقام سرگدواری خود حاضر ہوا۔ محمد تغلق نے علی شاہ اور اُس کے سپاہیوں کو خارج البلد کر کے اُنھیں غزنی روانہ کیا لیکن چونکہ یہ خون گرفتہ امیر بلا اجازت بادشاہ کے غزنی سے بار بار میں واپس چلے آئے تھے اس لیے بادشاہ نے چاہا کہ عین الملک کو جو بوجہ ان حالات کے جو اوپر گذر چکے ہیں بادشاہ کی نظروں میں پسندیدہ زمانہ ہو رہا تھا۔ اس کے تمام ہی خواہوں کے ہمراہ دولت آباد روانہ کر کے ورنگل کی مہم اُسی کے نامزد کرے۔ محمد تغلق نے قتلغ خاں کو دیوگڑھ سے اپنے پاس بلایا۔ بادشاہ کے اس رد و بدل نے عین الملک کو طرح طرح کے وسوسوں میں گرفتار کیا اور اُس نے اپنے دل میں سوچا کہ بادشاہ کا اپنے استاد قتلغ خاں کو جس نے اپنے حسن انتظام سے دکن کو سرکشوں سے پاک کر کے وہاں کی رعایا کو بادشاہ کا مطیع اور فرماں بردار بنایا ہے بغیر کسی قصور کے معزول کرنا اور مجھے اس دور دراز مہم پر بھیجنا بجز اِس کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا کہ بادشاہ مجھے جاگیر سے علیحدہ کر کے اس طرح

دشمنوں کے ہاتھ میں سونپتا ہے۔ اس ردوبدل کے چند روز قبل گماشتوں کا ایک گروہ خیانت کا ملزم ٹھہرا کر بادشاہ کی سیاست کا شکار ہو چکا تھا۔ یہ گروہ گرانی کا بہانہ کرکے دہلی سے فرار ہو گیا تھا اور اودھ اور ظفر آباد پہونچکر عین الملک کی حمایت میں زندگی بسر کر رہا تھا اور عین الملک کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ شاہی مجرموں کی دستگیری کرنے سے بادشاہ کے دل میں کدورت کا غبار چھا گیا ہے اب عین الملک نے سواسرکشی کے اور کوئی چارۂ کار نہ دیکھا۔ دل میں بغاوت کا مصمم ارادہ کرکے عین الملک نے ظاہرا بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے لشکر اور بھائیوں کو اودھ اور ظفر آباد سے بلایا۔ لشکر راستے ہی میں تھا کہ عین الملک ایک رات سرکدواری سے بھاگا اور بھائیوں اور لشکر سے جا ملا۔ عین الملک کے بھائی جلد سے جلد سرکدواری پہونچے اور تمام شاہی گھوڑوں اور ہاتھیوں کو جو چراگاہ میں چر رہے تھے اپنے لشکر میں بھگالے گئے۔ بادشاہ اس واقعے سے بہت گھبرایا اور اُس نے امروہہ۔ سمانہ۔ کول اور برن کی فوجوں کو بلایا۔ خواجہ جہاں بھی لشکر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے لشکر کو ترتیب دیا عین الملک اور اُس کے بھائیوں نے بھی دریائے گنگا کو عبور کرکے شاہی لشکر کے سامنے اپنے پرے جمائے۔ ان باغی امیروں کا خیال تھا کہ چونکہ رعایا بادشاہ سے بیزار ہے اس لئے شاید وہ اُن سے آملیگی۔ یہ امیر دوسرے ہی دن قنوج کے میدان میں صف آرا ہوئے۔ محمد تغلق کو ان امیروں کی کورباطنی پر بڑا غصہ آیا اور دل میں اس بات کا ارادہ کرکے کہ ان سبھوں کو یکبارگی موت کے گھاٹ اتار دے بادشاہ خود میدان جنگ میں آیا۔ عین الملک اور اُس کے بھائی سیاست اور قہر وغضب کی سبب سے بڑی مورت کو میدان میں دیکھ کر پریشان اور حواس باختہ ہو گئے۔ ان امیروں نے تھوڑی جدوجہد کے بعد راہ فرار اختیار کی عین الملک زندہ گرفتار ہوا اور اس کا ایک بھائی شہر اللہ نامی زخم خوردہ دریا میں ڈوب مرا اور دوسرا بھائی معرکۂ کارزار میں کام آیا۔ باغیوں کے اکثر سپاہی معہ سازوسامان غرق آب ہوئے اور جو تھوڑے بہت جاں کنی کے عالم میں دریا کو عبور کرکے زندہ درگور ساحل تک پہونچے تھے وہ بادشاہ کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔ بادشاہ نے کہا کہ عین الملک کی فطرت میں شرارت اور بغاوت کا مادہ موجود نہیں ہے اور جو خطا اُس سے سرزد ہوئی ہے

اس میں سارا قصور اس کے حاشیہ نشینوں کا ہے۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے عین الملک کو اپنے سامنے بلایا اور اس کو خلعت دے کر سلطنت کے اہم معاملات پھر اُس کے سپرد کیے۔ بادشاہ نے سرکدواری سے بہرائچ کا سفر کیا اور حضرت سید سالار مسعود غازی کی قبر کی زیارت کی حضرت مسعود سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے اور آل محمود کے عہد میں غیر مسلموں سے لڑکر خدا کی راہ میں شہید ہوئے تھے۔ بادشاہ نے سید سالار کے مزار پر نذر چڑھائی اور خانقاہ مسعودی کے مجاوروں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ محمد تغلق نے خواجہ جہاں کو بہرائچ سے اور آگے روانہ کیا تاکہ عین الملک کے بقیہ سپاہی لکھنوتی میں نہ جانے پائیں اور جو لوگ کہ قحط یا سلطانی قہر وغضب سے جان بچا کر دہلی سے آوارہ وطن ہو گئے ہیں اور اودھ یا ظفر آباد میں مقیم ہیں اُن کو پھر اُن کے وطن اصلی کی طرف واپس بھیجے خواجہ جہاں کو اس مہم پر روانہ کر کے بادشاہ خود دہلی آیا اور خواجہ جہاں بھی اپنی سپردکردہ خدمات کو انجام دے کر جلد سے جلد بادشاہ کی خدمت میں پہونچ گیا۔ اس درمیان میں حاجی رجب اور الشیخ الشیوخ مصری فرمان نیابت اور خلعت خلافت مع علم امارت کے خلیفہ کی طرف سے لے کر دہلی کے قریب پہونچے۔ بادشاہ نے تمام امیروں اور ارکان شہر کو ساتھ لے کر استقبال کیا اور جب ان لوگوں کے قریب پہونچا گھوڑے سے اُترا اور خلیفہ کے فرمان کو سر پر رکھا اور اسی طرح کوشک کے دروازے تک پیادہ پا آیا اور خلیفہ بغداد کے مرسلہ قرآن مجید اور حدیث کی مستند کتاب مشارق اور فرمان امارت کو اپنے سامنے رکھکر لوگوں سے خلیفہ کی بیعت اپنے ہاتھ پر لینے لگا جو حکم کہ بادشاہ کی طرف سے نافذ ہوتا تھا وہ خلیفہ کی طرف سے منسوب کیا جاتا تھا اور بادشاہ اپنے فرمان میں بھی لکھتا تھا کہ امیر المومنین ایسا ایسا حکم صادر فرماتے ہیں۔ محمد تغلق نے شیخ الشیوخ مصری کو انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا اور ہتھیار دولت اور بیش بہا جواہرات خلیفہ کے لیئے بطور تحفہ اُس کے ہمراہ مصر روانہ کئے۔ اسی دوران میں ایک مخدوم زادہ عباسی جو خلفائے بنی عباس کی نسل سے تھا دہلی آیا۔ بادشاہ نے قصبہ پالم تک اس عباسی شاہزادے کا استقبال کیا اور دو لاکھ تنگہ سفید اور ایک پرگنہ اور کوشک سیری اور باغات متعلقہ کا تمام محصول شاہزادے کی مدد معاش میں عنایت کیا جس وقت یہ شہزادہ بادشاہ سے ملنے آتا تھا تو بادشاہ تخت سے اُتر کر چند قدم اُس کا

استقبال کر کے تخت تک اُسے لاتا اور اُسے اپنے پہلو میں جگہ دے کر خود اُس کے پاس مودب بیٹھتا تھا۔ بادشاہ منشور نیابت کی خوشیاں منا ہی رہا تھا کہ اُسے اطلاع ملی کہ مرہٹواری کا علاقہ اور دولت آباد قتلغ خاں کے گماشتوں کے ظلم و ستم سے ویران اور برباد ہو رہا ہے اور تحصیل مالگزاری کا یہ حال ہے کہ دس کی جگہ ایک بھی مشکل سے وصول ہوتا ہے بادشاہ نے ان غرض آمیز باتوں کا فوراً اعتبار کر لیا اور قتلغ خاں کو جو انصاف پروری اور حق سیاست میں اپنے زمانے کا بہترین صوبہ دار تھا دکن سے دہلی بلایا اور حکم دیا کہ جبتک کوئی امیر دکن کا صوبہ دار مقرر ہو قتلغ خاں کا بھائی مولانا نظام الدین المخاطب بہ عالم الملک منصرمانہ اس خدمت کو انجام دے اور ملک کے انتظام اور مہمات کے انجام دینے میں کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے۔ قتلغ خاں اس زمانے میں اُس حوض کے تعمیر کرانے میں جو آج کل حوض قتلغ کے نام سے مشہور ہے جان و دل سے مصروف تھا بادشاہ کا فرمان پاتے ہی قتلغ خاں نے حوض کا انجام بھائی کے سپرد کیا اور اپنا اندوختہ خزانہ راستے کے پرخطر ہونے کی وجہ سے ساتھ نہ لیجا سکا۔ اور تمام روپیہ قلعہ دھاراگڑھ میں رکھکر خود جلد سے جلد دہلی روانہ ہوا۔ دھاراگڑھ سے حصار بالائے کوہ مراد ہے۔ یہ حصار دامن کوہ میں اسطرح بنایا گیا تھا کہ اُس کا ایک ضلع پہاڑ سے قایم ہوتا تھا اور باقی حصار چونے اور پتھر سے کھینچا گیا ہے اور دولت آباد اُس قلعہ کو کہتے ہیں جو پہاڑ کے اوپر تعمیر کیا گیا ہے۔ منشور نیابت پہونچتے ہی بادشاہ نے شرعاً اور عقلاً ہر طرح اپنی حکمرانی کو حق سمجھکر امور جہانبانی پر نئے سرے سے غور و فکر کرنی شروع کی۔ قتلغ خاں کے آتے ہی نیا دور حکومت شروع ہوا اور دکن چار ضلعوں پر تقسیم کیا گیا اور ہر ضلع ایک جدا امیر کی نگرانی میں جس کو شقدار کہتے تھے سپرد کیا گیا۔ محمد تغلق نے عماد الملک اپنے عالی اور شجاع روزگار مشیر کو دکن کا سپہ سالار مقرر کیا اور سردار الملک اور یوسف بغرا جیسے امیران معتمد کو اُس کے ہمراہ دولت آباد روانہ کیا۔ بادشاہ نے دکن کے خالصے کا سات کروڑ زر سفید پر مقاطعہ (ٹھیکہ) کیا اور پرگنات کا انتظام اُنھیں امیروں کے سپرد کیا اور جدید تقرر یافتہ افسروں کو ہدایت کردی کہ ہر کام میں عالم الملک سے مشورہ کرتے رہیں۔ بادشاہ کے اس انتظام نے دکن اور اہل دکن کو سرسبز اور مطمئن نہ کیا اور ملک کے باشندے قتلغ خان کی معزولی اور جدید ضلع داروں کی بے رحمی اور بداعمالی سے پریشان ہو گئے

دکنی رعایا کا ایک بہت بڑا حصہ تو آوارہ وطن ہوگیا اور جو کچھ بچ رہے انھوں نے بغاوت اور سرکشی پر کمر باندھی ملک کا انتظام بالکل درہم برہم ہوگیا اسی طرح محمد تغلق نے عزیز حمار نامی ایک رذیل اور سفلہ طبیعت شخص کو مالوے کا صوبہ دار مقرر کیا۔ بادشاہ نے چلتے وقت عزیز حمار سے کہدیا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ مالوے کے ہر جدید فتنہ کے بانی امیران صدہ ہیں۔ ان سرکشوں کے دفع کرنے میں پوری کوشش کرنا اور ان کو ہمیشہ اپنے سے مغلوب اور مرعوب رکھنا۔ بادشاہ دکن اور مالوے کی مہموں سے فراغت کر کے پھر سرکدواری واپس آیا اور ملک کی آبادی اور زراعت کی ترقی میں جان و دل سے کوشش کرنے لگا محمد تغلق نے ملک کی سرسبزی اور آبادی بڑھانے کے لیے چند قوانین وضع کیے یہ قانون اسلوب کے نام سے موسوم اور امیر کوئی کے لقب سے مشہور ہوئے بادشاہ کے ان جدید قوانین میں ایک اسلوب یہ تھا کہ تیس در تیس کروہ زمین کو ایک دائرہ فرض کیا جاوے اور ہر ایسا دائرہ ایک شخص کے اس شرط پر سپرد کیا جائے کہ اس مفروضہ دائرے کی زمین اگر نامزروعہ ہے تو اُسے کھیتی باڑی کے قابل بنا کر اس میں زراعت کرے اور اگر زمین مزروعہ ہے تو معمولی پیداوار کو بڑھانے کی کوشش کیجائے اس کام کو انجام دینے کے لیے تقریباً سو شقدار بھی مقرر کیے گئے ملک کے بہت سے خان وماں برباد جو بھوک کے مارے مر رہے تھے زراعت کی طرف مشغول ہوئے۔ ان غریبوں کے علاوہ بعض اہل ملک حرص و طمع کا بھی شکار ہو کر اس جدید اسلوب پر کاربند ہوگئے۔ یہ جدید زراعت پیشہ گروہ انعام و تقاوی کے صلے میں وقتاً فوقتاً خزانۂ شاہی سے روپیہ وصول کرتا تھا اور شاہی عطیئے کا بیشتر حصہ اپنے ضروریات زندگی میں خرچ کر کے سلطانی قہر و غضب کا منتظر بیٹھا ہوا تھا۔

دو سال کے عرصے میں تقریباً ستر لاکھ تنگے اس مد میں صرف ہوئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر بادشاہ ٹھانے کی مہم سے زندہ واپس آتا تو اس گروہ کا ایک شخص بھی زندہ نہ بچتا۔ محمد تغلق کے زمانے میں دو مرتبہ قحط پڑا اور ہر قحط نے تقریباً تین سال لوگوں کو مبتلائے مصیبت رکھا۔

غرض کہ عزیز حمار بادشاہ سے رخصت ہو کر دھارا پہونچا اور مہمات ملک کے انجام دینے میں مشغول ہوا۔ عزیز نے ایک دن امیران صدہ کی دعوت کی تقریباً ستر

امیر اس دستر خوان پر موجود تھے۔ اس نا عاقبت اندیش نے دکن اور مالوہ کے امیران صدہ کو کسی حیلے سے تہ تیغ کیا۔ عزیز کے فتنہ و فساد سے بالکل غافل ہو کر ان امیروں کو کسی حیلے سے تہ تیغ کیا۔ عزیز خمار نے بادشاہ کو اپنی کارگزاری کی اطلاع دی اور بادشاہ نے اس فتنہ انگیز خونریزی کو دولت خواہی کی ایک بہت بڑی مثال سمجھکر عزیز ناہنجار کے لیئے خلعت اور اسپ خاص روانہ کیا اور اپنی خوشنودی کا اظہار کر کے اس کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ بادشاہ نے عزیز کو خود بھی خلعت و انعام سے سرفراز کیا اور دار الخلافت کے امیروں کو بھی ہدایت کی کہ ہر امیر انعام و تحائف سے عزیز کے کارنمایاں کی قدر دانی کرے۔ عزیز کی اس کارگزاری نے بادشاہ کو سفلوں اور اراذل کی تربیت کا شیدائی بنا دیا۔ اور سفلہ طبیعت کے لوگ جو شاہی فرمان سے سرمو تجاوز نہ کریں سلطنت کے اہم کاموں پر متعین کیے گئے اور بادشاہ کے مقرب خاص بن کر خاندانی امرا سے بھی بلند اور بالاتر نظر آنے لگے۔ نجیان مطرب بچہ گجرات ملتان اور بداؤں کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اور پسر باغبان جس سے بدتر کوئی دوسرا آدمی سلطنت میں موجود نہ تھا وزارت کے عہدے پر فائز ہوا۔ ان کے علاوہ فیروز حجام۔ میکائی نان بائی اور شیخ بابو بابک جولاہا بادشاہ کے مقرب خاص بن کر بڑے بڑے جاگیر دار ہوئے اور سلطنت کے اہم کام انجام دینے لگے۔ احمد آباد کا ایک غلام مقبل نام جو صورت اور سیرت میں اپنے گروہ کا بدترین آدمی تھا وزیر گجرات بنا یا گیا۔ بادشاہ کی اس سفلہ نوازی کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ اکثر اپنی سفاکی سے رعایا کی خونریزی کے احکام جاری کیا کرتا تھا اور عاقل اور فرزانہ امیر یہ سمجھکر کہ رعایا کی بیخ کنی میں ملک کی تباہی اور سلطنت کا زوال پنہاں ہے بادشاہ کے ان احکام کی پابندی نہیں کرتے تھے اور ایسے فرامین کو لیت و لعل میں ڈالکر ایام گزاری سے غریب رعایا کی جان بچاتے تھے۔ بادشاہ ان عاقبت اندیش امیروں کی اس کارروائی کو اس نظر سے دیکھتا تھا کہ چونکہ یہ لوگ شریف اور شریف زادے ہیں ان کے دل میں میری ذات اور میری بات کی کوئی قدر نہیں ہے اس لیئے اُس نے ایسے سفلہ طبیعت اور کمزور مزاج حکام مقرر کرنے چاہے جن کو احکام شاہی سے سرمو تجاوز کرنے کی بھی ہمت نہ ہو۔ مختصر یہ کہ جب عزیز خمار کی اس ناروا خونریزی اور بادشاہ کی تحسین و آفریں کی صدا ملک کے ہر گوشے میں پہنچی تو سلطنت کے تمام امیران صدہ ایک جا جمع ہو کر

وقت اور موقعہ کے منتظر کمربستہ تیار ہو گئے۔ اسی دوران میں ملک مقبل المخاطب بہ خان جہاں
جو حال میں گجرات کا وزیر مقرر کیا گیا تھا اپنے صوبے کے خزانے اور پائگاہ کے گھوڑے
جو اُس نے گجرات میں جمع کئے تھے اپنے ہمراہ لے کر دیوئی اور بروده کے راستے سے
دہلی آرہا تھا۔ اس نواح کے تمام امیران صدہ نے ملک مقبل پر حملہ کر کے تمام مال اور
خزانہ لوٹ لیا۔ خان جہاں اسی طرح لٹا ہوا بُرے حالوں نہر والہ کی طرف روانہ ہو گیا۔
بادشاہ نے اس واقعے کو سنا اور انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں گجرات کے سفر کی
تیاریاں کرنے لگا۔ قتلغ خاں نے ضیائے برنی مولف فیروز شاہی کی معرفت بادشاہ
سے عرض کیا کہ دیوی اور بروده کے امیروں کا فتنہ ایسا تہلکہ انگیز نہیں ہے جس کے
فرو کرنے کے لیئے بادشاہ سفر کی زحمت گوارا کرے۔ بادشاہ کی مرحمت شاہانہ سے
مجھے اتنی قدرت حاصل ہے کہ اس آگ کو آسانی سے بجھا کر دشمنوں کو خاک سیاہ کر سکتا ہوں
اور نیز یہ احتمال ہوتا ہے کہ کہیں بادشاہ کے سفر کرنے سے اور دوسرے خوابیدہ فتنے
ایسے بیدار نہ ہو جائیں کہ ان کا تدارک مشکل اور دشوار ہو جائے۔ بادشاہ نے قتلغ خاں
کے معروضے پر بالکل توجہ نہ کی اور اپنے چچیرے بھائی ملک فیروز کو اپنا نائب مقرر کر کے
خان جہاں اور ملک کبیر کو فیروز کی مدد کے لیئے دہلی میں چھوڑا اور خود ۷۴۵ھ میں
دارالخلافت سے روانہ ہو کر قصبہ سلطان پور میں جو شہر سے پندرہ کوس کے فاصلے پر
آباد ہے مقیم ہوا تاکہ سارا لشکر بادشاہ کے علم کے نیچے جمع ہو جائے۔ بادشاہ پابہ رکاب ہی
تھا کہ عزیز خمار کی عرضی اس مضمون کی پہونچی کہ چونکہ امیران صدہ بیوفا اور فتنہ انگیزی
کے خوگر ہیں اور یہ ان سے بعید قریب کے مقام پر خیمہ زن ہوں اس لیئے دھار کے
لشکر کو ترتیب دیکر ان کی سرکوبی کے لیئے روانہ ہوتا ہوں بادشاہ اس خط کو پڑھکر پریشان
ہوا اور اُس نے کہا کہ عزیز خمار نا تجربہ کار اور آئین جنگ سے نابلد ہے عنقریب اس
کے قتل کی خبر آیا چاہتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بہت جلد اطلاع ملی کہ باغیوں کے
سامنے عزیز خمار کے اوسان خطا ہو گئے اور خوف زدہ ہو کر گھوڑے سے گر پڑا سرکشوں
نے اُس کو گرفتار کر کے بری طرح تہ تیغ کیا۔ محمد تغلق سلطان پور سے روانہ ہوا۔ ایک دن
اثنائے راہ میں بادشاہ نے ضیائے برنی سے کہا کہ اگرچہ لوگ کہتے ہیں کہ ملک کے
فتنے بادشاہ کی سیاست سے پیدا ہوتے ہیں لیکن میں اپنا ہاتھ معطل اور بے کار رکھنا

نہیں چاہتا۔ بادشاہ نے مورخ برنی سے پوچھا کہ تم نے تاریخ کی اکثر کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تم بتاؤ کہ کن موقعوں پر بادشاہ کی سیاست حق بجانب کہی جاسکتی ہے۔ علامہ برنی نے کہا کہ تاریخ کسروی میں لکھا ہے کہ بادشاہ کو سات موقعوں پر سیاست کرنا لازم ہے یہ ہفت گانہ جرائم حسب ذیل ہیں۔

(۱) دین حق سے ارتداد کرنا
(۲) عمداً خون ناحق کرنا
(۳) بیاہتا مرد کا شوہر دار عورت سے زنا کرنا
(۴) بادشاہ وقت کے ساتھ بغاوت کرنے کا خیال کرنا
(۵) کسی فتنہ بغاوت کا سرلشکر بن کر فساد برپا کرنا
(۶) رعایا کا سرکشوں سے موافقت کر کے باغیوں کو ہتھیار اور روپیہ سے مدد دینا
(۷) بادشاہ کے حکم کی اہانت کرنا اور پوری طرح اُس پر عمل پیرا نہ ہونا۔

محمد تغلق نے پھر پوچھا کہ ان قسموں میں حدیث صحیح سے کن اقسام کی مطابقت ہوتی ہے۔ علامہ برنی نے جواب دیا کہ پہلی تین قسموں کی بابت صحیح حدیثیں وارد ہیں یعنی ارتداد زنا اور قتل کے احکام فقہ اور احادیث میں تفصیل کے ساتھ مندرج ہیں باقی چار قسمیں صلاح ملک کا لحاظ کر کے خاص بادشاہوں کے لئے تجویز کی گئی ہیں۔ محمد تغلق نے کہا کہ قدیم زمانے میں رعایا کے افعال میں سلامت روی اور اقوال میں سچائی پائی جاتی تھی لیکن اس زمانے میں نیکیاں برائیوں سے بدل گئی ہیں اور گردش روزگار نے میرے ہاتھ خلق خدا کے خون سے رنگین کئے ہیں۔ میری سفاکی کا یوں ہی خاتمہ ہوسکتا ہے کہ یا تو مخلوق اپنی بدکرداریوں سے باز آئے اور یا میں خالق کے پاس چلا جاؤں۔ تم غور سے دیکھو کہ مجھے اس سیاست کے بغیر چارہ نہیں ہے رعایا اپنی بداعمالی سے باز نہیں آتی اور میرے پاس کوئی ایسا دانشمند اور فرزانہ وزیر نہیں ہے جو اپنی حکمت عملی سے رعایا کو برگشتہ نہونے دے اور اُن کی روک تھام رکھے۔ غرضکہ بادشاہ اپنے رنگین فسانے سناتا ہوا آگے بڑھا اور گجرات کے قریب کوہ ابوگڑھ تک پہونچا۔ محمد تغلق نے اپنے ایک معتبر امیر شیخ معزالدین کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے آگے روانہ کیا۔ معزالدین دیوی کے نواح میں پہونچا اور خواجہ جہاں بھی اُس سے آملا۔ شاہی امیروں اور باغیوں

میں خونریز جنگ ہوئی بادشاہی امیروں کو فتح ہوئی اور باغی شکست کھاکر میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ بادشاہ اوگڑہ سے واپس ہوکر بھروچ آیا اور وہیں اُس نے قیام کیا اور ملک قبول اور عماد الملک وزیرالممالک کو امیران صدہ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عماد الملک نے دریائے نربدا کے کنارے پہونچکر اکثر باغیوں کو تہ تیغ کیا اور اُن کی اولاد اور اُن کے حاشیہ نشینوں کو گرفتار کرلیا۔ باغی امیروں میں جو زندہ بچے اُنھوں نے ماندیو ضابط بکلانہ کے دامن میں پناہ لی ماندیو نے بادشاہی قہر وغضب کا اندازہ کرکے ان امیروں کو تاخت وتاراج کرکے اُنھیں خستہ وپریشان حال کردیا اور اس طرح گجرات ان امیروں کے فتنے سے بالکل صاف ہوگیا۔ عماد الملک نے چند روز نربدا کے کنارے مقام کیا اور شاہی حکم کے موافق اکثر امیروں کو قتل کیا۔ جو لوگ کہ عماد الملک کی تلوار سے بچ رہے تھے وہ اطراف ونواح میں آوارگی وپریشانی کی حالت میں منتشر ہوگئے بادشاہ نے تھوڑے دنوں بھروچ میں قیام کیا اور بھروچ کنبایت اور نیز دوسرے گجرات کے مشہور شہروں کا مال وخزانہ جو لوگوں کے پاس بچ رہا تھا زبردستی ان سے چھین کر شاہی خزانے میں داخل کیا۔ اہل گجرات میں جو ذرا سا بھی مشتبہ سمجھا گیا بادشاہ نے اُسے موت کے گھاٹ اُتارا اور اس فساد کو اس طرح مٹایا کہ دوسرا عظیم الشان فتنہ جو پہلے فتنے سے بھی زیادہ خطرناک تھا جاگ اُٹھا۔ محمد تغلق نے زین الدین رند جو مجد الدین کے خطاب سے مشہور تھا اور رکن الدین تھانیسری کے فرزند کو جو اس عصر کے نامی مفسد اور فتنہ پرداز تھے دولت آباد روانہ کیا۔ ان امیروں کو حکم ہوا کہ دولت آباد کے اہل فساد خواہ امیران صدہ ہوں یا کوئی اور سب کے سب گرفتار کرکے تہ تیغ کردئے جائیں لیکن ان امیروں کی روانگی کے بعد اپنے اس حکم پر نادم ہوا اب بادشاہ نے یہ مناسب جانا کہ ان باغیوں کو اپنے حضور میں بلاکر تہ تیغ کرے محمد تغلق نے مجد الدین وغیرہ کے بعد ملک علی افسر جاندار اور ملک احمد لاچین کو جو امیر خسرو کے عزیز قریب تھے تتلغ خاں کے بھائی عالم الملک کے پاس فرمان لے کر روانہ کیا اور عالم الملک کو لکھا کہ اس نواح کے تمام مشہور امیران صدہ کو ایک ہزار پانچ سو سواروں کی جمعیت سے ملک علی اور ملک احمد کے ہمراہ شاہی حضور میں روانہ کرے۔ عالم الملک نے رائچور۔ مدگل۔ گلبرگہ۔ بیجاپور۔ کنجوتی۔ ابیلغ۔ کلیر۔ ہکیری۔ بڑار۔ اور رام گیر وغیرہ نامی

شہروں کے امیران صدہ کو دولت آباد بلایا۔ ممالک محروسہ کے امرا بادشاہ کی سیاست اور خونریزی کے اخبار سن چکے تھے اور ہر شخص بجائے خود ڈر رہا تھا عالم الملک نے ملک علی اور احمد لاچین کو بطور عامل ان امیروں کے لانے کے لیئے روانہ کیا۔ ان امیروں نے نصیر الدین تغلچی۔ قزلباش حاجب۔ حسام الدین اسمٰعیل مخ اور حسن گانگو وغیرہ نامی امیروں کو بڑی کوشش سے گلبرگے میں جمع کیا اور انھیں ہمراہ لے کر دولت آباد روانہ ہوئے۔ یہ امیر دولت آباد پہونچے اور عالم الملک نے اُن کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب یہ قافلہ درہ مانک پونج کے پاس جو کچ اور دون کے درمیان واقع ہے پہونچا تو فرستادہ امیر بادشاہ کی سفاکی سے اور خوف زدہ ہوئے اور انھوں نے ایک انجمن مشاورت ترتیب دیکر باہم یہ طے کیا کہ بادشاہ کا ہمیں اپنے روبرو طلب کرنا ہمارے قتل و خونریزی کا فرمان ہے ظاہر ہے کہ ہمیں اپنے کو بکری کی طرح اپنے ہاتھ پانوں باندھ کر اپنی جان ایسے بیرحم قصاب کے سپرد کرنا بالکل عقل اور دور اندیشی سے بعید ہے بہتر ہے کہ ہم ایسے سفاک مالک کے مقابلے میں بغاوت پر کمر باندھ کر اپنی جانیں بچائیں۔ ان امیروں نے یہ مشورہ کرکے افسران شاہی پر عین کوچ کے وقت حملہ کیا اور احمد لاچین کو قتل کرکے اُس کے تمام مال و متاع کو لوٹ لیا۔ ملک علی جاندار نے اپنی جان بچائی اور بھاگتا ہوا رام گیر پہونچا۔ امیران صدہ فوراً پلٹے اور انھوں نے دولت آباد کا محاصرہ کرلیا اور تمام حشم و خدم پر اپنا قبضہ کرکے اسباب و خزانہ پر مالکانہ تصرف کرنے لگے۔ ان امیروں نے عالم الملک کو اُس کے حسن سلوک کی وجہ سے کسی طرح کا نقصان نہیں پہونچایا لیکن دوسرے تمام شاہی عاملوں کو بیدریغ تہ تیغ کرکے رکن الدین تھانیسری کے فرزند کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا اور دولت آباد کا خزانہ آپس میں تقسیم کرکے بادشاہ کی سیاست سے بیخوف و خطر ہوگئے۔ گجرات کے بقیہ امیران صدہ جو سلطانی قہر و غضب سے ڈرے ہوئے جنگلوں اور جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے اپنے دکنی بھائیوں کی کامیابی کی خبریں سن کر انھیں سے آملے۔ ان تمام امیروں نے اسمٰعیل مخ کو جو عقل و شجاعت کی مجسم تصویر تھا اپنی سرداری کے لیئے منتخب کرکے نصیر الدین اسمٰعیل کے خطاب سے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ محمد تغلق نے بھروچ میں سارا واقعہ سنا اور اسی وقت باغیوں کی تنبیہ کے لیئے دکن روانہ ہوا۔

بادشاہ اسی سال بھروچ سے دولت آباد آیا۔ امیروں نے بھی اپنی فوج کے پرے جمائے اور لڑائی کا بازار گرم ہوا۔ ان امیروں نے محمد تغلق کے مقابلے میں ایسے جوہر مردانگی دکھائے کہ بادشاہ کا میمنہ اور میسرہ بالکل درہم وبرہم ہوگیا۔ قریب تھا کہ بادشاہ کو خود کوئی صدمہ پہونچے کہ امیران صدہ کے مقدمۃ الجیش کا افسر شاہی لشکر کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس امیر کے قتل ہوتے ہی چار ہزار سوار میدان جنگ سے بھاگے۔ اس درمیان میں رات کی سیاہی بھی زیادہ پھیل گئی اور طرفین ایک دوسرے کے حال سے بیخبر ایک جدا جدا سمت بھاگے اور ہر فریق میدان جنگ کے حوالی میں خیمہ زن ہوا۔ امیران صدہ نے پھر بزم مشاورت منعقد کی اور باہم یہ طے پایا کہ اسمٰعیل فتح قلعے کی حفاظت کے لئے تھوڑا لشکر اپنے ساتھ لے کر دولت آباد میں قیام کرے اور بقیہ امراگلبرگہ پہونچکر اپنی اپنی جاگیروں کا انتظام کریں۔ جب بادشاہ دولت آباد سے کوچ کرکے سرحد دکن کے باہر ہوجائے تو یہ امیر پھر یکجا ہوکر بقیہ مہم کو انجام دیں۔ اس قرارداد کے موافق اسمٰعیل قلعہ دھارا میں جو غلہ اور تمام ضروریات زندگی کی چیزوں سے معمور تھا پناہ گزیں ہوا اور دوسرے امیران صدہ جن میں حسن گانگو بھی داخل تھا اپنی اپنی جاگیروں کو روانہ ہوگئے محمد تغلق نے اپنے مشیر عماد الملک کو جو اس کے قبل ان امیران صدہ سے الیچپور میں شکست کھاکر ندربار سلطان پور میں زندگی کے دن بسر کررہا تھا دوسرے نامی امیروں کے ہمراہ باغیوں کے تعاقب میں گلبرگے روانہ کیا اور خود دولت آباد کے کوشک خاص میں مقیم ہوا۔ بادشاہ نے دولت آباد کے اکثر باشندوں کو امیر نوروز گرگین کے ساتھ دہلی روانہ کیا۔ بادشاہ نے ایک فتح نامہ بھی امیر نوروز کے ہاتھ دہلی روانہ کیا اور ارکان دولت کو حکم دیا کہ جامع مسجد دہلی کے منبر پر فتح نامہ باآواز بلند پڑھوا کر شہر میں خوشی کے شادیانے بجائیں۔ محمد تغلق نے قلعہ دھارہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور بیشمار سپاہی اور پیادوں کے ساتھ قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ ہر روز چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں اور قلعے کے اندر اور باہر چار طرف خون کی ندیاں بہتی تھیں تین مہینے کامل اسی حالت میں گزرے تھے کہ ناگاہ گجرات سے خبر آئی کہ ملک طغی صفدر الملک کے غلام نے جو خود بھی احمد ایاز خواجہ جہاں کا غلام تھا فساد برپا کیا ہے۔ طغی نے امیران صدہ کے کوہستانی پناہ گزنتہ گروہ کو

اپنا ہم آواز بنا کر نہر والہ میں قدم جمائے ہیں اور ملک مظفر نائب شیخ معزالدین حاکم گجرات کو قتل کر کے اس بغاوت پیشہ نے معزالدین اور اس کے عاملوں کو قید کر لیا ہے اور کنبایت کو غارت کر کے اب بھروچ کے قلعے کے نیچے خیمہ زن ہے بادشاہ اس خبر کو سُن کر گھبرا گیا۔ محمد تغلق نے خداوندزادہ ملک قوام الدین کو شیخ برہان الدین بلگرامی اور ظہیر الجیوش وغیرہ جیسے نامی امرا کے ہمراہ دولت آباد کے محاصرے کے لیے چھوڑا اور خود جلد سے جلد گجرات روانہ ہوا۔ بادشاہ ساکنان دولت آباد کے بقیہ لوگوں کو بھی اپنے ہمراہ دہلی لے چلا۔ دکھنیوں نے شاہی لشکر کا تعاقب کیا اور چند ہاتھی اور خزانے کو لوٹ کر بہت سے شاہی سپاہیوں کو تہ تیغ کیا۔ بادشاہ دریائے نربدا کو عبور کر کے بھروچ پہونچا۔ طغی بادشاہ کی آمد کی خبر سُن کر بھروچ سے کنبایت واپس آیا۔ بادشاہ نے ملک یوسف بغرا کو اُس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ حوالی کنبایت میں طغی اور بغرا میں لڑائی ہوئی اور یوسف اکثر معتبر فوجیوں کے ہمراہ میدان جنگ میں کام آیا۔ یوسف کے باقی ماندہ سپاہی بھاگ کر بادشاہ کے لشکر میں پناہ گزیں ہوئے۔ طغی کی سرکشی اب اور بڑھی اور اُس نے شیخ معزالدین اور اُس کے عاملوں کو قید خانے سے نکال کر تہ تیغ کیا۔ بادشاہ غصے سے تھراتا ہوا کنبایت روانہ ہوا۔ طغی کنبایت سے بھاگ کر اساول میں جو اب احمد آباد کے نام سے موسوم ہے پناہ گزیں ہوا۔ بادشاہ بھی طغی کے نقش قدم پر چلا اور بہت جلد احمد آباد پہونچ گیا۔ طغی نے احمد آباد کو بھی چھوڑا اور نہر والہ میں جا کر مقیم ہوا۔ بادشاہ نے کثرت بارش کی وجہ سے احمد آباد میں ایک مہینہ قیام کیا۔ اسی درمیان میں خبر پہونچی کہ طغی نے اچھی خاصی جمعیت بہم پہونچائی ہے اور نہر والہ سے احمد آباد کی طرف روانہ ہو کر گرگھی[۲۴] میں خیمہ زن ہے اور لڑنے کے لیے طیار ہے۔ محمد تغلق نے عین برسات میں اساول سے کوچ کیا اور گرگھی پہونچا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوتے ہی طغی اور اُس کے ہمراہی شراب کے نشہ میں سرشار فدائیان قوم کی طرح بادشاہ کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن چونکہ ان مخموروں کے سامنے ہاتھیوں کی قطار کھڑی تھی ان کی کچھ کاربراری نہو سکی اور شکست کھا کر درختوں کی جھنڈ میں گھس گئے۔ اور جھاڑیوں کے راستے سے بھاگتے ہوئے نہر والہ پہونچے۔ طغی کے پانچسو سپاہی جو اس بھگدڑ میں بچ رہے وہ گرفتار ہو کر بادشاہ کے

حکم سے سزایاب ہوئے۔ محمد تغلق نے یوسف بقرا کے بیٹے کو باغیوں کے تعاقب
میں روانہ کیا۔ یوسف کو راستے میں دن تمام ہوا اور رات ہوتے ہی اُس نے ایک جگہ
قیام کیا۔ طغی کو موقع مل گیا اور اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو ہمراہ لے کر نہروالہ سے
بھاگا اور دریائے رن کو پار کر کے کچھ ہوتا ہوا کنتھ[۲۵] کی طرف بھاگا۔ محمد تغلق بھی تین دن
کے بعد نہروالہ میں وارد ہوا۔ اور حوض سہنک[۲۶] کے کنارے شاہی خیمے نصب کیئے گئے
بادشاہ گجرات کے معمور اور سرسبز کرنے میں مشغول ہوا۔ صوبے کے تمام مقدم اور
راجہ ہر طرف سے بادشاہ کی حضور میں حاضر ہو کر تحفے اور نذرانے پیشکش کرنے لگے
ہر شخص شاہی انعام و اکرام سے سرفراز ہوا محمد تغلق کی کوشش اور انتظام سے گجرات کی
پریشانی رفع ہوئی اور ملک میں سرسبزی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ طغی کے چند
مشہور لشکری جو اپنے امیر سے جدا ہو کر رانہ مندل[۲۷] کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے تھے
ان کے سر بھی راجہ نے قلم کر کے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیئے۔ محمد تغلق گجرات
کی مہمات کے انجام دینے میں مشغول ہی تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ دکن کے جو امیر بادشاہ
سے شکست کھا کر ادھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے پھر ایک جا جمع ہوئے اور حسن گانگو کی
سرداری میں اُنھوں نے فتنہ کی آگ بھڑکائی اور شاہی مشیر عماد الملک کو تہ تیغ کر کے
خداوند زادہ قوام الدین اور ملک جوہر اور ظہیر الجیوش وغیرہ عمال شاہی کو پریشان کر کے
مالوہ کی طرف بھگا دیا ہے۔ اسمٰعیل مخ بھی دولت آباد کے قلعے سے نکل کر ان امیروں
سے آملا ہے اسمٰعیل نے حکمرانی سے استعفا دیدیا اور امیران صدہ نے حسن گانگو کو سلطان
علاؤالدین کا خطاب دیکر دکن کا فرمانروا تسلیم کر لیا ہے۔ بادشاہ اس خبر کو سُن کر بیحد
رنجیدہ ہوا اور دل میں سمجھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے سب اُسی چند روزہ سیاست کا نتیجہ ہے
جس نے نہروالہ میں بادشاہ کے سفاک ہاتھ رعایا کے خون سے رنگین کیئے تھے۔
محمد تغلق نے چند روز سیاست سے کنارہ کشی کر لی ملک فیروز۔ خواجہ جہاں ملک عز الدین
صدر جہاں اور امیر رفیعہ وغیرہ نامی ارکان سلطنت کو مع ان کی فوجوں کے حسن
گانگو کی سرکوبی کے لیئے دہلی سے اپنے پاس بلایا لیکن محمد تغلق کو دکن کے اخبارات
سے برابر یہی معلوم ہوتا رہا کہ حسن گانگو نے بہت بڑی جمعیت اور قوت حاصل کر لی
ہے۔ بادشاہ نے ان خبروں کی بنا پر امیروں کا اس مہم پر بھیجنا ملتوی کیا اور مصمم ارادہ

کرلیا کہ گجرات کی مہم اور کرنال[۲۵] (جوناگڈھ) کی تسخیر کے بعد خود حسن کی سرکوبی کے لیے دکن روانہ ہو۔ بادشاہ نے گجرات میں دو سال قیام کیا۔ پہلا سال تو لشکر کی ترتیب اور نئی بھرتی میں صرف ہوا اور دوسرا سال بادشاہ نے کرنال کے فتح کرنے میں صرف کیا۔ کرنال کے تمام کھیئے اور راجہ بھی مطیع اور باجگذار ہوکر بادشاہ کی حضوری میں باریاب ہوئے اور کنکار دیو راجہ گجھ بھی شاہی حلقہ بگوشوں میں داخل ہوکر بادشاہ کی مہربانیوں سے سرفراز ہوا۔ نظام الدین احمد کے بیان سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمدؒ تغلق نے صوبۂ کرنال کو فتح کرکے اس نواح کے راجاؤں کو اپنا باجگذار بنایا لیکن صحیح یہ ہے کہ کرنال کے قلعے کو سوا محمود شاہ گجراتی کے اور کسی فرماں روا نے فتح نہیں کیا بلکہ محمدؒ تغلق نے راجہ کی اطاعت کو کافی سمجھکر قلعے کی تسخیر سے ہاتھ اُٹھالیا۔ علامہ ضیاءالدین برنی لکھتا ہے کہ محمدؒ تغلق نے اسی درمیان میں ایک دن مجھ سے کہا کہ میری سلطنت کے ہر عضو میں مختلف امراض پیدا ہوگئے ہیں اگر ایک کا علاج کرتا ہوں تو دوسری بیماری بڑھتی ہے تم نے چونکہ تاریخ کی کتابوں کا بخوبی مطالعہ کیا ہے تمھاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔ مورخ برنی لکھتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک تاریخ میں دیکھا ہے کہ اگر کسی فرمانروا سے اُس کی رعایا نفرت کرنے لگے اور ملک میں فساد کی آگ روشن ہوجائے تو بادشاہ کو یہی مناسب ہے کہ بھائی یا بیٹے کو اپنا جانشین بناکر خود خلوت نشین ہوجائے اور اگر تخت سلطنت چھوڑنا گوارا نہو تو اُن باتوں سے پرہیز کرے جن سے رعایا کی نفرت میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے۔ بادشاہ نے ضیاء برنی کو جواب دیا کہ نہ میرا کوئی ایسا فرزند ہے جو میرا قائم مقام ہو اور نہ میں سیاست سے کنارہ کش ہوسکتا ہوں جو کچھ ہوتا ہے وہ ہو مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔

ہے شود دشود دنشود گو مشو چہ خواہد شد بہ بختصر یہ کہ ندل میں جو کرنال سے پانچ کوس کے فاصلے پر آباد ہے بادشاہ بیمار پڑا قبل اسکے کہ بادشاہ کوندل پہونچے محمدؒ تغلق نے بہنگر یا ملک کبیر نے دہلی میں وفات پائی خواجہ جہاں اور عمادالملک نائب وزیر کو دہلی روانہ کیا اور مخدوم زادہ اور دوسرے ارکان سلطنت کو دہلی سے اپنے پاس بلایا بادشاہ کوندل پہونچا اور امرائے دہلی اپنے خدم اور اسباب شاہی کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ بادشاہ نے دکن کی مہم کے لیئے لشکر آراستہ کیا اور بیماری سے

بھی فی الجملہ اُسے صحت ہوگئی۔ محمد تغلق نے دیپالپور۔ ملتان۔ اچھ اور سیوستان سے کشتیاں ٹھٹھ کی طرف بلوائیں اور کونڈل سے روانہ ہوکر دریا کے کنارے پہونچا بادشاہ طغی کی سرکوبی کے لیئے دریا کے پار اُترا اور لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ دریا کے دوسرے کنارے پر خیمہ زن ہوا۔ اسی دوران میں التون بہادر بھی پانچ ہزار مغل سپاہیوں کا لشکر جسے امیر فرغن نے محمد تغلق کی مدد کے لیئے روانہ کیا تھا ہمراہ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے امیر اور سپاہیوں پر شاہانہ نوازش فرمائی اور سومرہ کے گروہ کی تنبیہہ کے لیئے جن کے دامن میں طغی نمک حرام نے پناہ لی تھی ٹھٹھ کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ نے بینتیس کوس راہ طے کی تھی کہ عاشورے کا دن آیا اور بادشاہ نے حسب عادت روزہ رکھا۔ افطار کے وقت تازہ مچھلی کھائی اور اُس کے قدیم مرض یعنی بخار نے پھر عود کیا۔ محمد تغلق نے مرض کی پروانہ کی اور اسی طرح کشتی میں سوار سفر کی منزلیں طے کرتا رہا۔ جب ٹھٹھ چودہ کوس رہگیا تو بادشاہ نے قیام کیا مرض کا یہ حال تھا کہ لمحہ بلمحہ ترقی کر رہا تھا اور بخار کی حدت سے پریشانی اور اضطراب میں اضافہ ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ اکیس محرم ۷۵۲ھ کا آخری دن آیا اور محمد تغلق ساجبار اور پرہیبت دسطوت فرمانروا خاک میں پنہاں ہوا محمد تغلق نے عین نزع کے عالم میں مندرجۂ ذیل اشعار نظم کیئے۔

بسیار دریں جہاں چمیدیم ❊ بسیار نعیم و ناز دیدیم
اسپان بلند بر نشستیم ❊ ترکان گراں بہا خریدیم
کردیم بسے نشاط و آخر ❊ چوں قامت ماہ نو خمیدیم

اس بادشاہ نے ستائیس سال فرمانروائی کی۔

سلطان فیروز شاہ تغلق

مورخین لکھتے ہیں کہ فیروز شاہ محمد تغلق کا چچیرا جائی تھا۔ محمد تغلق کا ہمیشہ سے یہی خیال تھا کہ فیروز شاہ کو اپنا قائم مقام اور جانشین بنائے۔ محمد تغلق کی علالت میں فیروز شاہ نے بادشاہ کی خدمت گزاری اور تیمار داری میں جان و دل سے کوشش کی

اور اپنی اس وفاشعاری سے بادشاہ کے بیمار دل میں خوب جگہ کرلی۔ محمد تغلق کا خیال بالکل پختہ ہوگیا اور بادشاہ نے اپنے اخیر وقت فیروز شاہ کی ولی عہدی کا زبان سے بھی اعلان کر دیا۔ محمد تغلق کے بعد لشکر میں بڑی بدنظمی پھیلی لیکن فیروز شاہ اور بعض بہی خواہان سلطنت نے اپنے حسن انتظام سے فوج کی بے چینی کو دور کیا اور مہمات سلطنت کے انجام دینے میں مشغول ہوئے۔ سب سے پہلے التون بہادر اور اس کے شاہی امیر جو ملک قزغن کی طرف سے فوج لے کر محمد تغلق کی مدد کے لئے آئے تھے یہ کہکر واپس کر دئیے گئے کہ اب اُن کا ہندوستان میں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں ہے کہیں ایسا ہو کہ قزغنی فوج اور ہندی سپاہیوں میں باہم کچھ رنجش ہوجائے اور یہ آپس کی ناچاقی کوئی دوسرا ایسا فساد پیدا کردے کہ اس کا تدارک کرنا مشکل ہوجائے ان حلیف امیروں کو سمجھا دیا گیا کہ شاہی لشکر کے کوچ کرنے سے قبل ان کی فوج کا اپنے وطن کو روانہ ہوجانا ہر طرح قرین مصلحت ہے۔

التون بہادر نے بھی اس مشورے کو قرین صواب سمجھکر اپنے ڈیرے اور خیمے اُٹھائے اور کوچ کرکے پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔ ترمشریں خاں کے داماد امیر نوروز گرگیں پر جو محمد تغلق کے زمانے میں ہندوستان آکر شاہی امیروں میں داخل ہوا تھا کفران نعمت کا بھوت سوار ہوا اور یہ بھی اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر التون کے پاس پہونچ گیا امیر نوروز نے التون سے کہا کہ ظاہر ہے کہ ہندی فرمانروا دنیا سے کوچ کرگیا ہے اور لشکر بے دولہ کی بارات ہو رہا ہے بادشاہ مرحوم کا جانشین ابتک کوئی مقرر نہیں ہوا۔ اور لوگ اپنے اپنے مآل کار میں بیحد پریشان ہیں۔ سپاہ گری کی شان تو یہی ہے کہ ہم بھی اسوقت سے فائدہ اُٹھائیں اور کل جبکہ دہلی کی سپاہ یہاں سے کوچ کرے ہم اپنے کو شاہی خزانے تک پہونچاکر نقد و جواہر جو کچھ ممکن ہو اپنے قبضے میں لے آئیں۔ التون اس کافر نعمت کی باتوں میں آگیا اور دوسرے دن شاہی لشکر حقیقتاً بے سر کی فوج کا مصداق بن کر روانہ ہوا التون اور امیر نوروز نے قرارداد کے موافق لشکر پر چھاپہ مارا اور خزانے کے چند صندوقوں کو جو اونٹ پر لدے ہوئے جارہے تھے اپنے قبضے میں کرلیا۔ ان باغیوں نے بہت سے لونڈی اور غلام بھی گرفتار کیئے اور قتل اور غارت گری میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ تغلقی امیروں نے بڑی دقتوں اور خوف سے راستہ کاٹا اور جس طرح ممکن

ہو سکا اپنے کو سیوستان تک جو عام طور پر سہوان کے نام سے مشہور ہے پہونچایا۔ اس غارت شدہ جماعت نے رات بھر جاگ کر صبح کی اور خزانے کی حفاظت میں اپنے اوپر خواب و خور حرام کر لیا۔ دوسرے روز مخدوم زادہ عباسی اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی اور نیز دوسرے علما اور اولیا و ارکان دولت کی ایک جماعت بالاتفاق ملک فیروز باربک کی بارگاہ میں آئی اور ان بزرگوں نے مرحوم سلطان کے نامزدہ ولی عہد سے کہا کہ محمد تغلق نے اپنے آخری وقت میں فیروز کو اپنا جانشین مقرر کر دیا ہے اب صلاح وقت یہی ہے کہ مہمات سلطنت کو بے کار نہ رکھا جائے اور بادشاہ مرحوم کا جانشین تخت سلطنت پر بیٹھکر رعایا کی باگ اپنے ہاتھ میں لے اور ملک میں امن و امان کا سکہ رائج کرے۔ ملک فیروز نے سفر حجاز اور زیارت حرمین شریفین کا ارادہ ظاہر کر کے فرمانروائی سے انکار کیا۔ ہر چند فیروز شاہ نے عذر کیا لیکن ان بزرگوں نے ہر طرح پر اس نیک نیت فرمانروا کو مجبور کیا۔ علما اور اعیان سلطنت کے اصرار سے ملک فیروز نے ۲۳ ماہ محرم ۷۵۲ھ میں تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ تخت نشینی کے وقت بادشاہ کی عمر پچاس سال سے کچھ اوپر تھی۔ جلوس کے پہلے ہی دن بادشاہ نے ہزاروں بندگان خدا کو جو ٹھٹھہ اور مغلوں کے نظر بند تھے روپیہ دے کر خرید کیا اور جلوس کے تیسرے روز بصد شان و شوکت کے ساتھ سوار ہو کر شہر کی طرف روانہ ہوا راستے میں مغلوں اور ٹھٹھہ کے مفسدہ پرواز گروہ شاہی لشکر کی مزاحمت کرتے تھے یہ لوگ جس طرف سے حملہ کرتے تھے شاہی پیادے ان کو قید اور قتل کرتے جاتے تھے چنانچہ ایک گروہ کثیر مغل سرداروں کا تہ تیغ کیا گیا۔ امیر نوروز گرگیں اور التون بہادر نے اب توقف میں خیر نہ دیکھی اور جلد سے جلد اپنے وطن روانہ ہو گئے۔ قوم ٹھٹھہ کا فتنہ انگیز گروہ جو طغی کی ترغیب سے ملک میں فساد مچا رہا تھا اپنی حقیقت کو سمجھ گیا اور اپنی بساط کے باہر قدم رکھنے سے باز رہا۔ فیروز شاہ کا جلوس ملک اور رعایا کے لئے مبارک ثابت ہوا سلطنت میں امن و اماں اور رعایا کو فارغ البالی میسر ہوئی۔ اب بادشاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سیوستان سے کھکر وارد ہوا فیروز شاہ نے کھکر پہونچکر عالموں۔ درویشوں۔ امیروں اور ارکان دولت کو خلعت و انعام اور شمشیر و اسپ سے سرفراز اور مالا مال کیا کھکر کے باشندے بھی شاہی اکرام اور نوازش سے دل شاد کئے گئے۔ فیروز شاہ نے پرانے بادشاہوں کے

فرامین بحال رکھے اور ان کے اجرا کے احکام نافذ کیے گئے۔ جو لوگ کہ قندھار۔ سیستان۔ خراسان۔ عراق۔ مصر اور بغداد سے سلطان محمد کی بارگاہ میں امداد اور وظائف کی امیدیں لے کر ہندوستان آئے تھے۔ بادشاہ نے ان کو بھی انعام سے سرفراز کر کے انھیں ان کے وطن رخصت کیا۔ خداوند زادہ عماد الملک اور امیر علی غوری طغی ناہنجار کی سرکوبی کے لیے روانہ کیے گئے اور بادشاہ نے خود اُچھ کا سفر کیا۔ اُچھ پہونچکر فیروز شاہ نے اس مشہور شہر کے علما اور ارباب استحقاق کو شاہانہ نوازشوں کا رہین منت بنایا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ احمد ایاز المخاطب بہ خواجہ جہاں نے جو محمد شاہ تغلق کا خسر اور نوے سال کا بوڑھا امیر تھا ایک شش سالہ مجہول النسب لڑکے کو مرحوم فرمانروا کا صلبی فرزند قرار دے کر دہلی کا جائز حکمراں تسلیم کر لیا ہے۔ یہ نوعمر لڑکا غیاث الدین تغلق کے نام سے تخت حکومت پر بٹھایا گیا ہے۔ اور خواجہ جہاں نے شہر کے عمائد اور ارکان دولت کو اُس کی اطاعت کی ترغیب دیکر اچھی خاصی ایک جماعت مددگاروں کی مہیا کر لی ہے بادشاہ نے اس کارروائی کو خواجہ جہاں کی پیرانہ سالی اور بڑھاپے کی حماقت پر محمول کیا اور ایک پروانہ معافی خواجہ جہاں کے نام سے لکھکر سیف الدین شحنہ پیل کے ہمراہ دہلی روانہ کیا اور اُس میں خواجہ جہاں کو نصیحت کی کہ ایسی حرکت سے باز آئے جو ملک اور رعایا کے لیے تباہی کا باعث ہو۔ بادشاہ نے آگے قدم بڑھایا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دیپالپور میں قیام کیا اور دیپالپور سے منزل بمنزل سفر کرتا ہوا اور آرام لیتا ہوا اجودھن پہونچا۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ فریدالدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کی مزار سے برکات حاصل کر کے بادشاہ نے حضرت باباصاحب کے جانشین اور ان کے متعلقین اور خانقاہ کے مجاوروں اور خادموں کو تعظیم و انعام و دیگر شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ فیروز شاہ اجودھن سے روانہ ہوا اور راستے میں ملک قبول عماد الملک وزیر سلطنت اپنی جاگیر سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا فیروز شاہ نے عماد الملک کو مرصع خلعت مرحمت کیا اور وزارت کا عہدہ اور خان جہاں کے خطاب سے سرفراز فرما کر عماد الملک کی عزت اور وجاہت کو دو چند بلند و بالا کیا۔ فیروز شاہ بانسی کے نواح میں پہونچا اور سید احمد ایاز نے سید جلال ترمذی۔ ملک حمید الدین کھبی۔ مولانا نجم الدین اور داؤد خاں خانہ زاد کو ایلچی بنا کر فیروز شاہ کی

خدمت میں روانہ کیا۔ اور بادشاہ کو پیغام دیا کہ حکومت کو اب بھی محمد تغلق کے خاندان سے تعلق ہے اگر جہاں پناہ حکمرانی کو چھوڑ کر مرحوم سلطان کے وارث کے سپرد کر کے خود نیابت کا کام انجام دیں تو ہر طرح پر باعث اطمینان اور قابل تحسین ہوگا۔ فیروز شاہ نے محمد تغلق کے تمام امیروں اور ارکان دولت کو جمع کیا اور اُن سے پوچھا کہ تم لوگ بادشاہ کے محرم راز اور اُس کے مقرب ہو مجھ سے صاف بیان کرو اگر مرحوم بادشاہ نے اپنا کوئی صحیح جانشین چھوڑا ہے تو میں تخت حکومت اُس کے حوالے کر کے خود اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنا شعار بناؤں۔ عام درباریوں نے بالاتفاق کہا کہ محمد تغلق نے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا اور وراثت اور وصیت دونوں طرح پر تخت وسلطنت کے جائز حاکم جہاں پناہ ہیں۔ اس مجلس میں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی۔ مولانا کمال الدین سمانہ اور مولانا شمس الدین باخرزی جیسے نامی علما اور مشائخ بھی موجود تھے بادشاہ نے جانشینی کی بابت ان بزرگوں سے بھی سوال کیا مولانا کمال الدین نے فرمایا کہ جس نے کام کی ابتدا کی ہو اُسی کو اُس کام کو انجام تک پہونچانا افضل و بہتر ہے۔ مؤلف فرشتہ عرض کرتا ہے کہ علما کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ جہاں کا نو عمر بادشاہ ضرور محمد تغلق کا بیٹا تھا اس لیے کہ ان حضرات نے محمد تغلق کے لاولد ہونے کی گواہی نہیں دی بلکہ ایک دوسرے ہی مسئلے کا تذکرہ کر کے گفتگو کو ختم کر دیا۔ مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے احمد ایاز کے ملازموں کو حراست میں لے لیا اور قاصدوں کے گروہ میں سے داؤد خانہ زاد اور مولانا زادہ کو خواجہ جہاں کے پاس نصیحت کے لئے بھیجا کہ اپنے خیال سے باز آئے۔ داؤد خانہ زاد کے پہونچنے کے بعد اکثر امیر جن میں ملک تھو حاجب اور ملک حسن ملتانی وغیرہ خواجہ جہاں کے رفیق طریق بھی شامل تھے اور جو اس موافقت میں اس کم عقل بوڑھے امیر سے روپیہ بھی لے چکے تھے فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس کے حلقہ بگوش بنے اور اسی دوران میں طغی کے مارے جانے کی خبر ملک کے ہر گوشے میں منتشر ہو گئی تھوڑے ہی دنوں میں بادشاہ کے گھر میں وارث تاج و تخت یعنی شاہزادہ فتح خاں کی ولادت نے شاہی اقبال اور فتمندی کے آثار کو اور روشن کر دیا۔ خواجہ جہاں نے ان واقعات کو دیکھکر سمجھ لیا کہ اس کے سلوک کا انجام اچھا

ہوگا اب اس بوڑھے امیر کو اپنی حرکت پر ندامت ہوئی اور اُس نے بادشاہ کی
خدمت میں حاضر ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ خواجہ جہاں نے اشرف الملک غلجی اور
ملک حسین مرزا کو اپنے گناہوں کی معافی کے لئے فیروز کی خدمت میں بھیجا۔ بادشاہ
نے جان کی امان دی اور خواجہ جہاں اپنے بہی خواہوں کے ساتھ سر منڈا اور برہنہ اور
گردن میں پگڑی لٹکائے ہوئے شاہی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے خواجہ جہاں کو
ہانسی کے کوتوال کے سپرد کیا اور اُس کے ایک ساتھی ملک خطاب کو سرہند جلاوطن
کیا اور دوسرے مددگار شیخ زادہ بسطامی کو بالکل خارج البلد کیا۔ اس قصے کے بعد
دوسری رجب ۷۵۲ھ میں فیروز شاہ نے دہلی کے تخت حکومت پر جلوس کیا اور
اس میں شبہ نہیں کہ بڑے عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ اس کے عہد میں
تمام رعایا کی مرادیں برآئیں اور ملک میں سرسبزی اور فارغ البالی پیدا ہوگئی۔ بادشاہ
نے امیروں اور ارکان دولت کو خطاب اور منصب سے مستفید اور سرفراز کیا۔
حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ صدر الدین کو
شیخ الاسلام کا خطاب دیا۔ خداوندزادہ قوام الدین کو خطاب خداوندخانی دیا گیا اور
وکیلدار(ی) کا عہدہ سپرد کیا گیا ملک تاتار خاں نائب وکیلدار۔ سیف الملک شکاربیگی
اور خداوندزادہ عماد الملک سرسلاحدار بنائے گئے اُس زمانے میں جو شاہزادے کہ
سلاطین غور کی نسل سے تھے اُنھیں خداوندزادہ کہتے تھے اور جو شاہی امیر کہ خلفائے عباسی
کی اولاد تھے وہ مخدوم زادہ کے لقب سے پکارے جاتے تھے عین الملک مشرف
دیوان مقرر کیا گیا اور ملک حسین کو مستوفی الملک کا عہدہ عطا ہوا۔ پانچویں صفر ۷۵۳ھ
بادشاہ نے کوہ سرمور کا سفر کیا۔ اس سفر کا مقصود محض سیر و شکار تھا۔ سرمور اور
اس کے اطراف کے اکثر زمیندار شاہی حضور میں آکر حلقۂ اطاعت میں داخل ہوگئے۔
اسی سال تیسری جمادی الاول کو دوشنبہ کے دن شاہزادہ محمد خاں دہلی میں
پیدا ہوا۔ فیروز شاہ نے جشن عیش و عشرت منعقد کیا اور رعایا اور درباریوں کو خلعت
وانعام سے مالا مال اور سرفراز کیا۔ ۷۵۴ھ میں بادشاہ شکار کھیلتا ہوا کوہ کلانور
کے دامن میں پہونچا اور دریائے سرستی کے کنارے۔ بلند عمارتیں تعمیر کرائیں شوال ۷۵۴ھ
میں بادشاہ نے خان جہاں کو تمام اختیارات دے کر اپنی نیابت میں دہلی چھوڑا

خود حاجی الیاس کی سرکوبی کے لیے لکھنوتی روانہ ہوا۔ حاجی الیاس نے بادشاہ سے بغاوت کرکے خودمختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ اور بنارس تک اپنی حکمرانی کا ڈنکا بجا رہا تھا بادشاہ گورکھپور پہونچا اور وہاں کے راجہ مسمی اودے سنگھ نے شاہی ملازمت حاصل کرکے دو زنجیر فیل اور دیگر بیش قیمت تحفے فیروز شاہ کی خدمت میں پیش کیے۔ رائے کھیور نے بھی گزشتہ اقساط کا خراج پیش کیا اور دونوں رئیس بادشاہ کے ساتھ لکھنوتی کی مہم پر روانہ ہوئے۔ فیروز شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا پنڈوہ کے اطراف میں پہونچا۔ پنڈوہ جگہ حکام بنگالہ کا صدر مقام تھی حاجی الیاس بادشاہ کی آمد سے گھبرایا اور پنڈوہ کو چھوڑ کر ایک موضع میں پناہ گزیں ہوا۔ یہ قصبہ کدالہ کے نام سے موسوم تھا اور چونکہ موضع کے ایک طرف پانی اور دوسری جانب گھنا جنگل تھا استحکام کی وجہ سے یہ جگہ پناہ کے لیے بیحد موزوں تھی۔ بادشاہ نے پنڈوہ کی رعایا سے کچھ تعرض نہ کیا اور شہر کو اس کی حالت پر چھوڑ کر آگے بڑھا اور ساتویں ربیع الاول کو کدالہ پہونچ گیا۔ اسی دن ایک سخت خونریز لڑائی ہوئی اور انتیسویں ربیع الاول کو بادشاہ کا لشکر شہر سے جدا ہو کر دریائے گنگا کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ پانچویں ربیع الآخر کو بادشاہ نے لشکر کی فرودگاہ بدلنے کا ارادہ کیا اور گندگی اور نجاست سے پریشان ہو کر خود بہ نفس نفیس دوسری جگہ تلاش کرنے کے لیے سوار ہوا حاجی الیاس المخاطب بہ شمس الدین نے محض اس خیال سے کہ بادشاہ نے واپسی کا ارادہ کر لیا ہے حصار سے نکل کر شاہی فوج پر حملہ کر دیا اور چند اضطرابی حرکتیں کرکے قلعے میں واپس گیا۔ حاجی الیاس کے چوالیس ہاتھی اور چتر و علم اور دوسرے لوازمات بادشاہی فیروز شاہ کے قبضے میں آئے حاجی الیاس کی فوج کے بہت سے پیادے مارے گئے اور ایک بڑی جماعت اس کے سپاہیوں کی گرفتار ہوئی۔ بادشاہ نے فتح گاہ میں قیام کیا اور حکم دیا کہ اسیران لکھنوتی رہا کر دیے جائیں۔ چونکہ برسات کا زمانہ آچکا تھا اور بنگالہ میں اس قدر بارش ہوئی تھی کہ کھیتی باڑی کے تمام کام بند تھے اس لیے اب بادشاہ نے بھی زیادہ ٹھیرنا مناسب نہ سمجھا اور یہ کہکر کہ حریف کے اسباب شاہی پر قبضہ کرنا بھی ایک قسم کی فتح ہے اس سال اسی پر اکتفا کیجائے اور سال آئندہ باغی کی اچھی خاصی سرکوبی کر دیجائیگی بادشاہ دہلی روانہ ہوا۔ فیروز شاہ نے ۷۵۵ھ میں دہلی کے قریب دریائے جمنا کے کنارے فیروز آباد بسایا اور ساتویں

شعبان ۷۵۶ھ میں شکار کے واسطے دیبالپور کی طرف روانہ ہوا۔ فیروز شاہ نے دریائے ستلج سے ایک نہر نکالی اور قصبہ جھجر تک جو نہر کے مخرج سے اڑتالیس کوس ہے اس شاخ کو لے آیا اور ۷۵۷ھ میں دریائے جمنا سے ایک شاخ کوہ سرمور اور مندوی کی طرف نکالی اور اس شاخ میں سات نہریں اور ملا کر اس عظیم الشان نہر کو ہانسی تک لایا ہانسی سے یہ نہر ابسین لائی گئی اور یہاں ایک مستحکم قلعہ تیار کیا گیا اور قلعہ بادشاہ کے نام پر قلعۂ فیروز کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس قلعے کے نیچے ایک تالاب کھودا گیا جو اسی نہر کے پانی سے ہر وقت لبریز رہتا تھا۔ ایک ندی دریائے گھاگرہ سے نکالی گئی یہ نہر حصار سرستی سے گزرتی ہوئی نہر سر کہترہ میں جا ملی ان دونوں نہروں کے سنگم پر ایک نیا شہر فیروز آباد کے نام سے بسایا گیا۔ اس کے علاوہ ایک نئی شاخ پانی کی اور جمنا سے نکالی گئی اور اس جدید نہر کا پانی فیروز آباد کے تالاب میں گرایا گیا۔ ماہ ذی الحجہ ۷۵۵ھ میں خلیفہ عباسی الحاکم بامر اللہ ابو بکر بن ابی ربیع بن ابی سلیمان فرمانروائے مصر کا فرمان خلعت نیابت اور فرمان حکومت ہندوستان کے ساتھ بادشاہ کے نام صادر ہوا اس فرمان میں فرمانروائے مصر نے شاہان بہمنیہ دکن کی فیروز شاہ سے بیحد سفارش کی۔

اسی دوران میں حاجی الیاس المخاطب بہ شمس الدین شاہ لکھنوتی کا ایک عریضہ بیش قیمت تحفوں اور گراں قدر ہدیوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پہونچا اس خط میں حاکم لکھنوتی نے فیروز شاہ سے صلح کی درخواست کی۔ بادشاہ نے حاجی الیاس کا معروضہ قبول کیا اور اس تاریخ سے دکن اور بنگالہ شاہان دہلی کے قبضۂ اقتدار سے نکل گئے اور صرف پیشکش اور ہدیوں پر اکتفا کر لی گئی۔ ۷۵۸ھ میں ظفر خاں فارسی ستار گانو سے آکر نائب وزیر ہوا ۷۵۹ھ میں شمس الدین شاہ لکھنوتی نے چند قاصد فیروز شاہ کے دربار میں بھیجے اور ان پیام بروں کے ہاتھ بہت سے بیش قیمت تحفے اور ہدیے بادشاہ کے لئے ارسال کئے فیروز شاہ نے حاجی الیاس کے تحفوں کو خوشی سے قبول کیا اور اس کے بدلے تازی اور ترکی گھوڑے اور ریشمی اور گراں قدر کپڑے حاجی الیاس کے لئے روانہ کئے۔ فیروز شاہ کا تحفہ حاجی الیاس تک نہ پہونچ سکا۔ بادشاہ کے تحفے بر دار بہار ہی میں تھے کہ حاجی الیاس کے مرنے کی خبر سنائی دی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حاجی الیاس کی جگہ اس کا بیٹا سکندر خاں

لکھنوتی کا بادشاہ تسلیم کیا گیا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ گھوڑے تو بہاری فوج کے سپاہیوں کو اُن کے ہواجب کے معاوضے میں دے دیے جائیں اور دوسری بیش قیمت چیزیں شاہی بارگاہ میں واپس کردی جائیں۔ اسی سال بادشاہ نے شکار کے لیے دیبالپور کا سفر کیا۔ شکارگاہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ مغلوں کی ایک جماعت دیبالپور کے قریب آگئی ہے۔ بادشاہ نے ملک قبول کو اُن مغلوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا لیکن ملک قبول پہونچنے ہی نہ پایا کہ مغلوں نے اپنا کام تمام کرلیا اور ملک کو لوٹ کر اپنے وطن واپس گئے۔ ۷۶۰ھ میں فیروز شاہ نے خان جہاں کو اپنا نائب مقرر کرکے اُسے تو دہلی میں چھوڑا اور خود لکھنوتی روانہ ہوا۔ تاتار خاں اس زمانے میں سرحد غزنی کا عامل مقرر کیا گیا بادشاہ ظفر آباد پہونچا تو برسات کا موسم شروع ہوگیا۔ فیروز شاہ نے مجبوراً یہیں قیام کیا۔ اسی زمانہ قیام میں شیخ زادہ بسطامی جو پہلے خارج البلد کردیا گیا تھا خلیفۂ مصر کا خلعت لے کر پھر واپس آیا بادشاہ نے شیخ زادہ کو اعظم الملک کا خطاب دیا۔ فیروز شاہ ظفر آباد ہی میں مقیم تھا کہ اس نے ایک قاصد سکندر خاں حاکم لکھنوتی کے پاس بھیجا۔ شاہی قاصد سکندر خاں کے حاجب کے ساتھ پانچ زنجیر ہاتھی اور دوسرے تحفے اور ہدیے لے کر بادشاہ کی خدمت میں واپس آیا۔ سکندر خاں کے اس پیشکش کا بادشاہ پر کچھ اثر نہ ہوا اور برسات ختم ہوتے ہی فیروز شاہ لکھنوتی روانہ ہوا۔ فیروز شاہ نے اب اپنے بیٹے شاہزادہ فتح خاں کو سراپردۂ سرخ اور ہاتھی مرحمت کیا اور خطبہ اور گز اور سکہ اس کے نام کا جاری کرکے اُس کی بارگاہ علیحدہ استادہ کرائی۔ بادشاہ نے بیٹے کو فراش خانہ اور چتر لعل اور تمام اثاثۂ سلطنت دے کر امیر اور منصب دار اُس کے مصاحب اور اتالیق اور اتابک اور منتظم مودب شاہزادے کے لیے مقرر کیے۔ شاہزادہ فتح خاں باوجود کم سنی کے کھیل کود میں اپنی اوقات ضائع نہیں کرتا تھا اور صبح سے دس بجے دن تک اور شام سے ایک پہر رات گئے تک لکھنے پڑھنے میں مشغول رہتا تھا۔ یہ شاہزادہ سواری اور علم مجلس میں بہت بڑا متین اور صاحب وقار تھا۔ بڑے بڑے اہم کام اس کے حاشیہ نشین شاہزادہ کے روبرو پیش کرتے تھے اور یہ نو عمر حاکم اُن مقدمات کو اس خوبی سے فیصل کرتا تھا کہ دربار کے مشہور سے مشہور عقلمند بھی حیرت میں رہجاتے تھے ایک دن شاہزادہ کو خلاف معمول

صبح کو نیند آنے لگی۔ شاہزادہ مکتب سے محل روانہ ہوا راستے میں ایک بوڑھی عورت نے شاہزادہ سے فریاد کی کہ اُس کا شوہر اور بیٹا دونوں ستارگاؤں سے کچھ مال خرید کر کے دہلی آرہے تھے۔ غارت گروں نے اُن کا مال لوٹ لیا اور یہ غریب اسی تباہی زدہ حالت میں سلطانی لشکر پہونچے شاہی پیادوں نے انھیں جاسوس سمجھکر نظر بند کر دیا۔ ضعیفہ اپنی مصیبت اور درد جدائی کی داستان سُناکر شاہزادہ سے داد طلب ہوئی۔ شاہزادہ فتح خاں نے ضعیفہ سے کہا کہ اپنے دعوے کی سچائی میں دو قابل اعتبار گواہ پیش کرے۔ ضعیفہ نے جواب میں کہا کہ اس کے گواہ بہت ہیں لیکن شاہزادہ کے پاس سے جانے اور پھر گواہوں کو لے کر آنے میں عرصہ لگے گا اور دوبارہ شاہزادہ تک پہونچنا اس غریب کے لئے دشوار ہو جائے گا۔ شاہزادہ ہنسا اور اس ضعیفہ سے کہا کہ وہ اُس کے واپس آنے تک اُسی جگہہ کھڑا رہے گا۔ ضعیفہ تو مطمئن ہو کر چلی گئی اور فرمانروائے ہندوستان کا وارث تاج تخت اسی طرح تپتی زمین پر آفتاب کے نیچے کھڑا رہا۔ شاہزادہ کے بہی خواہوں نے عرض کیا یہ جگہہ بالکل زیر آفتاب ہے بہتر ہے کہ اس دادخواہ کے آنے تک شاہزادہ کسی درخت کے سایہ میں آرام لے۔ شاہزادہ نے جواب دیا کہ وہ ضعیفہ سے اسی مقام پر کھڑے رہنے کا وعدہ کر چکا ہے اب یہاں سے ہٹنا وعدہ خلافی ہے اور وعدے کو وفا نہ کرنا بادشاہوں کے لئے سب سے بڑا عیب ہے۔ مختصر یہ کہ شاہزادہ اسی طرح دھوپ میں کھڑا تھا کہ ضعیفہ اپنے گواہ لے کر حاضر ہوئی۔ شاہزادہ کو گواہوں کے بیان ہی سے ضعیفہ کے دعوے کی سچائی ظاہر ہوگئی۔ فتح خاں نے ضعیفہ کو اپنے ہمراہ لیا اور دادخواہی کے لئے باپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ سلطانی آستانہ پر پہونچکر معلوم ہوا کہ بادشاہ محل کے اندر سو رہا ہے۔ شاہزادہ نے بادشاہ کے بیدار ہونے کا انتظار کیا عرصے کے بعد بادشاہ خواب سے جاگا اور شاہزادہ نے ضعیفہ کا تمام قصہ باپ سے بیان کر کے اُس کے شوہر اور فرزند دونوں کو قید سے رہائی دلوائی۔ اس قصے سے فارغ ہو کر شاہزادہ اپنے محل میں آیا اور دس بجے دن کی غذا اس کے سامنے عصر کے وقت رکھی گئی۔

فیروز شاہ ظفر آباد سے پنڈوہ پہونچا۔ سکندر خاں نے بھی باپ کی پیروی کی

اور اکدالہ میں قلعہ بند ہوگیا۔ بادشاہ نے قلعے کا محاصرہ کرلیا اور سکندر خاں نے عاجز ہوکر اڑتالیس ہاتھی اور دوسرے بیش قیمت تحفے اور ہدیے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیے اور صلح کا طلب گار ہوا۔ بادشاہ سکندر خاں سے صلح کرکے اکدالہ سے جونپور روانہ ہوا اور دوسری برسات کا سارا موسم یہیں تمام کیا۔ فیروز شاہ جونپور سے ۷۶۳ھ جاجنگر روانہ ہوا۔ یہاں سے سنکرہ پہونچا اور شہر کو تاراج کیا اور وہاں کا راجہ رائے سرومن نامی شاہی لشکر سے ڈر کر بھاگا۔ اور ایک دور دراز مقام پر اس نے پناہ لی۔ راجہ کی بیٹی شکر خاتون گرفتار ہوئی بادشاہ نے اسے اپنی منہ بولی بیٹی بنایا اور اس شاہزادی کو اپنی حفاظت میں لے کر آگے بڑھا۔ دریائے مندری کو عبور کرکے شہر بنارس یعنی جاجنگر کے صدر مقام بنارس میں پہونچا۔ راجہ جاجنگر تلنگانہ کی طرف بھاگ گیا اور بادشاہ بھی وہاں سے واپس ہوا۔ راستے میں راجہ بیر بھان کے ملک سے گزر ہوا اس راجہ نے سینتیس ہاتھی معہ دیگر نفیس تحفوں کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے اور جان کی امان مانگی۔ بادشاہ نے اس کی التجا قبول کی اور وہاں سے پدماوتی پہونچا چونکہ یہ جنگل ہاتھیوں کا مشہور مسکن ہے بادشاہ نے یہاں قیام کیا اور دو ہاتھیوں کو جان سے مار کر تینتیس ہاتھی زندہ گرفتار کیے۔ ۷۶۲ھ میں بادشاہ صحیح وسالم دہلی واپس آیا۔ دارالخلافت پہونچکر بادشاہ کو معلوم ہوا کہ پرور کے قریب ایک پہاڑ ہے جس سے پانی نکلتا اور نہر ستلج میں گرتا ہے اور دریائے سرستی کے دوسرے کنارے ایک چھوٹی ندی بہتی ہے اس ندی کو سلیم کہتے ہیں۔ ایک بڑا پشتہ دریائے سرستی اور سلیم ندی کے درمیان حائل ہے اگر ٹیلہ کھود ڈالا جائے تو سرستی کا پانی ندی میں گرے گا اور ندی کا سیلاب سرہند اور منصور پور کو سیراب کرتا ہوا سمانہ تک جا پہونچیگا بادشاہ یہ سن کر پرور کی طرف روانہ ہوا اور اس نے حکم دیا کہ پچاس ہزار بیلدار جمع کیے جائیں اور اس بند کو کھود کر دریا اور ندی کو ایک کردیں۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور ٹیلہ کھود ڈالا گیا۔ ٹیلہ کے اندر آدمیوں اور ہاتھیوں کی ہڈیاں پائی گئیں۔ آدمی کے ہاتھ کی ہڈیاں تین گز کی تھیں ان ہڈیوں میں بعض تو پتھر ہوگئی تھیں اور کچھ اپنی اصلی حالت پر باقی تھیں۔ بادشاہ نے سرہند کو سمانہ کے مضافات سے علیحدہ کرکے دس کوس زمین اور سرہند کے رقبے میں داخل کی اور وہاں کی حکومت ملک ضیاء الملک اور شمس الدین ابورجا

کے حوالے کی۔ بادشاہ نے سرہند میں ایک جدید قلعہ تعمیر کرایا اور اس کو فیروز پور کے نام سے موسوم کر کے خود نگرکوٹ روانہ ہوا۔ فیروز شاہ کوہ نگرکوٹ کے دامن میں پہونچا اور لوگ بادشاہ کے لیئے برف لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ برف دیکھتے ہی فیروز شاہ کو محمد تغلق کے عہد کا ایک اثر پذیر واقعہ یاد آیا اور بادشاہ نے کہا کہ جس وقت میرے آقا سلطان محمد تغلق کا اس مقام پر گذر ہوا تو لوگ شربت کو برف میں ٹھنڈا کر کے بادشاہ کے لیئے لائے میں اس وقت موجود نہ تھا میرے مالک نے میری محبت کا پاس و لحاظ کیا اور میری عدم موجودگی میں خود بھی شربت نہ پیا یہ واقعہ بیان کر کے فیروز شاہ نے حکم دیا کہ تمام لشکر کا قند جو کئی ہاتھیوں اور اونٹوں پر لدا ہوا ہے پانی میں گھول کر شربت تیار کیا جائے اور شربت کو برف میں جمال کر سلطان محمد تغلق کی یادگار میں تمام لشکر کے سپاہیوں کو ٹھنڈا شربت پلایا جائے۔ تھوڑے محاصرے اور لڑائی کے بعد راجہ نگرکوٹ اپنے حاشیہ نشینوں کو ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فیروز شاہ نے راجہ پر نوازش کی اور نگرکوٹ کو محمد تغلق کی یادگار میں محمد آباد کے نام سے موسوم کیا۔ بادشاہ نے سُنا کہ سکندر ذوالقرنین کے آنے پر برہمنوں نے نوشابہ کی صورت کا بت بنا کر اپنے گھروں میں رکھ لیا تھا اور اب اس شہر میں اسی بت کی پرستش کیجاتی ہے فیروز شاہ نے یہ بھی سُنا کہ بتخانے میں ایک ہزار تین سو کتابیں موجود ہیں اس بتخانے کو جالا مکھی کہتے ہیں۔ بادشاہ نے برہمن فاضلوں سے ان کتابوں کا حال پوچھا اور اُن میں سے بعض کتابوں کا ترجمہ کرایا۔ فیروز شاہی عصر کے مشہور شاعر اعز الدین خالد خانی نے ایک حکمت طبعی اور شگون اور فال کی کتاب کا فارسی نظم میں ترجمہ کر کے اپنی تالیف کو دلائل فیروز شاہی کے نام سے موسوم کیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ کتاب حکمت علمی اور عملی کا بہترین نسخہ ہے بعض مورخین لکھتے ہیں کہ فیروز شاہ نے نگرکوٹ میں محمود کی یاد تازہ کی اور تمام بتوں کو توڑ ڈالا اور گائے کا گوشت توبرے میں بھر کر برہمنوں کی گردن میں آویزاں کرایا اور اسی ہیئت کذائی سے سارے لشکر میں اُن کی تشہیر کرائی۔ ان مورخوں کا بیان ہے کہ فیروز شاہ نے نوشابہ کا بت مع ایک لاکھ تنگے کے مدینۂ منورہ روانہ کیا تاکہ بت مدینۃ الرسول کے شارع عام پر پھینکدیا جائے اور زائرین کے پیروں کے نیچے پامال ہو اور روپیہ مدینے کے فقرا اور محتاجوں کو تقسیم کر دیا جائے۔ نگرکوٹ فتح

کر کے فیروز شاہ سندھ کے ارادے سے ٹھٹہ کی طرف روانہ ہوا۔ جام مالی بن جام غفرہ
جو ہمیشہ سے بادشاہ کا اطاعت گزار تھا دفعتہً باغی ہو گیا اور قلعے کو مستحکم کر کے حصار
میں پناہ گزیں ہوا بادشاہ نے تھوڑے دنوں تو قلعے کا محاصرہ کیا لیکن جب غلہ اور
چارہ جواہرات کے مول بکنے لگا تو ناچار فیروز شاہ نے محاصرے سے ہاتھ اٹھا لیا
اور گجرات روانہ ہوا۔ فیروز شاہ نے سارا موسم برسات کا گجرات ہی میں بسر کیا بارش کا
زمانہ ختم ہوتے ہی فیروز شاہ نے ظفر خاں کو گجرات کا حاکم مقرر کیا اور خود سفر کی منزلیں
طے کرتا ہوا ٹھٹہ پہونچا۔ اس مرتبہ جام مالی نے بادشاہ سے جان کی امان طلب کی
اور شاہی ملازمت سے بہرہ یاب ہوا فیروز شاہ جام مالی اور اُس کے تمام سرداروں کو
اپنے ساتھ دہلی لایا اور تھوڑے دنوں کے بعد ان قیدیوں پر نظر عنایت ہوئی اور یہ
غریب الوطن اپنے شہر ٹھٹہ کو روانہ ہو گئے۔ ۷۷۰ھ میں مقبول خاں خان جہاں نے
وفات پائی اور اُس کا بڑا بیٹا باپ کا جانشین ہو کر خان جہاں کے خطاب سے سرفراز
کیا گیا۔ ۷۷۵ھ میں ظفر خاں نے گجرات میں وفات پائی اور اُس کا فرزند اکبر دریا خاں
مرحوم پدر کا قائم مقام ہو کر ظفر خاں کے خطاب سے ہم چشموں میں ممتاز ہوا۔ بارھویں
صفر ۷۷۶ھ کو گردش روزگار نے شہنشاہ ہندوستان کے دل پر نا قابل اندمال
زخم لگایا۔ بادشاہ کے بڑے بیٹے شاہزادہ فتح خاں نے دنیا سے رحلت کی۔ بادشاہ کو
اس ہونہار جانشین کی موت کا بیحد صدمہ ہوا اور اس غم سے بادشاہ کی حالت زار
ہو گئی چونکہ ایسے سوانح میں سوا صبر کے اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے بادشاہ نے
بھی رضائے الٰہی پر نظر کر کے ضبط سے کام لیا اور بیٹے کو اپنے حظیرے میں پیوند خاک
کر دیا بیٹے کے غم میں فیروز شاہ کا چند دنوں ایسا خراب حال رہا کہ سلطنت کے
کسی کام کی طرف بھی توجہ نہ کی بادشاہ کو دن رات سوا خون کے آنسو رونے کے
دوسرا کام نہ تھا۔ امیروں اور اعیان سلطنت نے بادشاہ کی کم التفاتی دیکھ کر فیروز شاہ
سے عرض کیا کہ انسان کو ان حادثوں میں سوا راضی برضا رہنے کے اور کوئی چارہ
نہیں ہے اب مہمات سلطنت کو انجام نہ دینا رعایا اور ملک دونوں کے لیئے بیحد
مضر ہے۔ بادشاہ نے بہی خواہوں کی التجا قبول کی اور سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔
فیروز شاہ نے غم دور کرنے کے لیئے شکار کو بہانہ بنایا اور نئی دہلی کے نواح میں

دو کوس تک ایک چار دیواری کھینچ کر اس میدان کو اپنا شکارگاہ قرار دیا اس شکارگاہ کے کچھ نشانات ابتک فیروز شاہ کی یادگار میں موجود ہیں ۷۷۸ھ میں خواجہ شمس الدین دمغانی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ گجرات کے عمال اپنے صوبے کا خراج ادا کرنے میں تساہل کرتے ہیں اور شاہی دیوان کو اپنی کاہلی کا معقول جواب نہیں ادا کرتے۔ اگر اس صوبے کا انتظام میرے سپرد کر دیا جائے تو میں اقرار کرتا ہوں کہ سو ہاتھی اور چالیس لاکھ تنگہ اور چار سو حبشی اور ہندی غلام اور دو سو عربی اور عراقی گھوڑے معمولی خراج کے علاوہ سالانہ پیشکش کرتا رہونگا بادشاہ نے حکم دیا کہ اگر ظفر خاں کا نائب شمس الدین ابورجا دمغانی سے پیش کردہ شرائط پر گجرات کی صوبہ داری قبول کرے تو اُس کا حق مرجح سمجھا جاوے ورنہ صوبے کی حکومت شمس الدین دمغانی کے سپرد کر دیجائے۔ ابورجا نے ان شرطوں کو قبول نہ کیا اور گجرات کی صوبہ داری دمغانی کے حوالے کی گئی۔ فیروز شاہ نے دمغانی کو زریں ٹپکا اور نقرہ چوندول مع خلعت و انعام کے دے کر گجرات روانہ کیا۔ دمغانی اپنے شرائط پورے نہ کر سکا اور اُس نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی چونکہ گجرات کے دوسرے عمال اور گماشتے دمغانی کے ہاتھوں خون جگر پی رہے تھے ان لوگوں نے موقع پا کر دمغانی کو تہ تیغ کیا اور اس کا سر بادشاہ کی بارگاہ میں بھجوا دیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ فیروز شاہ کے سارے زمانے میں صرف یہی ایک واقعہ دمغانی کی بغاوت کا پیش آیا۔ دمغانی کے قتل کے بعد بارگاہ فیروزی کا ایک تربیت یافتہ امیر ملک مفرح فرحت الملک کے خطاب سے گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ فیروز شاہ نے اس واقعے کے بعد سرحدی شہر اپنے معتبر امیروں کے سپرد کر دئے۔ کڑہ۔ مہوبہ اور اس کے اطراف کی حکومت ملک شمس الدین سلیمان بن ملک مروان دولت کے سپرد کی گئی۔ اور حسام الملک برودہ۔ سندیہ اور کول کا صوبہ دار بنایا گیا۔ اس طرح جونپور اور ظفر آباد ملک بہروز کی نگرانی میں دئے گئے اور پنجاب سے سرحد کابل تک نصیر الملک ولد ملک مروان دولت کے حوالہ کیا گیا۔ مختصر یہ کہ اس زمانے سے لیکر فیروز کے آخری عہد تک اُس کے کسی نوکر نے اپنے آقا کی نافرمانی نہیں کی۔ ۷۷۹ھ میں پرگنہ اٹاوہ کے مکھیوں اور چودھریوں نے بغاوت کی۔ بادشاہ ان باغیوں کی نمک حرامی سے بہت غضبناک ہوا اور خود بہ نفس نفیس ان کی سرکوبی کے لیئے دہلی سے روانہ ہوا

ان باغیوں نے بادشاہ کے مقابلے میں صف آرائی کی اور شکست کھا کر پریشان روزگار بنے ان بیوفاؤں میں اکثر تو نذر اجل ہوئے اور بقیہ اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لیے قید میں گرفتار ہوئے فیروز شاہ نے اٹاوہ اکھل اور تیلائی جیسے مشہور مقامات پر مستحکم قلعے تعمیر کرائے اور قلعوں کی حکومت اپنے کارگزار امیروں کے سپرد کر کے خود کامیاب و بامراد دہلی واپس آیا۔ ۷۸۱ھ میں بادشاہ نے سمانہ کا سفر کیا۔ جوناشاہ خان جہاں حاکم سمانہ نے بیش قیمت تحفے بادشاہ کے ملاحظے میں پیش کئے اور شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا۔ بادشاہ سمانہ سے روانہ ہوا اور انبالہ اور شاہ آباد سے ہوتا ہوا کوہ سہارن پور کے دامن میں وارد ہوا۔ راجہ سرمور اور جوار کے دوسرے راجاؤں سے بھی خراج اور پیش کش حاصل کیا اور دارالخلافت واپس آیا۔ اس درمیان میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ کٹھیر کے چودھری مسمی کھرکو نے سید محمود حاکم بداؤں اور اس کے بھائی سید علاء الدین اور سید محمود کو مہمانی کے بہانے اپنے گھر بلایا اور فرصت پاکر تینوں سرداروں کو قتل کر دیا بادشاہ اس واقعے کو سن کر بیحد غضبناک ہوا اور جلد سے جلد سفر کی تیاریاں کر کے بداؤں روانہ ہو گیا۔ ۷۸۲ھ میں فیروزی لشکر نواح کٹھیر میں پہونچا۔ شاہی فرمان کے مطابق سپاہی ہر گھر میں تاخت و تاراج کرنے لگے اور شہر کے باشندے نذر شمشیر ہونے لگے۔ اس قدر غیر مسلم تہ تیغ کئے گئے کہ خود ان مرحوم سادات کی روحیں ان کی سفارش خواہ ہوئیں۔ کھرکو نے بھاگ کر کوہ کمایوں میں پناہ لی شاہی فوج نے اس کا پیچھا کیا اور وہاں کی رعایا مسلمان سپاہیوں کے تاخت و تاراج کا شکار ہوئی اور تقریباً تیئیس ہزار غیر مسلم نظر بند کیے گئے۔ کھرکو ایسا پہاڑوں کے غار میں چھپا کہ باوجود تلاش و جستجو اس کی موت و زندگی کا کچھ پتہ نہ چلا۔ برسات کا زمانہ قریب آچکا تھا بادشاہ نے بھی واپسی کا ارادہ کر لیا اور دہلی روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت فیروز شاہ نے ملک داؤد افغان کو مرتبۂ اعلیٰ پر پہونچا کر اسے سنبل کا حاکم مقرر کیا اور حکم دیا کہ داؤد ہر سال پورے جوش انتقام کے ساتھ کٹھیر آکر اس ملک کو خوب تباہ و برباد کیا کرے فیروز شاہ خود ہی ۷۸۷ھ تک ہر سال دہلی سے سنبل شکار کھیلنے آتا تھا اور جو کچھ کہ داؤد افغان نہ کر سکتا وہ خود بادشاہ کے ہاتھوں پورا ہوتا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ قہر و غضب کے زمانے میں گجرات میں ایک جریب زمین میں بھی کاشت نہ ہو سکی اور

اتنے زمانۂ دراز تک شہر کے باشندے کسی رات بھی آرام سے نہ سو سکے مختصر یہ کہ تین سیدوں کے قتل نے ہزاروں غیر مسلموں کا خون بہا دیا اسی سال بادشاہ نے موضع بسولی میں جو بداؤں سے سات کوس کے فاصلے پر آباد ہے ایک مضبوط حصار تعمیر کرایا۔ بادشاہ نے اس حصار کو فیروز پور کے نام سے موسوم کیا لیکن ملک کے ستم ظریفوں نے حصار کو آخر پور کے نام سے پکارنا شروع کیا چنانچہ حقیقتاً ایسا ہی ہوا کہ اس قلعے کے بعد فیروز شاہ کو کوئی حصار یا مسجد یا سرائے تعمیر کرانا نصیب نہوا اور آخر کار وہی ہوا جو لوگوں کی زبانوں پر پہلے سے جاری ہو چکا تھا چنانچہ یہ قلعہ آج تک آخر پور ہی کے نام سے دنیا میں مشہور ہے۔ اسی سال بادشاہ پر بڑھاپے کی کمزوری طاری ہوئی اور خانجہاں وزیر نیابت سے بادشاہت کے مرتبے تک پہونچ گیا۔ خان جہاں فیروز شاہ پر ایسا حاوی ہو گیا کہ جو کچھ وزیر کہدیتا بادشاہ اسی کے مطابق احکام جاری کرتا تھا اس تسلط کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ ۷۸۹ھ میں خان جہاں نے بادشاہ سے کہا کہ شاہزادے محمد خاں نے ظفر خاں۔ سماالدین۔ ملک یعقوب اور ملک کمال وغیرہ امیروں سے سازش کرلی ہے اور بادشاہ کی نسبت برا ارادہ رکھتا ہے۔ بادشاہ مختل ہو چکا تھا خان جہاں کا جادو چل گیا اور اُس کی بات کا فیروز شاہ کو یقین آگیا بادشاہ نے اسی وقت شاہزادے کی گرفتاری کا حکم صادر فرما دیا۔ خان جہاں نے ظفر خاں کو حساب فہمی کے بہانے سے مہوبہ سے بلا کر اپنے گھر میں نظر بند کر لیا اور شاہزادے کی گرفتاری کی تدبیریں کرنے لگا شاہزادہ اس گھات سے واقف ہو گیا اور اپنے مکان پر پہرہ بٹھلا کر بالکل خانہ نشین ہو گیا۔ ہر چند خان جہاں نے شاہزادہ کو دربار میں بلایا لیکن محمد خاں کسی طرح بھی اُس کے جال میں نہ پھنسا۔ ایکدن شاہزادہ اپنے جسم پر ہتھیار لگا کر اور ایک میانے میں سوار ہو کر چلا میانے کو چاروں طرف سے پردہ پوش کر دیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ شاہزادے کی حرم بادشاہی محلات میں ملاقات کے لئے جا رہی ہیں محافہ دربار سے گزرتا ہوا محل میں گیا۔ شاہی بیگمات نے شاہزادہ کو ہتھیار بند دیکھا اور تمام عورتیں چلاتی ہوئی دوڑیں کہ شاہزادہ اپنا کام کرنے کے لئے محل میں آگیا لیکن اس پاک باطن شاہزادے نے کسی کا غل و شور کچھ نہ سُنا اور سیدھا بادشاہی محل میں چلا گیا اور اسی طرح ہتھیار بند باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیروز شاہ کا قدمبوس ہوا اور دست بستہ عرض کیا کہ

خان جہاں نے میرے اوپر جھوٹے الزام لگا کر بادشاہ کو مجھ سے برگشتہ کر دیا ہے کسی بیٹے نے آج تک باپ کو قتل نہیں کیا اور اگر کسی نالائق فرزند سے ایسا فعل ظہور پذیر ہوا بھی ہے تو اُس نے اپنی زندگی اور جوانی سے کبھی نیک ثمرہ نہیں حاصل کیا ہے۔ خان جہاں کے اس چال کا مقصد یہ ہے کہ میرا اور دوسرے خاندان شاہی کے بہی خواہوں کا قدم درمیان سے اُٹھا کر خود بادشاہ بنے۔ بادشاہ کو شاہزادے کی بات کا یقین آگیا اور اس کو گود میں لے کر شفقت سے پیار کیا اور کہا کہ تجھے اختیار ہے خان جہاں کو تہ تیغ کر کے ظفر خاں کو قید سے آزاد کر۔ شاہزادہ محمد خاں نے تمام ہاتھیوں اور شاہی گھوڑوں کو تیار کیا اور فیروز شاہی غلاموں کو جن کی تعداد دس یا بارہ ہزار تھی ساتھ لے کر آخر رات خان جہاں کے مکان کو جا کر گھیر لیا۔ خان جہاں کو اس محاصرے کی اطلاع ہو گئی اور اُس نے ظفر خاں کو قتل کر ڈالا اور خود چند ہمراہیوں کے ساتھ مسلح ہو کر مکان کے باہر نکلا اور حریف سے لڑا لیکن زخمی ہو کر کمزور ہو گیا اور پھر گھر کے اندر پناہ گزیں ہوا اور مکان کے دوسرے دروازے سے نکل کر میوات بھاگ گیا۔ خان جہاں نے کوکا چوہان کے گھر میں پناہ لی اور شاہزادہ محمد خاں نے اُس کے گھر کو تاخت و تاراج کر کے اُس کے مددگاروں اور بہی خواہوں کو چن چن کر قتل کیا۔ شاہزادہ خان جہاں کو خانماں برباد کر کے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا چونکہ فیروز شاہ اب بہت بوڑھا اور کمزور ہو گیا اس لیے اپنے بیٹے شاہزادہ محمد خاں کو ناصر الدین محمد کا خطاب دیکر اپنا جانشین بنا دیا اور خود گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر خدا کی عبادت میں مشغول ہوا۔ ناصر الدین محمد نے شعبان ۷۸۹ھ میں تخت سلطنت پر جلوس کیا اور مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا ناصر الدین نے حکم دیا کہ جمعے کے روز خطبے میں دونوں بادشاہوں کی نصرت کی دعا مانگی جائے اور دونوں کے نام پر خطبہ پڑھا جائے۔ ناصر الدین نے ارکان دولت میں کوئی تغیر نہیں کیا اور سبھوں کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا۔ ملک یعقوب اختر بیگ سکندر خاں کے خطاب سے گجرات کا حاکم مقرر کیا گیا۔ ملک راجو کو مبارز خاں اور کمال عمر کو مفتی الملک مقرر کر کے ان دونوں کی عزت افزائی کی گئی۔ ملک یعقوب سکندر خاں میوات کے نزدیک پہونچا اور کوکا چوہان جس کے دامن میں خان جہاں نے پناہ لی تھی اپنے مآل کار سے ڈرا۔ کوکا چوہان نے بادشاہی اطاعت کا ارادہ کر کے خان جہاں کو

پابہ زنجیر ملک یعقوب کے پاس بھیجدیا۔ ملک یعقوب نے خان جہاں کو قتل کر کے اس کا سر دہلی روانہ کیا اور خود گجرات کی طرف بڑھا۔ ۷۸۹ھ میں ناصرالدین محمد کوہ پایہ سرمور کی طرف شکار کھیلنے روانہ ہوا۔ ناصرالدین نے دو مہینے کوہ پایہ میں قیام کیا لیکن سرموری میں اُس نے سُنا کہ فرحتہ الملک اور امیران صدہ گجرات نے ایکا کر کے مخالفت کی آگ بھڑکائی ہے اور ملک یعقوب سکندر خاں کو قتل کر کے اُس کے مال و اسباب پر قابض ہو گئے ہیں۔ ناصرالدین یہ خبر سنتے ہی دہلی پہونچا اس نے ابھی زمانے کا نشیب و فراز نہ دیکھا تھا اپنی ناتجربہ کاری سے گجرات کے ہنگامۂ فساد پر کچھ توجہ نہ کی اور عیش و عشرت میں زندگی کے دن بسر کرنے لگا۔ اس ناتجربہ کار فرمانروا نے باپ کے پختہ کار درباریوں اور حاشیہ نشینوں کو خاک مذلت پر بٹھا کر اپنے نوعمر اور نوآموز مصاحبوں کو مسند عزت پر بٹھایا۔ چونکہ فیروز شاہ ابھی زندہ تھا ناصرالدین کا یہ فعل بوڑھے بادشاہ کے ہمنشینوں کو بیحد ناگوار ہوا ملک یعقوب سکندر خاں کے واقعے کے پچاس روز بعد ملک بہاء الدین اور ملک کمال الدین نے جو فیروز شاہ کے بھتیجے تھے سازش کی اور فیروز شاہی غلاموں کو جن کی تعداد بقول صاحب تاریخ مبارک شاہی ایک لاکھ تھی اپنا ہم خیال بنا کر ایکبارگی ناصرالدین سے برگشتہ ہو گئے۔ ناصرالدین نے ملک ظہیرالدین لاہوری کو باغیوں کی تنبیہ کے لیئے روانہ کیا۔ ملک ظہیرالدین اس میدان میں جہاں کہ فیروز شاہی لشکر جمع تھا پہونچا اور فیروزی غلاموں نے اس پر پتھر کی بوچھاڑ شروع کی۔ ملک ظہیرالدین زخمی ہو کر واپس آیا اور سارا حال ناصرالدین محمد سے بیان کیا۔ ناصرالدین نے لشکر مرتب کیا اور خود ان باغیوں کے سر پر پہونچا ایک شدید معرکہ آرائی کے بعد ناصرالدین کو فتح ہوئی اور شاہی غلام بھاگ کر فیروز شاہ کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے غلاموں نے دربار فیروزی کو اپنے ہاتھ میں لیا اور دوبارہ ناصرالدین کے مقابلے میں لڑنے کے لیئے تیار ہوئے۔ دارالخلافت میں ہنگامۂ قتل و غارتگری گرم ہوا اور دو روز کامل خون کی ندیاں بہائیں لیکن باوجود اس سرفروشی و کوشش کے بھی کسی فریق کے پیر میدان جنگ سے نہ اُکھڑے۔ تیسرے دن غلاموں نے یہ چالاکی کی کہ خواہ مخواہ بوڑھے بادشاہ کو حرم سرا سے باہر نکالا اور پالکی میں بٹھا کر میدان میں لے آئے۔ شاہی فیل بانوں کو فیروزی چتر و اثاثہ نظر آیا اور سب یہ سمجھے کہ

فیروز شاہ اپنے ذاتی ارادے سے ناصرالدین محمد سے لڑنے آیا ہے۔ تمام فیلبان شاہزادے سے جدا ہو کر بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے۔ ناصرالدین نے یہ حال دیکھ کر لڑائی سے کنارہ کشی کی اور کوہ پایہ سرمور کی طرف بھاگا شاہزادے کا تمام مال و اسباب تباہ و تاراج ہوا۔ بادشاہ ضعف پیری کی وجہ سے اپنے حواسوں میں نہ تھا فیروز شاہ نے غلاموں کے اصرار و بیجا دباؤ سے اپنے پوتے تغلق شاہ ولد شاہزادہ فتح خاں کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اپنے داماد امیر سید حسن کو جو ناصرالدین کا بہی خواہ تھا غلاموں کے کہنے سے تہ تیغ کیا تغلق شاہ نے دادا کی زندگی میں پہلا حکم یہ دیا کہ ناصرالدین محمد کے بہی خواہ چن چن کر قتل کیے جائیں۔ تغلق شاہ نے ملک سلطان شہ خوشدل کو جو امرائے فیروز شاہی میں بڑے پایے کا امیر تھا سمانہ روانہ کیا اور ملک سلطان کو حکم دیا کہ ناصرالدین محمد کے دست و بازو یعنی عالی خاں حاکم سمانہ کو گرفتار کر کے اپنے ہمراہ دہلی لائے اور سمانہ کی حکومت محمد شاہ کے سپرد کر دے اسی دوران میں فیروز شاہ نے کچھ اوپر نو دسال کی عمر میں تیرھویں رمضان ۷۹۰ھ کو اس دنیا سے رحلت کی۔ اس بادشاہ نے تقریباً چالیس سال حکومت کی۔ فیروز شاہ فاضل و عادل تھا۔ رحم و بردباری اس کی سرشت میں داخل تھے۔ رعایا اور سپاہی دونوں اس سے راضی اور خوش رہے۔ فیروز شاہ کے زمانے میں کسی شخص کو ظلم و ستم کرنے کی مجال نہ تھی۔ اس بادشاہ نے اپنے حالات میں خود ایک کتاب تصنیف کی ہے جو فتوحات فیروز شاہی کے نام سے مشہور ہے۔ فیروز شاہ پہلا فرمانروا ہے جس نے افغانوں پر بھروسا کیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ فیروز شاہ نے افغانوں پر بیحد نوازش کی اور جو افغان امیر کہ محمد تغلق کے عہد میں یک صدی منصبدار تھے ان کو یک ہزاری امرا میں داخل کر کے سرحد کی حفاظت انھیں افغان امیروں کے سپرد کی۔ فیروز شاہ سے پہلے افغانوں نے یہ منزلت کسی عہد میں نہیں حاصل کی۔ اس بادشاہ نے اڑتیس سال نو مہینے حکمرانی کی وفات فیروز اس فرمانروا کی تاریخ رحلت ہے۔ فیروز شاہ امیر تیمور صاحبقراں کا ہمعصر تھا علامہ ضیاء برنی نے تاریخ فیروز شاہی اسی فرمانروا کے عہد میں تصنیف کی اور اسی بادشاہ کے نام سے اپنی کتاب کو موسوم کیا۔ نظام الدین احمد اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ بہت سے آئین عدل اور قوانین انصاف فیروز شاہ کے عہد میں وضع کیے گئے جن سے

خلق خدا نے امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کی۔ ان تمام ضوابط میں مندرجہ ذیل تین ضابطے یادگار اور بیحد قابل قدر ہیں۔

پہلا ضابطہ۔ بادشاہ نے سیاست کو جو حکمرانی کا جزو اعظم ہے بالکل ترک کر دیا فیروز شاہ نے اپنے عہد میں کسی مسلمان یا ذمی کو کسی طرح کی سزا نہیں دی۔ اس عالی حوصلہ فرمانروا نے اپنے انعامات اور جود وسخا کی بارش سے سیاست کے سیاہ دھبوں کو بالکل اپنے دفتر حکمرانی سے دھو دیا بادشاہ کے مربیانہ سلوک نے رعایا کو بالکل اس کا گرویدہ بنا لیا اور ملک کا ہر شخص فیروز شاہ کا کلمہ پڑھنے لگا۔

دوسرا ضابطہ۔ رعایا سے خراج اُن کی حیثیت اور محاصل کے اعتبار سے وصول کیا جاتا تھا۔ فیروز شاہی عہد میں خراج پر اضافہ اور توفیر یک قلم موقوف کر دی گئی فیروز شاہ کسی کی غمازی پر کان نہ دھرتا تھا اور یہی وہ ضابطہ تھا جس نے فیروزی زمانہ کو ہندوستان کے لئے عہد اقبال و برکات ثابت کیا۔

تیسرا ضابطہ۔ خدا ترس اور ایماندار لوگ عامل اور صوبہ دار مقرر کئے جاتے تھے۔ بادشاہ کسی شریر اور بدنفس شخص کو حاکم نہ بناتا تھا چونکہ بادشاہ خود تمام محاسن کا مجموعہ تھا اس لئے ہر امیر اور حاکم میں بھی فیروزی خوبیوں کی جھلک نمودار تھی فیروز شاہ کے انعامات اور اس کے جود وسخا کے مقابلے میں ہر فرمانروا کی بخشش و عطا کا پلہ بہت ہلکا ہے۔ اس انصاف پرور فرمانروا نے فیروز آباد کی جامع مسجد کے ہشت پہلو برج پر اپنی تصنیف فتوحات فیروز شاہی کی ساری عبارت کندہ کرائی ہے۔ اس کتاب میں وقائع فیروز شاہی کو آٹھ مختلف فصلوں میں بیان کیا ہے مشہور ہے کہ بادشاہوں کا کلام سارے کلام کا بادشاہ ہوتا ہے اس لئے اہم اور مختصر عبارت فتوحات فیروز شاہی کی تبرکاً معرض تحریر میں آتی ہے۔ اس عبارت کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تاریخ کو پڑھکر اس عالی حوصلہ اور رحم دل فرمانروا کی نیک نفسی اور ستودہ صفاتی سے ارباب بصیرت کو پوری آگاہی ہو جائے۔

پہلی فصل مسجد کے اوقاف اور اس کے مصارف کی نصیحت اور وصیت کے بیان میں ہے۔

دوسری فصل میں فیروز شاہ لکھتا ہے کہ پرانے وقتوں میں خفیف جرم پر بھی

شاہد بد سزائیں دی جاتی تھیں اور بیگناہ خون کا بہانا اور دوسرے وحشت ناک عذاب یعنی ہاتھ پاؤں یا ناک اور کان کاٹ ڈالنا۔ آنکھوں سے اندھا کرنا ہڈیوں کو میخ کوب سے توڑنا۔ زندہ آگ میں جلا دینا۔ لوہے کی میخیں ہاتھ اور پیر پر ٹھونکنا۔ کھال کھینچنا پیر کا سا جسم کو دو پارہ کر دینا یا اسی طرح کی اور بہت سی سیاست کی نا قابل برداشت سزاؤں کا دینا بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ خدائے تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق عنایت کی کہ میں نے اس طرح کی تمام سزاؤں کو منسوخ کیا۔ شاہان سلف جن کی کوشش اور جان فشانی سے ہندوستان دارالاسلام بنا آنکھ سے دور ہوتے ہی دل سے بھی دور ہو گئے تھے اور ان کے نام خطبوں سے نکال ڈالے گئے تھے میں نے اپنے زمانے میں ان مغفور فرمانرواؤں کے نام خطبات میں داخل کیے تاکہ ان کی یاد زندہ اور ان کی روح دعائے مغفرت سے مرحوم ہوتی رہے بہت سے مدات محض ظلم و جبر سے رعایا سے لیے جاتے تھے اور ہر سال یہ رقم بھی خراج مقررہ کے ساتھ وصول کر کے شاہی خزانے میں داخل کی جاتی تھی مثلاً رقومات چرائی۔ گلفروشی۔ نیلگری۔ ماہی فروشی۔ ندافی۔ ریسمان فروشی۔ نخود بریاں گری دوکانانہ۔ خمارخانہ۔ داوستگی۔ کوتوالی۔ اور احتساب وغیرہ۔ میں نے ان تمام رقومات کو یک قلم منسوخ کیا۔ اور یہ عہد کر لیا کہ جو مال خلاف سنت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ ہرگز خزانہ شاہی میں نہ داخل ہوگا۔ میرے عہد سے پہلے دستور تھا کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ سپاہ میں تقسیم کیا جاتا تھا اور چار حصے دیوانی میں داخل ہوتے تھے میں نے اس رسم کو بھی قطعاً موقوف کیا۔ اور شریعت اسلام کے موافق پانچواں حصہ دیوانی کو دیا اور چار حصے فوج کے لیے مخصوص کر دئے۔ بدمذہبوں۔ ملحدوں اور بدعقیدوں کو جو خلق خدا کی گمراہی کا باعث تھے اپنے ملک سے خارج کر دیا۔ ان فرقوں کی تمام رسموں اور رواجوں کی کتابوں کی عادتوں کو میں نے یک قلم منسوخ کیا۔ ریشمی کپڑا پہننا اور چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال کرنا ملک میں عام طور پر مردوں میں بھی رائج ہو گیا تھا میں نے ان تمام عادتوں کو ترک کیا۔ مسلمان اور حاجت مند عورتیں مزاروں اور بتخانے میں جا کر فتنہ و فساد کا باعث ہوتی تھیں میں نے حکم دیا کہ ایسے مجمعوں میں عورتیں ہرگز شریک نہ ہوں۔ بتخانوں کے عوض میں میں نے مسجدیں تعمیر کرائیں پرانے فرمانرواؤں کے تمام ثواب جاریہ یعنی مسجدیں۔ خانقاہیں مدرسے کنوئیں پل

اور مقبرے جو شکستہ حالت میں ہو گئے تھے اُن کی ازسرنو مرمت کرائی اور اُن کے لیئے اوقاف مقرر کیئے۔ جن لوگوں کو کہ میرے مالک سلطان محمد تغلق شاہ نے اپنی سخت گیر سیاست کا شکار کیا تھا اور اُن کے اعضائے بدن قطع کرائے تھے میں نے ان تمام اعضا بریدہ لوگوں کے وارثوں اور قایم مقاموں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر تلاش کیا اور اُن کو انعام و وظیفہ دے کر راضی کیا اور ان سب سے سلطان مرحوم کے نام علیحدہ علیحدہ معافی نامے لکھا کر تمام کاغذات پر اکابر اور شہر کے شرفا کے دستخط کرائے اور سارے نوشتے اپنے مرحوم مالک کے مقبرے میں رکھوا دئے۔ جہاں کہیں کہ کسی گوشہ نشین یا فقیر کی مجھے اطلاع ملی میں خود اُس درویش کے پاس حاضر ہوا اور اُس کی خدمت کی۔ جو سپاہی اور امیر بوڑھے ہو چکے تھے ان کو پند و نصیحت کی کہ آیندہ گناہوں سے باز رہیں اور گزشتہ خطاؤں پر توبہ کریں۔ ان لوگوں کے وظیفے مقرر کر دئے تاکہ معاش کی فکر سے آزاد ہو کر آخر وقت میں خدا کی یاد کریں۔ ملک کے تمام مدرسوں مسجدوں۔ خانقاہوں۔ حماموں اور کنوؤں پر۔ مدرس۔ پیش امام۔ خادم حجام اور بہشتی مقرر کر کے اُن کے وظیفے جاری کیئے۔ ان واقعات کے بعد بادشاہ کہتا ہے کہ مجھے دو مرتبہ زہر دیا گیا اور میں نے جان بوجھ کر زہر کا پیالہ پیا لیکن خدا نے اس کی مضرت سے مجھے محفوظ رکھا۔ مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ چونکہ تاریخ فیروز شاہی کے اور واقعات میں تفصیلاً لکھ چکا ہوں اس لیئے اصل عبارت کتاب کی قلم انداز کرتا ہوں۔

اس نیک نہاد فرمانروا کے عہد میں جو جدید محل اور رفاہ عام کی عمارتیں تعمیر ہوئیں اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) بند جو (۵۰) عدد

(۲) مسجدیں (۴۰) عدد

(۳) مدرسے (۳۰) عدد

(۴) خانقاہ (۲۰) عدد

(۵) محل اور قصر (۱۰۰) عدد

(۶) دارالشفا (۵) عدد

(۷) مقبرے (۱۰۰) عدد

(۸) حمام (۱۰) عدد

(۹) کنوئیں (۱۵۰) عدد

(۱۰) پل (۱۰۰) عدد

ان کے علاوہ بیشمار باغات رعایا اور ملک کے فائدے کے لیئے بنوائے گئے بادشاہ نے ہر عمارت کو تعمیر کر کے اُس کے مخارج کے لیئے آمدنی وقف کی اور ہر وقف کا ایک نوشتہ لکھ کر اُس کی اجرائی کے احکام نافذ کیئے۔

غیاث الدین تغلق شاہ

بن

فتح خاں بن سلطان فیروز شاہ تغلق

تغلق شاہ نے سلطان فیروز کی وفات کے بعد قصر فیروز آباد میں تخت سلطنت پر جلوس کر کے اپنے کو سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کے نام سے موسوم کیا۔ تغلق شاہ نے مہمات سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے کر سکہ اور خطبہ اپنے نام کا جاری کیا۔ ملک تاج الدین پردہ دار کا فرزند ملک فیروز علی خان جہاں کے خطاب سے سرفراز ہو کر وزیر الممالک مقرر ہوا۔ غیاث الدین ترمذی کو عہدۂ سلاحداری سپرد کیا گیا اور فرحۃ الملک بدستور سابق گجرات کی صوبہ داری پر بحال و برقرار رہا۔ تغلق شاہ نے خان جہاں اور بہادر ناہر کو ایک جرار لشکر کے ساتھ ناصر الدین محمدؒ کی تباہی کے لیئے روانہ کیا۔ ناصر الدین نے سرمور میں سپاہ دہلی کی آمد کی خبر سُنی اور پہاڑ کی چوٹی پر چندے پناہ گزیں ہو گیا۔ شاہی فوج پہاڑ کے دامن میں پہونچ گئی اور ناصر الدین نے مجبوراً اپنے زن و فرزند کو پہاڑ کے ایک مضبوط حصے پر چھوڑا اور خود تغلق شاہ کی فوج سے برسرپیکار ہوا۔ ناصر الدین نے حریف سے شکست کھائی اور میدان جنگ سے منہ موڑ کر جا بہ جا

آوارہ گردی کرتا رہا یہاں تک کہ نگرکوٹ کے قلعے میں پہونچکر پناہ گزیں ہوا۔ نگرکوٹ کا قلعہ بیحد مضبوط اور پائدار تھا شاہی فوج نے اُس کے سر کرنے کی دردسری نہ کی اور دارالخلافت واپس گئی۔ تغلق شاہ پر جوانی کا نشہ چھا گیا اور مہمات سلطنت سے غافل ہوکر دن رات عیش وعشرت میں بسر کرنے لگا۔ بادشاہ نے عدل وانصاف سے بھی کنارہ کشی کی اور ظلم وجور کا بازار گرم ہوا۔ تغلق شاہ نے اپنے حقیقی بھائی سالار شاہ کو نظر بند کیا بادشاہ کا حقیقی چچیرا بھائی ابوبکر شاہ تغلق شاہ سے خوف زدہ ہوکر ایک گوشے میں پناہ گزیں ہوا اور بادشاہ کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے لگا۔ ابوبکر شاہ نے ملک رکن الدین نائب اور چند دوسرے سرداروں کو اپنا ہی خواہ بنا کر علانیہ مخالفت کی آواز بلند کی۔ فیروز شاہی غلاموں نے جو سارے دربار کی جان تھے ابوبکر شاہ کا ساتھ دیا۔ یہ ساری جماعت شاہی دیوان خانے کے اندر گھس گئی۔ اور ان لوگوں نے تغلق شاہ امیر الامرا ملک مبارک کبیر کو تہ تیغ کیا۔ غیاث الدین کو اس ہنگامے کی خبر ہوگئی اور بادشاہ ملک فیروز علی خان جہاں کے ہمراہ قلعے کے اُس دروازے سے جو دریائے جمنا کے کنارے ساحل پر کھلتا تھا قصر شاہی سے باہر نکلا ملک رکن الدین کو تغلق شاہ کے فرار کی اطلاع ہوگئی اور اُس نے غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ بادشاہ کا تعاقب کیا اور فراریوں کو گرفتار کرکے بادشاہ اور خان جہاں دونوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ تغلق شاہ اکیسویں صفر سنہ ۷۹۱ھ کو قتل کیا گیا اس بادشاہ نے کچھ اوپر پانچ مہینے حکمرانی کی۔

ابوبکر شاہ

بن

ظفر خاں بن سلطان فیروز شاہ تغلق

ارکان دولت نے غیاث الدین کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر ابوبکر شاہ کو تخت بادشاہی

پر بٹھایا۔ ملک رکن الدین نائب وزیر مقرر ہوا۔ رکن الدین تھوڑے ہی دنوں میں تمام دربار پر چھا گیا اور اُس نے ارادہ کیا کہ ابوبکر شاہ کو بھی تغلق شاہ کے پہلو میں سلا کر اپنا نصیبہ جگائے ابوبکر شاہ کو رکن الدین کے ارادے سے اطلاع ہو گئی اور قبل اس کے کہ رکن الدین اپنے ارادوں میں کامیاب ہو بادشاہ نے پیش دستی کر کے رکن الدین اور اُس کے ہی خواہ فیروز شاہی غلاموں کا کام تمام کر دیا۔ اس سیاست نے ابوبکر شاہ کی حکمرانی کو تھوڑی تقویت دی لیکن بادشاہ کی بدقسمتی سے اسی زمانے میں سمانہ کے امیران صدہ باغی ہو گئے۔ ان امیروں نے ابوبکر شاہ کے اطاعت گزار حاکم ملک سلطان شہ خوشدل کو قتل کر کے اُس کا سر ناصر الدین محمد کی خدمت میں نگر کوٹ روانہ کیا اور معزول بادشاہ سے سمانہ آنے کی درخواست کی۔ ناصر الدین محمد جالندھر کے راستے سے سمانہ پہونچا اور تخت سلطنت پر جلوس کر کے دہلی پر حملہ آور ہوا ناصر الدین نے کئی مرتبہ شکست کھائی لیکن آخر میں دشمن پر غالب ہوا اور بیسویں ذی الحجہ ۷۹۲ھ میں ابوبکر شاہ کی قربانی کر کے خود تخت سلطنت پر دوبارہ قابض ہوا ناصر الدین کی لڑائیوں کی تفصیل خود اُس کے حالات میں بیان کی جائے گی۔

ابوبکر شاہ نے ایک برس چھ مہینے حکمرانی کر کے دنیا کو خیر باد کیا۔

ناصر الدین محمد

بن

سلطان فیروز شاہ باربک (تغلق)

اس بادشاہ کا پہلا جلوس اُس کے باپ کی زندگی میں چھٹی شعبان ۷۸۹ھ میں ہوا تھا۔ امیران صدہ نے ملک سلطان شہ خوشدل کو قتل کیا اور ناصر الدین کو سمانہ آنے کی دعوت دی ناصر الدین محمد جلد سے جلد نگر کوٹ سے روانہ ہوا اور سمانہ پہونچ کر اُس نے امیروں سے اپنی حکومت کی بیعت لی۔ اسی کے ساتھ بعض دہلی کے

امیر بھی ابو بکر شاہ سے منحرف ہو کر ناصر الدین محمد سے جا ملے دیکھتے ہی دیکھتے بیس ہزار سواروں کا مجمع اُس کے گرد جمع ہو گیا۔ ناصر الدین نے سامانہ سے دہلی کا کوچ کیا اور دہلی کے قریب پہونچکر پچاس ہزار سوار اور اُس کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ ناصر الدین پانچویں ربیع الآخر ۷۹۲ھ کو زبردستی شہر میں داخل ہوا اور کوشک جہاں نما میں مقیم ہوا ابو بکر شاہ نے بھی فیروز آباد میں اپنی لشکر کو ترتیب دیا اور دوسری جمادی الاول کو فیروز آباد کے میدان میں ناصر الدین محمد سے لڑنے کے لیئے خیمہ زن ہوا۔ لڑائی کے دوسرے دن بہادر ناہر ایک بڑی جمعیت کے ساتھ فیروز آباد واپس آیا۔ ابو بکر شاہ کو ناہر کے آنے سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اور ناہر کے پہونچنے کے ایک روز بعد بادشاہ فیروز آباد سے نکل کر ایک کھلے میدان میں ناصر الدین کے مقابلے کے لیئے صف آرا ہوا۔ ابو بکر شاہ کو فتح ہوئی اور ناصر الدین محمد نے دو ہزار سواروں کے ساتھ دریائے جمنا کو پار کر کے دوآبہ میں جا کر پناہ لی۔ ناصر الدین نے اپنے سنجھلے بیٹے ہمایوں خاں کو ملک ضیاء الملک ابو رجا۔ رائے کمال الدین اور رائے خلجی بھٹی کے ہمراہ سامانہ روانہ کیا اور خود جالیسر میں دریائے گنگا کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ غلامان فیروز شاہی نے اول سے آخر تک ناصر الدین محمد کے ساتھ بے وفائیاں کی تھیں اس لیئے ناصر الدین نے حکم عام دیدیا کہ جہاں کہیں یہ گروہ یا ان کا ایک فرد بھی نظر آئے وہیں وہ خود تہ تیغ اور اس کا مال و متاع غارت کر دیا جائے۔ فیروز شاہی غلاموں کی ایک بہت بڑی جماعت رعایا اور غیر رعایا کے ہاتھوں قتل کی گئی۔ ادھر ملک کے باشندے ابو بکر شاہ سے منحرف ہوئے۔ اور باج و خراج کے ادا کرنے سے انکار کرنے لگے اسی درمیان میں ملک سرور شحنہ پیل۔ ملک نصیر الملک حاکم ملتان۔ خواص الملک حاکم بہار۔ رائے سرور اور دوسرے رایان سلطنت اور امرا ناصر الدین سے آملے۔ ناصر الدین کے گرد پچاس ہزار سواروں کا مجمع ہو گیا۔

ناصر الدین نے ملک سرور کو وزارت دے کر خان جہاں کے خطاب سے اُسے سرفراز کیا اور ملک نصیر الملک کو امیر الامرا بنا کر اُسے خضر خاں کا خطاب دیا خواص الملک خواص خاں اور رائے سرور رائے رایاں کے خطاب سے دل شاد کئے گئے اسی طرح دوسرے نامی امرا کو بھی بڑے بڑے خطابوں سے راضی اور

خوش کر کے ناصر الدین نے دہلی کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ ابوبکر شاہ بھی اپنا لشکر ترتیب دے کر دہلی سے باہر نکلا۔ موضع کندلی میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ فریقین میں بڑی خوں ریز جنگ ہوئی چونکہ ابھی ناصر الدین کے مقدر میں گردش باقی تھی ابوبکر شاہ کو فتح ہوئی اور ناصر الدین نے جالیسر میں پناہ لی۔ ابوبکر شاہ نے حریف کا تعاقب کر کے اس کے تمام لشکر اور اسباب کو قتل و غارت کیا اور فتحمند دارالخلافت کو واپس آیا۔ اس درمیان میں ہمایوں خاں نے اپنے باپ اور ابوبکر شاہ کی معرکہ آرائی کا حال سن کر سمانہ سے دہلی پر حملہ کیا اور نواح شہر کو خوب جی کھول کر تاراج کیا ابوبکر شاہ نے ملک شاہین کو ہمایوں خاں کے مقابلے کے لیئے روانہ کیا۔ پانی پت میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور ہمایوں خاں شکست کھا کر سمانے روانہ ہوا اگرچہ دہلی کے لشکر کو ہر مرتبہ فتح ہوتی تھی لیکن چونکہ بانی فساد امیران دارالخلافت خفیہ ناصر الدین سے نامہ و پیغام کر رہے تھے اس لیئے ابوبکر شاہ دہلی کو چھوڑ کر حریف کا تعاقب کرنا خلاف مصلحت سمجھتا تھا لیکن اس مرتبہ ہمایوں خاں کے فرار ہونے سے ابوبکر شاہ ایسا دلیر ہوا کہ امیروں کے مشورے سے ناصر الدین کا قلع و قمع کرنے کے لیئے دہلی سے باہر نکلا اور شہر سے بیس کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔ ابوبکر شاہ جالیسر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ ناصر الدین نے کوتوال اور دوسرے دہلی کے امیروں سے سازش کر کے اپنے اہل و عیال کو تو جالیسر میں چھوڑا اور خود چار ہزار سواروں کی جمعیت سے ابوبکر شاہ سے لڑنے کے لیئے آگے بڑھا۔ ناصر الدین دہلی کے قریب پہونچ گیا اور بجائے اس کے کہ ابوبکر شاہ کے مقابلے میں آئے راہ کترا کر دہلی کی طرف حملہ آور ہوا۔ ابوبکر شاہ کے محافظوں نے ناصر الدین کو روکا لیکن ناصر الدین نے بداؤں دروازے میں آگ لگا دی اور شہر میں داخل ہو کر قصر ہمایوں میں مقیم ہوا۔ شہر کے تمام اعیان اور رئیس ناصر الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے فتح کی مبارک باد دی۔ ابوبکر شاہ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی اور وہ بھی اسی دن دہلی میں داخل ہوا۔ اور ملک بہاء الدین خنگی کو جو ناصر الدین کی طرف سے شہر کی دربانی پر مامور تھا قتل کیا اور قصر ہمایوں کی طرف بڑھا۔ ناصر الدین کے ہمراہی ادھر ادھر منتشر تھے اس لیئے وہ ابوبکر شاہ کا مقابلہ نہ کر سکا اور حوض خاص کے دروازے سے باہر نکل کر جالیسر روانہ ہوا۔ ناصر الدین کے

بعض امیر خلیل خاں باربک۔ آدم اسمٰعیل بادشاہ کا بھانجا وغیرہ ابوبکر شاہ کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر تہ تیغ کیے گئے۔ رمضان سنہ مذکور میں غلامان فیروز شاہی کا سب سے بڑا رکن مبشر حاجب جو اسلام خاں کے خطاب سے معروف تھا ابوبکر شاہ سے منحرف ہوگیا۔ اور ناصر الدین محمد کو اخلاص آمیز عریضہ لکھا اور اُسے دہلی آنے کی دعوت دی۔ اور غلامان فیروز شاہی کی ایک بڑی جماعت کو اپنا ہم نوا بنالیا۔ ابوبکر شاہ کو معلوم ہوگیا کہ ملک کا بہت بڑا حصہ اُس کا دشمن اور ناصر الدین محمد کا گرویدہ ہوگیا ہے اور ناصر الدین محمد نے پھر اپنی جگہ سے جنبش کی ہے اس لیئے ابوبکر شاہ نے مجبور ہوکر اپنے چند ہی خواہوں کے ساتھ دہلی کو خیر باد کہا اور بہادر ناہر کے پاس میوات روانہ ہوا۔ ابوبکر شاہ ملک شاہین صفدر خاں اور ملک بحری کو دہلی میں چھوڑ گیا۔ ناصر الدین۔ ۱۹ رمضان سنہ مذکور میں دہلی پہونچا اور تخت شاہی پر اُس نے جلوس کیا اسلام خاں وزیر الممالک مقرر کیا گیا۔ ناصر الدین نے اپنی حالت درست کرکے شاہی ہاتھیوں کو غلامان فیروز شاہی سے چھین کر اپنے خاص فیلبانوں کے سپرد کردیا۔ ناصر الدین کے اس فعل سے غلام بید آزردہ ہوئے اور تقریباً سب کے سب اپنے اہل و عیال کے ہمراہ رات کو بھاگ کر ابوبکر شاہ کے گرد جمع ہوگئے۔ ناصر الدین نے بقیہ غلاموں کو جو مصر کے شاہی نمک پروردوں کی طرح ہندوستان میں بھی بادشاہ گری کر رہے تھے دار الخلافت سے خارج البلد کردیا مشہور روایت یہ ہے کہ ناصر الدین نے حکم دیا کہ تمام غلامان فیروز شاہی تین دن کے اندر دہلی سے نکل جائیں ورنہ اُن کا مال اور اُن کی جان سب اہل شہر کے لیئے وقف ہے۔ غلاموں کی ایک جماعت تو دار الخلافت سے جلا وطن ہوئی اور جو لوگ باقی رہ گئے۔ اُنھوں نے اپنی حلقہ بگوشی کو چھپایا اور یہ ظاہر کرنے لگے کہ وہ گروہ شرفا میں داخل ہیں۔ ناصر الدین محمد نے ان بنے ہوئے شریفوں کا امتحان اس طرح لیا کہ ہر ایک سے اپنے سامنے لفظ کھڑا کھڑی کا تلفظ کرایا چونکہ یہ لوگ بادشاہ کی طرح اس لفظ کو اپنی زبان سے ادا نہ کرسکے بلکہ پوربیوں اور بنگالیوں کی طرح تلفظ کرنے لگے۔ یہ خود ساختہ شریف بھی تہ تیغ کیے گئے۔ اس فعل میں ناصر الدین کو یہاں تک غلو ہوا کہ بہت سے اصل شریف زادے بھی اپنی پوربیت کی وجہ سے غلاموں کے ساتھ بادشاہی اشتباہ کی نذر ہوگئے۔ ناصر الدین نے

مہمات سلطنت کی باگ ہاتھ میں لے کر اطراف و نواح سے لشکر جمع کیا اس دوران میں ناصرالدین کا فرزند ہمایوں خاں بھی سمانہ سے ایک بڑی جمعیت کے ساتھ دہلی آگیا۔ ناصرالدین کو بیٹے کے آنے سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اب ناصرالدین نے ابوبکر شاہ کی تباہی پر کمر ہمت باندھی اور ہمایوں کو اسلام خاں عادل خاں۔ رائے کمال الدین اور رائے خلجی وغیرہ نامی امیروں کے ساتھ ابوبکر شاہ کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ ہمایوں کا لشکر کوٹلے پہونچا اور ماہ محرم ۷۹۳ھ میں ابوبکر شاہ نے بہادر ناہر اور غلامان فیروز شاہی کی ہمراہی میں ہمایوں کے لشکر پر چھاپہ مارا۔ اس شبخون نے ہمایوں کے اکثر لشکریوں کو زخمی کیا لیکن شہزادے نے جوانمردی کی اور ابوبکر کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔ اسلام خاں بھی جلد اپنے حواس میں آگیا اور شہزادے کی مدد کو آیا۔ ابوبکر شاہ تھوڑی دیر تو لڑتا رہا لیکن آخر مجبور ہو کر کوٹلے میں قلعہ بند ہو گیا۔ ناصرالدین محمد شاہ نے یہ خبر سنی اور جلد سے جلد میوات پہونچ گیا۔ ابوبکر شاہ اور بہادر ناہر نے اب سوا اطاعت کے چارہ کار نہ دیکھا اور دونوں خادم و مخدوم ناصرالدین محمد کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ناصرالدین نے بہادر ناہر کو رخصت کیا اور ابوبکر شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر کنڈی پہونچا اور وہاں سے اماں گرفتہ حریف کو میوات کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔ ابوبکر شاہ نے اسی قید میں وفات پائی۔ ناصرالدین محمد شاہ دہلی آیا اور اُسے معلوم ہوا کہ فرحت الملک حاکم گجرات باغی ہو گیا بادشاہ نے فرحت الملک کے بجائے ظفر خاں کو گجرات کا حاکم مقرر کیا۔ ناصرالدین نے جس عزت اور شان کے ساتھ ظفر خاں کو گجرات روانہ کیا اس کی تفصیل شاہان گجرات کے حالات میں بیان کیجائیگی۔ ۷۹۴ھ میں رائے نرسنگ۔ سروادھوں راٹھور اور بیر بہان بہسور کا چودھری جو غیر مسلموں میں سب سے زیادہ طاقتور اور شوریشت تھے بادشاہ سے باغی ہوئے ناصرالدین نے ہندو سرکشوں کی بغاوت کا حال سُنا اور اسلام خاں کو ان شور پشتوں کے سردار رائے نرسنگھ کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ رائے نرسنگھ نے اسلام خاں کے مقابلے میں صف آرائی کی لیکن شاہی فوج سے شکست کھا کر صلح کا طلبگار رہا اور ناصری حلقہ بگوشوں میں داخل ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اسی دوران میں ناصرالدین کو معلوم ہوا کہ اٹاوے کے چودھری نے سرکشی کر کے

قصبہ بلاراہم اور دیگر نواح کے پرگنوں کو تاخت وتاراج کیا ہے۔ بادشاہ ان سرکشوں کی تنبیہ کے لیئے خود روانہ ہوا اور اٹاوے کے قلعے کو مسمار کرکے قنوج پہونچا اور اس نواح کو تاراج کرکے جالیسر آیا۔ ناصرالدین محمد جالیسر کی سرزمین کو اپنے لیئے مبارک سمجھتا تھا بادشاہ نے اس شہر میں ایک قلعہ تعمیر کرکے حصار کو محمد آباد کے نام سے موسوم کیا۔ اس زمانے میں خواجہ جہاں کا ایک خط بادشاہ کے نام آیا جس میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ اسلام خاں کی نیت بد ہے اور یہ حرص وطمع کا شکار ہی جلد سے جلد لاہور پہونچکر فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے والا ہے۔ ناصرالدین جلد سے جلد دہلی پہونچا بادشاہ نے اسلام خاں کو اپنے سامنے بلاکر اس سے بازپرس کی اسلام خاں نے واقعے سے صاف انکار کیا۔ جاجو نام ایک ہندو نے اور خود اسلام خاں کے بھتیجے نے جو پہلے سے اس کے دشمن تھے اسلام خاں کے مقابل جھوٹی گواہی دی۔ ناصرالدین پہلے ہی سے اسلام خاں سے خوف زدہ ہوچکا تھا ان گواہوں کے بیان پر اعتبار کرکے بادشاہ نے اسلام خاں کو تہ تیغ کیا اور خواجہ جہاں کو منصب وزارت عطا کیا۔ خواجہ جہاں اب بادشاہ کی ناک کا بال ہوگیا اور ملک مقرب الملک محمد آباد کی حکومت پر سرفراز ہوکر اپنے صوبے کو روانہ ہوا۔ ۷۹۵ھ میں سردادھن راٹھور اور بیربھان نے پھر بغاوت کی۔ ملک مقرب نے بادشاہی حکم پاتے ہی محمد آباد کے لشکر کو ساتھ لے کر باغیوں پر حملہ کیا اور اس فتنے کو فرو کرکے اپنے صوبے کو واپس آیا ناصرالدین نے شوال ۷۹۵ھ کو میوات کا سفر کیا۔ بادشاہ میوات کو غارت کرتا ہوا دور تک چلا گیا۔ جالیسر پہونچکر ناصرالدین سخت بیمار پڑا۔ عین بیماری کی حالت میں بادشاہ نے سنا کہ بہادر ناہر نے نافرمانی کی اور دہلی کے بعض پرگنوں پر خوب ہاتھ صاف کیا ہے۔ بادشاہ نے باوجود مریض ہونے کے جالیسر سے میوات کا رخ کیا۔ بادشاہ کوٹلے تک پہونچا تھا کہ بہادر ناہر بھی بادشاہ کے مقابلے میں صف آرا ہوا ناہر کو شکست ہوئی پہلے تو حصار کوٹلے میں وہ قلعہ بند ہوا لیکن حصار میں اپنے کو محفوظ نہ سمجھکر جھیر بھاگ گیا۔ ناصرالدین اپنی بنا کردہ عمارت کی تکمیل کے لیئے اسی طرح بیمار محمد آباد جالیسر کی طرف روانہ ہوا یکم ربیع الاول ۷۹۶ھ کو بادشاہ نے ہمایوں خاں کو جو اس زمانے میں دہلی ہی میں مقیم تھا شیخا کھکھر کی سرکوبی کیلیے حصار لاہور روانہ ہونے کا حکم دیا۔ بیٹے نے ابھی دہلی سے قدم باہر بھی نہ نکالا تھا کہ

باپ نے آخرت کا سفر کیا۔ محمد آباد جالیسر میں ناصر الدین کی بیماری دن بدن بڑھتی گئی اور مرض سے برابر گھلتا رہا یہاں تک کہ ۱۷ ربیع الاول ۷۹۶ھ کو وفات پائی۔ بادشاہ کی لاش دہلی لائی گئی اور فیروز شاہ کے پہلو میں حوض خاص کے کنارے ناصر الدین بھی دفن کیا گیا اس بادشاہ نے چھ برس سات مہینے حکمرانی کی۔

سکندر شاہ

بن

ناصر الدین محمد شاہ

ناصر الدین محمد کی رحلت کے بعد ہمایوں خاں نے انیسویں ربیع الاول ۷۹۶ھ تخت سلطنت پر جلوس کر کے اپنے کو سلطان سکندر شاہ کے نام سے مشہور کیا۔ سکندر شاہ نے اپنے باپ کے عاملوں اور حاکموں کو اُن کی خدمت اور جاگیر پر بحال و سرفراز کیا۔ سکندر شاہ کو صرف ایک ہی مہینہ تخت سلطنت پر جلوس کیئے ہوئے گزرا تھا کہ اس کی صحت نے جواب دیا بادشاہ کا مرض دن بدن بڑھتا گیا یہاں تک کہ بیماری کے پندرہ روز بعد سکندر نے بھی باپ دادا کے پہلو میں حوض خاص کے کنارے آرام کیا۔ سکندر شاہ نے ایک مہینے پندرہ دن حکمرانی کی۔

ناصر الدین محمود

بن

ناصر الدین محمد

سکندر شاہ کی وفات کے بعد بادشاہ کے انتخاب میں امیروں میں سخت اختلاف ہوا۔ اس مخالفت نے یہاں تک طول کھینچا کہ پندرہ روز تخت سلطنت خالی پڑا رہا آخر کار خواجہ جہاں کی کوشش سے ناصر الدین محمد کا سب سے چھوٹا بیٹا محمود نام حکمرانی کے لیئے منتخب کیا گیا۔ امیروں نے محمود کو تخت سلطنت پر بٹھا کر اُسے بھی ناصر الدین کے

لقب سے مشہور کیا۔ تمام اراکین سلطنت نے محمود کی حکومت پر بیعت کر کے
اُس کے آگے سر تسلیم جھکایا۔ خواجہ جہاں بدستور سابق وزارت کا کام انجام دیتا رہا۔
مقرب الملک مقرب خان وکیل سلطنت اور امیر الامرا بنایا گیا۔ سعادت خاں کو
عہدۂ باربکی ملا۔ سارنگ خاں حاکم دیپالپور اور دولت خاں وبیر [?] عارض مملکت ہوا۔
دہلی کی شہنشاہی میں پے در پے انقلاب ہونے کی وجہ سے سلطنت کے استحکام میں
فرق آچکا تھا ملک کے چاروں طرف فتنہ و فساد کی آگ بھڑک رہی تھی غیر مسلم
چاروں طرف سے سرکشی اور بغاوت کے خوابیدہ فتنوں کو جگا رہے تھے خصوصاً
شرقی ہندوؤں نے خوب ہنگامہ مچا رکھا تھا۔ ناصر الدین محمود نے خواجہ جہاں کو
سلطان الشرق کا خطاب دے کر بیس عدد ہاتھی اور ایک جرار لشکر کے ساتھ
قنوج اور بہار کے غیر مسلم سرکشوں کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ خواجہ جہاں نے
سلطنت کے شرقی حصے میں امن و اماں قائم کر کے جونپور تک دورہ کیا اور
بنگال کے حاکموں سے چند سال کا خراج اور مقررہ تعداد ہاتھیوں کی وصول کی۔
سارنگ خاں حاکم دیپالپور نے ملتان اور اُس کے نواح کی فوج جمع کی اور شیخا کھکھر
کے مقابلے کے لیئے روانہ ہوا شیخا کھکھر بھی اپنا لشکر ترتیب دیکر اجودھن سے آگے
بڑھا۔ لاہور سے بیس کوس کے فاصلے پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ فریقین میں
یادگار زمانہ جنگ واقع ہوئی لیکن کھکھر کو شکست ہوئی اور میدان جنگ سے بھاگا۔
کھکھر لاہور آیا اور اپنے جورو بچوں کو ساتھ لے کر کوہ جموں پر پناہ گزیں ہوا۔ سارنگ خاں
نے لاہور کی حکومت اپنے چھوٹے بھائی عادل خاں کے سپرد کی اور خود دیپالپور
واپس آیا۔ اس دوران میں ناصر الدین محمود نے مقرب الملک کو سو عدد فیل اور
فوج خاصہ کے ایک گروہ کے ساتھ دہلی میں چھوڑا اور خود گوالیار اور بیانہ روانہ
ہوا۔ سعادت خاں باربک بادشاہ کے ساتھ تھا بادشاہ گوالیار کے قریب پہونچا اور
مبارک خاں پسر ملک راجو ملو خاں برادر سارنگ خاں اور ملک علاء الدین
دہاروال نے سعادت خاں کے قتل کی سازش کی۔ سعادت خاں آگاہ ہو گیا اور
اُس نے مبارک خاں اور علاء الدین کو تلوار کے گھاٹ اُتارا لیکن ملو خاں اُسکے
ہاتھ سے بچکر دہلی بھاگ گیا۔ ناصر الدین محمود اس فساد کے بعد دہلی واپس آیا۔

مقرب الملک نے بادشاہ کا استقبال کیا لیکن شاہی مجلس کا رنگ اپنے خلاف دیکھکر اور ملوخاں جیسے مجرم کو پناہ دینے کے خوف سے بیحد پریشان ہوا۔ مقرب الملک جلد سے جلد شہر میں داخل ہوگیا اور قلعہ بند ہوکر اُس نے لڑائی شروع کردی تین مہینے کامل لڑائی کا سلسلہ جاری رہا کبھی کبھی بیرونی اور اندرون قلعے کی فوجوں میں شمشیر زنی بھی ہوجاتی تھی۔ بادشاہ کو معلوم تھا کہ یہ تمام فساد سعادت خاں کی ذات سے برپا ہوا ہے۔ ناصر الدین اپنے ہمنشینوں اور ساتھیوں کی ترغیب سے محرم ۷۹۷ھ کو شہر میں داخل ہوا اور مقرب خاں سے جا ملا۔ مقرب خاں دوسرے دن اہل شہر کا ایک لشکر تیار کرکے سعادت خاں سے لڑنے کے لئے شہر سے باہر نکلا۔ مقرب الملک کو شکست ہوئی اور مجبوراً پھر شہر میں پناہ گزیں ہوگیا۔ برسات کا زمانہ آچکا تھا اور حصار دہلی بیحد مضبوط اور مستحکم تھا سعادت خاں نے حوالی شہر میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے لشکر کے ساتھ فیروز آباد روانہ ہوا۔ سعادت خاں نے دوسرے امیروں کے مشورے سے نصرت خاں بن فتح خاں بن سلطان فیروز تغلق کو میوات سے فیروز آباد بلوایا اور ناصر الدین نصرت شاہ کے خطاب سے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا سعادت خاں نے بادشاہ کو شاہ شطرنج بناکر تمام مہمات سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ سعادت خاں کی دراز دستی سے دوسرے امیر اور غلامان فیروز شاہی اُس سے آزردہ ہوگئے اور ان لوگوں نے فیل بانوں کو بھی سعادت خاں سے برگشتہ کردیا۔ امیروں اور غلاموں نے نصرت شاہ کو بھی سعادت خاں سے منحرف کرکے اُسے ہاتھی پر سوار کیا اور سعادت خاں کی مدافعت کے لئے روانہ ہوئے۔ سعادت خاں ان واقعات سے بالکل بے خبر تھا اُسے لڑنے کی مہلت نہ ملی اور نصرت شاہ کے سامنے سے بھاگ کر اپنے ہاتھوں خود موت کا شکار ہوا۔ سعادت خاں نے مقرب الملک سے اماں طلب کی اور اُس کے پاس چلا گیا مقرب الملک نے چند ہی دنوں میں سعادت خاں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ فیروز آبادی امیروں نے از سر نو نصرت شاہ کی اطاعت کا حلف اُٹھایا اور بہت سے شہروں پر قابض ہوگئے اس ہنگامے نے دو بادشاہوں کو ایک تخت کا وارث بناکر حکومت دہلی کی طاقت کو دو حصوں میں تقسیم کردیا ناصر الدین محمد دہلی میں فرماں روائی کرتا تھا اور ناصر الدین

نصرت شاہ فیروز آباد میں حکومت کا ڈنکا بجا رہا تھا۔ قاعدہ کے موافق امیروں کے بھی دو گروہ ہوگئے۔ تاتار خاں گجراتی۔ شہاب ناہر اور فضل اللہ بلخی نصرت شاہ کے بہی خواہ بنے اور مقرب الملک اور اُس کے حاشیہ نشین امراء ناصر الدین محمود کی رفاقت کا دم بھرنے لگے۔ ملو خاں المخاطب بہ اقبال خاں حاکم حصار سیری اور بہادر ناہر دونوں فرمانرواؤں سے کنارہ کش اور نتیجے کے منتظر رہے۔ تین سال کامل دونوں مدعیان تخت میں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اس آپس کی خانہ جنگی کا یہ عالم تھا کہ غالب و مغلوب میں تمیز نہ ہوتی تھی۔ کبھی دہلوی فوج غنیم کو فیروز آباد تک بھگا دیتی تھی اور کبھی فیروز آبادی دلی والوں کو پسپا کرا کے انھیں حصار دہلی کے قریب تک پہونچا دیتے تھے۔ خلق خدا کی جانیں طرفین سے ضائع ہو رہی تھیں اور نتیجہ کچھ نہ نکلتا تھا۔ ۷۹۸ھ میں سارنگ خاں حاکم دیبالپور نے خضر خاں حاکم ملتان سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ سارنگ خاں اور خضر خاں میں خونریز لڑائی ہوئی۔ سارنگ خاں کو فتح ہوئی اور ملتان پر اُس کا قبضہ ہوگیا۔ ۷۹۹ھ میں سارنگ خاں نے سمانہ پر دھاوا کیا اور عالی خاں صوبہ دار کو شہر بدر کر کے سمانہ پر بھی قابض ہوگیا۔ نصرت شاہ نے یہ خبر سُنتے ہی تاتار خاں حاکم پانی پت کو ملک الیاس کے ہمراہ ایک جرار لشکر کا سردار بنایا اور اسے سارنگ خاں کے مقابلے کے لیئے روانہ کیا۔ اوائل محرم ۸۰۰ھ میں تاتار خاں نے سارنگ خاں کو شکست دی سارنگ خاں نے میدان جنگ سے ملتان کی راہ لی اور سنا کہ مرزا پیر محمد نبیرۂ امیر تیمور صاحب قران نے اب دریائے سندھ پر کشتیوں کا پل باندھ کر دریا کو عبور کر لیا ہے اور اوچھ کے محاصرے میں مشغول ہے سارنگ نے ملک تاج الدین کو دوسرے امیروں اور ایک جرار لشکر کے ساتھ ملک علی حاکم اوچھ کی مدد کے لیئے روانہ کیا۔ امیرزادے کو ان لوگوں کے آنے کی اطلاع ہوگئی اور دریائے بیاس کے کنارے تک پہونچکر بیخبری کے عالم میں دشمنوں پر حملہ آور ہوا اور اُن کی جماعت کو پریشان کر دیا اس معرکے میں سارنگ کے اکثر سپاہی مقتول اور بعضے غرق دریا ہو کر راہی عدم ہوئے۔ ملک تاج الدین پریشان حال ملتان بھاگا۔ مرزا پیر محمد بہت جلد ملتان پہونچ گیا اور سارنگ خاں پریشانی کے عالم میں قلعہ بند ہوگیا۔ سارنگ خاں چھ مہینے قلعہ بند رہا لیکن آخر کار غلے کی کمی کی

وجہ سے قلعے سے نکل کر اماں کا طلب گار ہوا مرزا پیر محمد نے اُسے مع اُس کے سپاہیوں کے گرفتار کر کے ملتان پر قبضہ کر لیا سارنگ خاں بہت جلد بند قید سے آزاد ہوا اور اس نے پھر اہل ملتان کو اپنا مطیع کر لیا۔ اس سال اقبال خاں اور مقرب الملک میں کشیدگی واقع ہوگئی اور اقبال خاں نے ناصر الدین محمود سے آزردہ ہو کر نصرت شاہ سے یکجہتی کا اظہار کیا نصرت شاہ فوراً سوار ہوا اور حصار سیری میں پہونچکر اُس نے اقبال خاں کو اپنے ساتھ لیا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مقبرے میں دونوں نے ایک دوسرے کی مدد اور وفاداری پر حلف اُٹھایا۔ اس عہد و پیمان کے بعد اقبال خاں نصرت شاہ کو لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ حصار جہاں نما کے اندر لے لیا اور ناصر الدین محمود مقرب الملک اور بہادر ناہر کے ساتھ دہلی کہنہ ہی میں مقیم رہا۔ دو تین دن کے بعد اقبال خاں کا دل نصرت شاہ سے بھی پھر گیا اور اُس نے عہد شکنی کا ارادہ کیا۔ نصرت شاہ کو یہ حال معلوم ہوا اور وہ حصار سیری سے نکل کر بھاگا اقبال خاں نے اُس کا تعاقب کیا اور نصرت شاہ کے ہاتھیوں اور تمام لوازمات بادشاہی پر قابض ہوگیا۔ نصرت شاہ اب فیروز آباد میں نہ ٹھیر سکا اور اپنے وزیر تاتار خاں کے پاس پانی پت روانہ ہوگیا۔ اقبال خاں نے فیروز آباد پر قبضہ کر کے خوب اپنے قدم جمائے اور مقرب الملک کی تباہی کے درپے ہوا دو مہینے کامل اقبال اور مقرب کے درمیان لڑائی جاری رہی لیکن آخر کار بادشاہ اور امیروں نے بیچ میں پڑ کر کوشک جہاں نما کے اندر ان دونوں امیروں کے درمیان صلح کرائی۔ اقبال خاں نے دنیاوی مصلحتوں کا لحاظ کر کے تھوڑے ہی دنوں میں عہد توڑ ڈالا اور حصار سیری سے نکل کر مقرب الملک کے مکان پہونچا اور اُسے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اقبال خاں نے مقرب الملک کو قتل کر کے ناصر الدین محمود پر پورا رعب جما دیا اور بادشاہ کو شاہ شطرنج بنا کر خود اپنی چالیں چلنے لگا اب اُس نے حصار سیری اپنے مددگاروں کے سپرد کیا اور خود بادشاہ کو ساتھ لیکر تاتار خاں کی سرکوبی کے لئے پانی پت روانہ ہوا۔ تاتار خاں نے ہاتھیوں اور دوسرے سامان کو حصار پانی پت میں چھوڑا اور دوسرے راستے سے دہلی کی راہ لی۔ اقبال خاں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور دو ہی تین دن میں حصار کو فتح کر کے ہاتھیوں

اور دوسرے لوازمات پر قابض ہوگیا کامیاب و بامراد دہلی واپس ہوا۔ تاتار خاں دہلی کے قلعے کو اتنی قلیل مدت میں مستحکم نہ کرسکا اور خوف زدہ ہوکر اپنے باپ ظفر خاں کے پاس گجرات روانہ ہوگیا۔ اقبال نے اطمینان کے ساتھ دہلی میں مقام کیا اور مہمات سلطنت کے انجام دینے میں مشغول ہوا لیکن اس نے تھوڑے ہی دنوں چین سے بسر کی تھی کہ امیر تیمور صاحب قران کی آمد آمد اور دریائے سندھ کو عبور کرنے کا غلغلہ ہندوستان میں بلند ہوا۔

امیر تیمور صاحب قران کا حملہ ہندوستان پر

امیر تیمور صاحب قران نے ہندوستان کے فتنہ و فساد کا حال سُنا اور سنہ ۸۰۰ھ میں ہندوستان کی فتح کا ارادہ کرکے دریائے سندھ کو عبور کیا۔ اور بارھویں محرم سنہ ۸۰۱ھ کو چول جلالی کے کنارے جو جلال الدین منکرلی کے قیام کی وجہ اسی نام سے مشہور ہوگئی تھی اپنے ڈیرے ڈالے۔ دامن کوہ کے بعض زمیندار اسی چول میں صاحب قران کی ملازمت سے سرفراز ہوئے۔ شہاب الدین مبارک، دریائے بھیت کے نواح میں اپنے متفرقہ شہروں کی حفاظت کرتا تھا جب مرزا پیر محمد نے ہندوستان پر دھاوا کیا اور تیموری شاہزادہ مولیان جانے کی تیاریاں کرنے لگا تو شہاب مبارک نے مرزا پیر محمد کی ملازمت حاصل کی اور عنایتوں سے سرفراز ہوا لیکن باوجود مرزا کی رعائتوں کے شہاب الدین عہد شکنی کرکے پیر محمد کا مخالف ہوگیا۔ شہاب الدین اپنی خودسری پر جما رہا اور امیر تیمور کی خدمت میں بھی حاضر نہ ہوا امیر تیمور نے شیخ نورالدین کو اُس کے ہم قوم سپاہیوں کے ساتھ شہاب الدین کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ شیخ نورالدین شہاب کے سر پر پہونچ گیا اور پہلے اس نے ایک قاصد بھیج کر شہاب الدین کو اطاعت گزار بنانے کی کوشش کی۔ شہاب الدین نے شہر ہی سے دریا کے کنارے ایک قلعہ تیار کرلیا اور ایک گہرا خندق قلعے کے گرد کھدوا کر آب نیلاب کو اُس خندق میں گرایا۔ وہ اپنے قلعے پر ایسا نازاں تھا کہ اس نے شیخ نورالدین کی ہدایت پر توجہ نہ کی اور لڑنے پر تیار ہوا شیخ نورالدین نے پہلے ہی دن خندق کے پار آکر قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ شہاب الدین شبخون کے ارادے سے قلعے سے باہر آیا فریقین میں بڑی خونریز لڑائی ہوئی لیکن شہاب الدین کو شکست ہوئی اور اُس کے اکثر ساتھی قتل ہوئے۔ شیخ نورالدین کے

بھی بہت سے سپاہی زخمی ہوئے۔ امیر تیمور نورالدین کو شہاب کے مقابلے میں بھیجکر خود بھی اس کے پیچھے جلد سے جلد روانہ ہوچکا تھا۔ دوسری ہی صبح کو پہونچ گیا شہاب الدین شکست کے بعد دو سو کشتیوں پر اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کے ہمراہ سوار ہوکر دریائی سفر کی منزلیں طے کرنے لگا۔ امیر نورالدین خود دریا کے کنارے کنارے شہاب کے تعاقب میں چلا جارہا تھا آخر کار راستے سے واپس آیا۔ تیمور نے شہاب الدین کی مہم سے فراغت حاصل کرکے ساحل دریا کا سہارا لیا اور پانی کے کنارے کنارے خود بھی روانہ ہوا۔ نہر جہوا اور دریائے چناب کے سنگم پر پہونچا اس جگہ ایک مضبوط قلعہ تلبھنہ کے نام سے آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ نہر پر پل باندھا جائے۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور سارا لشکر نہر کے پار اُتر کر تلبھنہ کے میدان میں خیمہ زن ہوا۔ محصول امانی اس شہر کے رہنے والوں پر بھی لگایا گیا اور تھوڑا بہت وصول بھی ہوا۔ لشکر میں غلے کی بہت کمی تھی امیر تیمور نے حکم دیا کہ جہاں کہیں غلہ نظر آئے فوراً ضبط کرکے شاہی فرودگاہ میں پایا جائے۔ بادشاہ کا اتنا کہنا کافی تھا دیکھتے ہی دیکھتے سارا شہر تاراج ہوگیا اور اکثر باشندے جان سے مارے گئے۔ دوسرے دن تلبھنہ سے کوچ کیا گیا اور تیموری فوج نے موضع شاہنواز کے حوالی میں ڈیرے ڈالے۔ اس موضع میں غلہ موجود تھا سپاہیوں نے شاہی حکم پاتے ہی اپنی ضرورت کے موافق غلہ اُٹھا لیا اور باقی انباروں میں آگ لگادی۔ امیر تیمور کو تحقیق کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ اس شہر کے باشندوں نے مرزا پیر محمد جہانگیر کے ورود کے وقت شہزادے کی اطاعت نہ کی تھی اس لیے امیر شاہ اور ملک شیخ محمد وغیرہ نامی امیروں نے شہر میں گھس کر قتل وغارتگری کا بازار گرم کیا اور سوا علما۔ سادات اور مشائخ کے باقی تمام باشندے تیموری تلوار کا لقمۂ اجل بن گئے۔ دوسرے دن لشکر نے اس موضع کے حوالی میں دریائے بیاس کے کنارے قیام کیا اور یہاں پہونچکر امیر تیمور کو معلوم ہوا کہ شیخا کھکر کے بھائی مسمی جسرت نے دو ہزار سپاہیوں کی ایک جماعت فراہم کرکے اپنے قدم مضبوط جمائے ہیں۔ تیمور نے اُسی وقت سامان باربرداری کو تو وہیں چھوڑا اور خود جسرت کی طرف بڑھا۔ تیمور جسرت کے سر پر پہونچ گیا اور سپاہی کیچڑ اور دلدل میں پھنستے پھنستے

جسرت کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ اور ہندوؤں کی جماعت کو ادھر ادھر منتشر کر دیا اور بہت سے ان کے زن و فرزند کو اسیر کیا۔ موضع شاہنواز میں کثرت سے غلہ موجود تھا سپاہیوں نے اپنی ضرورت اور طاقت کے موافق غلہ لے لیا اور باقی انبار میں آگ لگا کر تیسرے دن ساحل بیاس سے کوچ کر کے ایک ایسے ملک میں پہنچے جو غلے اور چارے سے معمور تھا مرزا پیر محمد کے ملتان فتح کرنے کے بعد کی داستان یہ ہے کہ جب برسات کا زمانہ آیا اور بارش کی کثرت نے اکثر گھوڑوں کو ہلاک کیا۔ شاہزادہ مجبوراً شہر میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گیا اطراف و نواح کے دشمن شاہزادے کی پریشانی اور مجبوری سے واقف ہو گئے اور ان کا گروہ کا گروہ رات کو شہر میں گھس کر جو چیز پاتا لے جاتا تھا۔ شاہزادہ اپنے مآل کار میں بیحد پریشان تھا اس لیے کہ ایسی جگہ سے پیادہ لشکر کو نکال لیجانا بیحد مشکل تھا کہ دفعۃً امیر تیمور کا دریائے بیاس کے کنارے گذر ہوا۔ شاہزادے کے جان میں جان آئی اور اپنے لشکر کے ساتھ جس میں بعض سپاہی گاؤ سوار اور بعض پیادہ پا تھے تیمور کے خیمہ گاہ کی طرف چلا۔ شاہزادے نے چودھویں صفر روز جمعہ کو امیر تیمور سے ملاقات کی اور ہندوستان کے تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے تمام چیزوں کو امیروں میں تقسیم کر دیا۔ امیر تیمور نے تین ہزار گھوڑے ایک دن میں شاہزادے کے لشکریوں کو تقسیم کئے۔
شاہزادہ پیر محمد نے حاکم بھٹنیر کی تیمور سے شکایت کی۔ امیر تیمور نے اس حاکم کا تباہ کرنا ضروری سمجھا اور دس ہزار سواروں کے ایک جرار لشکر کے ساتھ اجودھن روانہ ہوا۔ اجودھن کے باشندوں میں بعض نے تو شہر سے بھاگ کر حصار بھٹنیر میں پناہ لی اور بعض اپنی جان پر کھیل کر قصبے ہی میں مقیم رہے۔ امیر تیمور نے اجودھن پہونچکر حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے کی زیارت کی اور وہاں کے باشندوں کو امان دیکر حصار بھٹنیر کی طرف روانہ ہوا۔ ندی کو پار کر کے تیمور خالص کوٹلی میں وارد ہوا۔ کول سے بھٹنیر تک پچاس کوس کا فاصلہ تھا امیر تیمور نے یہ ساری راہ ایک دن میں طے کی بھٹنیر کا قلعہ تمام ہندوستان میں مشہور تھا اور بہت دور دور واقع ہوا تھا۔ امیر تیمور سے پہلے کسی بیگانہ حریف کا قدم وہاں نہ پہونچا تھا اجودھن دیپالپور اور اطراف و نواح کے باشندوں نے قلعے کے

استحکام اور وہاں کی رعیت پر بھروسہ کرکے ہر چہار جانب سے اسی حصار کی راہ لی لیکن پناہ گزینوں کا مجمع زیادہ تھا جتنے مسافر قلعے میں جا سکے وہ تو حصار میں داخل ہو گئے اور باقی مجمع خندق کے کنارے پڑا رہا۔ صاحب قران اجودھن سے روانہ ہو کر ایک منزل میں بھٹنیر پہنچ گیا اور پہلے بیرون حصار کے پناہ گزینوں کو تہ تیغ کیا اور ان کا سارا مال واسباب تیموری لشکر کے قبضے میں آیا۔ حصار بھٹنیر کا حاکم مسمی راؤ خلچی جو ہندی غیر مسلموں میں بڑا مشہور اور جری راجہ تھا اس قلعہ داری سے پورا واقف اور سیاست کے قوانین کا اچھا ماہر تھا۔ چونکہ ہندی زبان میں راؤ کے معنی بہادر کے ہیں اس لیئے راؤ خلچی بہادری کے نام سے اپنے اور بیگانوں میں مشہور تھا۔ راؤ خلچی نے تیمور کی آمد کی خبر سنی اور قلعہ سے نکل کر شہر کے کنارے اپنی صفیں آراستہ کیں۔ چغتائی فوج نے راؤ پر حملہ کیا اور ہندو سردار کو مجبوراً شہر بند ہونا پڑا۔ امیر تیمور نے کمر ہمت باندھی اور سواد شہر پر قیام کر کے لڑائی میں مشغول ہوا۔ ایک سخت اور خونریز معرکے کے بعد تیمور کو فتح ہوئی اور سورج ڈوبتے شہر مسلمانوں کے قبضے میں آگیا شہر کے بہت سے باشندے قتل ہوئے اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ شہر کو فتح کر کے تیمور نے قلعے کی خبر لی اور لشکریوں کو نقب زنی کا حکم دیا۔ راؤ خلچی بہت پریشان ہوا اور عاجزی کے ساتھ امان کا طلبگار ہوا۔ راؤ نے ایک سید کو امیر تیمور کی خدمت میں بھیجا اور ایک دن کی مہلت چاہی اور یہ اقرار کیا کہ دوسرے دن قلعے سے نکل کر امیر کی اطاعت قبول کریگا۔ امیر تیمور نے راؤ خلچی کی درخواست قبول کی اور اپنے قیام گاہ کو واپس آیا لیکن دوسرے دن راؤ قلعے سے باہر نہ نکلا اور اس کی دعدہ خلافی اچھی طرح ظاہر ہوگئی۔ امیر تیمور نے پھر نقب کھودنے کا حکم دیا اور مسلمان سپاہیوں کے نقب زنی شروع کرتے ہی اہل قلعہ نے برجوں پر چڑھکر رونا اور فریاد کرنا شروع کیا اور امان کے خواستگار ہوئے۔ اس کے ساتھ راؤ خلچی کا بیٹا قلعے سے باہر نکلا اور اُس نے بیش قیمت تحفے امیر تیمور کی خدمت میں پیش کیئے۔ دوسرے دن راؤ خلچی بھی حضرت فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے شیخ سعد الدین کو جو اجودھن سے بھاگ کر بھٹنیر میں پناہ گزیں تھے اپنے ہمراہ لیکر امیر تیمور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے قسم قسم کے شکاری جانور اور بہترین تحفے اور ریشمی کپڑے اور تین سو عراقی گھوڑے

تحفے کے طور پر امیر تیمور کی خدمت میں پیش کیے۔ امیر تیمور نے ان تحفوں کو قبول اور راؤ خلجی کو خلعت شاہانہ سے سرفراز کیا۔ امیر سلیمان شاہ اور امیر الہ داد دروازے کے پاسبان مقرر کیے گئے تاکہ یہ امیر اطراف و نواح کے لوگوں کو قلعے سے نکالیں اور جس شخص نے مرزا پیر محمد کے ایک ملازم معروف بہ مسافر کابلی کو قتل کیا ہے اس مجرم کو سزا دیں اور باقی ہر پناہ گرفتہ مال امانی داخل کر کے جہاں چاہے چلا جائے۔ اس حکم کی بنا پر دیبالپور کے پانچ سو باشندے جنھوں نے مسافر کابلی کو اس کے ایک ہزار ہمراہیوں کے ساتھ قتل کیا تھا تہ تیغ کیے گئے۔ امیر تیمور کے اس سلوک سے راؤ خلجی دونوں باپ بیٹے اپنی نادانی سے آزردہ ہو کر لڑنے پر تیار ہوئے۔ تیمور کو انکی نیتوں کا حال معلوم ہوا اور راؤ خلجی کو گرفتار کر کے نظر بند کیا اور اہل شہر سے معرکہ آرائی شروع کی لیکن شہر کے باشندوں کا ایک گروہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر امان کا خواستگار رہا۔ تیمور نے اس گروہ کی درخواست قبول کی اور امیر شیخ نورالدین اور امیر الہ داد مال امانی کی تحصیل کے لیئے شہر میں داخل ہوئے۔ ان امیروں نے اس محصول کے وصول کرنے میں اس قدر سختی کی کہ شہر کے تمام باشندے کیا ہندو اور کیا مسلمان سب جان سے تنگ آگئے۔ رعایا نے اپنے مال و اسباب میں آگ لگادی اور اپنے زن و فرزند کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر کے لڑنے پر تیار ہوئے۔ اس جانباز گروہ نے تیموری فوج کے ایک بڑے حصے کو تہ تیغ کر کے خود بھی عدم کی راہ لی۔ امیر تیمور نے اس شہر کو مسمار کر کے سرستی کا رُخ کیا اور یہاں کے فراری باشندوں کا تعاقب کر کے اُن کو بھی قتل کیا اور اُن کے مال و اسباب کو غارت کر کے فتح آباد پہونچا اس بدنصیب شہر کا وہی حشر ہوا اور فتح آباد کے ساتھ رجب ۸۰۱ھ اہرمنی اور توہینہ کے قلعے بھی تباہ اور برباد کردیئے گئے۔ امیر تیمور نے سامان باربرداری کو توسمانہ بھیجدیا خود اطراف و نواح کے جنگلوں کی طرف متوجہ ہوا اور جتانی قوم کے راہزنوں کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر اُس نواح کے قصباتی سادات کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ تیمور سمانہ سے پانچ گروہ کے فاصلے کیتھل کے گانوں میں خیمہ زن ہوا اور یہیں تمام شاہزادے اور امیر اپنی اپنی مہم سے فارغ ہو کر مختلف راستوں سے سفر کرتے ہوئے کیتھل میں بادشاہ کے گرد جمع ہوئے۔ امیر تیمور نے حکم دیا کہ اب

اُن کی فوج تیورہ کی طرف روانہ ہو۔ بادشاہ پانی پت پہونچا اور حکم دیا کہ تمام لشکری جبہ پہن لیں جاڑے کی زیادتی کے خیال کو مدنظر رکھکر بادشاہ نے دریائے جمنا کو پار کیا اور میان دوآب میں مقیم ہوا۔ لونی کا قلعہ فتح کرکے وہاں کے ہندوؤں کو تہ تیغ کیا۔ یہہ قلعہ دریائے جمنا اور ہنڈن[1] کے درمیان میں واقع ہے ہنڈن ایک گہری ندی ہے جسے سلطان فیروزشاہ تغلق نے دریائے کالپی سے کاٹ کر لونی میں جمنا سے ملایا ہے۔ لونی کے باشندے اکثر آتش پرست تھے۔ تیمور نے اس قلعے کو فتح کرکے دریا کے کنارے عمارات جہاں نما کے پہلو میں قیام کیا اور دریا کی گزرگاہوں کی خود بہ نفس نفیس حفاظت کرنی شروع کی۔ اور امیر سلیمان شہ اور امیر جہاں کو جنوبی دہلی کی لوٹ مار کے لیئے روانہ کیا اور خود سات سو مکمل اور مسلح سواروں کے ساتھ دریائے جمنا کو پار کرکے عمارات جہاں نما کے سیر و تماشے میں مشغول ہوا۔ تیمور دریائی راستے اور لڑائی کے بہترین موقعوں کا اچھی طرح معائنہ کر ہی رہا تھا کہ سلطان ناصرالدین محمود اور اقبال خاں بادشاہ کی اس چھوٹی سی جماعت کو دریا کے اُس پار دیکھکر پانچہزار سوار اور پیادے اور ستائیس ہاتھیوں کی ایک زبردست فوج لیکر شہر سے باہر نکلے۔ تیموری قراول محمد سیف دہلی کے ایک معتبر امیر کو جو خود بھی قراولی پیشہ ہوگیا تھا گرفتار کرکے تیمور کے حضور میں لے آئے اور بادشاہ کے حکم سے اُس کو تہ تیغ کیا۔ تیمور واپس ہوکر اپنے لشکرگاہ کو آیا اور صاحب قرانی قراول جو تقریباً تین سو نفر تھے حریف کے مقابلے میں صف آرا ہوئے۔ سونجگ بہادر اور امیر الہ داد بھی شاہی حکم کی بنا پر ان قراولوں کی مدد کو روانہ ہوئے اور دو لشکر ہزار لیکر دریا کے اُس پار گئے اور تیراندازی میں مشغول ہوئے۔ ملو خاں نے اب جان کی خیر اسی میں دیکھی کہ رزمگاہ سے منہ موڑے تیموری قراولوں نے حریف کا پیچھا کیا اور بہت سے باقی ماندہ دشمنوں کو قتل کرڈالا۔ ایک ہاتھی جس کی قوت جنگی پر دلی والوں کو بڑا بھروسا تھا دوڑنے کی حالت میں زمین پر گر پڑا۔ امیر تیمور نے اس کو فال نیک سمجھکر دوسرے دن غربی لونی سے کوچ کیا اور لونی کے شرقی حصے میں جو دہلی کے مقابل آباد تھا مقام کیا۔ اس یورش میں تمام شاہزادے اور امیر بادشاہ کے حضور میں پھر جمع ہوگئے۔ امیر جہاں اور دوسرے نامی امیروں نے عرض کیا کہ

دریائے سندھ کے کنارے سے لونی کے شرقی حصے تک کی فتوحات میں ایک لاکھ سے زیادہ قیدی گرفتار ہو چکے ہیں جس دن کہ سلطان ناصر الدین اور ملو اقبال خاں غازی مقابلے میں صف آرا ہوئے تھے تو یہہ قیدی حریفوں کی فتح کی امید باندھکر آپس میں خوشیاں منا رہے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہہ قیدی ایکا کر کے کسی دشمن کے لشکر سے جا ملیں۔ یہہ قیدی بیشتر غیر مسلم تھے اس لیئے بادشاہ نے حکم دیا کہ کوئی تیموری سپاہی پندرہ سال سے اوپر کا قیدی اپنی غلامی کے لیئے زندہ نہ رکھے اور جو فوجی اس حکم کی پابندی نکرے وہ خود تلوار کی گھاٹ اُتارا جائے اور ایسے مقتول سپاہی کے مال و اسباب کا مالک وہ شخص ہوگا جو اُس کی نافرمانی کی اطلاع بارگاہ سلطانی میں پہونچائیگا۔ اس حکم کی بنا پر ایک دن میں ایک لاکھ قیدی تہ تیغ کیئے گئے۔ تیمور نے یہہ بھی حکم دیا کہ ہر دس سپاہیوں میں سے ایک سپاہی لڑائی کے دن نو عمر غیر مسلم قیدیوں کی حفاظت اور نگہبانی کے لیئے لشکر میں مقیم رہا کرے۔ غرضکہ تیموری لشکر پانچویں جمادی الاول کو دریائے جمنا کو پار کر کے فیروز آباد کے میدان میں خیمہ زن ہوا۔ فوجی افسروں نے لشکر گاہ کے آگے ایک گہرا خندق کھودا اور بے شمار بیلوں اور بھینسوں کے پانوں اور گردن چمڑے سے باندھکر اس خندق میں پھینکدیا محافظ لوگ خندق کے پیچھے دن و رات لشکر کی حفاظت کے لیئے متعین کیئے گئے۔ ساتویں جمادی الاول کو باوجود اس کے کہ ستارہ شناس صاحب قران کی رائے سے خلاف تھے امیر تیمور خود سوار ہوا اور اپنے میمنہ۔ میسرہ اور قلب لشکر کو درست کر کے دشمن کے مقابلے میں صف آرا ہو گیا۔ سلطان ناصر الدین اور ملو اقبال خاں کو تیمور کے ارادے سے اطلاع ہوئی اور یہہ دونوں خادم و مخدوم بھی اپنی جانوں پر کھیل کر اپنے لشکر اور ایک سو ایک ہاتھیوں کی ایک جرار فوج تیار کر کے تیموری سپاہ کی طرف بڑھے۔ چغتائی بہادر ناصری فوج میں گھس گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اُنھوں نے تیر اور نیزے کے زخم سے ہاتھیوں اور فیلبانوں کو زمین پر گرا دیا۔ ہندی سپاہی اپنے کو چغتائیوں کا مد مقابل نہ سمجھے اور میدان جنگ سے منہ موڑنے لگے۔ ناصر الدین اور ملو اقبال بڑی مشکل سے ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ لڑائی کے میدان سے نکلکر شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ صاحب قران نے شہر کے دروازے تک حریف کا

بھیجا گیا اور فتح مند اور کامیاب واپس آکر حوض خاص کے گرد اپنے خیمے نصب
کرائے۔ سلطان ناصر الدین اور ملو اقبال خاں جو تھوڑی سی فوج کے ساتھ شہر
میں داخل ہوئے تھے اُسی رات وہاں سے بھاگے ناصر الدین نے گجرات کا رخ کیا
اور ملو اقبال خاں نے برن کی راہ لی۔ تیمور کو حریفوں کے فرار ہونے کی اطلاع ہوئی
اُس نے اپنی فوج کے ایک حصے کو ناصر اور اقبال کے تعاقب میں روانہ کیا۔
تیموری سپاہیوں نے فراری حریف کے بہت سے ہمراہیوں کو راستے میں تہ تیغ
کیا اور ملو اقبال خاں کے دو بیٹوں سیف الدین اور خدا داد نامی کو زندہ گرفتار
کرلیا۔ صاحب قران نے اب عید گاہ کے میدان میں قیام کیا۔ دہلی کے سادات علما
مشائخ اور شرفا تیمور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سب نے جان کی امان
طلب کی تیمور نے ان بزرگوں کے معروضے پر توجہ فرمائی اور جمعہ کے دن دہلی
کی جامع مسجد میں صاحب قران کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سولھویں جمادی الاول کو
چند تیموری امیر شہر کے دروازے پر بیٹھکر مال امانی کا تخمینہ کر رہے تھے اور چند خطائی
سپاہی سارے شہر میں مجرم باغیوں کی جو شہر میں چھپے ہوئے تھے تلاش اور جستجو کر رہے
تھے اس سبب سے شہر میں ایک شور برپا ہوا ہر چند تیموری امیروں نے اپنے
سپاہیوں کو منع کیا لیکن فوجیوں کو اُن کی نصیحت مفید نہ ہوئی اور غارتگری کا بازار
گرم ہوگیا۔ ہندوؤں کے گروہ اپنے بال بچوں کو آگ کی نذر کرکے جان دینے لگے
تیمور پانچ روز کے لیئے خلوت عیش میں بے خبر زندگی بسر کر رہا تھا کسی امیر کی یہ
مجال نہ تھی کہ حقیقت حال سے بادشاہ کو مطلع کرے ان امیروں نے شہر کے
تمام دروازے بند کر دیئے تاکہ اور بیرونی لٹیرے شہر میں آکر ان بے مہار سپاہیوں
کے معین و مددگار نہ ہو جائیں۔ شہر کے سپاہیوں کی تعداد خود ہی کیا کم تھی ساری رات
شہر پر چھاپے پڑا کیئے اور لوٹ مار کا بازار گرم رہا صبح ہوتے ہی اور بیرونی لٹیرے
بھی شہر میں داخل ہوگئے اور اب غارتگری کی انتہا نہ رہی اکثر لشکریوں نے سو سے
زیادہ ہندوؤں کو گرفتار کیا اور مال اور اسباب کا تو شمار بھی نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ
سونا چاندی جواہرات الماس یاقوت اور مروارید ہاتھ آیا اس کا اندازہ حد حساب
سے باہر ہے ہندوؤں کی ایک بہت بڑی جماعت جامع مسجد میں اکٹھا ہو کر لڑ رہی

تھی امیر شاہ ملک بہادروں کی ایک جمعیت کے ساتھ مسجد میں گیا اور اس نے مسجد سے ان کی جماعت کو منتشر کیا ان واقعات کے بعد تیمور کو اس غارتگری کی اطلاع ہوئی لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا نظام الدین احمد وغیرہ نے اپنی تاریخ میں مذکورہ بالا واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ تیموری سپاہیوں کا ایک گروہ مال امانی کی تحصیل کر رہا تھا شہر کے لوگ ان عاملوں کی سختی سے تنگ آئے اور انھوں نے رقم دینے سے انکار کیا بلکہ چند تیموری عامل شہریوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تیمور کو یہ حال سنکر بیحد غصہ آیا بادشاہ نے حکم دیا کہ سادات، علما اور مشایخ کے سوا باقی تمام شہریوں کا خون معاف ہے بادشاہ کا یہ فرمان سنتے ہی سپاہیوں نے دست درازی شروع کردی اور غارتگری کا وہی انجام ہوا جو اوپر مذکور ہو چکا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ مغل بادشاہوں میں سوا تیمور کے اور کسی دوسرے فرماں روا کے عہد میں ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا۔ تیمور نے ایک سو بیس ہاتھی اور بارہ گرگدن اور دوسرے شکاری جانوروں پر جو فیروز شاہ کے وقت سے دہلی میں پلے ہوئے تھے اپنا قبضہ کیا اور شہر میں داخل ہوا تیمور نے سلطان محمد تغلق کی بنائی ہوئی سنگین مسجد کو دیکھا اور یہ عمارت اس کو بیحد پسند آئی۔ تیمور نے ارادہ کیا کہ اسی مسجد کی ایک نقل شہر سمرقند میں خود تعمیر کرائے اس ارادے کو پورا کرنے کے لیئے صاحب قران دہلی کے سنگ تراشوں کو سمرقند لے گیا اور انھوں نے اس طرح کی ایک عمارت سمرقند میں تیار کی تیمور نے کل پندرہ دن دہلی میں قیام کیا اور اس کے بعد اپنے وطن کو واپس ہوا۔ روانگی کے وقت بادشاہ نے اپنے سپاہیوں اور افسروں کی ایک جماعت کو دہلی کے سادات علما اور مشایخ کی حفاظت کے لیئے جامع مسجد میں مقرر کیا اور خود شہر سے کوچ کرکے فیروزآباد میں وارد ہوا۔ بادشاہ فیروزآباد ہی میں مقیم تھا کہ بہادر ناہر نے میوات سے دو سفید طوطے بادشاہ کے لیئے تحفے کے طور پر روانہ کرکے خلوص اور اطاعت کا اظہار کیا۔ تیمور نے سید شمس الدین ترمذی کو بہادر ناہر کے پاس روانہ کیا اور ناہر نے سید صاحب کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت کا شرف حاصل کیا۔ خضر خاں جو ناصری اور تیموری ہنگامے میں میوات کے پہاڑوں میں پناہ گزیں تھا اب بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی عنایتوں سے سرفراز کیا گیا۔ بادشاہ نے فیروزآباد سے پانی پت کا رخ کیا پانی پت پہونچکر امیر شاہ ملک

اور دوسرے نامی امیروں کی ایک جماعت کو قلعہ میرٹھ کی سب سے زیادہ اہم مہم پر روانہ کیا یہ قلعہ ہندوستان میں تمام قلعوں سے بہت مضبوط تھا امیر شاہ میرٹھ پہونچا اور اس نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ اہل قلعہ لڑنے پر آمادہ ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے فاتح بہت سے آئے اور واپس گئے۔ ترمشیرین خاں بھی بڑے زور سے حملہ آور ہوا۔ لیکن بالآخر ناکام و نامراد واپس گیا۔ بادشاہ کو اہالی قلعہ کی یہ تعلی بیحد ناگوار گزری اور اس نے غضبناک ہو کر قلعہ پر خود دھاوا کیا۔ تیموری سپاہیوں کا ایک حصہ نقب زنی میں اور ایک حصہ لڑنے میں مشغول ہوا۔ دوسرے ہی دن دس یا پندرہ گز نقب قلعہ کی جانب تیار ہو گئی۔ الیاس اغوان عالی۔ اور پسر مولانا احمد تھا تیسری اور ملک صفی کبیر وغیرہ جو قلعہ میں جان دینے کے لئے آمادہ پیکار تھے لڑنے پر مستعد ہو گئے مغل سپاہی بعضے تو سیڑھیوں اور بعضے کمند کے ذریعے سے قلعہ کی دیواروں پر چڑھ گئے اور نقب کے تمام ہونے سے پہلے ہی ان چغتائی بہادروں نے حریفوں کو تہ تیغ کر کے قلعے کو فتح کر لیا اور اہل قلعہ میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔ اس دوران میں نقب بھی تیار ہو گئی اور قلعے کی فصیل اور اس کے برج دوبارہ بارود کے ذریعے سے اڑا دیئے گئے غرضکہ میرٹھ کے قلعے کا بھی وہی حشر ہوا جو بھٹنیر کے حصار کا اوپر مذکور ہو چکا اور آسمان سے باتیں کرنے والی دیواریں فرش زمین کے برابر ہو گئیں۔ اتنی بڑی فتح آسانی سے ہوئی اور فاتحوں کے حوصلے اور بڑھے۔ تیمور نے میرٹھ سے کوہ سوالک کا رخ کیا اور اس سلسلۂ کوہستانی کے دامن میں جتنے ملک اور شہر آباد تھے انھیں جی کھول کر لوٹا بلند عمارتیں خاک میں ملا دی گئیں اور بادشاہ نے گنگا کو پار کیا اور پھر دوآبے تک جہاں محمود غزنوی بھی گیا تھا تمام علاقے کو تاخت و تاراج کر کے اس حصۂ ملک کے غیر مسلم باشندوں سے لڑا اور ان کے زن و فرزند کو گرفتار کر کے بیشمار غنیمت حاصل کی اس فتح کے بعد تیمور نے واپسی کا ارادہ کیا۔ راستے میں رتن نام ایک زمیندار کو شکست دیکر اس سے کثیر دولت حاصل کی اور جمو تک پہونچتے پہونچتے راستے کے بہت سے قلعے فتح کیئے۔ تیمور جمو پہونچا اور وہاں کا راجہ لڑنے پر آمادہ ہوا لیکن زخمی ہو کر تیموریوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا اور بادشاہ کے اصرار سے دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔ شیخا گکھر نے اپنے چھوٹے بھائی جیرت گکھر کو جو تیمور کے مقابلے سے بھاگ کر بھائی کے پاس پناہ گزیں

تھا۔ چغتائی عالموں کے ساتھ برسرپیکار ہونے پر بہ بجہ تنبیہ کی اور سارنگ خاں کے خلاف فوراً اپنے وطن سے روانہ ہوا اور تیمور کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ شیخا نے بادشاہ کے دل میں ایسی جگہ کرلی کہ شاہانہ نوازشوں اور مہربانیوں کی اس پر بوچھار ہونے لگی تیموری امیروں میں کسی شخص کی یہ مجال نہ تھی کہ شیخا کے سدراہ ہونے پائے یا اس پر کسی طرح کا اعتراض کرے۔ تھوڑے دنوں کے بعد شیخا تیمور سے رخصت ہوکر اپنے وطن واپس گیا اور موقع کو غنیمت جان کر حصار لاہور پر قابض ہوا اور بلا وجہ اپنے قدیمی خلوص سے منحرف ہوکر اس مورخ فرشتہ کے جد ہندوشاہ خازن اور ماوراءالنہر کے مشہور بزرگ مولانا عبداللہ صدر کے ساتھ برے سلوک کرنے لگا۔ شیخا کا تمرد اتنا بڑھا کہ تیمور کے سفر پنجاب میں بادشاہ کی خدمت میں بھی نہ حاضر ہوا۔ اس احسان فراموش کھکر کو اس کی سرکشی کی سزا دینے کے لیئے شاہزادوں اور معتبر چغتائی امیروں نے اس پر حملہ کیا اور حصار لاہور کو فتح کرکے شیخا کو زندہ گرفتار کیا اور اسے بادشاہ کے سامنے لائے تیمور نے شیخا کو تہ تیغ کرکے لاہور، دیپالپور اور ملتان کی حکومت خضر خاں کے سپرد کی اور خود کابل کے راستے سے جلد سے جلد سمرقند روانہ ہوگیا۔ دہلی اور سیری ~~۵~~ دونوں مقامات دو مہینے تک ویران اور خراب پڑے رہے غارتگری کے علاوہ ان بدنصیب شہروں پر آسمانی بلائیں بھی نازل ہوئیں اور قحط اور وبا نے بھی ان کے تباہ کرنے میں کمی نہ کی نصرت خاں ملو اقبال خاں کے ڈر سے دوآب میں پناہ گزیں تھا اب موقعہ پاکر میرٹھ پہونچا اور عادل خاں بھی اپنی جمعیت اور چار ہاتھیوں کے ساتھ اس سے جاملا۔ نصرت شاہ عادل خاں سے مطمئن نہ تھا اس لیئے عادل غریب کو میرٹھ پہونچتے ہی قیدخانے کا منہ دیکھنا پڑا۔ عادل خاں کے اسباب پر نصرت شاہ نے قبضہ کیا اور دو ہزار سواروں کی جمعیت سے فیروزآباد پہونچا اور دہلی کی ویران اور تباہ سرزمین پر قابض ہوگیا۔ شہاب خاں اپنے لشکر اور دس عدد ہاتھیوں کو ہمراہ لیکر الماس خاں کے میواتی سپاہیوں کے ساتھ نصرت شاہ سے آملا۔ نصرت شاہ نے شہاب خاں کو ملو کی تباہی اور بربادی کے لیئے برن روانہ کیا۔ راستے میں ملو اقبال کے اکسانے سے اس نواح کے زمینداروں نے شہاب خاں پر چھاپہ مارا اور اسے قتل کرڈالا۔ ملو اقبال نے دھاوا کرکے شہاب کے مال و اسباب پر قبضہ کیا اور اس نئی غنیمت سے قوت پاکر

اُس نے پھر دہلی پر حملہ کیا۔ مگر ملو اقبال کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکا اور میوات بھاگ گیا۔ ملو اقبال دوبارہ دہلی کا حاکم ہوا اور حصار سیری میں اس نے قیام اختیار کیا۔ ملو اقبال کے تسلط سے کچھ امن ہوا اور جو لوگ کہ تیموری تلوار کے خوف سے بھاگ کر ادھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے پھر دہلی واپس آئے۔ اور حصار سیری کی ویرانی میں بہت کچھ کمی ہو گئی پرانی دہلی اس وقت سے ابتک خراب اور تباہ پڑی ہوئی ہے اور نئی دہلی کی آبادی دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر گئی۔ میان دواب کا سارا ملک ملو اقبال کے قبضے میں آیا اور دور دراز کے شہروں پر جہاں جس کو موقع ملا قبضہ کر بیٹھا چنانچہ گجرات پر خان اعظم ظفر خاں مالوے پر دلاور خاں۔ قنوج اودھ کڑہ اور جونپور پر سلطان الشرق خواجہ جہاں۔ لاہور دیبالپور اور ملتان پر تیموری فرمان کے مطابق خضر خاں سمانے پر غالب خاں۔ بیانے پر شمس خاں اوحدی کالپی اور مہوبے پر محمد خاں بن مالک زادہ فیروز نے جدا جدا حکومت جمالی۔ ان امیروں کو ایک دوسرے پر بھروسا نہ تھا ہر ایک اپنے اپنے شہر میں خودمختاری کا ڈنکا بجانے لگا ان میں سے اکثر صاحب حکومت ہوئے جن کا ذکر عنقریب آئیگا جمادی الاول ۸۰۳ھ میں ملو اقبال خاں نے دہلی سے بیانے پر لشکر کشی کی اور شمس خاں سے لڑکر اُس پر فتح پائی اور ہاتھیوں اور سارے سامان حکمرانی پر قبضہ کر لیا۔ بیانے سے ملو نے کھنیر کا رُخ کیا اور وہاں کے راجہ مسمی نرسنگھ سے پیشکش وصول کر کے دہلی واپس آیا۔ دہلی پہونچتے ہی ملو اقبال کو معلوم ہوا کہ سلطان الشرق خواجہ جہاں نے رحلت کی اور اُس کا منہ بولا بیٹا ملک واصل سلطان مبارک شاہ کے نام سے خواجہ جہاں کی جگہ تخت حکومت پر بیٹھا ہے یہہ خبر سُنتے ہی ایک مہینے کے اندر ہی اقبال خاں نے سلطان مبارک پر لشکر کشی کی۔ شمس خاں حاکم بیانہ اور مبارک خاں اور بہادر ناہر نے بھی ملو اقبال کا ساتھ دیا۔ ملو اقبال دریائے گنگا کے کنارے قصبہ پٹیالی کے قریب پہونچا رائے سمیرا اور بقیہ زمیندار اُس مقام کے مقابلے کے لیے میدان میں آئے لیکن شکست کھا کر سامنے سے فرار ہو گئے۔ ملو اقبال قنوج پہونچا اور چاہتا تھا کہ جونپور اور لکھنوتی میں داخل ہو کہ ادھر سے مبارک شاہ ایک جرار لشکر لیکر ملو اقبال سے لڑنے کے لیے سر پر آپہونچا۔ دونوں لشکروں کے درمیان میں گنگا کا پانی حایل تھا اور کسی کو عبور کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی دو مہینے کے لاحاصل قیام کے بعد طرفین نے اپنے اپنے ڈیرے اور

خیمے اکھاڑے اور اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوگئے۔ ملو اقبال نے بدگمانی کی وجہ سے راستے ہی میں شمس خاں اور مبارک خاں دونوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ ۸۰۴ھ میں سلطان ناصر الدین محمود جو ظفر خاں کی بدسلوکیوں سے آزردہ خاطر ہو کر مالوے آیا تھا اب ملو اقبال کی درخواست پر دہلی پہونچا لیکن صرف گوشہ نشینی پر قناعت کر کے سلطنت سے دست کش رہا۔ اور ملو اقبال کے خوف سے مہمات ملک میں بالکل دخل نہ دیتا تھا۔ اسی سال مبارک شاہ نے جونپور میں دنیا سے کوچ کیا۔ ملو اقبال کو موقع مل گیا۔ ناصر الدین محمود کو ہمراہ لیکر دوبارہ قنوج پر حملہ آور ہوا۔ شاہ ابراہیم نے جو اپنے بھائی مبارک شاہ کا جانشین بنکر جونپور پر حکمرانی کر رہا تھا بڑی شان و شوکت کے ساتھ شرقی سپاہ کو ہمراہ لیکر ملو اقبال کا مقابلہ کیا اور ملک کو ہر طرح اس کے پنجے سے محفوظ رکھا۔ ناصر الدین محمود نے ایک دوسرا خیال خام دماغ میں پکایا اور یہہ سمجھا کہ شاہ ابراہیم میرا خانہ زاد ہے مجھی کو تخت پر بٹھا کر خود خادموں کی طرح اطاعت اور فرمانبرداری کریگا۔ ایک رات شکار کے بہانے سے ملو اقبال سے جدا ہوا اور شاہ ابراہیم کے پاس پہونچا ابراہیم نے ناصر الدین کے اس ناگہانی ورود کا سبب معلوم کر لیا یہہ خانہ زاد اپنی اصالت پر گیا اور اپنے مجبور آقا کی ضیافت اور مہانداری کے رسومات بھی نہ بجالایا۔ محمود شاہ اسی طرح ناامید واپس ہوا اور ابراہیم شاہ کے نائب کو قنوج سے نکال کر خود شہر پر قابض ہوگیا۔ شاہ ابراہیم جونپور واپس آیا اور ملو اقبال نے دہلی کی راہ لی۔ ۸۰۵ھ میں ملو اقبال نے گوالیار کے قلعے پر لشکر کشی کی یہہ قلعہ تیموری آشوب میں رائے نرسنگھ کے قبضے میں آگیا تھا اور اس وقت نرسنگھ کا بیٹا پرم دیو قلعہ پر حکومت کر رہا تھا۔ ملو اقبال کے اس دھاوے کا کچھ نتیجہ نہ نکلا اور قلعہ اپنی مضبوطی کی وجہ سے فتح نہ ہوا ملو اقبال نے قلعہ سے ہاتھ اُٹھایا اور اطراف و نواح کو تاخت و تاراج کر کے دہلی واپس آیا۔ تھوڑے دنوں بعد ملو اقبال نے پھر قلعے پر حملہ کیا پرم دیو نے قلعے سے نکل کر مقابلہ کیا لیکن ملو اقبال کے پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر پھر قلعہ بند ہوگیا ملو اقبال نے اس مرتبہ بھی اطراف و نواح کو لوٹکر دہلی کی راہ لی۔ ۸۰۷ھ میں اقبال نے دوبارہ اٹاوے پر لشکر کشی کی اور رائے سمیر و گوالیار اور رائے جھالہ وغیرہ سے جو اٹاوے میں جمع ہوئے تھے پیشکش حاصل کی اور چار مہینے کی مسلسل لڑائی کے بعد

وہاں سے واپس ہوا۔ اب ملو اقبال نے پوری ناانصافی اور نمک حرامی پر کمر باندھی۔ اور ناصرالدین محمود پر قنوج میں حملہ کیا ناصرالدین محمود قلعہ بند ہو گیا۔ ملو اقبال نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور ایک مدت تک ناصرالدین سے لڑتا رہا لیکن قلعے کے استحکام کی وجہ سے ناکام رہا۔ محرم ۸۰۸ھ میں ملو اقبال خاں نے سمانے کا رخ کیا بہرام خاں ترک بچہ جو فیروز شاہ کے نمک پروردہ غلاموں میں تھا اور سارنگ خاں سے اس زمانے میں منحرف ہو گیا تھا ملو خاں کے خوف سے سمانے سے بھاگ کر کوہ دھور میں پناہ گزیں ہوا ملو اقبال نے بہرام خاں کا پیچھا کیا اور اُس پہاڑ کے درے کے نزدیک پہونچ گیا حضرت علیم الدین سید جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے نے اپنی سعی سے صلح کرائی اور ملو اقبال خاں بہرام خاں کو ساتھ لیکر ملتان روانہ ہوا تا کہ خضر خاں کا بھی قلع وقمع کر کے دہلی میں خطبہ اور سکہ اپنے نام کا جاری کرے ملو اقبال تلونڈی پہونچا اور رائے داؤد اور کمال بہتی اور رائے ہنبو پسر رائے رتی کو گرفتار کر کے نظر بند کیا اور عہد کو توڑ کر بہرام خاں کی کھال کھنچوا کر اُس کے خطرے سے محفوظ اور مطمئن ہوا۔ ملو اقبال نے اجودھن کے نواح میں ڈیرے خیمے ڈالے۔ خضر خاں کو حریف کی آمد کی خبر ہوئی وہ بھی پنجاب اور دیپالپور اور ملتان کے لشکر کو جمع کر کے ملو اقبال سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ ۱۹ جمادی الاول ۸۰۸ھ میں فریقین ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوئے ملو اقبال کو شکست ہوئی چونکہ بدعہدی اور وعدہ شکنی کا ادبار و وبال ملو اقبال کے سر پر سوار تھا اس کا گھوڑا میدان جنگ میں زخمی ہوا اور وہ خود بھی دشمن کے ہاتھ سے جان نہ بچا سکا اور اسلام خاں لودھی کے سپاہیوں نے اُس کا سر کاٹ کر خضر خاں کی خدمت میں پیش کیا۔ خضر خاں نے ملو اقبال کا سر اُس کے وطن فتح پور روانہ کیا وہاں لوگوں نے سر کو دروازۂ شہر پر لٹکا دیا۔ خضر اور ملو کی لڑائی کا حال دولت خاں لودھی اور اختیار خاں نے دہلی میں سُنا ان امیروں نے سلطان ناصرالدین کو قنوج سے بلایا۔ ناصرالدین جمادی الاول ۸۰۸ھ میں تھوڑی سی جماعت کے ساتھ دہلی پہونچا اور تخت سلطنت پر بیٹھ گیا لیکن اقبال مندی اور حکمرانی فیروز شاہی نسل سے جا چکی تھی ناصرالدین نے تخت پر بیٹھتے ہی دہلی اور پنجاب و ملتان کی مہم کو مہمل چھوڑ کر دولت خاں لودھی کو بیرم خاں کے مقابلے میں روانہ کیا۔ بیرم خاں بھی ترک بچہ اور فیروز شاہ کے

نمک پروردہ غلاموں میں تھا اور بہرام خاں کے مرنے کے بعد سمانے پر حکومت کر رہا تھا
ناصر الدین نے دولت خاں کو تو ادھر بھیجا اور خود قنوج پر دھاوا کیا شاہ ابراہیم مقابلے
کے لیئے میدان میں آیا چند روز گھمسان کی لڑائی ہوئی لیکن ناصر الدین حریف کو پسپا
نکر سکا اور اس مہم کو بیکار اور لاحاصل سمجھکر دہلی کی طرف لوٹا۔ فیروزی امیر اور نوکر و ملازم
جو ناصر الدین سے بیزار اور کثرت فوج کشی سے جاں بلب ہو چکے تھے بلا بادشاہ کی
اطلاع اور اُس کے حکم کے اپنی جاگیروں کو روانہ ہو گئے۔ سلطان ابراہیم شرقی نے
یہہ خبریں سنیں اور دریائے گنگا کو پار کر کے قنوج کو فتح کیا اور وہاں سے دہلی کی طرف
بڑھا، ابراہیم شرقی منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا جمنا کے کنارے پہنچ گیا اور چاہتا تھا
کہ دریا کو پار کرے کہ اُس نے سُنا کہ حال اعظم ظفر خاں گجراتی نے الپ خاں والی مندو
کو گرفتار کر کے مالوے کو بھی فتح کر لیا ہے اور اب اس کا ارادہ ہے کہ جونپور پر
دھاوا کرے۔ ابراہیم شاہ نے اب آگے بڑھنا ملتوی کیا اور جونپور واپس ہوا۔ رجب
سنہ ۸۱۰ھ میں دولت خاں لودھی اور بیرم خاں ترک بچہ سمانے سے دو کوس کے
فاصلے پر ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوئے اس لڑائی میں بیرم خاں کو
شکست ہوئی پہلے وہ میدان جنگ سے بھاگ کر سرہند میں قلعہ بند ہو گیا پھر جان کی
امان حاصل کر کے دولت خاں سے ملا لیکن اس جنگ اور صلح کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا
کہ خضر خاں نے سمانے کے اطراف پر قبضہ کیا اور دولت خاں لودھی دہلی واپس آیا۔
ذیقعدہ سنہ ۸۱۰ھ میں ناصر الدین محمود نے ملک میر ضیا پر جو ابراہیم شرقی کی طرف سے
برن کا حاکم تھا لشکر کشی کی۔ ملک میر ضیا قلعے سے نکل کر ناصر الدین کے مقابلے میں آیا
لیکن پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ ناصر الدین محمود کے
لشکری اور سپاہی بھی میر ضیا کے پیچھے پیچھے قلعے میں داخل ہوئے اور اُنھوں نے
حریف کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ناصر الدین نے برن سے سنبھل کا سفر کیا تاتار خاں حاکم سنبھل
بے لڑے ہوئے سنبھل چھوڑ کر قنوج کی طرف بھاگا۔ ناصر الدین نے اسد خاں لودھی کو
سنبھل میں چھوڑا اور خود دہلی واپس آیا۔ سنہ ۸۱۱ھ میں ناصر الدین نے قوام خاں پر
جو خضر خاں کی طرف سے حصار فیروزہ کا حاکم تھا لشکر کشی کی۔ قوام خاں پہلے تو قلعہ بند
ہوا لیکن چند روز کے بعد اُس نے اپنے بیٹے کو گران قیمت تحفوں کے ساتھ بادشاہ کی

خدمت میں بھیجا اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ ناصر الدین نے اس کی التجا کو قبول کیا اور دہلی واپس آیا۔ خضر خاں کو بھی ان حالات کی اطلاع ہوئی اور اپنے مقام سے کوچ کرکے فتح آباد پہونچا۔ خضر خاں نے اہل شہر کو جو سلطان ناصر الدین کے بہی خواہ تھے طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں اور ملک تحفہ کو حکم دیا کہ میان دوآب کے ناصری حلقۂ حکومت کو غارت کرے اور خود اسی سال رہتک کے راستے سے دہلی پہونچا۔ ناصر الدین کو عقل و شجاعت سے چنداں بہرہ نہ تھا خضر خاں کے پہونچتے ہی فیروز آباد میں قلعہ بند ہوگیا۔ خضر خاں نے قلعے کا محاصرہ کیا لیکن غلے اور چارے کی کمی کی وجہ سے چند ہی روز میں محاصرے سے دست بردار ہوکر فتح پور چلا گیا۔ ۸۱۲ھ میں بیرم خاں ترک بچہ خضر خاں سے برگشتہ ہوکر دولت خاں سے جا ملا دولت خاں اُس زمانے میں دریائے جمنا کے کنارے خیمہ زن تھا بیرم خاں نے اپنے بال بچوں کو پہاڑ پر روانہ کیا اور خود دولت خاں کے پاس آگیا۔ خضر خاں نے بیرم خاں کا پیچھا کیا اور جمنا کے کنارے پہونچ گیا۔ بیرم خاں اپنی اس نادانی پر شرمندہ ہوا اور عاجزی کے ساتھ خضر خاں کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے قصور کی معافی کا طلبگار ہوا اور پھر اپنی جاگیر پر بحال ہوکر اپنے پرگنے کو واپس گیا

۸۱۳ھ میں خضر خاں نے ملک ادریس پر جو محمود شاہ کی طرف سے رہتک کا حاکم تھا دھاوا کیا۔ ملک ادریس قلعہ بند ہوا لیکن چھ مہینے کے بعد عاجز ہوکر اُس نے اپنے بیٹے کو بیش قیمت پیشکش کے ساتھ خضر خاں کی خدمت میں بھیجا اور صلح کے بعد اُس کی اطاعت قبول کی۔ خضر خاں رہتک سے سمانے ہوتا ہوا فتح پور واپس آیا

۸۱۴ھ میں پھر رہتک کے اطراف و نواح پر جو ناصری حلقۂ حکومت میں داخل تھے دھاوا کیا۔ ملک ادریس اور مبارز خاں پیشوائی کے لیے آئے اور خضر خاں کی مہربانیوں اور عنایتوں سے سرفراز ہوئے۔ خضر خاں اقلیم خاں اور بہادر خاں کی جاگیر نارنول کو غارت کرکے دہلی پہونچا سلطان ناصر الدین حصار سیری میں مقیم تھا خضر خاں نے اس قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ اختیار خاں فیروز آبادی نے ناصر الدین محمود کے زوال کے روشن آثار کو دیکھا اور خضر خاں سے جا ملا۔ اختیار خاں خضر خاں کو فیروز آباد لے آیا اور میان دوآب پر پورا قبضہ کرکے غلے اور چارے کی آمد و رفت کے تمام راستے اہل دہلی پر بند کردیے لیکن ابھی ناصر الدین کی قسمت میں چند دنوں اور حکمرانی لکھی تھی

اس سال بھی میان دوآب میں سخت قحط پڑا اور خضر خاں مجبوراً اس سے دست بردار ہوکر فتح پور واپس آیا۔ رجب میں ناصر الدین نے کیتھل کا سفر کیا اور [illegible] کے شکار میں مصروف ہوا۔ شکارگاہ سے واپس ہو رہا تھا کہ ذیقعدہ کے مہینے میں راستے میں بیمار ہوا اور چند دنوں کے بعد فوت ہوا۔ ناصر الدین محمود کے مرتے ہی حکمرانی کا سلسلہ شہاب الدین غوری کے ترکی غلام یا غلامانِ غلام کی نسل سے جاتا رہا۔ ناصر الدین محمود نے باوجود ادبار اور انقلاب کے بیس سال دو مہینے حکمرانی کی۔ ناصر الدین کے مرنے کے بعد امیروں نے دولت خاں لودھی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر کے ماہ محرم ۸۱۶ھ میں خطبہ اور سکہ اُس کے نام کا جاری کیا۔ ملک ادریس اور مبارز خاں خضر خاں سے منحرف ہوکر دولت خاں کے بہی خواہوں میں داخل ہو گئے۔ دولت خاں نے ماہ جلوس ہی میں کٹھیر کا رُخ کیا رائے نرسنگھ اور دوسرے زمیندار دولت خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دولت خاں قصبہ پٹیالی پہونچا اور مہابت خاں بداؤنی نے بھی اُس کی ملازمت کا شرف حاصل کیا اسی زمانے میں معلوم ہوا کہ ابراہیم شاہ شرقی نے کالپی میں قادر خاں بن محمود خاں کا محاصرہ کر لیا ہے چونکہ قادر خاں کے پاس اتنی فوج نہ تھی کہ ابراہیم شرقی کا مقابلہ کرتا اس لئے مجبوراً دہلی واپس آگیا۔ خضر خاں ہر وقت ایسے موقعوں کو تلاش کیا کرتا تھا یہ خبر سنتے ہی فوراً دہلی کو فتح کرنے کے لئے آمادہ ہوگیا۔ اطراف و جوانب سے لشکر جمع کیا اور قریب ساٹھ ہزار سواروں کو ساتھ لیکر ذی الحجہ ۸۱۶ھ میں دہلی پہونچ گیا۔ خضر خاں کے پہونچتے ہی دولت خاں لودھی حصار سیری میں قلعہ بند ہوا۔ محاصرہ چار مہینے تک جاری رہا اور اہل قلعہ ہر قسم کی سختیوں اور مصیبتوں سے تنگ آگئے۔ پندرہ ربیع الاول ۸۱۷ھ کو دولت خاں قلعے سے نکل کر خضر خاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور گرفتار ہوکر حصار فیروزآباد میں قید کر دیا گیا اور اسی قید کی حالت میں فوت ہوا۔ دولت خاں نے ایک سال تین مہینے حکمرانی کی۔

خاندان سادات

سید خضر خاں بن ملک سلیمان کی امارت کا ذکر

صاحب طبقات محمود شاہی اور مصنف تاریخ مبارک شاہی دونوں مورخ خضر خاں کو خاندان نبوت کا فرزند بتا کر اُسے قوم کا سید لکھتے ہیں۔ خضر خاں ملک سلیمان کا بیٹا ہے اور ملک سلیمان کو فیروز شاہ باربک کے نامی امیر ملک مردان دولت نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ ملک مردان دولت نے ملتان میں وفات پائی اور وہاں کی حکومت ملک مردان کے صلبی فرزند ملک شیخ کے سپرد کی گئی ملک شیخ نے بھی تھوڑے ہی دنوں بعد دنیا کو خیرباد کہا اور ملک سلیمان جو سید ہونے کا دعوے کرتا تھا ملتان کا حاکم ہوگیا۔ ملک سلیمان کے بعد فیروز شاہ کے حکم سے خضر خاں باپ کا جانشین ہوا لیکن جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں سارنگ خاں نے خضر خاں پر غلبہ حاصل کرکے اُسے ملتان کی حکومت سے محروم کیا تیموری طوفان دارو گیر میں جب دہلی فتح ہوئی تو خضر خاں امیر تیمور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے خلوص اور حق خدمت گزاری کے صلے میں ملتان اور پنجاب کا حاکم مقرر کیا گیا یہانتک کہ تیموری اطاعت اور فرمانبرداری نے اُسے ایک دن دہلی کے تخت سلطنت پر بٹھادیا۔ خضر خاں رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا۔ صاحب تاریخ مبارک شاہی نے دو قوی دلیلیں خضر خاں کے نسب کی صحت اور اُس کے ثبوت میں لکھی ہیں ہم بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اُن شہادتوں کو اپنی کتاب میں درج کردیں تاکہ اہل دنیا کو خضر خاں کے حسب و نسب کی صحت کا پورا اندازہ ہوجائے۔ (۱) یہہ کہ جس زمانے میں خضر خاں کا باپ ملک سلیمان ملک مردان دولت کی آغوش میں تربیت پا رہا تھا ایک مرتبہ حضرت سید جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ ملک مردان دولت کے مہمان ہوئے جب کھانے کا وقت آیا اور دسترخوان بچھایا گیا تو ملک سلیمان جس نے اس واقعے سے بیشتر کبھی سید ہونے کا دعوے نہیں کیا تھا خدمت گاروں کی طرح لوٹا اور طشت لیکر مہمانوں کے ہاتھ دھلانے کے لئے آیا۔ حضرت مخدوم بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سید کو اس قسم کی خدمتوں پر مقرر کرنا گستاخی اور بے ادبی ہے چونکہ یہہ بات ایک ولی کامل کے منہ سے نکلی ہے یقین ہے کہ خضر خاں قوم کا سید ہوگا۔ (۲) یہہ کہ

خضر خاں کے اخلاق و اطوار یعنے سخاوت شجاعت حلم تواضع نیک نیتی سچائی اور صلۂ رحم وغیرہ کی عمدہ صفتیں جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ صفات سے بالکل مشابہ تھیں اور یہہ بات بھی خضر خاں کی سیادت کی بڑی قوی دلیل ہے۔
غرض یہہ کہ خضر خاں نے ملک تحفہ کو تاج الملک کا خطاب دیکر اُسے اپنا وزیر مقرر کیا اور ملک سلیمان کے منہ بولے بیٹے عبدالرحیم کو علاء الملک کے خطاب سے سرفراز کرکے ملتان اور فتح پور کا صوبہ دار بنایا۔ اختیار خاں کو میان دواب کا شقدار اور سید سالم کا مرتبہ بلند کرکے اُسے تہانپور زبدا اور دوسرے حصوں کا حاکم مقرر کیا۔ اسی طرح اپنے دوسرے ہی خواہوں اور مددگاروں کو بھی خطاب والقاب سے سربلند اور سرفراز کیا۔ خضر خاں نے باوجود قوت خودمختاری کے حاصل ہونے اور اسباب حکمرانی کے بہم پہونچ جانے کے بھی امیر تیمور کی عزت کا ادب و لحاظ کیا اور اپنے کو شاہ کے خطاب سے کبھی مخاطب اور اعلی القاب سے کبھی معروف نہیں ہونے دیا۔ خضر خاں کے ابتدائی دور حکومت میں ملتان میں امیر تیمور کے نام کا اور دہلی میں میرزا شاہرخ کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری تھا لیکن آخر زمانے میں خضر خاں کا نام بھی خطبوں میں دعا کے لیئے پڑھا جانے لگا۔ خضر خاں اکثر عمدہ نذرانے میرزا شاہرخ کی خدمت میں بھیجتا تھا۔ خضر خاں نے جلوس کے پہلے ہی سال تاج الملک کو باضابطہ فوج کے ساتھ کھنتیر روانہ کیا تاج الملک نے دریائے گنگا اور جمنا کو عبور کرکے کھنتیر اور اس کے نواح کو تاخت و تاراج کیا۔ کھنتیر کے راجہ مسمی رائے نرسنگھ نے جو بھاگ کر کوہستان میں پناہ گزیں ہوا تھا تاج الملک کو پیشکش دینے کے بعد اطاعت اختیار کی۔ مہابت خاں حاکم بداؤں بھی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاج الملک نے کھنتیر سے کھور کنپل اور چندوار کا سفر کیا اور چندسال کا مال و اسباب اور خراج حاصل کرتا ہوا جالیسر کو بھی اس نے چندوارے کے راجپوتوں سے چھین کر خضر شاہی حکومت کے دائرے میں داخل کیا۔ تاج الملک جالیسر سے اٹاوے پہونچا اور اٹاوے کے مکھیوں کو قرار واقعی گوشمالی دیکر اس نواح کا معقول انتظام کرتا ہوا دہلی واپس آیا۔ ماہ جمادی الاول سنہ جلوس میں معلوم ہوا کہ بیرام خاں ترک بچہ کی ایک ہم قوم جماعت نے شاہزادہ مبارک خاں کے عامل ملک سدھو کو قتل کرکے

اُس نواح پر قبضہ کرلیا ہے۔ خضر خاں نے زیرک خاں اور ملک داؤد کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ان باغی ترکوں کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ ترکوں نے دریائے ستلج کو عبور کر کے پہاڑوں میں پناہ لی۔ زیرک خاں ان باغیوں کا پیچھا کرتا ہوا پہاڑوں میں بھی داخل ہوا چونکہ اس نواح کے پہاڑ نگر کوٹ اور اس کے اطراف کے پہاڑوں سے ملے ہوئے ہیں اور اُس وقت اس حصۂ ملک کے زمینداروں نے ان پہاڑوں پر قبضہ کر کے بہت اچھی قوت پیدا کرلی تھی اس لیئے ہر چند زیرک خاں اور ملک داؤد نے ان باغیوں کے تباہ کرنے میں کوشش کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ۸۱۹ھ میں خضر خاں نے سُنا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی ناگور آگیا ہے اور اُس کا ارادہ ہے کہ ناگور کو فتح کرے۔ خضر خاں نے احمد شاہ کے دفع کرنے کا مصمم ارادہ کر کے ناگور کا سفر کیا۔ احمد شاہ گجراتی نے خضر خاں کے پہونچنے کا انتظار نہ کیا اور ناگور سے مالوے روانہ ہوگیا۔ خضر خاں سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا جالور پہنچا اور الیاس خاں حاکم شہر نو جو عروس جہاں کے لقب سے مشہور اور سلطان علاالدین خلجی کا بسایا ہوا تھا خضر خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا۔ خضر خاں نے جالور سے گوالیار تک سفر کیا اور گوالیار کے راجہ سے مقررہ رقم نذرانے کی وصول کرتا ہوا بیانے پہونچا اور شمس خاں اوحدی کے بھائی کریم الملک سے بھی خراج لیتا ہوا دہلی واپس آیا۔ ۸۲۰ھ میں ملک طغا ترک کی بغاوت کی اطلاع ملی۔ یہہ طغا ملک سدھو کے قاتلوں کا اس زمانے میں سردار ہو رہا تھا۔ زیرک خاں حاکم سمانہ ایک جرار فوج کے ساتھ طغا کی سرکوبی کے لیئے مقرر کیا گیا۔ زیرک خاں باغیوں کے قریب پہونچا اور طغا اور اس کے ساتھیوں نے سرہند کے محاصرے سے ہاتھ اُٹھایا اور پہاڑوں میں جا چھپے۔ ملک کمال الدین نے قلعہ بندی کی مصیبت اور قید سے نجات پائی اور دہلی روانہ ہوگیا۔ زیرک خاں نے طغا کا پیچھا کیا۔ زیرک خاں قصبہ پائل پہونچا اور ملک طغا نے ناچار اطاعت قبول کی اور نذرانے کی رقم ادا کرنا قبول کیا۔ طغا نے اپنے بیٹے کو بطور یرغمال زیرک خاں کے سپرد کیا اور ملک سدھو کے قاتلوں کو جو اس فتنے کی جڑ تھے اپنے سے جدا کیا۔ زیرک خاں نے جالندھر طغا کے زیر حکومت چھوڑا اور سمانے کے اطراف میں جا کر اُس نے نذرانے کی رقم اور طغا کے بیٹے کو

خضر خاں کی خدمت میں روانہ کردیا۔ ۸۲۱ھ میں خضر خاں نے تاج الملک کو کھنیتر کے راجہ رائے نرسنگھ کی تنبیہ کے لیئے روانہ کیا۔ تاج الملک کے لشکر نے دریائے گنگا کو پار کیا اور نرسنگھ اپنے ملک کو خالی کر کے ٹولہہ کے جنگل میں پناہ گزیں ہوا لشکر شاہی کے ایک حصے نے جنگل میں اُس کی تلاش کی اور نرسنگھ یہاں سے بھی بھاگا اور گھوڑے اور اسباب جنگ لشکر شاہی کے ہاتھ آیا۔ خضر خانی سپاہیوں نے ہندوؤں کا کوہ کمایون تک پیچھا کیا اور پانچویں روز پھر اپنے لشکر سے آملے۔ تاج الملک کھنیتر کے ملک کو تاراج کر کے بداؤں آیا اور دریائے گنگا کو اس نے عبور کیا اور مہابت خاں حاکم بداؤں کو جو سلطان ناصر الدین محمود کے نامی امیروں میں سے تھا اجازت روانگی دیتا ہوا خود اٹاوے پہونچا رائے سمیر اٹاوے میں قلعہ بند ہوگیا اور تاج الملک نے جی کھول کر شہر کو لوٹا آخر کار راجہ نے نذرانے کی رقم پیش کی اور تاج الملک صلح کر کے دہلی واپس آیا۔ اسی سال خضر خاں نے کھنیتر کے مفسدہ پرداز گروہ کی تنبیہ کے لیئے اس جانب سفر کیا۔ خضر خاں نے پہلے کول کے شورہ پشتوں کو سزا دیکر دریائے گنگا کو عبور کیا اور سنبھل کو تاخت و تاراج کر کے دہلی واپس آیا۔ ذیقعدہ ۸۲۱ھ میں بادشاہ نے بداؤں کا رُخ کیا۔ خضر خاں نے قصبہ پٹیالی کے نواح میں دریائے گنگا کو عبور کیا اور بادشاہ کے اس راہ سے سفر کرنے سے مہابت خاں کے دل پر خوف غالب ہوا اور وہ بداؤں کے قلعے میں پناہ گزیں ہوگیا۔ چھ مہینے کامل محاصرہ اور لڑائی جاری رہی اس درمیان میں خضر خاں کو معلوم ہوا کہ بعضے امیر جس میں قوام خاں اختیار خاں لودھی اور تمام محمود شاہی خانہ زاد بھی شامل ہیں بادشاہ کی طرف سے دل میں برا ارادہ رکھتے ہیں۔ خضر خاں نے ان امیروں کی بدنیتی کی وجہ سے محاصرے سے ہاتھ اُٹھایا اور دار الخلافت کی طرف واپس ہوا۔ آٹھویں جمادی الاول ۸۲۲ھ کو خضر خاں نے دریائے گنگا کے کنارے راستے میں قیام کیا اور ان غدار امیروں کو کسی بہانے سے ایک ہی مجلس میں جمع کر کے سبھوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ خضر خاں دہلی پہونچا اور اُسے معلوم ہوا کہ ایک شخص نے ماچیواڑہ کے نزدیک اپنے کو سارنگ خاں مشہور کر کے اچھی خاصی جماعت اپنے گرد جمع کر لی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سارنگ خاں بیچارہ تیموری فتوحات کے دوران ہی میں لحدمیں

جا بسا تھا۔ خضر خاں نے ملک شہ لودھی المخاطب بہ اسلام خاں حاکم سرہند کو اس نبے ہوئے سارنگ کے مقابلے کے لیئے روانہ کیا۔ جعلی سارنگ بھی مقابلے کے لیئے آگے بڑھا اور سرہند کے نواح میں شاہی لشکر سے دست و گریباں ہو گیا لیکن اسلام خاں سے شکست کھا کر اطراف کے کوہستان میں پناہ گزیں ہوا۔ اسلام خاں نے سارنگ کا پیچھا نہ چھوڑا اس درمیان میں ملک طغا امیر جالندھر۔ زیرک خاں امیر سمانہ اور ملک خیر الدین حاکم میان دواب بھی خضر خاں کے حکم سے اسلام خاں کی مدد کو آ گئے چونکہ اب جعلی سارنگ ایک جگہ پر چھپ رہا تھا ہر امیر اپنے اپنے صوبے کو واپس گیا۔ ۸۲۳ھ میں سارنگ پھر کوہستان سے باہر نکلا اور عہد و پیمان سے اپنے کو مطمئن کر کے ملک طغا سے جا ملا۔ ملک طغا نے بد عہدی کی اور مال و دولت کی طمع میں سارنگ کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ سارنگ کا باغی خون اپنا رنگ لایا اور قاتل بھی مقتول کی طرح خضر خاں سے برگشتہ ہو گیا۔ طغا نے قلعہ سرہند کا محاصرہ کر کے اس نواح کو تاخت و تاراج کیا اور منصور پور اور پایل کی سرحد تک پہونچ گیا۔ خضر خاں نے خیر الدین اور زیرک خاں کو طغا کی تنبیہ کے لیئے نامزد کیا۔ طغا ان امیروں سے لڑا لیکن خضر خانی لشکر سے شکست کھا کر لوہانے کے قریب دریائے ستلج کو پار کرتا ہوا شیخا کھکر کے بھائی جسرت کھکر کے ملک میں جا پہونچا۔ زیرک خاں کو جالندھر کی حکومت ملی اور خیر الدین دہلی واپس آیا۔ ۸۲۴ھ میں خضر خاں نے میوات کا سفر کیا۔ بعض میواتی سردار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعضوں نے کوٹلہ بہادر ناہر میں قلعہ بندی اختیار کی۔ ان برگشتہ امیروں کا تھوڑے ہی دنوں میں برا حال ہو گیا اور قلعے سے نکل کر پہاڑوں میں جا چھپے۔ خضر خاں نے قلعے پر قبضہ کر کے حصار کو ویران اور تباہ کیا۔ اس درمیان میں، تاج الملک نے وفات پائی اور بجائے اُس کے تاج الملک کا بڑا بیٹا ملک الشرق سکندر وزارت کے عہدے پر مامور کیا گیا۔ کوٹلے سے خضر خاں نے گوالیار کا سفر کیا اور پیشکش حاصل کرتا ہوا اٹاوے پہونچا۔ رائے سمیر فوت ہو چکا تھا بادشاہ نے مرحوم رائے کے بیٹے سے بھی نذرانے کی رقم وصول کی اب خضر خاں کے دن قریب آ گئے اور علیل ہو کر منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا دہلی پہونچا اور سترہ جمادی الاول ۸۲۴ھ میں اپنے اسلاف کی طرح دنیا کو خیر باد کہا۔ خضر خاں نے سات برس چار مہینے حکمرانی کی

خضر خاں انصاف پسند سمجھ دار سخی اور سچا تھا رعایا اُس سے راضی اور اُس کی شکرگزار تھی اس کے مرنے پر شہر کے تمام چھوٹے بڑوں نے اس کا ماتم کیا اور صحیح روایت کے موافق امیروں اور رعیت نے خضر خاں کی موت کے تیسرے دن ماتمی لباس اُتارا اور بادشاہ کے بڑے بیٹے مبارک شاہ کو تخت سلطنت پر بٹھا کر اُسے اپنا فرمانروا تسلیم کیا۔

معزالدین ابوالفتح مبارک شاہ بن خضر خاں

خضر خاں نے اپنے مرض الموت میں یہ سمجھ لیا کہ وہ اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکے گا اور اپنی وفات سے تین روز قبل اپنے سعادت مند بیٹے مبارک خاں کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ مبارک خاں نے اپنے باپ کی وفات کے ایک روز یا تین روز کے بعد تخت سلطنت پر قدم رکھا اور اپنے کو معزالدین ابوالفتح مبارک شاہ کے نام سے موسوم کیا۔ مبارک شاہ نے امیروں مشایخوں اور ارکان دولت کی سابقہ جاگیریں اور وظیفے بحال رکھے بلکہ بعضوں کے روزینوں میں خاطر خواہ اضافہ بھی کیا۔ اپنے بھتیجے ملک بدر کو فیروز آباد اور ہانسی کا صوبہ دار بنا کر اُس کے مرتبے کو بلند و بالا کیا اور ملک رجب بن سدھونادری کو فیروز آباد اور ہانسی کی حکومت سے علیحدہ کر کے دیپالپور اور پنجاب کا صوبہ دار مقرر کیا۔ جمادی الاول ۸۲۴ھ میں سلطان علی بادشاہ کشمیر نے ٹھٹھ کا سفر کیا اور اپنے ملک کو واپس ہوتے وقت اپنی فوج سے جدا ہو کر سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا جسرت کھکھر جو اپنے بھائی شیخا کھکھر کے قتل کے بعد اپنے قبیلے کا سردار اور صاحب قوت ہو چکا تھا راہ میں سلطان علی سے برسر مقابلہ ہوا اور کشمیری فرمانروا کو زندہ گرفتار کر لیا اور بیشمار مال غنیمت حاصل کر کے ایسا خیال خام اُس کے سر میں سمایا کہ مخبوط الحواس ہو کر دہلی کو فتح کرنے کا خیالی پلاؤ پکانے لگا۔ جسرت نے ملک طغا کو جو خضر خانی تلوار کے صدمے سے کوہستان میں چھپا ہوا تھا اپنے پاس بلا کر اس کو امیر الامرا مقرر کیا اور لاہور اور پنجاب پر قابض ہو گیا جسرت نے لاہور کو تاراج کر کے دریائے ستلج کو عبور کیا اور رائے کمال کی جاگیر شہر تلونڈی کو بھی جی کھول کر لوٹا۔ تلونڈی کا زمیندار مسمی رائے فیروز تلونڈی سے بھاگ کر دریائے جمنا کے ساحل پر پناہ گزیں ہوا جسرت لودیانے پہونچا اور لودیانے سے اوپر تک تاراج کرتا ہوا دریائے ستلج کے اُس پار گیا اور

جالندھر کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ زیرک خاں حاکم حصار قلعہ بند ہوکر جسرت کا مقابلہ کرنے لگا۔ جسرت نے مکر کا جال بچھایا اور صلح کی گفت و شنید شروع کی اور یہ قرار دیا کہ زیرک خاں جالندھر کو خالی کر کے طغا کے سپرد کردے اور طغا کے فرزند کو معہ پیش قیمت نذرانے کے مبارک شاہ کی خدمت میں روانہ کرے۔ زیرک خاں دوسری جمادی الآخر ۸۲۴ھ کو قلعہ جالندھر سے باہر نکل کر جسرت کے لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر دریائے سرستی کے کنارے مقیم ہوا۔ جسرت نے دوسرے دن اپنے عہد و پیمان کو توڑا اور زیرک خاں پر حملہ کرکے اُسے زندہ گرفتار کرلیا اور لودیانے کو واپس آیا۔ جسرت نے بیسویں جمادی الآخر ۸۲۴ھ کو سرہند پر حملہ کیا اسلام خاں حاکم سرہند بھی قلعہ بند ہوا جسرت کی فتنہ پردازیوں کی خبر بادشاہ تک پہونچی اور باوجود برسات کے ناقابل برداشت موسم کے مبارک شاہ نے دوسری رجب سنہ الیہ کو دہلی سے کوچ کیا۔ مبارک شاہ سرہند کے نواح میں پہونچا اور جسرت بادشاہ کی آمد کی خبر سنکر لودیانے چلا گیا زیرک نے اپنے کو جسرت کی قید سے آزاد کیا اور سمانے میں بادشاہ سے آملا۔ مبارک شاہ نے لودیانے کا سفر کیا۔ جسرت نے نہر ستلج کو عبور کرکے نہر کے دوسری طرف بادشاہی لشکر کے مقابلے میں قیام کیا۔ کشتیاں جسرت کے قبضے میں تھیں اور دریا کا پاٹ طغیانی کی وجہ سے بڑھا ہوا تھا مبارک شاہ نے مجبوراً دریا کے کنارے اپنے خیمے ڈالے۔ سہیل ستارے کے طلوع ہونے کے بعد دریا کا پاٹ کم ہوا اور مبارک شاہ قبول پور کی جانب دریا کے کنارے کنارے آگے بڑھا۔ جسرت نے بھی جسارت کی اور دریا کے اُس پار مبارک شاہ کے ساتھ ساتھ سفر کی منزلیں طے کرنے لگا۔ ہر روز گکھڑوں کا لشکر مبارک شاہی فوج کے مقابل دریا کے اُس پار خیمہ زن ہوتا تھا۔ گیارھویں شوال ۸۲۴ھ کو ملک سکندر تحفہ وزیر الممالک زیرک خاں محمود حسن اور ملک کالو وغیرہ نامی امیروں نے بادشاہ کے حکم کے موافق ایک ہزار فوج اور چھ ہاتھی ساتھ لیکر ایک پایاب جگہ سے دریا کو عبور کیا اور گکھڑوں پر دھاوا کردیا بادشاہ خود بھی ان امیروں کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ جسرت مبارک شاہی فوج کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور بغیر ٹھہرے ہوئے میدان جنگ سے بھاگا۔ شاہی لشکر نے حریف کا تعاقب کیا اور جسرت کے مددگاروں کی ایک کثیر جماعت کو تہ تیغ کرکے اُس کے تمام ساز و سامان کو غارت کیا۔ جسرت نے غربت زدوں کی طرح دریائے چناب کو

عبور کیا اور کوہستان میں پناہ گزیں ہو گیا۔ جموں کے حاکم رائے بھیم نے بادشاہ کی خدمت
میں حاضر ہو کر اس کی راہبری کی اور مبارک شاہی لشکر جسرت کے مضبوط ترین مامن تل
میں پہونچ گیا۔ جسرت یہاں سے بھاگا اور اس مرتبہ بھی اس کے ساتھی مبارک شاہی
تلواروں کا لقمۂ اجل بنے۔ جسرت کا مال و اسباب یہاں بھی دشمنوں کے ہاتھوں تباہ
اور برباد ہوا۔ محرم ۸۲۵ھ میں مبارک شاہ لاہور آیا اور ویران شہر کو از سر نو آباد کر کے
ملک الشرق امیر حسن کو لاہور کا حاکم مقرر کیا اور نئے حاکم کو حصار داری کے تمام
ساز و سامان سے مطمئن اور قوی دل کر کے خود دہلی واپس آیا۔ مبارک شاہ کے لاہور
سے ہٹتے ہی جسرت کو پھر موقعہ ہاتھ آیا اور لشکر جمع کر کے حصار پر حملہ آور ہو گیا۔ جسرت
نے قلعے کے پاس میدان میں قیام کیا اور امیر حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک
خیمہ زن ہوا ایک ماہ پانچ روز محاصرہ جاری رہا اور بارہا کھکھروں نے قلعے پر دھاوا کیا
لیکن کچھ کار برآری نہ ہوئی۔ جسرت نے قلعے سے ہاتھ اٹھایا اور لاہور سے کلانور پہونچا
اور اپنا بدلہ لینے کے لیے رائے بھیم پر لشکر کشی کی اور لڑائی کے بعد بے کسی نتیجے کے
وہاں سے دریائے بیاس کے کنارے آیا اور اپنا لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ اسی دوران
میں ملک سکندر تحفہ ملک محمود حسن کی مدد کو نامزد ہو کر جا رہا تھا ملک سکندر کا گزر
لوہی گھاٹ سے ہوا اور ملک رجب حاکم دیپالپور اور اسلام خاں لودھی حاکم سرہند بھی
ملک سکندر سے آملے۔ جسرت کو ان امیروں سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی اور
دریائے چناب اور راوی کو عبور کر کے اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کے ساتھ
کوہستان میں جا چھپا۔ بارھویں شوال ۸۲۵ھ کو ملک سکندر لاہور واپس آیا۔ ملک محمود حسن
نے ملک سکندر کا استقبال کیا اور اس کی آمد کی عزت و توقیر کی۔ ملک سکندر نے بھی
دریائے راوی کے کنارے کو فتح کر کے کلانور کا رخ کیا۔ ملک سکندر جموں کی سرحد پر پہونچا
اور راجہ بھیم بھی اس سے آملا ملک سکندر کو جہاں کہیں کہ کھکھروں کی پناہ گزینی کا حال
معلوم ہوا اس نے وہیں پہونچ کر باغیوں کو قتل کیا اور اس کے بعد لاہور واپس آیا۔ اس
درمیان میں بادشاہ کا فرمان پہونچا کہ ملک محمود حسن جالندھر جا کر اپنے کو مضبوط اور طاقت ور
بنا کر دہلی واپس آئے اور ملک سکندر لاہور میں قیام کر کے اس نواح کا پورا بندوبست
کرے۔ سنہ ۸۲۶ھ میں سلطان مبارک شاہ نے ملک سکندر کو وزارت سے معزول کر کے

سردار الملک کو وزیر الممالک مقرر کیا۔ بادشاہ نے غیر مسلم شورہ پشتوں کی تنبیہ کے لئے
سردار الملک کو روانہ کیا اور اس کے پیچھے خود بھی کھنتہ پہونچ گیا۔ مبارک شاہ نے کھنتہ کے
چودھریوں اور مکھیوں سے خراج وصول کر کے فتنہ پرداز گروہ کو موت کے گھاٹ اتارا۔
مہابت خاں امیر بدائوں جو خضر خاں کے عہد میں قلعہ بند ہو کر مرحوم بادشاہ سے لڑا تھا
عاجزانہ مبارک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی فرمان کے موافق دریائے گنگا کو
عبور کر کے قوم راٹھور کے لوٹنے اور تباہ کرنے میں سرگرم ہوا۔ مہابت خاں نے بہت
سے راٹھور قیدی گرفتار کئے۔ اٹاوے کا راجہ جو اس سے پیشتر مبارک شاہ کی خدمت
میں حاضر ہو چکا تھا دریائے گنگا کے کنارے شاہی لشکر سے بھاگ کر پھر اٹاوے پہونچ گیا
شاہی فوج نے راجہ کا تعاقب کیا۔ مبارک شاہی سپاہی اگرچہ خود راجہ کو تو نہ گرفتار کر سکے
لیکن اٹاوے پہونچکر انھوں نے شہر کے تاخت و تاراج کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔
اس درمیان میں مبارک شاہ خود بھی جلد سے جلد پہونچ گیا۔ راجہ راجپوتوں کی ایک
بڑی جماعت کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا مبارک شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ راجہ محاصرے
کی سختیوں سے عاجز ہوا اور دوبارہ اپنے بیٹے کو بیش قیمت پیشکش کے ساتھ مبارک شاہ
کی خدمت میں بھیجا اور بادشاہ دہلی واپس آیا۔ اسی دوران میں ملک محمود حسن بادشاہ
کی خدمت میں پہونچا اور بخشگیری کے عہدے پر جس کو اس زمانے میں عارض کہتے تھے
فائز ہوا۔ اسی سال جسرت اور رائے بھیم میں معرکہ آرائی ہوئی راجہ میدان جنگ میں
کام آیا اور بیشمار مال غنیمت جسرت کے ہاتھ لگا۔ جسرت کے گرد دس بارہ ہزار گکھروں کا
مجمع ہو گیا اور پھر اس کے سر میں لاہور اور دہلی پر حکمرانی کرنے کا سودا سمایا جسرت نے
دیبالپور اور لاہور کے اطراف و نواح کو خوب تاراج کیا اور اس غارتگری کے ذریعے سے
بہت بڑی دولت جمع کی۔ ملک سکندر تحفہ نے جسرت کی تنبیہ کا ارادہ کر کے دریائے چناب
عبور کیا لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی اور ملک سکندر واپس آیا جسرت گکھروں کے ملک
میں پہونچا اور لشکر اور اثاثہ شاہی کی ترتیب اور تنظیم میں مشغول ہوا جسرت نے اب
میرزا شاہرخ کے ایک امیر مسمی شیخ علی سے جو کابل میں رہتا تھا دوستی کی راہ کھولی اور
کابلی سردار کا ہمدرد بن کر اسے سیوستان بھکر اور ٹھٹھہ کے تاخت و تاراج کرنے پر ابھارا
جسرت کا مقصد یہ تھا کہ مبارک شاہ کو ہر چار طرف سے لڑائی کی کشمکش میں گرفتار کر کے

اپنا مطلب حاصل کرے۔ اسی دوران میں ملک علاءالدین حاکم ملتان نے وفات پائی اور امیر شیخ علی کابلی کے حملے کی خبر اطراف و نواح میں پھیلی۔ مبارک شاہ نے ملک محمود حسن کو ملتان بھکر اور سیوستان کا حاکم مقرر کر کے اُسے فوراً ایک جرار لشکر کے ہمراہ اس طرف روانہ کیا۔ ملک محمود نے حصار ملتان کی جو تیموری سیلاب فتوحات میں مسمار ہو گیا تھا مرمت کرائی اور لشکر کو اطراف و جوانب سے جمع کر کے مغلوں سے جنگ کرنے کے لیئے کمربستہ تیار ہو گیا۔ اسی سال سلطان ہوشنگ حاکم مالوہ نے گوالیار کو فتح کرنے کا ارادہ کر کے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ مبارک اہل حصار کی مدد کے لیئے روانہ ہوا۔ بادشاہ بیانے پہونچا اور یہاں پہونچکر اُسے معلوم ہوا کہ امیر خاں بن داؤد خاں بن شمس خاں حاکم بیانہ نے اپنے چچا مبارک خاں کو قتل کر کے شہر کو ویران کر دیا ہے اور بادشاہ سے باغی ہو کر پہاڑ پر قلعہ بند ہو گیا ہے۔ مبارک شاہ نے اس پہاڑ کے دامن میں قیام کیا۔ مبارک شاہ اور امیر خاں میں نامہ و پیغام جاری ہوئے اور آخر کار امیر خاں نے ہر سال معمولی خراج ادا کرنے کا اقرار کر کے اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا مبارک شاہ نے بیانے سے گوالیار کا سفر کیا۔ سلطان ہوشنگ نے دریائے چنبل کے گھاٹ پر قبضہ کر رکھا تھا مبارک شاہ نے دوسرا گزرگاہ پیدا کیا اور جلد سے جلد روانہ ہوا بعضے مبارک شاہی امیروں نے جو مقدمۂ لشکر تھے سلطان ہوشنگ کے لشکر کے ایک حصے کو تاراج بھی کیا اور بہت سے قیدی بھی گرفتار کئے چونکہ سارے قیدی مسلمان تھے مبارک شاہ نے ان سبھوں کو آزاد کیا۔ سلطان ہوشنگ نے صلح کی درخواست کی مبارک شاہ نے اُس کی درخواست منظور کی اور ہوشنگ بیش قیمت پیشکش بادشاہ کی خدمت میں بھیجکر دھار روانہ ہو گیا۔ مبارک شاہ نے دریائے چنبل کے کنارے قیام کیا اور پرانے قانون کے موافق ملک کے تمام زمینداروں سے خراج وصول کرتا ہوا رجب ۸۲۸ھ میں دہلی پہونچ گیا۔ ۸۲۹ھ میں مبارک شاہ نے کھنتیر پر حملہ کیا۔ نرسنگھ راجہ کھنتیر نے گنگا کے کنارے بادشاہ کی ملازمت کا شرف حاصل کیا۔ راجہ معمولی خراج تین سال تک نہ ادا کرنے کے جرم میں قید خانے میں نظر بند کر دیا گیا لیکن رقم ادا کرتے ہی قید سے رہا کیا گیا۔ بادشاہ نے گنگا کو عبور کر کے وہاں کے سرکشوں کو پامال کیا اور دہلی واپس آیا۔ اسی دوران میں میواتیوں کی سرکشی کی خبر پہونچی بادشاہ نے میوات کا رُخ کیا۔

اور وہاں پہونچکر ملک کو خوب تاخت وتاراج کیا۔ میواتی اپنا وطن چھوڑکر کوہ جھرہ[۹۱] میں پناہ گزیں ہوگئے۔ مبارک شاہ غلے اور چارے کی کمی اور دشمن کے مامن کی مضبوطی پر لحاظ کرکے دہلی واپس آیا۔ امیروں کو اُن کی جاگیروں پر جانے کی اجازت دی اور خود عشرت میں مشغول ہوا ۸۲۹ھ میں مبارک شاہ نے پھر میوات پر دھاوا کیا جلو اور قدو بہادر ناہر کے پوتے اپنے مددگاروں اور بہی خواہوں کی ایک جماعت کے ساتھ کوہ الور پر پناہ گزیں ہوئے اور ایک مدت تک شاہی لشکر سے لڑتے رہے آخر کار لڑنے سے عاجز ہوئے اور جان کی امان حاصل کرکے مبارک شاہ کے حضور میں حاضر ہوگئے تھوڑے دنوں کے بعد دونوں بھائیوں نے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کو اُن کی نیت کا حال معلوم ہوگیا دونوں نظر بند کردیئے گئے بادشاہ نے میوات کو خوب تاخت وتاراج کیا اور قحط کی وجہ سے دہلی واپس آیا۔ اس مہم کے چار مہینے کے بعد محرم ۸۳۰ھ میں مبارک شاہ نے پھر میوات پر دھاوا کیا اور وہاں کے سرکشوں کو سزا دیتا ہوا بیانے پہونچا۔ امیر خاں فوت ہوچکا تھا امیر کے بھائی مسمی محمد خاں نے پہاڑ پر جاکر قلعے میں پناہ لی اور پندرہ روز برابر شاہی لشکر کا مقابلہ کرتا رہا۔ جنگ کے دوران میں محمد خاں کے اکثر رفیق مبارک شاہ سے جاملے۔ محمد خاں نے رسی اپنے گلے میں ڈالی اور عاجزانہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گھوڑے ہتھیار اور نیز جسقدر بیش قیمت چیزیں قلعے میں تھیں سب کو مبارک شاہ کی نذر کردیا۔ بادشاہ نے محمد خاں کے اہل وعیال کو قلعے سے باہر نکالا اور سب کو نظر بند کرکے دہلی روانہ کردیا اور قلعہ بیانہ کی حکومت مقبل خاں کے سپرد کی مبارک شاہ نے سیکری کی حکومت جو آجکل فتح پور کے نام سے مشہور ہے ملک خیرالدین تحفہ کے حوالے کی اور وہاں سے گوالیار پہونچا بادشاہ گوالیار کے راجہ سے پیشکش لیتا ہوا دہلی آیا اور ملتان اور اُس کے نواح کی حکومت ملک حسن سے لیکر ملک رجب نادری کو دی اور حصار فیروزہ پر ملک حسن کو حاکم بنایا۔ مبارک شاہ نے فیروز شاہی کوشک جہاں نما کو محمد خاں کے قیام کے لئے تجویز کیا اور اُس کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر غور وفکر کرنے لگا۔ لیکن محمد خاں نے جلدی کی اور اپنے اہل وعیال اور تمام متعلقین کو ساتھ لیکر کوشک سے بھاگا اور میوات میں جاکر پناہ گزیں ہوا محمد خاں نے میوات پہونچکر دوسری مرتبہ پھر لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا۔ محمد خاں نے معلوم کرکے کہ

مقبل خاں ملک ناصر الدین کو قلعہ بیانہ میں چھوڑ کر خود چھٹا دن گیا ہے بیانے پر دھاوا کر دیا اور شہر کے زمینداروں کی مدد سے شہر پر قابض ہو گیا۔ ملک ناصر الدین سے قلعہ نہ لے سکا اور وہ محمد خاں سے اماں طلب کر کے دہلی چلا آیا۔ مبارک شاہ نے ملک مبارز کو بیانے کا حاکم مقرر کر کے اُس کو محمد خاں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ محمد خاں ملک مبارز سے مقابلہ نہ کر سکا اور مجبوراً قلعہ بند ہو گیا۔ ملک مبارز نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ محمد خاں نے چند دنوں کے بعد قلعہ اپنے معتبر امیروں کے سپرد کیا اور خود جلد سے جلد سلطان ابراہیم شرقی کے پاس جا پہونچا ابراہیم شرقی اس زمانے میں کالپی فتح کرنے کے ارادے سے آرہا تھا۔ قادر شاہ امیر کالپی نے بادشاہ دہلی سے مدد مانگی اور مبارک شاہ نے بیانے کی فتح کو چندے موقوف رکھا اور سلطان ابراہیم کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ شرقی فوجوں نے بھون گاؤں کو تاراج کر کے بیداؤں کا قصد کیا تھا۔ مبارک شاہ نے دریائے جمنا کو عبور کر کے موضع جرتولی کو جو مواس کے بہترین شہروں میں تھا تاخت و تاراج کیا اور وہاں سے اترولی پہونچا۔ اترولی پہونچکر مبارک شاہ نے ملک محمود حسن کو دس ہزار سواروں کی جمعیت سے مخلص خاں برادر سلطان شرقی کی سرکوبی کے لئے جو اٹاوے کو فتح کرنے کے لئے آرہا تھا روانہ کیا مخلص خاں ملک محمود کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور راستے ہی سے بھاگ کر اپنے بادشاہ کے پاس پہونچ گیا۔ ملک محمود چند روز توقف کر کے اپنے لشکر سے آملا۔ ابراہیم شرقی نے دریا کے کنارے پناہ لی اور برہان آباد کے حوالی میں پہونچا۔ مبارک شاہ نے اترولی سے کوچ کر کے قصبۂ مالی کوٹہ کا رُخ کیا۔ ابراہیم شرقی مبارک شاہی عظمت اور شوکت دیکھکر ماہ جمادی الاول سنہ ۸۳۱ھ میں لڑائی سے کنارہ کش ہو کر قصبہ راپری کی سمت روانہ ہوا۔ ابراہیم نے راپری سے دریائے جمنا کو عبور کیا اور بیانے پہونچا اور دریائے کھنیتر کے کنارے مقیم ہوا۔ مبارک شاہ نے بھی چند وار کے قریب دریائے جمنا کو عبور کر کے ابراہیم شرقی کی فوج سے پانچ کوس کے فاصلے پر اپنے ڈیرے ڈالے۔ ہر فریق نے اپنے لشکر کے سامنے گہرے خندق کھدوائے اور بائیس روز ایک دوسرے کے مقابلے میں خیمہ زن رہے۔ مبارک شاہی سپاہی ہر روز شرقی فوج پر ہر طرف سے چھاپہ مارتے تھے اور غنیم کے لشکر سے جانوروں کو چراتے اور اُن کے متوسلین کو تیہ کراتے تھے۔ بالآخر ساتویں جمادی الآخر سنہ ۸۳۰ھ کو ابراہیم شرقی

میداں داری کے لیئے سوار ہوا۔ مبارک شاہ نے ملک محمود۔ خان اعظم بن فتح خاں بن سلطان خاں گجراتی۔ زیرک خاں۔ اسلام خاں۔ ملک چمن نبیرۂ فیروز خاں ملک کالو اور ملک احمد مقبل خاں کو سردار الملک وزیر اور سید السادات سید سالم کے ہمراہ شرقیوں کے مقابلے میں روانہ کیا۔ دوپہر سے لیکر شام تک لڑائی کا بازار گرم رہا لیکن رات نے درمیان میں حائل ہوکر دونوں فریق کو بلا کسی نتیجے کے ان کے لشکرگاہ کو واپس کیا۔ دوسرے دن یعنے آٹھویں جمادی الآخر کو شاہ شرقی نے میدان جنگ سے کوچ کرکے جونپور کی راہ لی اور مبارک شاہ نے تلکھاٹ کے راستے سے گوالیار کا رُخ کیا۔ اور گوالیار کے راجہ سے پیشکش لیکر بیانے کا سفر کیا۔ محمد خاں اوحدی نے جو پیشتر سے قلعہ بند ہوچکا تھا ہر چند ہاتھ پاؤں مارے لیکن کچھ کار برآری نہ ہوئی۔ اُسے اب ابراہیم شرقی کی مدد سے بھی مایوسی ہوچکی تھی اب اس گنہگار نے مجبوراً مبارک شاہ سے جان کی امان طلب کی اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوگیا۔ مبارک شاہ نے محمد خاں کا قصور معاف کیا اور اس کے جان و مال کو بخش کر اجازت دی کہ جہاں اس کا جی چاہے چلا جائے۔ محمد خاں میوات روانہ ہوگیا اور مبارک شاہ نے ملک محمود حسن کو بیانے کے شہر اور قلعے کا انتظام کرنے کے لیئے وہیں چھوڑا اور خود ۱۵ ماہ شعبان ۸۳۱ھ کو کامیاب و بامراد دہلی واپس ہوا۔ شوال ۸۳۱ھ میں بادشاہ نے ملک قدوی میواتی کو جو ابراہیم شاہ شرقی کے ہواخواہوں میں داخل ہوگیا تھا گرفتار کرکے سزا دی اور ملک سردار الملک وزیر کو ولایت میوات کے انتظام کے لیئے روانہ کیا اس شہر کے لوگ اپنے گھروں کو خالی اور ویران کرکے کوہستان میں جا بسے قدوی کا بھائی جلال خاں اور احمد خاں اور ملک فخر الدین قلعۂ اندور میں جمع ہوئے اور ملک سردار الملک خراج وصول کرکے شہر کی طرف واپس آیا۔ ماہ ذیقعدہ ۸۳۱ھ میں معلوم ہوا کہ جسرت نے کلانور کا محاصرہ کرلیا ہے اور ملک سکندر تحفہ حاکم لاہور نے اس کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھاکر لاہور واپس آیا اور جسرت نے دریائے بیاس کو عبور کرکے قلعۂ جالندر پر دھاوا کیا ہے۔ چونکہ قلعہ فتح نہیں ہوسکا اس لیئے جسرت نے مجبوراً قلعے کے نواح کو تاخت و تاراج کیا اور بہت سے لونڈی غلام گرفتار کرکے پھر کلانور واپس آیا ہے۔ مبارک شاہ نے ان خبروں کو سنکر فرمان صادر کیا کہ زیرک خاں

حاکم سمانہ اور اسلام خاں حاکم سرہند جلد سے جلد ملک سکندر تحفہ کی مدد پر روانہ ہوں لیکن ملک سکندر نے قبل پہونچنے مدد کے راجہ کلانور سے صلح اور اتحاد کر کے دریائے بیاس تک تگ ودو کی اور جس قدر مال غنیمت وسکہ جسرت نے ان شہروں سے حاصل کیا تھا سب اس سے واپس لیکر لاہور آپہونچا۔ محرم ۸۳۲ھ میں ملک محمود حسن بیانہ کے فتنوں کو فرو کر کے دہلی واپس آگیا۔ محمود کے آنے کے بعد مبارک شاہ نے میوات کا سفر کیا اور تہدواری پہونچا۔ جلال خاں اور قصبے کے سارے میواتی ناچار ہوئے اور سبھوں نے مالگزاری ادا کرنے کا اقرار کیا بلکہ بعضوں نے حاضر ہوکر بادشاہ کی ملازمت بھی حاصل کی بادشاہ اس مہم سے فراغت حاصل کر کے دہلی واپس آیا۔ اسی درمیان میں معلوم ہوا کہ ملک رجب نادری حاکم ملتان نے وفات پائی۔ مبارک شاہ نے ملک محمود حسن کو بیانے کی کارگزاریوں کے صلے میں عماد الملک کا خطاب دیکر حاکم ملتان مقرر کیا۔ ۸۳۳ھ میں بادشاہ نے گوالیار کا سفر کیا اور گوالیار کا فتنہ وفساد فرو کر کے تلکھاٹ پہونچا۔ رائے تلکھاٹ شکست کھاکر کوہ پایہ میں پناہ گزیں ہوا۔ بادشاہ نے تلکھاٹ کو خوب تاخت وتاراج کیا اور بہت سے لونڈی غلام گرفتار کر کے رابری آیا اور حسین خاں کے بیٹے کو رابری کی حکومت سے علٰحدہ کر کے ملک حمزہ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اور دہلی واپس ہوا۔ راستے میں سید السادات سید سالم نے وفات پائی بادشاہ نے سید مرحوم کے بڑے بیٹے کو سید خاں کا اور اس کے چھوٹے فرزند کو شجاع الملک کا خطاب دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ سید السادات نے تیس سال کامل اپنی زندگی خضر خاں کے پاس بسر کی تھی اور اس کے نامی امیروں میں تھا اور ملک کے عمدہ حصوں پر بطور جاگیر دار قابض تھا۔ سید سالم نے تبرہندہ میں خزانہ اور ذخیرہ اور قلعہ داری کے اسباب جمع کئے تھے اور تبرہندہ کے علاوہ امروہہ سرستی اور میان دواب کے اکثر حصے بھی اس کی جاگیر میں شامل تھے۔ سید مرحوم روپیہ جمع کرنے کے بڑے دلدادہ تھے۔ بادشاہ نے مرحوم سید کا سارا خزانہ جو شاہی خزانوں کی برابری کرتا تھا تمام جاگیر اور پرگنوں کے ساتھ ان کے بیٹوں کے حوالے کیا۔ سید کے دونوں بیٹوں نے حقوق شاہی کا کچھ لحاظ نہ کیا اور فولاد نام سید سالم کے ایک ترکی غلام کو تبرہندہ کے قلعے کو روانہ کر کے اسے شاہی مخالفت پر ابھارا ان احسان فراموشوں کا خیال تھا کہ فولاد کا فتنہ

دفع کرنے کا انھیں کو حکم دیا جائے گا اور یہ بھی اس غلام کے ساتھ بغاوت کا جھنڈا بلند کریں گے۔ بادشاہ کو ان کی نیت کا حال معلوم ہو گیا۔ سید سالم کے بیٹوں کو قید کیا اور ملک یوسف اور رائے بھوبی کو فولاد کے نرم کرنے اور چاندی اور سونا حاصل کرنے کے لئے تبرہندہ روانہ کیا۔ فولاد نے صلح کا پیغام دیا اور مبارک شاہی امیروں کو اس طرح اپنے سے غافل کرکے صبح ہوتے قلعے سے نکل آیا اور شاہی فوج پر اس نے شبخون مارا۔ ملک یوسف وغیرہ تجربہ کار سپاہی تھے فولاد کا خنجر بیکار ثابت ہوا اور ترکی غلام پھر قلعہ بند ہو گیا۔ فولاد نے دوسری رات پھر یوسف وغیرہ پر حملہ کیا اور قلعے کے برج و بارہ سے شاہی لشکر پر توپ و تفنگ کی بوچھار بھی شروع کی۔ شاہی لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے اور سپاہی اِدھر اُدھر منتشر ہو کر سرستی کی جانب بھاگ نکلے۔ فولاد تمام مال و اسباب پر قبضہ کرکے اور زیادہ مغرور اور سرکش ہوا اور اب اُسے پورا غلبہ حاصل ہو گیا۔ مبارک شاہ نے یہ خبر سنی اور خود تبرہندہ کا سفر کیا۔ تمام امیر و سردار اور زمیندار شاہی حکم پاتے ہی جمع ہو گئے۔ عماد الملک حاکم ملتان بھی شاہی فرمان پاکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے خود تو پہلے سرستی میں قیام کیا اور چند امیروں کو قلعے کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ ان امیروں نے تبرہندہ پہونچکر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ فولاد نے شاہی لشکر کو پیغام دیا کہ مجھے عماد الملک پر پورا بھروسہ ہے اور وہ یہاں آکر مجھے جان کی امان دے تو میں قلعے سے نکلکر بادشاہ کی ملازمت حاصل کروں۔ فولاد کی درخواست منظور ہوئی اور مبارک شاہ نے عماد الملک کو تبرہندہ روانہ کیا۔ فولاد نے قلعے کے دروازے پر عماد الملک سے ملاقات کی اور شدید قول و قرار کے بعد یہ طے پایا کہ ملاقات کے دوسرے دن فولاد قلعے سے نکلکر بادشاہ کا شرف ملازمت حاصل کریگا۔ اسی دوران میں خود مبارک شاہ کے ایک سپاہی نے جو فولاد کے پرانے بہی خواہوں میں تھا اُسے پیغام پہونچایا کہ اس میں شبہ نہیں کہ عماد الملک بیحد سچا اور راست باز امیر ہے لیکن مبارک شاہ اپنی سیاست کو مدنظر رکھکر عماد الملک کی سفارش اور اُس کے قول و قرار کا کچھ پاس و لحاظ نکریگا اور دوسروں کی عبرت کے لئے تجھے ضرور سزا دیگا۔ فولاد اس پیغام سے ڈر گیا اور اپنے ارادے پر پشیمان ہوا خزانہ اور دوسرے سامان حرب و قلعہ داری کی

موجودگی اور زیادتی نے فولاد کو لڑنے اور قلعہ داری کرنے پر پھر آمادہ اور تیار کر دیا۔ عماد الملک ناکام واپس آیا۔ اس قلعے کا فتح کرنا آسان کام نہ تھا۔ بادشاہ نے ان دشواریوں پر نگاہ کر کے عماد الملک کو تو ملتان جانے کی اجازت دی اور اسلام خاں لودھی کالی خاں رائے فیروز اور دوسرے امیران صدہ کو قلعے کے محاصرے پر مقرر کر کے تبرہندہ کے نواح سے واپس ہوا۔ عماد الملک پہلے تبرہندہ گیا اور وہاں نامزد امیروں کو اُن کی خدمت پر متعین کر کے خود ملتان روانہ ہو گیا۔ ان امیروں نے قلعے کے سر کرنے میں بڑی سخت کوششیں کیں۔ محاصرہ چھ مہینے تک برابر جاری رہا اور قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے۔ فولاد ان امیروں کی کوشش اور اپنی عاجزی دیکھکر بیحد پریشان ہوا اور اس بلا سے نجات پانے کے لیئے اس نے امیر شیخ علی حاکم کابل کے دامن کی طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کر لیا۔ اور اپنے چند معتمد ہواخواہوں کو کابل روانہ کر کے مبلغ خطیر دینا قبول کیا۔ مبارک شاہ نے اپنے باپ کی روش کے خلاف مرزا شاہرخ کے ساتھ اپنے حسن سلوک میں کمی کر دی تھی۔ امیر شیخ علی کابل سے آیا اور راستے میں گکھڑ بھی اس سے آملے۔ امیر شیخ علی نے دریائے بیاس کو عبور کیا اور ان امیروں کی جاگیروں کے تاخت و تاراج کرنے میں مشغول ہوا جو مبارک شاہ کے حکم سے قلعہ تبرہندہ کے محاصرے میں مصروف تھے پھر اور آگے بڑھا اور تبرہندہ کے قریب پہونچ گیا امیروں نے شیخ علی کی آمد کی خبر سنی اور اپنے کو اس کا مدمقابل نہ سمجھکر حصار کو چھوڑ کے بھاگ گئے اور اپنی اپنی جاگیروں کو چلے گئے۔ فولاد قلعے سے باہر نکلا اور امیر شیخ علی کی خدمت میں دو لاکھ تنگہ نقرہ پیش کر کے اپنے اہل و عیال کو بھی امیر شیخ علی کے سپرد کیا اور خود قلعے میں پناہ گزیں ہو کر حصار کے مضبوط اور مستحکم کرنے میں پہلے سے زیادہ کوشاں ہوا۔ امیر شیخ علی نے دریائے ستلج کو عبور کر کے قتل و غارتگری کا بازار خوب گرم کیا اور فولاد کی پیش کردہ رقم سے سو حصہ زیادہ نقد و جنس تاخت و تاراج کے ذریعے سے حاصل کی اور اپنے اتنے زمانے کے بھوکے سپاہیوں کو مطمئن کر کے لاہور پہونچا ملک سکندر تحفہ نے اپنے سالیانہ کی رقم امیر شیخ کو دیکر اُسے لاہور سے واپس کیا شیخ علی لاہور سے دیپالپور روانہ ہوا راستے میں ہر آباد مقام کو اس نے ایسا ویران اور تباہ کیا کہ تقریباً

چالیس ہزار غیر مسلم قتل ہوئے اور بہت سے اسیر ہوکر لونڈی غلام کہلائے۔ شیخ علی کا کوئی حریف مرد میدان نہ تھا اس لیئے اُس نے سفاکی اور خونریزی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ عماد الملک اس فتنے کو فرو کرنے کے لیئے قصبہ طلبنہ تک آیا۔ امیر علی نے جنگ سے منہ موڑ کر خطیب پور کا رُخ کیا۔ اس دوران میں بادشاہ کا فرمان پہونچا کہ عماد الملک طلبنہ کو چھوڑ کر ملتان روانہ ہو۔ عماد الملک نے ملتان کا سفر کیا اور امیر شیخ علی نے میدان خالی دیکھکر دریائے راوی کو عبور کیا اور دریائے جہلم کے معمور پرگنوں کو جو چناب کے نام سے مشہور ہے ویران کرتا ہوا ملتان سے دس کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا۔ عماد الملک نے بہلول لودی کے چچا اسلام خاں کو امیر شیخ علی کے مقابلے میں روانہ کیا۔ راستے ہی میں دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوگئی اور ایک خونریز لڑائی کے بعد اسلام خاں کو شکست ہوئی اس کا لشکر کچھ تو مارا گیا۔ اور کچھ ادھر ادھر منتشر ہوگیا اور خود عماد الملک نے ملتان سے تین منزل کے فاصلے پر خیر آباد میں پناہ لی۔ دوسرے دن یعنے چوتھی رمضان کو امیر شیخ علی خیر آباد پہونچا اور ملتان کے قریب خیمہ زن ہوکر اُس نے قلعے پر دھاوا کیا۔ عماد الملک نے شہر کے پیادوں کو قلعے سے باہر جانے کا حکم دیا کہ سپاہی امیر شیخ علی کے لشکر کو باغیوں میں بیکار پڑا رہنے دیں۔ اس دن شیخ علی ناکام واپس گیا۔ امیر علی نے ایک مدت تک روزانہ قلعے پر دھاوے کیئے اور بیگناہ کابلیوں کی جانیں ضائع کرتا رہا۔ مبارک شاہ نے یہہ خبریں سُنیں اور فتح خاں بن مظفر خاں گجراتی کو زیرک خاں۔ ملک کالوئے شحنہ فیل ملک یوسف کمال خاں اور رلئے بھورا سے معتمد امیروں کے ساتھ عماد الملک کی مدد کو روانہ کیا چھبیسویں شوال کو یہہ امیر ملتان کے قریب پہونچے۔ عماد الملک ان امیروں کے آنے سے قوی دل ہوا اور ان کے ساتھ ملکر کابلی امیر کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد باوجودیکہ فتح خاں اس معرکے میں کام آیا لیکن مبارک شاہیوں کو فتح ہوئی۔ امیر شیخ علی بڑی شکست کھاکر بھاگا اکثر اس کے سپاہی قتل ہوئے اور جو بچے وہ دریائے جہلم میں ڈوب کر غرقاب ہوئے امیر شیخ علی نے جو نقد و جنس ہندوستان کی لوٹ مار سے جمع کی تھی وہ سب ضائع اور برباد ہوئی اور کابلی امیر چند اپنے ساتھیوں کے ساتھ کابل پہونچا یہہ لوگ

اپنے زندہ پہونچنے کو ہزار درجہ غنیمت سمجھے۔ عماد الملک اور اس کے ساتھی امیروں نے شیخ علی کا قلعہ سیکھور تک تعاقب کیا اور وہاں سے ملتان واپس آئے۔ شیخ علی نے اپنے بھتیجے ملک مظفر کو حصارداری کے اسباب سے مطمئن کر کے قلعۂ سیلور میں چھوڑا اور خود کابل روانہ ہوگیا۔ مبارک شاہی امیر جو مدد کے لیے گئے تھے بادشاہی حکم کے مطابق دہلی واپس آئے۔ اسی دوران میں بادشاہ عماد الملک کے غلبے اور طاقت سے دل میں خوف زدہ ہوا اور اس کو تمام امیروں کے ہمراہ دہلی میں طلب کر لیا۔ ربیع الاول ۸۳۵ھ میں جسرت کھکھر نے میدان خالی پاکر دریائے جہلم راوی اور بیاس کو عبور کیا اور جالندھر پہونچ گیا۔ ملک سکندر تحفہ جو کسی ضرورت سے لاہور گیا ہوا تھا اپنے لشکر کو جمع کر کے جسرت کے مقابلے میں آیا۔ ملک سکندر کا گھوڑا معرکۂ کارزار میں ایک دلدل میں پھنس گیا اور ملک سکندر جسرت کے ہاتھ میں زندہ گرفتار ہوگیا۔ ملک سکندر کا تمام مال و اسباب جسرت کے ہاتھ لگا اور یہ کھکھر لاہور پہونچا اور اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ گیری کے انتظام میں مشغول ہوا۔ جسرت کی تحریک کے موافق شیخ علی انتقام کی فکر میں مصروف ہوا۔ شیخ علی کابل سے روانہ ہو کر ملتان کے حدود میں پہونچ گیا اور قصبۂ طلبنہ کا اس نے محاصرہ کر لیا۔ باوجودیکہ اس قصبے پر اس نے صلح کے ذریعے سے قبضہ کیا تھا لیکن اس پر بھی بہت سے لونڈی غلام گرفتار کر کے بقیہ بےگناہوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اور حصار کو مسمار کر کے سطح زمین کے برابر کر دیا۔ اس دوران میں فولاد غلام بھی تبرہندہ سے آگیا اور رائے فیروز کی سلطنت پر حملہ کر کے اس نے رائے کو تہ تیغ کیا۔ سلطان مبارک نے یہ خبریں سنیں اور جمادی الاول ۸۳۵ھ میں شاہی سراپردہ جس کا رنگ سرخ تھا لاہور اور ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ نے ملک سردار الملک وزیر کو لاہور بھیجکر اس کو مقدمۂ لشکر بنایا سردار الملک سمانے پہونچا اور جسرت پاہیں قلعے سے بھاگ کر کوہستان میں پناہ گزیں ہوا امیر شیخ علی نے بھی کابل کی راہ لی۔ فولاد غلام نے بھی تبرہندہ کا رخ کیا۔ مبارک شاہ نے لاہور کی حکومت سے ملک الشرق ملک سرور الملک کو علحدہ کر کے نصرت خاں گرگ انداز کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اور خود دریائے جمنا کے کنارے پانی پت کے قریب ایک مقام پر اپنے لشکر گاہ میں

عرصے تک مقیم رہا۔ بادشاہ نے عماد الملک کو ایک جرار فوج کے ساتھ سرکش زمینداروں کی تنبیہ کے لیئے بیانہ اور گوالیار روانہ کیا اور ملک الشرق سرور الملک زیرک خاں اور اسلام خاں وغیرہ اُمرا کو قلعہ تبرہندہ کی مہم پر مقرر کرکے خود دہلی واپس آیا۔ ذی الحجہ ۸۳۵ھ میں جسرت نے پھر لاہور کی سرزمین پر قدم رکھا اور نصرت خاں کے مقابلے میں صف آرا ہوا لیکن مبارک شاہی فوج کے حملے کی تاب نہ لاکر اپنے ملک کو واپس گیا۔ ۸۳۶ھ میں بادشاہ نے دوبارہ تبرہندہ کے فتنے کو فرو کرنا چاہا اور دہلی سے سانے پہونچا۔ لیکن اپنی والدہ مخدومۂ جہاں کی رحلت کی خبر سُنکر تنہا دار الخلافت واپس آیا۔ مخدومۂ جہاں کی تجہیز و تکفین اور مراسم تعزیت سے فراغت حاصل کرکے مبارک شاہ اپنے لشکر سے جا ملا لیکن اب تبرہندہ کی مہم کو ملتوی کرکے میوات کی طرف روانہ ہوا۔ نصرت خاں کو لاہور اور جالندر کی صوبہ داری سے معزول کیا اور اس کی جگہ ملک الہ داد لودھی کو حاکم لاہور مقرر کیا۔ جسرت کو بادشاہ کے بے وجہ واپس آنے سے پھر ہمت ہوئی اور اس نے جالندر کو نصرت خاں سے چھین کر کھکھروں کا ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا اور الہ داد لودھی سے صف آرا ہوکر حریف کے مقابلے میں کامیاب ہوا اور گویا اس طرح جسرت کا خوابیدہ فتنہ پھر بیدار ہوا۔ مبارک شاہ نے میوات کے اکثر شہروں کو تاراج کیا اور قدیم دستور کے موافق جلال خاں سے پیشکش کی رقم حاصل کرتا ہوا دہلی واپس آیا۔ اسی دوران میں امیر شیخ علی کی آمد آمد کا پھر غلغلہ اُٹھا اور معلوم ہوا کہ کابلی امیر فولاد غلام کی مدد کے لیئے کابل سے ہندوستان آرہا ہے مبارک شاہ نے مجبوراً دوبارہ پنجاب کا سفر اختیار کیا۔ ۸۳۶ھ میں دہلی سے روانہ ہوا اور سب سے پہلے عماد الملک کو اُن امیروں کی مدد کے لیئے روانہ کیا جو تبرہندہ کے محاصرے میں مشغول تھے۔ امیر شیخ علی کا لشکر عماد الملک کے نام سے ڈرتا تھا کابلی سپاہیوں نے تبرہندہ کا سفر ملتوی کرکے لاہور کی راہ لی ملک یوسف اور ملک اسمٰعیل جو مبارک شاہ کی طرف سے لاہور کے محافظ تھے اہل شہر کی مخالفت سے آگاہ ہوکر رات ہی رات لاہور سے کوچ کرکے دیپالپور بھاگ گئے۔ دوسرے دن امیر شیخ علی نے ان دونوں امیروں کے تعاقب میں اپنی فوج کا ایک دستہ روانہ کیا کابلیوں نے بہت سے مبارک شاہی سپاہیوں کو گرفتار کیا

اور بہتوں کو نظر بند کیا۔ امیر شیخ علی نے خود شہر لاہور کے حصار پر قبضہ کر کے قتل اور غارتگری میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اور حصار لاہور میں جس جگہ مرمت کی ضرورت تھی اُسے درست کر کے قلعے کو دو ہزار جنگجو سپاہیوں کی حفاظت میں سپرد کیا اور قلعہ داری کے تمام سامان مہیا کر کے خود دیپالپور روانہ ہوا ملک یوسف اور ملک اسمٰعیل نے جو امیر شیخ علی کے ہاتھوں لاہور سے بھاگ کر یہاں پناہ گزیں تھے چاہا کہ حصار دیپالپور کو بھی خالی کر کے راہ فرار اختیار کریں لیکن عماد الملک نے منع کیا اور اپنے بھائی ملک احمد کو سرہند سے یوسف اور اسمٰعیل کی مدد کے لیئے روانہ کیا۔ امیر شیخ علی ایک مرتبہ دشمن سے شکست کھا چکا تھا اس مرتبہ لڑائی سے کنارہ کش ہو کر دیپالپور سے بھاگا اور دیپالپور اور لاہور کے تمام درمیانی قصبوں پر قابض ہو گیا اس زمانے میں سلطان مبارک شاہ کا تلونڈی میں ورود ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ عماد الملک اور اسلام خاں لودھی بھی تبرہندے سے کوچ کر کے شاہی ملازمت حاصل کریں اُن کے سوا باقی امیر اور منصب دار اسی طرح تبرہندہ کے محاصرے میں مصروف رہیں۔ امیر شیخ علی کو مبارک شاہ کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ کابلی سردار نے دریائے جھلم کو پار کیا اور اپنے بھتیجے مظفر خاں کو اسی طرح قلعہ سیور میں چھوڑ کر خود کابل روانہ ہو گیا۔ مبارک شاہ نے ملک سکندر تحفہ کو جس نے ایک بڑی رقم جسرت کو دیکر خود نجات حاصل کی تھی شمس الملک کا خطاب دیکر دیپالپور جالندرا اور لاہور کا حاکم مقرر کیا۔ شمس بہت بڑی فوج کے ہمراہ حصار لاہور پہونچا اور شیخ علی کے ملازموں نے جان کی امان کے ساتھ قلعہ شمس الملک کے حوالہ کیا اور خود کابل روانہ ہو گئے۔ بادشاہ نے طلبنہ کے ساحل سے دریائے راوی کو عبور کیا اور سیور کا محاصرہ کر لیا۔ مظفر خاں نے ایک مہینے تک تو حریف کی مدافعت کی لیکن آخر کار عاجز ہو کر اپنی بیٹی اور رقم پیشکش بادشاہ کے ملاحظہ میں گزران کر مبارک شاہ کو سیور سے واپس کر دیا۔ بادشاہ نے لشکر کو تو نواح دیپالپور میں چھوڑا اور خود اپنے چند خاص درباریوں کے ساتھ ملتان روانہ ہوا اور اولیائے کرام کی زیارت سے فارغ ہو کر پھر اپنے لشکر سے آملا۔ مبارک شاہ نے صوبۂ پنجاب اور دیپالپور کی حکومت شمس الملک سے لیکر عماد الملک کے سپرد کی اور خود جلد سے جلد دہلی پہونچ گیا۔ دہلی پہونچکر بادشاہ کو معلوم ہوا کہ وزارت اور اشراف دونوں عہدوں کا

کام اکیلے سرور الملک سے سرانجام نہیں پاتا چونکہ مبارک شاہ سرور الملک سے مطمئن بھی نہ تھا اس نے اشراف کا کام ملک کمال الدین کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ دونوں امیر ملکر مہمات سلطنت کو انجام دیں۔ ملک کمال الدین ایک سنجیدہ اور تجربہ کار امیر ہونے کی حیثیت سے خلائق کا مرجع بن کر صاحب اختیار ہو گیا۔ سرور الملک کو عہدہ اور جاگیر یعنے دیپالپور اور لاہور کے تغیر و تبدل اور ملک کمال کے مقابلے میں اپنی کساد بازاری نے منافقت پر آمادہ کیا سرور الملک نے سدارن ولد کانگو کھتری اور سدپال نبیرہ گنگو کھتری کو جو خاندان مبارک شاہی کے نمکخوار اور پروردہ تھے اپنے سے ملایا اور میران صدر نائب عارض الممالک اور قاضی عبد الصمد حاجب خاص وغیرہ ملازمین شاہی سے سازش کی اور ان سبھوں کو بادشاہ کی مخالفت پر اپنا ہم خیال بنا لیا اور وقت اور موقعہ کا منتظر رہا۔ اس زمانے میں سلطان مبارک شاہ نے نہر جمنا کے کنارے ربیع الاول کی سترھویں ۸۳۷ھ کو ایک شہر بنا کر اُسے آباد کیا اور اس کا نام مبارک آباد رکھا اور شکار کی غرض سے سرہند روانہ ہوا۔ بادشاہ نے تھوڑے ہی زمانے میں اس نواح کے زمینداروں کو مطیع اور فرمانبردار بنا لیا۔ اسی دوران میں تپر ہندہ کی فتح کا نامہ اُس کے ساتھ فولاد غلام کا سر بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش ہوا۔ بادشاہ یہہ خبر سُنکر مبارک آباد واپس آیا اور سُنا کہ سلطان ابراہیم شرقی اور سلطان ہوشنگ کالپی کے لئے ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہیں۔ مبارک شاہ نے جو ممالک شرقی کے فتح کرنے کی ہمیشہ تدبیریں سوچا کرتا تھا اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ فرمان صادر ہوا کہ سراپردہ شاہی دہلی شہر سے باہر چبوترہ سیر گاہ کے نزدیک نصب کیا جائے۔ لشکر جمع ہونے میں چندروز کا وقفہ ہوا۔ بادشاہ نے اپنے ہر امیر کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا اور سوا جاگیروں کے تغیر و تبدل کے اور کوئی بات اس سے سرزد نہ ہوئی تھی۔ مبارک شاہ سرور الملک وغیرہ کی طرف سے بالکل مطمئن تھا اور بعید بے تکلفی کے ساتھ مبارک آباد کی عمارتوں کی سیر و تفریح کے لئے جاتا تھا۔ رجب ۸۳۷ھ کی نویں کو جمعہ کا دن تھا بادشاہ چند خاص خادموں کے ساتھ اپنی مقررہ عادت کے موافق مبارک آباد گیا اور عمارتوں کی سیر سے فارغ ہو کر جمعہ کی نماز ادا کرنے کی

تیاریاں کرنے لگا۔ اس وقت یہہ بے مروت نجس جماعت یعنے میراں صدر اور قاضی عبدالصمد ہندوؤں کے ایک مسلح گروہ کے ساتھہ اندر داخل ہوئے اور سدارن ولد کانکو اپنی جماعت کے ساتھہ باہر ہی مقیم رہا تاکہ کوئی دوسرا اندر نہ جاسکے۔ بادشاہ نے باوجود اس کے کہ ان نمک حراموں کو مسلح دیکھا لیکن اس کے دل میں کوئی خطرہ نہ گزرا اور اسی طرح بے تکلف بیٹھا رہا۔ یہہ مفسد قریب پہونچے اور سدپال نے تلوار کھینچکر بادشاہ کے سر پر وار کیا سدپال کے ساتھہ ہی دوسرے نمک حراموں نے بھی ہر طرف سے بادشاہ کو زخمی کرکے ایسے عدیم المثال فرمانروا کو شہید کیا۔ میراں صدر بادشاہ کی خون آلود لاش وہیں چھوڑکر سرورالملک کے پاس پہونچا اور اُسے بادشاہ کے قتل کا مژدہ سنایا۔ اور کہا کہ میں نے قرارداد کے موافق اپنا کام کرلیا سرورالملک شقی نے اسی وقت محمد شاہ کو تخت سلطنت پر بٹھا کر اپنے کو مقصود سے ہم کنار پایا۔ سلطان مبارک شاہ نے تیرہ سال تین مہینے سولہ دن حکمرانی کی۔ یہہ بادشاہ عقلمند اور عمدہ اخلاق کا نمونہ تھا۔ مبارک شاہ نے اپنے تمام زمانۂ حکومت میں گالی یا فحش الفاظ زبان سے نہیں نکالے اور مکروہات کے گرد نہیں پھٹکا۔ یہہ بادشاہ تمام مہمات سلطنت کی خود تحقیقات کرتا تھا تاریخ مبارک شاہی اسی مبارک انجام بادشاہ کے نام نامی سے مشہور ہے۔

ذکر سلطنت محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں

دنیا کا قاعدہ ہے کہ ملک بلا ملک کے رہ نہیں سکتا اسی عام رسم کے موافق سلطان مبارک شاہ کی شہادت کے دن محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں نے تخت ہندوستان پر جلوس کیا سرورالملک کا فرنعمت خان جہانی کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اور مبارک شاہی خزانے فیلخانے۔ توپخانے وغیرہ پر قابض ہوکر قوی اور مطمئن ہوا اس کور نمک وزیر نے اپنی پوری طاقت اس کوشش میں صرف کرنی شروع کی کہ پرانے امیروں کو تباہ کرکے اپنے دست گرفتہ جدید امرا کو اُن کی جگہ مامور کرے اور فرصت پاکر محمد شاہ کو بھی سلطان مبارک کے پہلو میں سلاکر خود حکمرانی کا ڈنکا بجائے۔ کمال الملک اور دوسرے جاں نثار مبارک شاہی امیروں نے جو شہر کے باہر سراپردۂ شاہی کے پاس خیمہ زن تھے تقدیر الٰہی سے مجبور ہوکر ظاہرا محمد شاہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے

اُسے اپنا فرمانروا تسلیم کرلیا لیکن باطن میں اپنے ولی نعمت کے بیگناہ خون کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہو گئے۔ سرور الملک نے اپنی کاروائی شروع کی اور سب سے پہلے سدپال اور سدہارن اور اُن کے عزیز و اقارب کو مبارک شاہ کے قتل کرنے کے صلے میں بیانہ۔ امروہہ۔ نارنول۔ کہرام اور چند پرگنے میان دوآب کے بطور جاگیر عطا کئے۔ میران صدر کو معین الملک کے خطاب کے ساتھ عمدہ جاگیر عطا کی اور سید سالم کے فرزند کو خان اعظم سید خاں کا خطاب اور زرخیز ممالک جاگیر میں دیکر اُسے اپنے سے راضی اور خوش کیا۔ اور مبارک شاہی امیروں اور جان نثاروں کو محمد شاہ کی بیعت لینے کے بہانے سے دیوان خانے میں بلا کر بعضوں کو تو تلوار کے گھاٹ اُتارا اور ملک کرم چند ملک مقبل اور ملک قنوج وغیرہ بعض امیروں کو نظر بند کر کے اُن کی جاگیر کے بہترین اور سب سے بڑے حصول پر خود قابض ہو گیا۔ اپنے غلام رانوشہ کو تحصیل مال کے لئے سمانہ روانہ کیا۔ رانوشہ محرم کی بارھویں تاریخ سمانہ پہونچا اور اس نے چاہا کہ قلعے پر قبضہ کرے۔ یوسف خاں اوحدی کو اطلاع ہوئی۔ یوسف ہندوان سے سمانہ آیا۔ رانوشہ اور یوسف میں لڑائی ہوئی رانوشہ نے یوسف کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔ اس وقت سو خضر خانی اور مبارک شاہی امیر جو اپنی اپنی جاگیروں میں تھے یعنے ملک جمن حاکم بداؤن۔ ملک الہ داد لودی حاکم سنبھل امیر علی گجراتی اور کنک ترک بچہ وغیرہ نے علانیہ مخالفت کا اظہار کیا۔ سرور الملک نے خان اعظم سید خاں۔ سدارن اور اپنے فرزند یوسف کو کمال الملک کے ہمراہ مبارک شاہی امیروں کے مقابلے میں بھیجا۔ یہہ امیر قصبہ برن پہونچے اور کمال الملک نے چاہا کہ اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اپنے آقا کے خون کا بدلہ سرور الملک کے بیٹے ملک یوسف اور سدارن سے لے۔ ملک الہ داد کو کمال الملک کے ارادے سے آگاہی ہوئی اور اُس نے مطمئن ہو کر اہار میں قیام کیا اور اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ ملک سرور الملک بھی کمال الملک کی نیت سے واقف ہوا اور اس نے اپنے غلام ملک ہشیار کو ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ کمال الملک کی مدد کا بہانہ کر کے روانہ کیا اس کا مقصد یہہ تھا کہ ہشیار کمال الملک کے پاس پہونچکر ملک یوسف کی حفاظت کرے۔ اسی دوران میں ملک جمن ملک الہ داد کے پاس آیا اور سدارن

اور ملک ہشیار جو کمال الملک سے پہلے ہی سے خوف زدہ تھے آدھی رات کو دہلی بھاگ گئے۔ کمال الملک ان دغا بازوں کے بھاگنے سے آگاہ ہوا اور اُس نے ایک قاصد ملک الہ داد اور ملک چمن کے پاس بھیجکر ان کو اپنے پاس بلا یا یہ نمک حلال امیر جلد سے جلد کمال الملک سے آملے ان امرا کے علاوہ اور لوگ بھی اطراف وجوانب سے کمال الملک کے پاس جمع ہوگئے۔ یکم رمضان کو کمال الملک اپنے ہم خیال امیروں اور جرّار فوج کے ساتھ دہلی کی طرف بڑھا۔ خان جہاں سرور الملک مجبوراً حصار سیری میں قلعہ بند ہوگیا اور تین مہینے کامل کمال سے لڑتا رہا۔ اطراف وجوانب کے حکام روز بروز کمال الملک کے پاس جمع ہونے لگے۔ اور اہل قلعہ پر روزانہ سختیوں کا اضافہ ہونے لگا۔ سلطان محمد شاہ سرور الملک وزیر کی غداری اور اس کی بیوفائی کا خونریز منظر اپنی آنکھوں سے خود دیکھ چکا تھا۔ بادشاہ کا دل کمال الملک وغیرہ حملہ آور امیروں کے ساتھ تھا اور ہر وقت اس موقعہ کا منتظر رہتا تھا کہ جس طرح ممکن ہو اپنے کو یا تو کمال الملک کے پاس پہونچائے اور یا سرور الملک کو تلوار کے گھاٹ اُتارے۔ سرور الملک بادشاہ کی نیت سے آگاہ ہوگیا اور اُس نے خود سبقت کا مصمم ارادہ کرلیا۔ آٹھویں محرم ۸۳۷ھ کو سرور الملک اپنے نوکروں اور میران صدر کے بیٹوں کے ہمراہ تلوار ہاتھ میں لیئے ہوئے سراپردۂ شاہی کے اندر داخل ہوا۔ سلطان محمد شاہ ہمیشہ اپنی جان سے ہوشیار رہتا تھا اور کسی وقت محافظوں کو اپنے سے جدا نہ کرتا تھا بادشاہ نے اپنے دربانوں کو سرور الملک کو قتل کرنے کا اشارہ کیا۔ سرور الملک شاہی جماعت کے حملے میں نہ ٹھہر سکا اور سامنے سے بھاگا قریب تھا کہ سراپردہ سے نکلکر اپنے ہی خواہوں سے جاملے کہ شاہی پیادے اس تک پہونچ گئے اور محمد شاہی تلوار نے اُسکے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے۔ میران صدر کے بدترین خلائق فرزند گرفتار ہوکر بسر و بار تہ تیغ کیئے گئے۔ سرور الملک کے اور دوسرے بہی خواہ اپنے اپنے گھروں میں مسلح ہوکر جان لینے اور دینے پر آمادہ ہوگئے۔ سلطان محمد شاہ نے کمال الملک کے پاس ایک قاصد بھیجکر اُسے ان واقعات سے آگاہ کیا۔ کمال الملک اور اس کے ساتھی امیر بغداؤں دروازے سے شہر میں داخل ہوئے اور سدپال نے

اپنی زندگی سے ہاتھ دھوکر قوم ہنود کی رسم کے موافق اپنے گھر میں آگ روشن کی اور زن و فرزند کو اس دہکتی ہوئی آگ کے سپرد کرکے خود حریف کے مقابلے میں آیا اور لڑتے لڑتے خاک و خون کا ڈھیر ہوگیا۔ سدارن اپنے ہم قوم کھتریوں کے ساتھ گرفتار ہوا اور شاہی حکم کے موافق سلطان شہید کے حظیرے کے نزدیک تہ تیغ کردیا گیا ملک ہشیار اور ملک مبارک جو سرور الملک کے دست گرفتہ تھے دروازہ لعل کے قریب موت کے گھاٹ اُتارے گئے جب کھتریوں اور سرور الملک کے دوسرے بہی خواہوں نے اپنے اپنے گھروں میں پناہ گزیں ہوکر لڑائی کا بازار گرم کیا اسوقت سلطان محمد شاہ نے حکم دیا کہ دروازہ بغداد کو کھول کر کمال الملک اور دوسرے جاں نثاران سلطنت کو شہر کے اندر بلایا جائے چنانچہ کمال الملک وغیرہ امرا شہر میں داخل ہوئے اور باغیوں کے گھروں کا محاصرہ کرکے سبھوں کو گرفتار کیا اور موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس واقعے کے دوسرے دن کمال الملک اور دوسرے امیروں نے دوبارہ محمد شاہ سے بیعت کرکے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ کمال الملک کمال خاں کے خطاب سے وزیر سلطنت مقرر کیا گیا اور ملک چمن کو غازی ملک کا خطاب عنایت ہوا۔ ملک الہ داد لودی نے اپنے لیئے کوئی خطاب قبول نہیں کیا لیکن اپنے بھائی کو دریا خاں کے لقب سے سرفراز کرایا۔ ملک کہوتراج مبارک خانی کو اقبال خاں کا خطاب دیکر اُسے حصار فیروزہ کی حکومت پر بدستور سابق بحال رکھا گیا اور خان اعظم سید خاں مجلس عالی کے لقب سے ہم چشموں میں ممتاز ہوا۔ حاجی ضدلی المشہور بہ حسام خاں کوتوال شہر مقرر ہوا۔ اور اس کی جاگیر اُس کے قبضے میں بحال رکھی گئی۔

سلطان محمد شاہ کو دہلی کے مہمات سے فراغت حاصل ہوئی اور ارکان دولت کے مشورے سے ماہ ربیع الاول میں بادشاہ سیر کے لیئے ملتان روانہ ہوا۔ محمد شاہ چبوترہ مبارک پور کے قریب اترا اور اپنے لشکر کو حاضر ہونے کا حکم دیا اکثر امیر حاضری میں پس و پیش کر رہے تھے لیکن عماد الملک کے آتے ہی تمام امرا شاہی بارگاہ میں حاضر ہوگئے امیر اور سرداران فوج مثلاً اسلام خاں لودی۔ یوسف خاں اوحدی اور اقبال خاں وغیرہ نے بادشاہ کی ملازمت کا شرف حاصل کیا اور گراں قیمت خلعتوں سے سرفراز کیئے گئے۔ سلطان محمد شاہ ملتان میں داخل ہوا اور اولیائے کرام کی زیارت سے

فیضیاب ہوکر بادشاہ نے اس ملک کا انتظام سیاسی اپنے ایک معتمد امیر کے سپرد کیا اور خود دہلی کی طرف واپس آیا سلطان محمد شاہ سنہ ۸۴۰ھ میں سامانہ کی طرف گیا اور اُس نے جسرت گکھڑ کے ملک پر فوج روانہ کی سپاہیوں کو حکم تھا کہ اس مفسد گکھڑ کے ملک کو تاخت و تاراج کر کے واپس چلے آئیں۔ بادشاہ اس مہم کو روانہ کر کے خود دہلی پہونچا اور ایسا عیش و عشرت کا متوالا بنا کہ اُسے ملک و مال کی پروا بالکل نہ رہی بادشاہ کی اس بے خبری نے خلل پیدا کیا۔ ملک بہلول نے جو اپنے چچا سلطان شہ الخاطب بہ اسلام خاں کے بعد سرہند کا حاکم مقرر کیا گیا تھا اس موقع سے فائدہ اُٹھایا اور دیبالپور اور لاہور سے لیکر پانی پت تک تمام حصۂ سلطنت پر بلا حکم شاہی قابض ہوگیا محمد شاہ نے جیسا کہ تفصیلی طور پر آگے چلکر معرض بیان میں آئیگا اس کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر روانہ کیا۔ بہلول لودہی کوہستان میں پناہ گزیں ہوا اور بہت سے معتبر افغانی اسیر قتل کیئے گئے۔ ملک بہلول نے دوبارہ ایک جمعیت اکٹھا کی اور سرہند اور پنجاب پر حملہ آور ہوا اور اس مرتبہ بھی پانی پت تک تمام ملک پر قابض ہوگیا۔ محمد شاہ نے اس دفعہ حسام خاں کو اس مہم پر روانہ کیا۔ حسام خاں شکست کھا کر دہلی واپس آیا۔ بہلول لودی نے بادشاہ کو پیغام دیا کہ اگر حسام خاں قتل کر دیا جائے تو میں شاہی اطاعت قبول کرونگا۔ بادشاہ نے دشمن کی باتوں پر یقین کر لیا اور حسام خاں کو تہ تیغ کر دیا۔ محمد شاہ نے حمید خاں کو وزیر مقرر کیا اور ایک دوسرے شخص کو حسام خاں کا خطاب دیکر اُسے نائب وزیر بنایا۔ اطراف و جوانب کے ماتحتوں نے بادشاہ کی ردی حالت دیکھکر حکمرانی اور خود مختاری کے خواب دیکھنے شروع کیئے۔ زمینداروں نے جب خراج لینے والے کی ایسی بدتر حالت دیکھی تو رقم مقررہ ادا کرنے سے باز رہے۔ محمد شاہ نے مفسدوں اور باغیوں کی تنبیہہ اور سرکوبی کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور سارے ملک میں بادشاہ کی بے پروائی کا زہریلا اثر پھیل گیا۔ ابراہیم شاہ شرقی بعض پرگنات دبا بیٹھا اور سلطان محمود خلجی حاکم مالوہ نے دہلی پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا۔ سنہ ۸۴۴ھ میں سلطان محمود مالوی نے دہلی پر لشکر کشی کی اور شہر سے دو کوس کے فاصلے پر خیمہ زن ہوکر ملک کے سیاسی انتظام میں مصروف ہوا۔ محمد شاہ بیحد پریشان ہوا اور قاصد بہلول لودی کی خدمت میں روانہ کر کے بیحد مبالغہ اور اصرار کے ساتھ اس کو اپنی

مدد کے لئے دہلی طلب کیا۔ ملک بہلول بیس ہزار مسلح سواروں کے ساتھ دہلی آیا۔ سلطان محمد شاہ باوجود اثاثہ شاہی کی کثرت اور زیادتی فوج کے خود میدان جنگ میں نہ گیا اور امیروں کو حکم دیا کہ فوج کو آراستہ کر کے دشمن کے مقابلے میں صف آرا ہوں۔ امیروں نے شاہی حکم کے موافق حریف کے مقابلے میں صف آرائی کی۔ ملک بہلول اپنے سپاہیوں کے ساتھ جن میں سے اکثر مغل اور افغان تیرانداز تھے دہلوی لشکر کا مقدمہ فوج بنکر میدان میں آیا۔ سلطان محمود نے سُنا کہ محمد شاہ خود معرکہ جنگ میں نہیں آیا اُس نے بھی میدان داری کی زحمت نہ اُٹھائی اور اپنے دونوں بیٹوں غیاث الدین اور قدر خاں کو حریف کے مقابلے میں روانہ کیا۔ دونوں فریق شام تک ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔ ملک بہلول نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ بہادرانہ حملہ کیا۔ بہلول کی قابل قدر کوششوں سے دہلوی فوج نے اس روز حریف کی کوششوں کو سر سبز نہ ہونے دیا۔

سلطان محمود خلجی نے اس رات پریشان خواب دیکھا۔ صبح کو اُٹھکر اُسے یہہ معلوم ہوا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی منڈو کی طرف آ رہا ہے۔ یہہ خبر سُنکر محمود شاہ اور زیادہ فکرمند اور صلح کا خواستگار ہوا لیکن اپنی غیرت کی وجہ سے صلح کا نام زبان پر نہ لاسکا۔ اس درمیان میں محمد شاہ سے ایک ایسا فعل سرزد ہوا جس کی نظیر کسی بادشاہ دہلی کے کارنامے میں نہیں ملتی اور وہ یہہ تھا کہ محمد شاہ نے دوسرے دن بغیر کسی سبب اور تحریک اور بغیر ارکان دولت کے مشورے کے بیجا توہمات میں گرفتار ہوکر دربار کے مذہبی گروہ کی ایک جماعت کو سلطان محمود کے پاس بھیجا اور اس سے خود صلح کا خواستگار ہوا۔ سلطان محمود خدا سے چاہتا تھا کہ صلح کا لفظ درمیان میں آئے اُس نے پیغام صلح کو قبول کیا اور بار احسان محمد شاہ کی گردن پر رکھکر اُسی وقت میدان کارزار سے روانہ ہوگیا۔ ملک بہلول نے جو بادشاہ کی اس نادانی سے غم و غصہ کھا رہا تھا مالویوں کا تعاقب کیا اور حریفوں کو کثیر تعداد میں قتل کر کے بیشمار مال و اسباب پر قابض ہوا اور اس طرح گویا اس نے دہلوی لشکر کی عزت رکھ لی محمد شاہ بہلول لودی سے بیحد خوش ہوا اور اس کو اپنا فرزند کہکر بہلول کو خانخاناں کے خطاب سے سرفراز کیا لیکن اسی صلح کی خواستگاری بادشاہ کے ادبار کا باعث ہوئی

اور محمد شاہ کی کوئی عزت اور وقعت رعایا کے دل میں نہ رہی۔ ۸۴۵ھ میں محمد شاہ نے سامانہ کا سفر کیا اور اعلان صریح کے ذریعے سے بہلول کو لاہور اور دیپالپور کا حاکم مقرر کیا اور اُسے جسرت گکھر کی سرکوبی پر نامزد کر کے خود واپس ہوا۔ بہلول نے لاہور میں مضبوط بنیاد حکومت کی رکھ لی اور بہت سے افغانی اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ جسرت بھی بہلول کی ہواخواہی کا دم بھرنے لگا اور گکھر نے لودی کو تخت دہلی پر جلوس کرنے کی ترغیب دی۔ ملک بہلول کے سر میں حکومت دہلی کا سودا سمایا اور بہت سے پرگنوں پر قابض ہو گیا۔ بہلول نے بہت بڑی فوج جمع کر لی اور بغیر کسی ظاہری سبب کے محمد شاہ کی مخالفت پر آمادہ ہو کر بڑی شان و شوکت اور طاقت کے ساتھ محمد شاہ کو تباہ کرنے کے لئے دہلی پر حملہ آور ہوا۔ بہلول کا یہ حملہ بے سود رہا اور اُسے ناکام واپس ہونا پڑا۔ محمد شاہ کی حکومت روز بروز کمزور ہونے لگی اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ جو امیر دار الخلافت سے نزدیک تھے وہ بھی بادشاہ کی نافرمانی کرنے لگے۔ بیانہ کے زمیندار سرکش ہو کر سلطان محمود خلجی سے مل گئے۔ اسی زمانے میں محمد شاہ بیمار ہوا اور ۸۴۹ھ میں اُس نے دنیا سے رحلت کی۔ محمد شاہ کے بعد اُس کا بیٹا علاء الدین باپ کا جانشین ہوا۔ محمد شاہ نے بارہ برس چند مہینے حکومت کی۔

سلطان علاء الدین بن سلطان محمد شاہ

سلطان علاء الدین نے تخت سلطنت پر جلوس کیا اور سوا ملک بہلول لودھی کے تمام امیروں نے دار الخلافت میں حاضر ہو کر علاء الدین کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ ۸۵۰ھ میں علاء الدین نے بیانے کا سفر کیا راستے میں معلوم ہوا کہ بادشاہ جونپور دہلی پر دھاوا کرنے کے لئے آرہا ہے باوجودیکہ یہ محض افواہ تھی لیکن علاء الدین اس خبر سے پریشان ہو کر دہلی واپس آیا۔ حسام خاں وزیر الممالک نے جو علاء الدین کی عدم موجودگی میں بادشاہ کا نائب تھا علاء الدین سے کہا کہ صرف ایک بازاری خبر کو سُنکر سفر سے واپس آنا بادشاہوں کے داب سلطنت کے خلاف ہے۔ علاء الدین کو وزیر الممالک کی یہ تقریر ناگوار گزری اور اُسنے اپنے اس رنج کا اظہار بھی کیا۔ درباریوں اور امیروں کو معلوم ہو گیا کہ علاء الدین باپ سے بھی زیادہ سست اور معاملاتِ سلطنت کے سمجھنے میں محمد شاہ سے بھی بڑھکر نافہم ہے۔ ۸۵۱ھ میں علاء الدین نے بداؤں کا

سفر کیا۔ بداؤں کی آب و ہوا بادشاہ کو ایسی پسند آئی کہ ایک مدت تک وہیں مقیم رہا۔
بادشاہ نے دہلی واپس آکر کہا کہ مجھے دہلی سے زیادہ بداؤں کی آب و ہوا پسند ہے۔
حسام خاں وزیر نے جو اس سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھا علاء الدین کو بیحد نصیحت کی
لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور نادان بادشاہ اسی طرح بداؤں کا فریفتہ رہا۔ اُس وقت سارے
ہندوستان میں طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔ دکن۔ گجرات۔ مالوہ۔ جونپور بنگالہ غرضکہ
ہر جگہ صاحب سکہ حکمراں پیدا ہو گئے تھے۔ پنجاب اور دیپالپور و سرہند سے پانی پت
تک ملک بہلول لودھی قابض تھا۔ دہلی سے سرائے لاڈو تک کی سرزمین پر جو بالکل
دہلی سے ملی ہوئی ہے احمد خاں میواتی کا قبضہ تھا۔ سنبھل سے گذر خواجہ خضر تک جو
دہلی سے ملا ہوا ہے دریا خاں لودھی کا اور کول میں عیسیٰ خاں ترک بچہ کا دور دورہ
تھا۔ راپڑی سے قصبہ بھوئیگانوں تک قطب خاں افغان کنپل پٹیالی میں رائے
پرتاب اور بیانہ میں داؤد خاں اوحدی خود مختاری کے ڈنکے بجا رہے تھے۔
دارالخلافت دہلی اور چند دوسرے موضع علاء الدین کے زیر اقتدار باقی رہ گئے اور
اُسی قدر وسعت پر علائی حکومت جاری تھی۔ اسی دوران میں ملک بہلول لودھی
نے محمد شاہ کی طرح علاء الدین کے ساتھ بھی بیوفائی کی اور دہلی فتح کرنے کے ارادے
سے آکر شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن بہلول کو کامیابی نہ ہوئی اور ناکام واپس آگیا۔ سلطان
علاء الدین نے استحکام سلطنت پر توجہ کی اور قطب خاں، عیسیٰ خاں اور رائے پرتاب
سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ ان امیروں نے جن کا دلی منشا یہ
تھا کہ علاء الدین کو بد سے بدتر حالت میں گرفتار دیکھیں بادشاہ سے کہا کہ تمام شاہی
امیر حمید خاں سے بیحد ناراض ہیں اگر حمید خاں وزارت سے علیحدہ کر کے نظر بند
کر دیا جائے تو امید ہے کہ تمام اُمرا بادشاہ کے مطیع ہو جائیں گے اور سلطنت کے
کاروبار میں رونق پیدا ہو جائیگی ان امیروں نے بادشاہ سے یہ بھی وعدہ کیا کہ
حمید خاں کی معزولی پر یہ اُمرا چند پرگنے اپنی جاگیروں سے علیحدہ کر کے پرگنات مذکور کو
بادشاہ کے خالصہ میں شامل کر دیں گے۔ علاء الدین کو عقل و فہم سے کچھ سروکار نہ تھا۔
اُس نے ان امیروں کے قول کو باور کر کے حمید خاں کو پابہ زنجیر کر دیا۔ اور بداؤں
جانے کا ارادہ کیا اور کہا کہ میری دلی خواہش ہے کہ بداؤں ہی میں قیام کروں۔

حسام خاں نے پھر خلوص سے کہا کہ دہلی کو چھوڑ کر بداؤں کو پائے تخت بنانا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ بادشاہ نے حسام کی بات نہ مانی اور دل میں اس سے اور بھی زیادہ رنجیدہ ہوا۔ بادشاہ نے حسام کو اپنے سے علحدہ کیا اور اُسے دہلی میں چھوڑا اور اپنے دونوں سالوں میں سے ایک کو دہلی کا کوتوال اور دوسرے کو امیر دیوان مقرر کیا اور خود ۸۵۲ھ کے آخر میں بداؤں روانہ ہوگیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں بادشاہ کے دونوں نسبتی بھائیوں میں باہم جھگڑا ہوا اور ایک ان میں سے مارا گیا اور دوسرے کو حسام خاں نے قصاص کے بھینٹ چڑھایا۔ بادشاہ اس قدر عیش و عشرت کا متوالا ہو رہا تھا کہ اُسے ان واقعات پر حس بھی نہ ہوئی۔ قطب خاں اور رائے پرتاب نے شاہی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ تمام امیر حمید خاں کی زندگی سے پریشان ہیں اگر بادشاہ اُسے تہ تیغ کرڈالے تو ابھی چالیس پرگنے خالصۂ بادشاہی میں شامل ہو جائیں گے۔ رائے پرتاب نے حمید خاں کے قتل پر زیادہ زور دیا اور وجہ اُس کی یہ تھی کہ اس سے پہلے حمید خاں کے باپ فتح خاں نے رائے پرتاب کے ملک کو تاراج کر کے پرتاب کی جورو کو اپنے حرم میں داخل کر لیا تھا۔ پرتاب اب موقع پا کر باپ کے ظلم کا بدلا بیٹے سے لینا چاہتا تھا۔ علاء الدین نے جو نافہم اور ناعاقبت اندیش فرمانروا تھا حمید خاں کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ حمید خاں کے بھائیوں اور اُس کے بہی خواہوں کو بادشاہ کے اس حکم کی اطلاع ہوئی اور یہ لوگ بڑی مشکل اور سخت تدبیروں اور حیلوں سے حمید کو قید سے چھڑا کر دہلی لے گئے۔ ملک محمد جمال حمید خاں کے نگہبان کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی اور وہ حمید خاں کے تعاقب میں دہلی تک آیا اور حمید خاں کے گھر پہونچا ملک جمال اور حمید خاں میں لڑائی ہوئی اور جمال تیر کے زخم سے لڑائی میں کام آیا۔ حمید خاں شاہی حرم سرا میں گھس گیا اور اُس نے بادشاہ کے اہل وعیال کو شاہی محل سے باہر نکال کر بڑی ذلت اور رسوائی کے ساتھ شاہی خاندان کو حصار شہر کے باہر نکال دیا اور تمام اسباب اور شاہی خزانہ پر خود قابض ہوگیا۔ بادشاہ اپنی بدنصیبی کی وجہ سے اب بھی نہ چونکا اور برسات کا بہانہ کر کے انتقام کو آج کل پر ٹالتا رہا۔ حمید خاں نے موقع پا کر دہلی کے تخت پر کسی دوسرے کو بٹھانے کی تدبیر سوچی۔ سلطان محمود شرقی حاکم جونپور علاء الدین کا رشتہ دار

تھا اور سلطان محمود خلجی بادشاہ منڈو بہت دور تھا۔ حمید خاں نے ان دونوں کا خیال ترک کیا اور لودیوں پر جو سب سے قریب تھے نگاہ ڈالکر ملک بہلول لودھی کو جو ابتک بادشاہ نہ تھا دہلی کے تخت سلطنت پر جلوس کرنے کے لیئے بلایا حمید خاں کا مقصد یہہ تھا کہ لودھی کو برائے نام فرمانروا بناکر حقیقت میں خود حکمرانی کے مزے اڑائے۔ ملک بہلول اسی موقع کا منتظر تھا اپنی یاوری قسمت پر خوش ہوا بہلول نے علاءالدین کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ میں حمید خاں کے استیصال کے لیئے دہلی جاتا ہوں اور خود جلد سے جلد دہلی آیا اور شہر پر قابض ہوگیا۔ بہلول نے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا ایک مدت کے بعد حمید خاں کا قدم درمیان سے اٹھاکر اپنے کو سلطان بہلول لودھی کے نام سے مشہور کیا۔ بہلول نے خطبے میں علاءالدین کا نام بھی داخل کیا اور ۸۵۵ھ میں اپنے بڑے بیٹے خواجہ بایزید کو امیروں کے ایک گروہ کے ساتھ دہلی کی حفاظت کے لیئے دارالخلافت میں چھوڑا اور خود مصلحت وقت کا لحاظ کرکے دیپالپور پہونچا اور افغانوں کو جمع کرنے اور ملک کے انتظام میں مشغول ہوا۔ بہلول نے سلطان علاءالدین کو لکھا کہ بادشاہ کے اقبال سے حمید خاں کا کام ابتر ہوچکا اور میں نے بگڑی ہوئی سلطنت کو ازسرنو بناکر شہر کی محافظت کی اور بادشاہ کا نام خطبے سے نہیں نکالا۔ علاءالدین نے بہلول کو جواب میں لکھا کہ میرے باپ نے تجھکو بیٹا بنایا تھا اور میں تجھے اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہوں۔ میں دہلی کی سلطنت بخوشی تجھے دیکر خود بداؤں پر قناعت کرتا ہوں۔ بہلول لودھی اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور ۱۷ ربیع الاول ۸۵۵ھ کو مستقل فرمانروا ہوکر مہمات سلطنت کے انجام دینے میں مشغول ہوا۔ بہلول نے علاءالدین کا نام خطبے سے نکال کر چتر شاہی اپنے سر پر رکھا۔ علاءالدین ایک مدت تک بداؤں کے گوشۂ گمنامی میں زندگی بسر کرتا رہا یہاں تک کہ ۸۸۳ھ کے آخر میں اس نے وفات پائی۔ سلطان علاءالدین نے دہلی میں سات سال فرمانروائی کی اور اٹھائیس سال بداؤں کا امیر رہا۔

لودھی خاندان

سلطان بہلول لودھی | اس خاندان کی اصل حالت یہہ ہے کہ لودھی فرقے کے اکثر افغانی

باہم ملکِ ہندوستان میں سوداگری کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ اسی افغانی گروہ میں سے ایک شخص ملک بہرام نامی نے جو بہلول لودی کا دادا تھا اپنے بھائی سے رنجیدہ ہوکر سلطان فیروز شاہ باربک کے زمانے میں ملتان سکونت اختیار کی۔ ملک بہرام نے ملک مردان دولت حاکم ملتان کی ملازمت اختیار کی۔ بہرام کو خدا نے پانچ بیٹے دئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ ملک سلطان شہ۔ ملک کالا۔ ملک فیروز۔ ملک محمد اور ملک خواجہ۔ یہہ پانچوں بھائی باپ کے مرنے کے بعد ملتان میں قیام پذیر ہوئے سلطان فیروز شاہ کے عہد میں خضر خاں حاکم ملتان ہوا۔ ملک سلطان شہ خضر خاں کی ملازمت اختیار کرکے افغانوں کے ایک گروہ کا سردار ہوگیا۔ سلطان شہ کے نصیبے نے یاوری کی اور خضر خاں اور ملو اقبال کے معرکے میں ملک سلطان شہ اور ملو اقبال کا مقابلہ ہوگیا۔ اقبال کے سر پر ادبار چھا چکا تھا ملو سلطان شہ کی تلوار سے مارا گیا اور سلطان شہ خضر خانی مقربوں میں داخل ہوگیا۔ سلطان شہ اسلام خاں کے خطاب سے سرفراز ہوکر سرہند کا حاکم مقرر کیا گیا۔ بہرام کے بقیہ چاروں بیٹے بھی بھائی کے پاس رہنے لگے۔ ملک کالا سلطان بہلول کا باپ اپنے بھائی کی توجہ سے دوراہہ کا حاکم ہوا۔ ملک بہلول کی ماں جو ملک کالا کی چچازاد بہن بھی تھی حاملہ تھی۔ اتفاق سے مکان گرا اور یہہ بدنصیب عورت گھر کے نیچے دب کر ہلاک ہوگئی۔ چونکہ وضع حمل کا زمانہ قریب آچکا تھا مردہ عورت کا پیٹ فوراً چاک کرکے بچہ یعنے بہلول لودی نکال لیا گیا۔ بچے میں جان باقی تھی حفاظت کے ساتھ اُس کی پرورش کی جانے لگی۔ ایک مدت کے بعد ملک کالا اور نیازی افغانوں میں معرکہ آرائی ہوئی جس میں ملک کالا قتل ہوا۔ ملک بہلول جو اس زمانے میں ملو کے نام سے مشہور تھا اپنے چچا ملک اسلام خاں کے پاس سرہند چلا گیا اور وہیں اُس نے تربیت پائی۔ کسی لڑائی میں بہلول نے مردانگی کے جوہر دکھائے جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ اسلام خاں نے اپنی بیٹی بہلول کو بیاہ دی اور داماد کی اور زیادہ تربیت کرنے لگا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اسلام خاں نے رفتہ رفتہ ایسا اقتدار حاصل کرلیا کہ بارہ ہزار افغانی جن میں زیادہ تعداد خود اسلام خاں کے عزیزوں اور قرابت داروں کی تھی اسلام خاں کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوگئے۔ اگرچہ اسلام خاں کے خود صلبی سعادت مند فرزند

موجود تھے لیکن اُس نے مرتے وقت وصیت کی کہ اس کا جانشین ملک بہلول لودھی ہو۔ اسلام خاں نے محمد شاہ کے زمانے میں وفات پائی۔ اسلام خاں کے بعد اُس کے ملازموں کے تین فرقے ہو گئے۔ افغانوں نے تو اسلام خاں کی وصیت کی پابندی کی اور ملک بہلول کے ہی خواہ بنے رہے۔ بعضے ملازم اسلام خاں کے بھائی ملک فیروز کی رفاقت کا جو خود بھی شاہی منصبدار تھا دم بھرنے لگے اور بعضوں نے قطب خاں ولد اسلام خاں کا دامن پکڑا۔ اسلام خاں کے ان تینوں وارثوں میں ملک بہلول اپنے مورث کا رشید جانشین ثابت ہوا اور رفتہ رفتہ اس نے پورا استقلال حاصل کر لیا۔ ملک فیروز نے قطب خاں کو بالکل کمزور کر دیا اور قطب خاں اسی جھگڑے کی وجہ سے سرہند سے سلطان محمد شاہ کے پاس دہلی چلا گیا۔ قطب خاں نے درباری امیروں کے ذریعے سے محمد شاہ کے حضور میں یہ معروضہ پیش کیا کہ سرہند افغانوں کا مرکز بن گیا ہے جس کا نتیجہ ایک روز یہی ہوگا کہ ملک میں فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا۔ محمد شاہ نے ملک سکندر تحفہ کو ایک لشکر کے ساتھ قطب خاں کے ہمراہ سرہند روانہ کیا تاکہ ملک سکندر افغانوں کو دہلی روانہ کر دے اور اگر سرکشی کریں تو انھیں سرہند سے خارج البلد کرے۔ محمد شاہ نے جسرت کھکھر کے نام بھی ایک فرمان اسی مضمون کا صادر کیا۔ افغانوں کو اس واقعے کی اطلاع ہو گئی اور کوہستان میں پناہ گزیں ہو گئے۔ جسرت کھکھر اور ملک تحفہ نے افغانوں سے کہلا بھیجا کہ تم سے کوئی ایسا قصور سرزد نہیں ہوا ہے جس کی بنا پر تم اِدھر اُدھر جان بچاتے پھرو۔ افغانوں نے عہد نامہ طلب کیا۔ شاہی امیر اور جسرت کھکھر نے ایمان کی قسم کھا کر اپنے پیمان کو مضبوط کیا اور ملک فیروز لودھی اپنے بیٹے شاہین خاں اور اپنے بھتیجے ملک بہلول کو اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کے لیے چھوڑ کر خود معتبر افغان رئیسوں کے ساتھ ملک سکندر اور جسرت کے پاس آیا۔ ملک سکندر اور جسرت نے قطب خاں کی تحریک سے عہد شکنی کی اور ملک فیروز کو نظر بند کیا اور دوسرے افغانوں کو تہ تیغ کر کے لشکر اُن کے اہل و عیال کے سر پر روانہ کیا۔ ملک بہلول اہل و عیال کو تو ایک محفوظ مقام پر لیکر چلا گیا اور شاہین خاں نے دوسرے افغانی سرداروں کے ساتھ شاہی لشکر کا مقابلہ کیا۔ افغانوں کے اکثر سپاہی تو مع شاہین خاں لڑائی میں کام

آئے اور جو تھوڑے بہت بچ رہے وہ زندہ گرفتار ہوئے۔ مقتول افغانوں کے سر سرہند لائے گئے۔ جسرت کھکھر ملک فیروز لودھی سے مقتولوں میں سے ایک ایک کا نام پوچھتا تھا اور فیروز اُس کو نام سے آگاہ کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ فیروز کی نگاہوں کے سامنے بیٹے کا سر بھی پیش کیا گیا ملک فیروز نے شاہین خاں کا سر دیکھکر جسرت کو جواب دیا کہ اس مقتول کو میں نہیں پہچانتا جسرت کے ملازمین نے کہا کہ یہہ شخص بڑا جوانمرد تھا اور اس نے میدان جنگ میں ایسے ایسے کارنامے کئے۔ ملک فیروز یہہ سُنکر رونے لگا۔ لوگوں نے اُس سے گریہ کا سبب پوچھا۔ فیروز نے کہا کہ یہہ میرے بیٹے کا سر ہے محض اس خیال پر کہ شاید اس نے کسی طرح کی بزدلی اور کم ہمتی کی ہو اور میں اس کو اپنی طرف منسوب کرکے شرمندہ ہوں اس لیئے میں نے اس کا نام نہیں لیا۔ اب جبکہ مجھے یہہ اطمینان ہوگیا کہ یہہ سپوت ہے تو میں نے ظاہر کردیا کہ یہہ میرا فرزند ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہوچکا ہے کہ ملک بہلول اس لڑائی میں شامل نہ تھا اور خطرہ سے صحیح وسالم نکل گیا ہے۔ یاد رکھو کہ وہ ان مقتولوں کا بدلہ تم سے اچھی طرح لیگا جسرت نے سرہند ملک سکندر کے سپرد کیا اور خود پنجاب پہونچکر اسیران جنگ کو دہلی روانہ کیا۔ جسرت کی واپسی کے بعد ملک بہلول نے اپنے دوستوں اور ہمنشینوں سے رقومات قرض لیکر افغانوں میں تقسیم کیں اور ایک گروہ کو اپنا بناکر رہزنی اور تاخت وتاراج میں مشغول ہوا۔ بہلول کو جو کچھ ہات آتا تھا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باہم تقسیم کرلیتا تھا تھوڑے ہی زمانے میں افغانوں کا ایک بڑا گروہ اور کچھ مغل سپاہی اُس کے گرد جمع ہوگئے۔ اس دوران میں ملک فیروز بھی دہلی سے بھاگ کر بہلول سے آملا۔ اور قطب خاں نے بھی اپنی حرکتوں سے شرمندہ ہوکر بہلول کی رفاقت اختیار کی۔ بہلول نے اب دوبارہ سرہند پر قبضہ کرلیا۔ محمد شاہ نے اس مرتبہ حسام خاں وزیر الممالک کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ بہلول کے فتنے کو فرو کرنے کے لیئے نامزد کیا۔ موضع گڑھ میں جو خضرآباد و شاہپور کے مضافات میں سے ہے ملک بہلول لودھی نے جنگ کی صفیں مرتب کیں اور حسام خاں کو شکست دیکر اور زیادہ صاحب قوت واقتدار ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ اپنی زندگی کے ابتدائی زمانے میں جبکہ بہلول اپنے چچا اسلام خاں کی خدمت میں آیا تھا تو ایک دن اپنے دو دوستوں کے ساتھ سمانہ میں ایک مرجع خلائق درویش کی خدمت میں حاضر ہوا

اور فقیر کے سامنے دو زانو ادب سے بیٹھ گیا۔ مجذوب نے زبان سے کہا کہ کون شخص ہے
جو دہلی کی بادشاہت کو دو ہزار تنگے پر خریدتا ہے۔ ملک بہلول نے ایک ہزار چھ سو
تنگے جو اس کے پاس موجود تھے درویش کی خدمت میں پیش کئے اور کہا کہ اس سے
زیادہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ مجذوب صاحب نے بہلول کا نذرانہ قبول کیا اور
کہا کہ جا تجھے حکمرانی کا منصب مبارک ہو۔ ملک بہلول کے ہمراہی ہنسی مذاق کرکے
اُسے بنانے لگے۔ بہلول نے جواب دیا کہ میرا کام دو حال سے خالی نہیں ہے اگر
فقیر کی پیشین گوئی صحیح نکلی تو کوڑیوں کے مول جواہر گرانبہا میرے ہاتھ آیا اور اگر
مجذوب صاحب کا قول غلط نکلا تو فقیروں کی خدمت کرنا بھی ثواب سے خالی
نہیں ہے۔ ملک بہلول نے ملک فیروز اور اپنے باقی عزیزوں اور قبیلے والوں کے
ساتھ ملکر پانی پت تک تمام حصۂ ملک پر قبضہ کرکے اچھی خاصی قوت بہم پہونچائی۔
بہلول نے حسام خاں وزیر المالک کو شکست دیکر اپنے حسن عقیدت کے اظہار
میں ایک عریضہ سلطان محمد شاہ کی خدمت میں ارسال کیا اور اس میں لکھا کہ میں
صرف حسام خاں کی رنجش کی وجہ سے خدمت سلطانی سے دور ہوں اگر بادشاہ
حسام خاں کو تہ تیغ کرکے وزارت کا منصب حمید خاں کو عنایت فرمائیں تو مجھے
بادشاہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ بادشاہ نے حسام خاں
وزیر المالک کو قتل کیا اور بہلول بڑے خلوص کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں
حاضر ہوا اور سرہند اور اُس کے نواح کا حسب دستور سابق جاگیردار مقرر کیا گیا۔ غرضکہ
ملک بہلول لودی کا استقلال روز بروز بڑھنے لگا۔ جب سلطان محمود خلجی حاکم منڈو نے
دہلی پر دھاوا کیا تو سلطان محمد شاہ نے بہلول کو سرہند سے بلایا۔ ملک بہلول بیس ہزار
افغانوں اور مغلوں کی ایک بڑی فوج جمع کرکے جیسا کہ اوپر مذکور رہا بادشاہ کی مدد کو دہلی
آیا اور دوسرے دن میدان کارزار میں اس نے اپنی مردانگی اور بہادری کے ایسے
جوہر دکھائے کہ بادشاہ سے خانخاناں کا خطاب حاصل کرکے سرہند واپس آیا۔
بہلول نے اپنی قوت اور اقتدار سے بیخود ہوکر بلا حکم شاہی لاہور۔ دیپالپور۔ سنام
اور دوسرے پرگنوں پر قبضہ کرلیا۔ بہلول کے بڑھتے ہوئے اقتدار نے اسی پر اکتفا
نہ کی بلکہ اس نے بادشاہ پر خود حملہ کیا اور ایک مدت تک دہلی کو محصور رکھا۔ بہلول

دہلی کو فتح نہ کرسکا اور سرہند میں آکر اپنے استحکام میں اور زیادہ کوشاں ہوا۔ بہلول نے اس وقت اپنے نام کا خطبہ و سکہ تو دہلی کی فتح پر منحصر رکھا۔ لیکن سلطان محمد کا خطاب اپنے لیے اختیار کرلیا۔ اس زمانے میں محمد شاہ فوت ہوا اور اس کا بیٹا علاء الدین تخت سلطنت پر بیٹھا۔ چند سال کے بعد جیسا کہ اوپر مذکور ہوا حمید خاں نے بہلول کو سرہند سے دہلی بلاکر ۸۵۵ھ میں بہلول کو بادشاہ تسلیم کرلیا۔ اس وقت بہلول لودھی کے نو بیٹے تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ خواجہ بایزید نظام خاں جو بہلول کے بعد باپ کا جانشین ہوکر سکندر شاہ کہلایا۔ باربک شاہ۔ مبارک خاں۔ عالم خاں المشہور بہ بادشاہ علاء الدین۔ جمال خاں۔ یعقوب خاں۔ فتح خاں۔ موسیٰ خاں اور جلال خاں۔ ان فرزندوں کے علاوہ بہلول کے دربار میں قطب خاں پسر اسلام خاں لودھی خاں جہاں لودھی دریا خاں لودی تاتار خاں پسر دریا خاں لودھی مبارک خاں لوحانی۔ یوسف خاں خاصہ خیل۔ عمر خاں شروانی قطب خاں پسر حسین خاں افغان احمد خاں میواتی۔ یوسف خاں جلوانی۔ علی خاں ترک بچہ شیخ ابوسعید فرملی۔ احمد خاں نیستانی خان خاناں فرملی خان خاناں لوحانی شمشیر خاں وزیر خاں پسر اسد خاں۔ شیخ احمد شروانی۔ نہنگ خاں۔ لشکر خاں۔ شہاب خاں و پسر مبارز خاں ہنہ۔ رستم خاں۔ جونان خاں پسر غازی خاں ملک حسین نبسۂ خاں جہاں۔ عماد الملک اقبال خاں۔ میاں فرید معروف بہ فرملی شیخ جمال شیخ عثمان رائے پرتاب رائے کہن دیو اور رائے کرن۔ چھتیس نامی گرامی امیر موجود تھے جن میں بہتیرے امرا بادشاہ کے عزیز اور قرابت دار بھی تھے چونکہ حمید خاں کی طاقت اندنوں بہت بڑھ گئی تھی اور بادشاہ نے مصلحت وقت کے لحاظ سے حمید خاں کی خاطر و مدارات ہی میں ملک اور سلطنت کی خیر دیکھی اس لیے وہ ایک مدت تک حمید خاں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا اور برابر اس کے مکان پر جاتا رہا۔ بہلول ایک دن اپنی عادت کے موافق حمید خاں کا مہمان ہوا۔ اس نے افغانوں کو سکھا دیا کہ حمید خاں کی مجلس میں مضحک حرکتیں کریں تاکہ حمید اس قوم کو کم عقل سمجھ کر ان سے کچھ خوف اور بدگمانی نہ کرے۔ ایک افغانی گروہ حمید خاں کی مجلس میں داخل ہوا اور انھوں نے بادشاہ کی ہدایت کے موافق

حماقت آمیز حرکات کرنے شروع کیئے۔ بعضوں نے فرش پر آتے وقت اپنی جوتیاں اتار کر اپنی کمر سے باندھ لیں اور بعضوں نے اپنے جوتے ایک طاق کے اوپر جو حمید خاں کے سر کے محاذی واقع تھا رکھ دیئے۔ حمید خاں نے ان افغانوں سے اس فعل کی وجہ پوچھی۔ افغانوں نے جواب دیا کہ محض چوری کے اندیشے سے ہم نے جوتوں کی یہہ حفاظت کی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہہ افغان حمید خاں سے مخاطب ہوئے اور اس سے کہا کہ جناب کا فرش مختلف رنگوں کا ایک گلدستہ ہے اگر اس فرش میں سے ایک ٹکڑا مکمل کا ہم کو بھی عنایت ہو تو ہم اپنے اہل و عیال کے لیئے اس مخمل کی ٹوپیاں تیار کرا کے اپنے گھر سوغات اور تحفہ بھیجیں تاکہ ہمارے گھر والوں کو یہہ معلوم ہو کہ ہمیں خان والاشان کی خدمت میں خاص رسوخ اور نزدیکی حاصل ہے۔ حمید خاں ہنسا اور جواب دیا کہ اس کام کے لیئے میں تم کو مخمل اور زربفت دونگا۔ اس کے بعد عطر کی کشتیاں مجلس میں لائی گئیں بعض افغانوں نے چونے کو عطر کی پھریری میں لپیٹ کر چبانا اور پھولوں کو کھانا شروع کیا اور بعضوں نے پان کے چونے کو نہ چھڑایا اور اسی طرح کھا گئے اور بعضوں نے پان کی گلوریاں کھولیں اور اور اس کا چونہ نکالکر چاٹ گئے منہ پھٹ گیا تو دیوانوں کی طرح رونے اور پیٹنے لگے۔ حمید خاں ان افغانوں کی حرکات پر ہنسا اور کہا کہ یہہ قوم بھی عجیب و غریب ہے جس سے اس طرح کے کام سرزد ہوتے ہیں بہلول نے کہا کہ گنوار اور بے عقل ہیں ان کو اچھی صحبتیں نصیب نہیں ہوئیں اسی لیئے سوا کھانے اور پڑے رہنے کے ان کو اور کسی بات کی تمیز نہیں ہے۔ اس واقعے کے تھوڑے دنوں کے بعد ملک بہلول اپنے قاعدے کے موافق حمید خاں کے گھر گیا۔ چونکہ ہمیشہ سے قاعدہ یہہ چلا آتا تھا کہ جب کبھی بہلول حمید خاں کے مکان پر جاتا تو حمید خاں کے دروازے کے دربان بہت کم لوگوں کو بہلول کے ساتھ اندر جانے دیتے تھے اور افغان زیادہ تر دولت سرا کے باہر ہی ٹھیرے رہتے تھے۔ اس مرتبہ افغانوں نے ملک بہلول کی ہدایت کے موافق حمید خاں کے دربانوں سے لڑنا شروع کیا اور ان سے جھگڑ کر کے دولت خانے کے اندر گھس آئے۔ افغانوں نے بلند آواز سے بہلول کو گالی دی اور کہا کہ اگر بہلول حمید خاں کا نوکر ہے تو یہہ افغان بھی حمید خاں کے ملازم ہیں یہہ لوگ کیوں

اس کے سلام سے محروم رہیں اور جیسا کہ حمید خاں بہلول پر مہربانی کرتا ہے اسی طرح ہم افغانوں کی بھی رعایت اور خاطر کرتا ہے حمید خاں نے افغانوں کی چیخ پکار سنکر دربانوں سے چلا کر کہا کہ افغانوں کا کوئی مزاحم نہ ہو اور ان سب کو اندر آنے دو۔ غرضکہ سارے افغانی ہجوم کر کے حمید خاں کی مجلس میں داخل ہوئے۔ اور دو دو افغان حمید خاں کے پہلو میں اس کے ہر خدمت گار کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اسی کے ساتھ قطب خاں لودی نے بغل سے زنجیر نکال کر حمید خاں کے سامنے رکھ دی قطب خاں نے حمید سے کہا کہ اب مصلحت یہی ہے کہ تم گوشۂ عافیت میں بیٹھکر خدا کی عبادت کرو مجھے تمھارے حق نمک کا پاس ولحاظ ہے اور میں تمھاری جان کے درپئے نہیں ہوتا۔ افغانوں نے حمید خاں کو گرفتار کر کے قید کر لیا اور اپنے آدمیوں کے سپرد کیا۔ حمید خاں کی طرف سے اطمینان حاصل کر کے ملک بہلول نے ملک میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری اور اپنے کو بادشاہ بہلول لودی مشہور کیا۔ اسی سال یعنی ۸۵۵ھ میں بہلول نے دہلی کی حکومت کو اپنے بڑے بیٹے خواجہ بایزید اور چند دوسرے معتمد امیروں کے سپرد کیا اور خود لشکر جمع کرنے اور ملتان اور پنجاب کے نظام سلطنت کو درست کرنے کے لئے دیپالپور روانہ ہوا۔ سلطان علاؤالدین کے بعض امیروں نے جو لودیوں کی حکومت کے خواہاں نہ تھے سلطان محمود شاہ شرقی کو جونپور سے بلایا۔ محمود شرقی ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا اور ۸۵۶ھ میں دہلی پہونچکر اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ خواجہ بایزید اور دوسرے امیر قلعہ بند ہو گئے سلطان بہلول یہ خبر سنتے ہی فوراً دیپالپور سے روانہ ہوا اور ایک مقام موضع ۸۰ نبیرہ میں جو دہلی سے پندرہ کوس کے فاصلے پر آباد ہے مقیم ہوا۔ بہلول کے سپاہی محمود شاہ شرقی کے لشکر کے گائے اور اونٹ جو چراگاہ میں چر رہے تھے گرفتار کر کے لے آئے۔ محمود شاہ شرقی نے فتح خاں ہروی کو تیس ہزار سواروں اور تیس ہاتھیوں کے ساتھ سلطان بہلول کے مقابلے کے لئے نامزد کیا۔ افغانوں نے حریف سے لڑنے کے لئے اپنی فوج کے تین حصے کئے۔ قطب خاں لودی اسیر اسلام خاں نے جو مشہور تیر انداز تھا فتح خاں کے ہاتھی کو جو آگے بڑھکر حریف پر حملہ آور ہوتا تھا ایک ہی تیر میں بیکار کر دیا۔ دریا خاں لودی محمود شاہ شرقی سے مل گیا تھا اور اس کے لشکر میں

جنگ کا انتظام کر رہا تھا۔ قطب خاں نے بلند آواز سے دریا خاں کو پکارا اور اس سے کہا کہ تمہاری مائیں اور بہنیں تو دہلی کے قلعے میں پناہ گزیں ہیں تمہارے لئے ہرگز یہ زیبا نہیں ہے کہ غیروں کی طرف سے ہم سے معرکہ آرائی کرو اور اپنی عزت اور اپنے ناموس کی حفاظت کا خیال نہ کرو۔ دریا خاں نے جواب میں کہا کہ میں میدان جنگ سے کنارہ کش ہوتا ہوں بشرطیکہ تم میرا پیچھا نہ کرو۔ قطب نے تعاقب نہ کرنے پر قسم کھائی۔ قطب خاں نے فتح خاں سے علیحدگی اختیار کی اور قطب خاں کے اپنی جگہ سے ہٹتے ہی فتح خاں پر شکست کا وبال سوار ہوا اور یہ ہردی امیر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا فتح خاں نے کسی معرکے میں رائے کرن کے بھائی بھورا کو قتل کیا تھا۔ رائے کرن کو اس وقت موقع انتقام کا ملا اور اس نے فتح خاں کو قتل کر کے اس کا سر بہلول کی خدمت میں پیش کیا۔ فتح خاں کی شکست سے محمود شاہ شرقی کی کمر ٹوٹ گئی اور ناکام جونپور واپس ہوا۔ اس فتح کے بعد سلطان بہلول کی حکومت پائدار ہو گئی اور بہلول نے بہت بڑی قوت حاصل کر کے دوسرے ممالک کی تسخیر پر توجہ کی۔ بہلول نے سب سے پہلے میوات کا رخ کیا۔ احمد خاں میواتی نے بادشاہ کا استقبال کر کے اس کی اطاعت کا اقرار کیا۔ بہلول نے میوات کے سات پرگنے احمد خاں کی جاگیر سے نکال کر باقی ملک اسی کے سپرد کر دیا۔ بہلول میوات سے برن پہونچا۔ دریا خاں لودھی حاکم سنبھل بھی شاہی اطاعت گزاروں میں داخل ہو گیا اور اس نے سات ہاتھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے۔ برن سے بہلول کول آیا۔ کول کی حکومت بہلول نے عیسیٰ خاں کے سپرد کی۔ کول سے بادشاہ نے برہان آباد کا سفر کیا۔ مبارک خاں لوہانی حاکم سکیٹ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہلول نے سکیٹ کی حکومت مبارک خاں کے نام بحال رکھی۔ برہان آباد سے بہلول بھوئیں گانوں پہونچا اور یہاں کی حکومت رائے پرتاب کے سپرد کی۔ بہلول نے اب رابری کا رخ کیا۔ بادشاہ کے پہونچتے ہی قطب خاں بن حسین خاں افغان قلعہ بند ہو گیا۔ بہلول نے قلعے کا محاصرہ کر کے تھوڑے ہی دن میں قلعہ سر کر لیا۔ خان جہاں قطب خاں کو اطمینان دلا کر اسے بادشاہ کی حضور میں لے آیا۔ بہلول نے رابری کی حکومت پھر قطب خاں کے سپرد کی۔

اور رابری سے اٹاوے کا سفر کیا۔ اٹاوے کا حاکم بھی شاہی اطاعت گزاروں میں داخل ہو کر اپنی جاگیر کا بدستور سابق حاکم مقرر کیا گیا۔ اس دوران میں جونا خاں بادشاہ سے رنجیدہ ہو کر محمود شاہ شرقی سے جا ملا اور شمس آباد کا حاکم مقرر کیا گیا۔ محمود شاہ شرقی نے بہلول پر دوبارہ لشکر کشی کی اور نواح اٹاوہ میں پہونچکر خیمہ زن ہوا۔ پہلے ہی دن دونوں فوجوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ دوسرے دن قطب خاں اور رائے پرتاب نے درمیان میں پڑ کر اس شرط پر صلح کرائی کہ جو ملک مبارک شاہ بادشاہ دہلی کے قبضے میں تھا اس پر بہلول قابض رہے اور سلطنت کا جو حصہ سلطان ابراہیم بادشاہ جونپور کے زیر حکم تھا وہ محمود شاہ شرقی کے سپرد کیا جائے۔ سلطان بہلول لودی نے سات ہاتھی جو فتح خاں کے معرکے میں دشمن سے لئے تھے محمود شرقی کو واپس کئے اس صلح میں یہ بھی طے پایا کہ بہلول شمس آباد کو جونا خاں سے واپس لے لے۔ اس صلح کے بعد محمود شاہ شرقی جونپور واپس گیا اور بہلول لودھی نے جونا خاں کے نام ایک فرمان اس مضمون کا لکھا کہ وہ شمس آباد کو خالی کر دے۔ جونا خاں نے بہلول کے فرمان کی تعمیل نہ کی۔ سلطان بہلول نے جونا خاں پر لشکر کشی کر کے اسے شمس آباد سے نکال دیا۔ بہلول نے شمس آباد کی حکومت رائے کرن کے سپرد کر کے اس نواح کا معقول انتظام کیا۔ محمود شاہ شرقی نے یہ خبریں سنیں اور اپنے کئے پر خود ہی شرمندہ ہو کر شمس آباد کو واپس لینے کی غرض سے حوالی شہر میں مقیم ہوا۔ قطب خاں لودھی اور دریا خاں لودھی نے محمود شاہ کے لشکر پر شبخون مارا۔ اتفاق سے قطب خاں کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سوار زمین پر گر کر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ سلطان محمود نے قطب خاں کو جونپور بھیجکر نظر بند کر دیا۔ سلطان بہلول نے شاہزادہ جلال خاں اور شاہزادہ سکندر اور عماد الملک کو سلطان محمود کی فوج کے مقابلے کے لئے رائے کرن کی مدد کو جو قلعہ بند تھا روانہ کیا اور خود سلطان محمود سے لڑنے کے لئے آگے بڑھکر حریف کے مقابل خیمہ زن ہوا۔ اسی درمیان میں محمود شاہ شرقی بیمار ہو کر فوت ہوا اور اس کا بیٹا محمد شاہ اس کا جانشین ہوا۔ محمد شاہ کی ماں بی بی راجی بیگم کی حسن تدبیر سے فریقین میں اس شرط پر صلح ہوئی کہ محمود شاہ کا ملک اس کے بیٹے محمد شاہ کے زیر حکومت رہے اور وہ حصہ ہندوستان کا جو

ملک بہلول کے قبضے میں ہے وہ بدستور لودی سلطنت کے ماتحت چھوڑ دیا جائے
اس صلح کے بعد بہلول لودی دہلی واپس ہوا۔ اور محمد شاہ جونپور چلا گیا۔ بہلول دارالملک
کے قریب پہونچا اور قطب خاں کی بہن مسماۃ شمس خاتون نے بادشاہ کو پیغام دیا کہ جبتک
قطب خاں محمد شاہ شرقی کے قید خانے میں رہے اس وقت تک بہلول پر خواب و خور
حرام ہے۔ بہلول پر اس پیغام کا بڑا اثر ہوا اور بادشاہ نے دارالخلافت پہونچنے کے قبل
راستے ہی سے جونپور کی طرف اپنی باگ موڑی بہلول شمس آباد پہونچا اور بادشاہ نے
یہاں کی حکومت رائے کرن سے لیکر پھر جونا خاں کو جو بہلول سے راضی ہوکر پھر اس کی
خدمت میں آگیا تھا دے دی محمد شاہ بھی بہلول سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا اور
دریائے سرستی کے نواح میں دونوں فریق تھوڑے فاصلے سے ایک دوسرے کے
مقابل خیمہ زن ہوئے۔ کبھی کبھی طرفین میں کچھ شمشیر بازی بھی ہو جاتی تھی۔ اسی زمانے میں
محمد شاہ شرقی کا چھوٹا بھائی حسین خاں اپنے بھائی کے غیظ و غضب سے بیحد ڈرا اور
جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے واقعات شرقیہ میں مفصل مذکور ہوگا سپاہیوں کے ایک گروہ
اور چند جنگی ہاتھیوں کو ساتھ لیکر سلطان بہلول سے معرکہ آرائی کرنے کے بہانے سے
لشکر سے جدا ہوا اور راستے ہی سے اپنی باگ موڑ کر قنوج روانہ ہوگیا سلطان بہلول نے
یہ خبر سنکر اپنے امیروں کے ایک گروہ کو حسین خاں کے مقابلے میں روانہ کیا۔
لودھی امیر شاہزادہ جلال خاں سے جو اپنے بھائی حسین کے پیچھے پیچھے آرہا تھا دوچار
ہوئے اور ان امیروں نے شاہزادہ جلال خاں کو گرفتار کر کے قید کرلیا سلطان بہلول
اس غیبی امداد سے بیحد خوش ہوا اور جلال خاں کو قطب خاں کے معاوضے میں
اپنے پاس نظر بند کرلیا۔ اس دوران میں جونپور کے ارکان دولت محمد شاہ سے بالکل
منحرف ہوگئے۔ شرقی امیروں نے محمد شاہ کو قتل کر کے حسین خاں کو اپنا بادشاہ تسلیم
کیا اور ملک میں حسین خاں کے نام کا خطبہ وسکہ جاری ہوا۔ سلطان بہلول اور
حسین شاہ شرقی کے درمیان اس شرط پر صلح ہوگئی کہ چار برس تک کوئی فریق دوسرے
سے کسی طرح کی چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ رائے پرتاب جو اس نواح کا زمیندار تھا سلطان بہلول
سے رنجیدہ ہوکر محمد شاہ شرقی سے مل گیا تھا قطب خاں کے قول و اقرار اور اس کی
دلدہی سے رائے پرتاب حسین شاہ سے علیحدہ ہوکر پھر سلطان بہلول کی خدمت میں

حاضر ہو گیا۔ صلح کے دو ہی تین روز کے بعد سلطان حسین نے قطب خاں کو جو سات مہینے کامل قید خانے میں رہ چکا تھا قید سے آزاد کر کے سلطان بہلول کے پاس بھیجدیا۔ بہلول نے بھی شاہزادہ جلال خاں کو حسین خاں کے سپرد کیا اور خود دہلی واپس آیا۔ چند دنوں کے بعد جبکہ صلح کا مقررہ وقت ختم ہو گیا تو سلطان بہلول شمس آباد پہنچا اور شمس آباد کو جونا خاں سے واپس لیکر پھر شہر کو رائے کرن کے سپرد کیا۔ شمس آباد میں رائے پرتاب کے بیٹے نرسنگھ نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی چونکہ رائے پرتاب نے ایک نیزہ جو اس زمانے میں علم سرداری سمجھا جاتا تھا زبردستی دریا خاں لودھی سے چھینا تھا۔ دریا خاں نے اس وقت اس کا انتقام لیا اور قطب خاں لودھی کی تجویز سے رائے پرتاب کے بیٹے نرسنگھ کو قتل کر ڈالا اس واقعے سے قطب خاں پسر حسین خاں افغان۔ مبارز خاں اور رائے پرتاب آزردہ ہو کر حسین شاہ شرقی سے جا ملے۔ سلطان بہلول کو اب حریف سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہی اور دہلی واپس آیا۔ چند دنوں کے بعد بہلول نے حاکم ملتان کی بغاوت کی وجہ اور نیز صوبۂ پنجاب کا انتظام درست کرنے کے لئے اس طرف کا رُخ کیا۔ اور قطب خاں اور خان جہاں کو اپنی نیابت میں دہلی میں چھوڑا۔ راستے میں بہلول کو معلوم ہوا کہ حسین شاہ شرقی مسلح فوج اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ دہلی پر حملہ کرنے کے لئے آرہا ہے۔ اس نے راستے ہی سے مجبوراً باگ موڑی اور پنجاب کا انتظام قطب خاں اور خان جہاں کے سپرد کر کے خود غنیم سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ موضع چندوار میں ایک دوسرے کا مقابلہ ہوا اور سات روز کامل کشت و خون کا بازار گرم رہا۔ اسی زمانے میں احمد خاں میواتی اور رستم خاں حاکم کول حسین شاہ سے جا ملے اور تاتار خاں لودھی نے بہلول کا ساتھ دیا۔ لڑائی نے بہت زیادہ طول کھینچا اور ارکین دولت کی کوشش سے ان شرائط پر صلح ہوئی کہ تین سال تک دونوں بادشاہ اپنے اپنے ملک پر قناعت کر کے آپس میں چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ تین سال گزرنے کے بعد حسین شاہ نے اٹاوے کا محاصرہ کر کے حاکم شہر کو جو بہلول کا قرابت دار تھا کچھ سمجھا بجھا کر اٹاوے پر قبضہ کر لیا اور احمد خاں میواتی اور رستم خاں حاکم کول کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا۔ حسین شاہ نے احمد خاں جلوانی کو بھی ایسا سبز باغ دکھایا کہ احمد خاں نے بیانے میں حسین شاہ شرقی کا

خطبہ پڑھوا دیا۔ ان واقعات کے بعد حسین شاہ ایک لاکھ سواروں اور ایک ہزار ہاتھیوں کا جرار لشکر ساتھ لیکر اٹاوے سے دہلی روانہ ہوا۔ سلطان بہلول نے باوجود مذکورہ بالا واقعات کے پس و پیش نہ کیا اور حریف سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا تھوارے [۸۴۳ھ] کے نواح میں فریقین ایک دوسرے سے ملے اور ایک مدت تک مقابلے میں ٹھیرے رہے۔ خان جہاں نے بیچ میں پڑکر ایک دوسرے سے صلح کرائی اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ واپس گیا۔ تھوڑے زمانے کے بعد حسین شرقی نے پھر لشکر کشی کرکے بہلول پر حملہ کیا۔ سلطان بہلول بھی دہلی سے باہر نکلا اور چندوار [؟] کے نواح میں چند مرتبہ فریقین میں لڑائی بھی ہوئی لیکن پھر صلح ہوگئی اور سلطان حسین اٹاوہ اور بہلول دہلی روانہ ہوگئے۔ اسی زمانے میں سلطان حسین شرقی کی ماں بی بی راجی نے اٹاوے میں دنیا سے کوچ کیا اور راجہ گوالیار اور قطب خاں لودی تعزیت کے لئے حسین شاہ کے پاس گئے۔ قطب خاں لودی نے حسین شاہ شرقی کو بہلول کی مخالفت میں بہت سخت پایا اور اس سے خوشامد میں کہنا شروع کیا کہ بہلول کی کیا حیثیت ہے وہ آپ کا مقابل کبھی نہیں ہوسکتا اس کی وقعت آپ کے نوکروں سے زیادہ نہیں ہے میں عہد کرتا ہوں کہ جبتک دہلی تک سارے ملک میں بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ نہ جاری کرلونگا چین سے نہ بیٹھونگا۔ قطب خاں نے اس حیلہ گری سے حسین شاہ کے پنجے سے نجات حاصل کی اور بہلول کی خدمت میں حاضر ہوکر اس سے کہا کہ میں بہانے اور سیاسی تدبیروں سے حسین شاہ سے اپنی جان بچاکر تمھارے پاس آیا ہوں۔ حسین شاہ تمھارا سخت دشمن ہے اپنی طرف سے غافل نہ رہنا۔ اسی زمانے میں خضر خاں کے پوتے سلطان علاء الدین نے بداؤں میں وفات پائی اور سلطان حسین شرقی ماتم پرسی کے لئے اٹاوے سے بداؤں آیا حسین شاہ نے علاء الدین کی تعزیت کرکے بے مروتی کو دخل دیا اور بداؤں کو علاء الدین کے بیٹوں سے چھین لیا۔ بداؤں سے حسین شاہ نے سنبھل کا سفر کیا اور مبارک خاں حاکم سنبھل کو گرفتار کرکے جم غفیر انبوہ فوج اور ہاتھیوں کے ساتھ دہلی کی طرف بڑھا [۸۸۳ھ] میں حسین شاہ نے گزرگچھ [۸۸۴ھ] کے قریب دریائے جمنا کے کنارے اپنے خیمے نصب کئے [۸۵ھ] سلطان بہلول نے سرہند میں یہہ خبریں سنیں اور حسین خاں پسر خان جہاں کو میرک

کے انتظام کے لیئے روانہ کرکے خود دہلی واپس آیا۔ ایک مدت تک فریقین لڑائی میں مصروف رہے۔ شرقیوں کو فوج کی کثرت اور زور کی وجہ سے پورا غلبہ حاصل تھا۔ قطب خاں لودھی نے ایک شخص کو سلطان حسین شرقی کے پاس روانہ کیا اور اُسے یہہ پیغام دیا کہ میں بی بی راجی کے احسان کا بیحد ممنون ہوں جس وقت میں جونپور کے قید خانے میں پڑا ہوا تھا اس زمانے میں اُن صاحب عصمت بیگم نے مجھ پر طرح طرح کی مہربانیاں فرمائی ہیں میرے نزدیک مناسب یہہ ہے کہ اس وقت آپ میدان جنگ سے واپس جائیں اور موقع اور محل کے منتظر رہیں۔ اس وقت یہی مناسب ہے کہ دریائے گنگا کے اُس پار کا ملک آپ اپنے قبضے میں رکھیے اور گنگا کے اس پار حصے پر بہلول حکمرانی کرے۔ غرضکہ اس شرط پر طرفین راضی ہو گئے اور جھگڑا مٹ گیا سلطان شرقی نے صلح پر بھروسہ کرکے ساز و سامان کو چھوڑ کر کوچ کیا۔ سلطان بہلول نے موقع پاکر شرقی کا تعاقب کیا اور اُس کے خزانے اور بیش قیمت اسباب کا کچھ حصہ جو اونٹوں اور گھوڑوں پر لدا ہوا تھا اپنے ساتھ لے گیا حسین شاہ شرقی کے تیس یا چالیس امیر جن میں قتلغ خاں وزیر اور ملک بدھو نائب عرض بھی شریک تھے اسیر ہوئے۔ بہلول نے قتلغ خاں کو پابہ زنجیر کرکے اُسے قطب خاں لودھی کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ بہلول نے حسین شاہ شرقی کے بعض پرگنات پر بھی قبضہ کر لیا اور کنپل۔ پٹیالی شمس آباد۔ سکیٹ۔ مارہرہ اور جالیسر پر قابض ہوکر ان شہروں میں اپنے شقدار بھی مقرر رکیے۔ حسین شاہ نے جب دیکھا کہ تعاقب سے پیچھا چھٹنا دشوار ہے تو موضع رام پچھیرہ میں راستے سے پلٹا اور حریف سے معرکہ آرائی کرنے پر تیار ہو گیا۔ لیکن آخر میں پھر صلح ہو گئی اور یہہ طے پایا کہ موضع دھوپامو دونوں فرمانرواؤں کی سرحد مقرر کیا جائے۔ حسین شاہ شرقی رابری گیا اور بہلول لودی دہلی واپس آیا۔ ایک مدت کے بعد حسین شرقی نے لشکر جمع کرکے بہلول پر حملہ کیا۔ موضع سنہارن[۸۶] میں بڑا شدید معرکہ ہوا اور سلطان حسین کو اس لڑائی میں بھی شکست ہوئی اور بہت سا مال غنیمت لودیوں کے ہاتھ آیا اور اُن کی قوت اور طاقت اور زیادہ ہو گئی۔ سلطان حسین شرقی رابری چلا گیا اور بہلول لودی نے دھوپامو میں قیام کیا۔ اسی زمانے میں خان جہاں کی موت کی خبر دہلی سے آئی۔ بادشاہ نے اُس کے بیٹے کو خان جہاں کا خطاب دیکر باپ کی جگہ

اُس کو دی۔ وہاں سے سلطان حسین کے سر پر برابری پہونچا ایک شدید لڑائی کے بعد اس مرتبہ بھی بہلول کو فتح ہوئی۔ سلطان حسین شرقی گوالیار چلا گیا گوالیار کا راجہ خاوندوں کی طرح پیش آیا اور کئی لاکھ تنگے نقد اور خیمہ اور سراپردہ اور ہاتھی اور گھوڑے اور اونٹ حسین شرقی کے سپرد کیئے اور اس کے دولت خواہوں کے گردہ میں داخل ہو گیا اور کالپی تک بادشاہ کے ساتھ آیا۔ اسی دوران میں بادشاہ بہلول اٹاوہ پھونچا اور ابراہیم خاں برادر سلطان حسین اور ہیبت خاں عرف کرکر اٹاوہ کے قلعے میں پناہ گزیں ہوئے یہہ لوگ تین دن تک برابر بادشاہ سے لڑتے رہے لیکن آخر کو ان لوگوں نے بہلول سے امان طلب کی اور اٹاوہ اس کے سپرد کر دیا سلطان بہلول نے اٹاوہ ابراہیم خاں لوحانی کے سپرد کیا اور چند پرگنے اٹاوہ کے رائے کی مدد معاش میں عنایت کیئے اور ایک جرار لشکر ساتھ لیکر سلطان حسین پر حملہ آور ہوا سلطان بہلول کالپی کے مضافات موضع راگانوں میں پہونچا سلطان حسین بھی لڑنے کے لئے آگے بڑھا اور دریائے جمنا کے کنارے مقیم ہوا کئی مہینے لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اسی دوران میں حاکم کتھرہ رائے تلوک چند سلطان بہلول کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُسے ایک پایاب مقام سے دریا کے اس پار کرا دیا۔ سلطان حسین مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور بھٹہ ہوتا ہوا جونپور پہونچا۔ راجہ بھٹہ نے حسین شرقی کا استقبال کر کے انسانیت کا برتاؤ کیا اور کئی لاکھ تنگے مع چند راس گھوڑوں اور ہاتھیوں کے شرقی کی خدمت میں پیش کیئے اور اپنی فوج بھی اُس کے ہمراہ کر دی تاکہ جونپور تک بادشاہ کے ساتھ جائے۔ سلطان بہلول نے حسین شرقی کا تعاقب کر کے جونپور کا رُخ کیا سلطان حسین نے جونپور کو چھوڑ کر بہرائچ کے راستے سے قنوج کا رُخ کیا۔ بہلول بھی قنوج کی طرف روانہ ہوا اور دریائے رہٹ کے کنارے فریقین میں سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ چونکہ شکست کھانا حسین شرقی کا نوشتۂ تقدیر ہو چکا تھا اس لڑائی میں بھی میدان بہلول کے ہاتھ رہا حسین شرقی کا سارا سامان سلطنت لودیوں کے قبضے میں آیا اور اس کی زوجہ مسماۃ بی بی خونزہ جو سلطان علاءالدین نبیرہ خضر خاں کی بیٹی تھی دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئی۔ بہلول اس بیگم کے ننگ و ناموس کی حفاظت کا انتظام کر کے دہلی واپس آیا۔ اس لڑائی کے تھوڑے دنوں کے بعد سلطان بہلول نے

لشکر جمع کر کے جونپور پر جو عرصۂ دراز سے شاہان دہلی کے دائرۂ حکومت سے نکل چکا تھا دھاوا کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ بہلول نے جونپور کی حکومت مبارک خاں لوحانی کے سپرد کی اور قطب خاں لودی اور دوسرے امیروں کو قصبۂ مجھولی میں چھوڑ کر خود بداؤں گیا۔ سلطان حسین موقع پا کر پھر جونپور پہونچ گیا۔ سلطان بہلول کے امیر جونپور کو چھوڑ کر قطب خاں کے پاس قصبۂ مجھولی چلے گئے۔ لودی امیر سلطان حسین سے مخلصانہ پیش آئے اور شرقی کی بہی خواہی کا دم بھرنے لگے اور بدیہی پہونچنے تک اپنی اسی روش پر قائم رہے۔ سلطان بہلول ان واقعات کی خبر سنتا ہوا قصبہ ہلدی ۸۹۹ پہونچا اور اس نے قطب خاں کی وفات کی خبر سنی۔ بہلول نے چند روز تو مراسم تعزیت میں بسر کیے اور اس کے بعد جونپور پہونچا۔ بہلول نے حسین شرقی کو بہت دور بھگا دیا اور نئے سرے سے جونپور کو فتح کیا اور اپنے بیٹے باربک شاہ کو سلاطین شرقیہ کے تخت پر بٹھا کر خود کالپی پہونچا اور اس پر بھی قابض ہو گیا۔ کالپی کی حکومت اپنے پوتے خواجہ اعظم ہمایوں بن خواجہ بایزید کو عنایت کی اور چند وار کے راستے سے دھولپور کی طرف بڑھا۔ راجۂ دھولپور نے کئی من سونا بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر کے اپنے کو اس کے ملازمین کے گروہ میں داخل کیا۔ دھولپور سے بادشاہ نے الہ پور کا سفر کیا الہ پور رنتھنبور کے توابعات میں ہے بہلول نے اس شہر کو بھی تاراج کیا اور کامیاب و بامراد دہلی واپس آیا۔ بہلول اب بوڑھا ہو چکا تھا اور اس کے تمام قویٰ اور حواس پر ضعف غالب آچکا تھا بادشاہ نے اپنا ملک بیٹوں اور قرابتداروں میں تقسیم کیا۔ جونپور کی حکومت جیسا کہ اوپر مذکور ہوا باربک شاہ کو عنایت کی اور کڑہ مانک پور کا حاکم شاہزادہ عالم خاں کو مقرر کیا۔ بہرائچ اپنے بھانجے شیخ محمد فرملی المشہور بہ کالا پہاڑ کو دیا اور لکھنؤ و کالپی اعظم ہمایوں بن خواجہ بایزید خاں اپنے پوتے کے سپرد کیا اعظم ہمایوں کا باپ خواجہ بایزید اس سے تھوڑے دنوں پیشتر اپنے ہی ایک نوکر کے ہاتھ سے قتل ہو چکا تھا۔ بہلول نے بداؤں کی حکومت اپنے ایک معتبر امیر اور اپنے عزیز خاں جہاں کو عنایت کی دہلی اور میان دوآب کے بہت سے ملک شاہزادہ نظام خاں یعنے سلطان سکندر لودی کو مرحمت کر کے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اس تقسیم کے تھوڑے دنوں کے بعد بہلول گوالیار گیا اور گوالیار کے راجہ سے

اسی لاکھ تنکے وصول کیئے اور گوالیار کی حکومت پھر اسی راجہ کے سپرد کرکے خود اٹاوہ پہونچا اور اٹاوہ کو سکیٹ سنگھ کے بجائے کسی دوسرے کے زیر حکومت کرکے واپس ہوا۔ بہلول راستہ میں بیمار پڑا۔ اکثر لودھی امیر جو بہت طاقتور ہو گئے تھے اُن کا مشورہ یہہ ہوا کہ بادشاہ اعظم ہمایوں کو اپنا ولی عہد مقرر کرے۔ بہلول کو ان امیروں کی رائے سے اختلاف کرنے کی قدرت نہ تھی بہلول نے اُن کی رائے سے اتفاق کیا اور سلطان سکندر کی طلب میں ایک قاصد دہلی روانہ کیا۔ عمر خاں شروانی جو وزیر الممالک تھا اور بادشاہ کی بدحواسی کی وجہ سے اندنوں ملکی اور مالی معاملات کا مختار کل تھا ان امیروں کے مشورہ سے واقف ہوگیا۔ سکندر سلطان کی ماں بھی اس سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھی عمر خاں نے اس بیگم کے مشورہ سے ایک قابل اعتماد شخص کو سلطان سکندر کی خدمت میں بھیجکر اُس کو اس بات سے اطلاع دیدی کہ تم کو یہاں بلانے سے ان لوگوں کی غرض یہہ ہے کہ تمھیں نظر بند کردیں یہاں کی روانگی کو لیت و لعل میں رکھو اور اسی کو بہتر سمجھو۔ سلطان سکندر اس پیغام کے موافق اپنی روانگی کو آجکل پر ٹالتا رہا۔ مخالف امیروں نے موقع پاکر اس کی شکایت سے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کیئے۔ بہلول کو سلطان سکندر کی اس حرکت پر بیحد غصہ آیا اور بیٹے کو لکھا کہ اگر تم نہیں آتے تو میں خود تمھارے پاس آتا ہوں سلطان سکندر نے پریشان ہوکر روانگی کا ارادہ کیا لیکن دہلی کے امیروں اور ارکین دولت نے روانگی کی صلاح نہ دی۔ سلطان سکندر نے سلطان حسین شرقی کے وزیر قتلغ خاں سے جو دہلی میں قید اور صحیح رائے دینے میں مشہور و معروف تھا اس بارے میں مشورہ کیا۔ قتلغ خاں نے کہا کہ سراپردۂ شاہی کو باہر نکال کر روانگی کی شہرت دیدینا چاہیئے لیکن سامان سفر کے درست کرنے کے بہانہ سے ایام گزاری کرنا بہتر ہے سلطان سکندر نے قتلغ خاں کی رائے پر عمل کیا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں بادشاہ کے مرض میں شدت ہو گئی اور ۸۹۴ھ میں سکیٹ کے مضافات قصبۂ بھداونی میں بہلول لودھی نے دنیا سے کوچ کیا۔ اس بادشاہ نے اڑتیس سال آٹھ مہینے اور سات روز حکمرانی کی سلطان بہلول میں ظاہری خوبیاں تمام و کمال موجود تھیں۔ یہہ بادشاہ سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پابند تھا۔ سفر و حضر ہر جگہ عالموں اور درویشوں کے ساتھ رہتا اور اکثر اوقات

اُنھیں کی صحبت میں زندگی بسر کرتا تھا۔ بہلول لودھی اپنے افغانی امیروں سے برادرانہ سلوک کرتا تھا۔ بادشاہ ان امیروں کے سامنے تخت پر نہ بیٹھتا بلکہ ایک ہی فرش پر ان کے ساتھ نشست رکھتا تھا۔ بہلول نے دہلی فتح کرنے کے بعد شاہان ماضیہ کے خزانوں پر قبضہ کیا اور اُسے تمام لودھی امیروں میں تقسیم کر کے خود بھی ایک حصۂ مساوی کا مالک بنا۔ یہ بادشاہ اپنے گھر میں کھانا نہ کھاتا اور طویلۂ خاص کے گھوڑوں پر سوار نہ ہوتا تھا۔ بادشاہ کے لیئے ہر روز ایک امیر کے گھر سے کھانا آتا اور سواری کے وقت اُنھیں امیروں کے گھوڑے پر سوار ہوتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ مجھکو صرف سلطنت کا نام ہی کافی ہے۔ بہلول لودی مغل سپاہیوں کی بہادری پر پورا بھروسہ رکھتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ خود بادشاہ اور شاہزادوں اور نیز امیروں کے مغل ملازموں کی تعداد قریب بیس ہزار کے پہونچ گئی تھی۔ جس جگہ کہ بادشاہ کو معلوم ہوتا کہ کوئی کار آمد بہادر وہاں موجود ہے تو بہلول اپنے آدمی بھیجکر اس جوان کو اپنے پاس بلاتا اور اُس کی حیثیت کے موافق اُس کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا۔ سلطان بہلول عقلمند۔ بہادر۔ شجاع اور دلیر حکمراں تھا اس بادشاہ کو آئین جہانداری کا پورا علم تھا کسی کام میں جلدی نہ کرتا اور رعایا پر عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کرتا تھا۔

سلطان عادل نظام خاں المخاطب بہ سلطان سکندر لودھی

سلطان بہلول لودی نے وفات پائی اور ارکان دولت نے جمع ہو کر تخت نشینی کے بارے میں مشورہ کیا بعضوں نے اعظم ہمایوں یعنے مرحوم بادشاہ کے پوتے کی تخت نشینی کی رائے دی اور بعضوں نے سلطان بہلول کے بڑے بیٹے باربک شاہ کو تخت حکومت کے لیئے منتخب کیا۔ اس وقت سلطان سکندر کی ماں زیبا نام جو اس سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھی پس پردہ آئی اور اُس نے ان امیروں سے کہا کہ میرا فرزند ہر طرح پر لائق حکمرانی ہے اور تم لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کریگا۔ عیسیٰ خاں نے جو سلطان بہلول کے چچا کا بیٹا تھا گالی دیکر کہا کہ سُنار کی بیٹی کا فرزند تخت سلطنت پر بیٹھنے کے لائق نہیں ہے۔ خان خاناں فرملی نے جو بڑا طاقتور امیر تھا یہ سُنکر عیسیٰ خاں سے کہا کہ کل بادشاہ نے دنیا سے کوچ کیا ہے اور آج اُس کی جورو اور اُس کے بیٹے کو گالی دینا اور اُن کو بھلا بُرا کہنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ عیسیٰ خاں نے خان خاناں سے

کہا کہ تمھاری حیثیت نوکر سے زیادہ نہیں ہے تم ہم عزیزوں اور قرابت داروں کے درمیان میں دخل نہ دو۔ خان خاناں کو غصہ آیا اور اُس نے کہا کہ میں سوا سلطان سکندر کے اور کسی کا نوکر نہیں ہوں۔ خان خاناں مجلس سے اُٹھا اور اپنے ہم خیال امیروں کے ساتھ اُس نے بادشاہ کی لاش اُٹھائی اور قصبہ جلالی پہونچا۔ خان خاناں نے سلطان سکندر کو بلا کر ایک بلند مقام پر جو دریائے بیاس کے کنارے واقع اور کوشک سلطان فیروز کے نام سے مشہور ہے سلطان سکندر کو تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ سلطان سکندر نے باپ کا جنازہ دہلی روانہ کرایا اور خود عیسیٰ خاں لودی کے سر پر پہونچا۔ سکندر نے عیسیٰ خاں پر فتح پائی اور اُس کا گناہ معاف کر کے دہلی واپس آیا۔ سلطان سکندر بھی باپ کی طرح افغانوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا اور اُن سے برادرانہ برتاؤ کرنے لگا۔ بادشاہ نے اکابر قوم کے سامنے تخت حکومت پر قدم رکھا۔ تخت نشینی کے وقت بادشاہ کے چھ بیٹے تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

ابراہیم خاں۔ جلال خاں۔ اسمٰعیل خاں۔ حسین خاں۔ محمود خاں اور اعظم ہمایوں خاں

سلطان سکندر کے دربار میں ترپن امیر تھے جن کے نام یہ ہیں۔ خان جہاں لودھی احمد خاں پسر خان جہاں بن خان خاناں فرملی۔ شیخ زادہ فرملی۔ خان خاناں لوحانی اعظم خاں شروانی دریا خاں پسر مبارک خاں لوحانی نائب بہار۔ عالم خاں لودھی جلال خاں پسر محمود خاں لودھی نائب کالپی شیر خاں لودھی مبارک خاں موجی۔ خلیل خاں لودھی۔ احمد خاں لودھی حاکم اٹاوہ۔ ابراہیم خاں شروانی۔ محمد شاہ لودھی۔ بابو خاں شروانی حسین خاں فرملی نائب سہارنپور سلیمان خاں پسر دوم خان خاناں فرملی سعید خاں پسر مبارک خاں لودھی اسمٰعیل خاں لوحانی۔ تاتار خاں فرملی عثمان خاں فرملی شیخ جان۔ پسر مبارک خاں لودھی۔ شیخ زادہ محمد المشہور بہ کالا پہاڑ پسر عماد خاں فرملی شیخ جمال ولد شیخ عثمان فرملی شیخ احمد فرملی آدم خاں لودھی حسین خاں برادر آدم خاں لودھی کبیر خاں لودھی۔ مقبر خاں لوحانی۔ غازی خاں لودھی۔ تاتار خاں۔ حاکم چپارہ میاں حسن کنبوہ حجاب خاص مجد الدین حجاب خاص۔ شیخ ابراہیم حجاب خاص۔ شیخ عمر حجاب خاص قاضی عبدالواحد پسر طاہر کابلی حجاب خاص بھورہ خاں پسر خواص خاں شیخ عثمان حجاب خاص شیخ صدیق حجاب خاص خواجہ نصر اللہ۔ مبارک خاں اقبال خاں حاکم قصبۂ بادی

اصغر خاں پسر قوام الملک حاکم دہلی۔ شیر خاں برادر بارک خاں لوحانی عماد الملک کنبوہ
عزیز مبارک خاں لوحانی عالم خاں لودھی کبیر خاں لودھی بھیکن خاں ظہیر خاں لوحانی عمر خاں شروانی
جبار خاں شروانی اور مُختار خاں جلوانی تھوڑے دنوں کے بعد سلطان سکندر رابری گیا۔
عالم خاں المشہور بہ سلطان علاء الدین سلطان سکندر کا بھائی چند واڑہ میں چند دنوں
قلعہ بند رہا لیکن آخر کار چند واڑہ سے بھاگ کر عیسیٰ خاں کے پاس پٹیالی چلا گیا۔
سکندر لودھی نے رابری کی حکومت خان خاناں فرملی کے سپرد کی اور خود اٹاوہ
پہونچا بادشاہ نے سات مہینے اٹاوہ میں قیام کیا اور عالم خاں المشہور بہ
بادشاہ علاء الدین کو اعظم ہمایوں سے علیحدہ کر کے اپنے پاس لے آیا اور اٹاوہ کی حکومت
اُس کو عنایت کی۔ اٹاوہ سے بادشاہ نے پٹیالی کا سفر کیا اور عیسیٰ خاں پٹیالی پر حملہ آور
ہوا۔ عیسیٰ خاں نے بھی صفیں درست کیں لیکن زخمی ہو کر شکست کھائی اور عاجزی کے
ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ عیسیٰ خاں نے اسی زخم سے وفات پائی۔
بادشاہ نے اپنے بڑے بھائی باربک شاہ کے پاس ایک معتمد امیر کے ذریعے سے
پیغام بھیجا کہ باربک سلطان سکندر کا مطیع ہو کر خطبہ میں بادشاہ کا نام اپنے نام سے
پہلے داخل کرے رائے گنیش جو باربک کا بہی خواہ تھا سلطان سکندر سے آملا اور
پٹیالی کی حکومت اسے عطا ہوئی۔ باربک شاہ نے اطاعت سے انحراف کیا
بادشاہ نے اس پر لشکر کشی کی۔ باربک شاہ بھی کالا پہاڑ کے ساتھ قنوج روانہ ہوا
دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے میں پہونچے باربک شاہ حریف کے مقابلے
میں صف آرا ہو کر سکندر کی فوج کی طرف بڑھا اور لڑائی کا بازار گرم ہوا۔ کالا پہاڑ
اپنی جمعیت کے ساتھ سلطان سکندر کے قلب لشکر پر حملہ آور ہوا اور فوج کے درمیان
میں گرفتار ہو گیا جب اُسے بادشاہ کے حضور میں لے آئے تو بادشاہ گھوڑے سے
اُترا اور اس سے بغلگیر ہوا کالا پہاڑ پر بیحد نوازش کی اور کہا کہ تم بجائے میرے
باپ کے ہو میری تمنا یہ ہے کہ تم بھی مجھ کو اپنے بیٹے کی جگہ پر سمجھو کالا پہاڑ سکندر کی
اس گفتگو سے بہت شرمندہ ہوا اور اس نے کہا کہ اس احسان کے معاوضے میں
سوا جان نثار کرنے کے اور کچھ میرے پاس نہیں ہے اب مجھے ایک گھوڑا عنایت
ہو تاکہ اپنا سر قدموں پر قربان کروں بادشاہ نے کالا پہاڑ کو ایک گھوڑے پر

سوار کرایا اور اُس کے ساتھ باربک شاہ پر حملہ آور ہوا۔ باربک اس حملے کی تاب نہ لا سکا
اور بداؤں کی طرف بھاگا۔ اور شاہزادہ مبارک خاں گرفتار ہوا۔ بادشاہ نے باربک کا
تعاقب کیا اور بداؤں کا محاصرہ کر لیا۔ باربک شاہ نے عاجز ہو کر بادشاہ کی ملازمت
حاصل کی۔ سلطان سکندر نے باربک شاہ کی بیحد تعظیم و تکریم کر کے اُسے اپنے سے راضی
اور خوش کیا اور باربک کو اپنے ساتھ جونپور لے آیا۔ چونکہ حسین شرقی ابھی بہار کے
نواح میں مقیم تھا سلطان سکندر نے باربک شاہ کو حسب دستور سابق جونپور کے
تخت پر بٹھلایا۔ سکندر سلطان نے اپنے چند معتمد امیر باربک کے پاس چھوڑ کر اکثر مقامات پر
اپنے خود حاکم مقرر کیے۔ سلطان سکندر نے جونپور کے بعض پرگنے اپنے امیروں میں
تقسیم کیے اور اس کے بعد جونپور سے ۹۲ کالپی پہونچا۔ سلطان سکندر نے کالپی کی حکومت
اعظم ہمایوں سے لیکر محمود خاں لودی کے سپرد کی۔ بادشاہ کالپی سے جھترہ میں آیا تاتار خاں جھترہ
اطاعت گزاری کے ساتھ پیش آیا اور بادشاہ نے جھترہ کی حکومت اسی پر
بحال رکھی سلطان سکندر نے خواجہ محمد فرملی کو خلعت خاص کے ساتھ راجہ مان حاکم گوالیار
کے پاس بھیجا۔ یہ راجہ بھی خلوص اور اطاعت کے ساتھ پیش آیا اور اُس نے
اپنے بھتیجے کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ بیانہ تک بادشاہ کے ہمراہ رکاب
رہے۔ سلطان شرف حاکم بیانہ نے بھی خلوص کا اظہار کر کے بادشاہ کی قدمبوسی
حاصل کی۔ سکندر نے سلطان شرف سے کہا کہ بیانہ کی حکومت چھوڑ دے تاکہ
جالیسر، چند واڑہ، مارہرہ اور سکیت تجھے دیئے جائیں۔ سلطان شرف نے
عمر خاں شروانی کو اپنے ساتھ لیا تاکہ قلعے کی کنجیاں اس کے سپرد کر دے۔ سلطان شرف
نے بیانہ پہونچکر پیمان شکنی کی اور قلعے کو مضبوط اور مستحکم کر لیا۔ بادشاہ نے اس پر توجہ
نہ کی اور آگرہ چلا آیا۔ ہیبت خاں جلوانی نے جو سلطان شرف کا مطیع اور فرمانبردار
تھا بغاوت کی اور آگرہ کے قلعے پر خود قابض ہوا اور حصار میں قلعہ بند ہو گیا۔ بادشاہ کو
یہ امر ناگوار ہوا اور اپنے چند امیروں کو قلعے کے محاصرہ میں چھوڑ کر خود بیانہ واپس ہوا۔
سکندر لودھی نے بے انتہا غیظ و غضب میں اہل قلعہ کو ستانا شروع کیا۔ ایک
مدت کے بعد سلطان شرف عاجز ہوا اور اُس نے بادشاہ سے امان طلب کی
۸۹۷ھ میں بیانہ فتح ہوا اور خان خاناں فرملی کے سپرد کیا گیا۔ سکندر لودھی نے

سلطان شرف کو گوالیار کی طرف خارج البلد کر دیا۔ اسی دوران میں آگرہ کا قلعہ بھی فتح ہوا اور بادشاہ دہلی واپس آیا۔ اسی زمانہ میں معلوم ہوا کہ جونپور کے زمینداروں نے قریب ایک لاکھ سوار اور پیادے جمع کر کے شیر خاں برادر مبارک خاں لوحانی حاکم کڑہ کو شہید کر ڈالا اور مبارک خاں لوحانی نے کڑہ کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی لیکن جوسی[93] پیال کے گھاٹ پر دریائے گنگا کو پار کر رہا تھا کہ رائے شہر گور[94] راجہ ٹھٹھہ نے اُس کو گرفتار کیا اور باربک شاہ بھی حریفوں کے ہجوم سے خوف زدہ ہو کر جونپور سے بھاگ آیا ہے اور کالا پہاڑ کے پاس بہرائچ میں مقیم ہے۔ بادشاہ نے باوجود اس کے کہ اُسے صرف چھبیس روز دہلی میں گزرے تھے جونپور کا سفر کیا۔ سلطان سکندر دریائے گنگا کو پار کر کے دبلپور[95] پہونچا اور باربک شاہ بھی خدمت سلطانی میں حاضر ہو کر شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا۔ رائے شہر گور بادشاہ کی آمد کے دبدبہ سے خوف زدہ ہوا اور مبارک خاں کو قید سے آزاد کر کے اُسے بادشاہ کے پاس بھیجدیا۔ بادشاہ اس جگہ سے کاٹھ گڈھ پہونچا۔ کاٹھ گڈھ کے زمیندار اکٹھا ہو کر بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے۔ ان زمینداروں کو شکست ہوئی اور اس طرح بہت سا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ بادشاہ جونپور پہونچا اور باربک کو دوبارہ جونپور میں چھوڑ کر خود واپس ہوا۔ اودھ کے نواح میں بادشاہ نے تقریباً ایک مہینہ سیر و شکار میں بسر کیا اس دوران میں خبر رسانوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ باربک شاہ زمینداروں کے غلبہ کی وجہ سے جونپور میں نہیں ٹھیر سکتا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کالا پہاڑ۔ اعظم ہمایوں شروانی اور خان خاناں لوحانی اودھ کے راستہ سے اور مبارک خاں کڑہ کی راہ سے جونپور جائیں اور اس نواح کا انتظام کریں اور باربک شاہ کو قید کر کے بادشاہ کے پاس بھیجدیں۔ باربک شاہ بادشاہ کے حضور میں لایا گیا اور سلطان سکندر نے اُسے ہیبت خاں لوحانی اور عمر خاں شروانی کے سپرد کیا اور خود نواح جونپور سے قلعہ چنار کی طرف روانہ ہوا۔ حسین شاہ شرقی کے بعض امیر جو وہاں موجود تھے سکندر لودی کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے لیکن شکست کھا کر قلعہ بند ہو گئے۔ چنار کا قلعہ بہت مضبوط تھا بادشاہ نے اُس کا محاصرہ نہ کیا اور پٹنہ کے مضافات میں نسرکٹبہ[96] کی طرف روانہ ہوا کٹبہ کے راجہ بسی رائے بہلور نے سکندر کی فوج کا استقبال کر کے اُس کی اطاعت کا اظہار کیا۔ سلطان سکندر نے

کٹھہ کی حکومت اسی راجہ کے سپرد کی اور خود اریل [۹۷] روانہ ہوا۔ اسی دوران میں
رائے بہلدر دل میں خوف زدہ ہوا اور اس نے اسباب حشمت ولوازمات سلطنت کو
وہیں چھوڑا اور خود تنہا پٹنہ روانہ ہوگیا۔ بادشاہ نے اس کا تمام لوازمۂ حشمت اس کے
پاس پٹنہ بھیج دیا۔ سلطان سکندر نے مبارک خاں لوحانی کے بھائی شیر خاں کی بی بی
سے نکاح کیا اور شمس آباد روانہ ہوگیا۔ سلطان سکندر نے شمس آباد میں چھ مہینے بسر کرکے
سنبھل کا سفر کیا۔ بادشاہ سنبھل سے پھر شمس آباد آیا۔ اثنائے راہ میں بادشاہ نے
قصبۂ دیوتاری کو جو سرکشوں کا مخزن تھا تباہ اور برباد کیا اور باغیوں کا بیشتر حصہ
قتل وقید ہوا اور بقیہ لوگوں نے وزیر آباد میں پناہ لی۔ سلطان سکندر وزیر آباد والوں کو
بھی قتل وغارت کرکے شمس آباد پہونچا۔ برسات کا زمانہ شمس آباد میں بسر کیا اور سنہ [۹۰۰ھ]
میں رائے بھلدر کی تنبیہ کے لئے پٹنہ روانہ ہوا۔ راستے میں یہاں کے سرکشوں کا بھی
استیصال کیا۔ اس کے بعد کھارن اور کہانی پہونچا۔ نرسنگھ رائے بھلدر کے بیٹے نے
سلطان سکندر سے جنگ کی اور شکست کھا کر پٹنہ بھاگا۔ سلطان بھی پٹنہ پہونچا۔
رائے بھلدر بھی سرگجہ کی طرف بھاگا اور راستے میں فوت ہوا۔ سلطان سکندر سرگجہ
سے شہدیو کی طرف جو پٹنہ کے مضافات میں ہے روانہ ہوا۔ اور شہدیو پہونچا اس
مقام پر افیون۔ کوکنار۔ نمک گھی بیحد گراں تھے یہاں سے جونپور روانہ ہوا جو گھوڑے
کہ پٹنے کے سفر میں بیحد تھک گئے تھے وہ راستے میں ضائع ہوئے یہاں تک کہ جو
شخص دس گھوڑوں کا مالک تھا اس کے نو گھوڑے ضائع ہوگئے اور صرف
ایک رہ گیا۔ لکھم چند پسر رائے بھلدر اور دوسرے زمینداروں نے حسین شاہ شرقی کو
لکھا کہ سلطان سکندر کے لشکر میں گھوڑے نہیں رہے اور سامان اسپ بالکل تلف
ہوچکا ہے اس وقت کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ حسین شرقی نے اپنا لشکر جمع کیا اور
چند عدد ہاتھی ساتھ لیکر بہار سے چلا اور سلطان سکندر کے سر پر پہونچ گیا۔ سکندر شاہ
نے بھی کنتت کے گھاٹ سے دریائے گنگا کو جلد سے جلد عبور کیا اور حسین شاہ سے
ملنے کے لئے آگے بڑھا۔ بنارس سے اٹھارہ کوس کے فاصلے پر دونوں فریق ایک
دوسرے کے قریب ہوئے۔ سلطان سکندر نے خان خاناں کو رائے بھلدر کے
بیٹے سالباہن [۹۸] کے پاس بھیجا کہ اس کو دلاسا دیکر لائے اور خود حسین شرقی کے

سر پر پہونچا۔ راستے ہی میں سالباہن بادشاہ کی خدمت میں پہونچ گیا فریقین میں مقابلہ ہوا اور ایک سخت اور خونریز لڑائی کے بعد حسین شاہ شرقی کو شکست ہوئی اور وہ پٹنہ بھاگا۔ بادشاہ نے لشکر کو اس کے مقام پر چھوڑا اور صحیح روایت کے موافق ایک لاکھ سواروں کی جمعیت سے حسین شرقی کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ راستے میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ حسین شرقی بہار چلا گیا ہے سلطان سکندر نو روز کے قیام کے بعد واپس ہوا اور اپنے لشکر سے آملا اور بہار روانہ ہوگیا۔ حسین شاہ شرقی نے ملک کھندو کو بہار کے حصار میں چھوڑا اور خود کہل گانوں کو جو لکھنوتی کے مضافات میں سے ہے روانہ ہوگیا۔ سلطان علاء الدین بادشاہ بنگالہ نے اس کی بیحد عزت افزائی کی اور اس کے لیۓ اسباب عیش مہیا کر دیا۔ حسین شاہ شرقی نے حکمرانی کا سودا سر سے نکالا اور اپنی بقیہ زندگی کو وہیں آرام سے ختم کیا۔ حسین شرقی کے گوشہ نشین ہوتے ہی شاہان جونپور کے سلسلے کا خاتمہ ہوگیا۔ سلطان سکندر نے دیوبارہ سے ایک لشکر ملک کھندو کے سر پر متعین کیا۔ ملک کھندو نے فرار اختیار کیا اور بہار کا ملک سکندر کے دائرۂ حکومت میں داخل ہوگیا۔ بادشاہ نے محبت خاں کو امیروں کے ایک گروہ کے ساتھ بہار میں چھوڑا اور خود درویش پور پہونچا۔ سلطان سکندر نے خان جہاں پسر خان خاناں فرملی کو لشکر میں چھوڑا اور خود ترہٹ روانہ ہوا۔ ترہٹ کا راجہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کئی لاکھ تنگے خراج ادا کرنا قبول کیا۔ بادشاہ نے مبارک خاں لوحانی کو رقم خراج وصول کرنے لیۓ ترہٹ میں چھوڑا اور خود درویش پور واپس آیا۔ خاں جہاں پسر خان خاناں فرملی نے وفات پائی اور بادشاہ نے اس کے فرزند اکبر خسرو خاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب عنایت کیا اور وہاں سے بہار کے مشہور و معروف بزرگ حضرت شیخ شرف الدین منیری رحمتہ اللہ علیہ کی قبر شریف کی زیارت کے لیۓ آیا۔ اس قصبہ کے فقیروں اور مسکینوں کو انعام و اکرام سے خوش کیا اور پھر درویش پور واپس آیا۔ سکندر شاہ نے اب علاالدین بادشاہ بنگالہ پر دھاوا کیا۔ سکندری فوج بہار کے مضافات یعنے قصبہ تغلق پور پہونچی اور علاالدین نے اپنے بیٹے دانیال کو سلطان سکندر سے لڑنے کے لیۓ روانہ کیا۔ سلطان سکندر نے بھی محمود خاں لودھی مبارک خاں لوحانی کو مقابلے کے لیۓ مقرر کیا۔ موضع بارہ میں طرفین کا

ایک دوسرے سے سامنا ہوا لیکن فریقین میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ نہ کوئی فریق دوسرے کی ولایت کو نقصان پہونچائے اور نہ کوئی دوسرے کے مخالف کو اپنے پاس پناہ دے۔ محمود خاں لودی اور مبارک خاں لوحانی واپس آئے لیکن بہار کے مضافات قصبہ پٹنہ میں مبارک خاں لوحانی نے وفات پائی۔ سکندر لودی بھی قتلغ پور سے درویش پور واپس آیا اور چند مہینے اس نے یہیں قیام کیا چونکہ مبارک خاں نے اسی جگہ وفات پائی تھی اس لیے یہ ولایت اس کے بیٹے اعظم ہمایوں کے سپرد کی گئی اور بہار کی حکومت دریا خاں پسر مبارک خاں لوحانی کو دی گئی۔ اس درمیان میں غلے کی کمی محسوس ہوئی اور بادشاہ نے خلق کی رفاہیت کے لیے غلے کی زکوۃ کو موقوف کرنے کے فرمان تمام قلمرو میں جاری کیے اسی زمانے سے غلے کی زکوۃ بالکل بند ہو گئی۔ اس زمانے میں بادشاہ قصبہ سارن گیا قصبہ سارن کے بعض پرگنوں کو جو اس نواح کے زمینداروں کے قبضے میں تھے اپنے تحت میں لا کر ان پرگنوں کو لودی امیروں کے سپرد کیا اس کے بعد مچھلی گڈھ کے راستے سے جونپور میں وارد ہوا۔ جونپور میں چھ مہینے قیام کیا چونکہ بادشاہ نے پٹنے کے راجہ سالباہن سے بیٹی مانگی تھی اور اس نے اس نسبت سے انکار کیا تھا سلطان سکندر نے سنہ ۹۰۰ھ میں اس کا انتقام لینے کے لیے پٹنے پر دھاوا کیا اور اس کی آبادی کا نام و نشان بھی باقی نہ رکھا۔ سکندر لودی باندوگڑھ کے حوالی میں جو سب سے زیادہ مضبوط قلعہ اور حاکموں کا صدر مقام ہے پہونچا لودی جوانوں نے اگرچہ پوری داد مردانگی دی لیکن چونکہ قلعے کو سر کرنا بعید دشوار تھا اس لیے بادشاہ نے اس کی فتح سے ہاتھ اٹھایا اور جونپور واپس آیا۔ سکندر لودی نے جونپور میں قیام کر کے مہمات ملک کو انجام دینے میں پوری کوشش کی اسی دوران میں مبارک خاں موجی کا محاسبہ پیش آیا باربک شاہ کو قید کرنے کے بعد جونپور کی حکومت مبارک خاں کے سپرد کی گئی تھی مبارک خاں سرکاری مال تلف کر کے یہ چاہتا تھا کہ چند روز بہانے سے اس معاملے کو رفع دفع کر دے۔ مبارک خاں نے ہر چند امرائے دولت کو اپنا شفاعت خواہ بنایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اس سے کئی برس کا محصول شاہی بندوبست کے موافق وصول کر لیا جائے۔ بادشاہ کے اس حکم سے افغانی امیر دل میں

رنجیدہ ہوئے۔ اتفاق سے اسی زمانے میں بادشاہ چوگان بازی کے لیے سوار ہوا اور راستے میں ہیبت خاں شہروانی کی چوگان نے سلیمان خاں پسر دریا خاں کی چوگان سے ٹکر کھائی اور سلیمان کے سر پر چوٹ لگ گئی اس واقعے سے ان دونوں امیروں کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا جس کی وجہ سے آپس میں رنجش پیدا ہوگئی۔ سلیمان کے بھائی مسمی خضر نے ہیبت خاں کے سر پر قصداً چوگان ماری اور اس حرکت سے شور ہونے لگا محمود خاں لودی اور خانخاناں ہیبت خاں کو سمجھا بجھا کر اُس کے گھر واپس لائے اور بادشاہ بھی میدان سے محل کو چلا گیا۔ چار روز کے بعد بادشاہ پھر چوگان بازی کے لیے باہر نکلا راستے میں شمس خاں نامی ایک شخص جو ہیبت خاں کا عزیز تھا غصے میں بھرا ہوا کھڑا ہوا تھا۔ شمس خاں نے خضر خاں کو دیکھتے ہی اس کے سر پر چوگان ماری۔ بادشاہ نے شمس خاں کو ٹھوکروں سے درست کرکے اپنے محل کی راہ لی۔ اس واقعے کے بعد بادشاہ کو اپنے امیروں سے بدظنی پیدا ہوگئی جن امیروں کو کہ بادشاہ اپنا مخلص اور بہی خواہ جانتا تھا اُنھیں پاسبانی کی خدمت پر مقرر کیا چنانچہ یہ امیر ہتھیار بند ہوکر ہر رات پاسبانی کرتے تھے۔ اسی دوران میں ہیبت خاں شہروانی اور دوسرے دو سرداروں نے باہم اتفاق کر کے شاہزادہ فتح خاں بن سلطان بہلول لودی سے کہا کہ افسران فوج سلطان سکندر کی حکومت سے راضی نہیں ہیں اور تمھیں اپنی سرداری کے لیے پسند کرتے ہیں اگر تم کہو تو ہم سکندر لودی کا قدم درمیان سے اُٹھا کر تمھیں تخت سلطنت پر بٹھا دیں۔ شاہزادہ فتح خاں نے شیخ طاہر کابلی اور اپنی ماں سے اس راز کو ظاہر کیا۔ طاہر اور بیگم دونوں نے شاہزادے کو نصیحت کی اور اُسے اس بات پر راضی کر لیا کہ شاہزادہ ان بداندیشوں کے نام سلطان سکندر پر ظاہر کردے شاہزادے نے اس نصیحت پر عمل کیا اور بادشاہ اس گروہ کی مکاری اور بدخواہی سے آگاہ ہوگیا۔ سلطان سکندر نے اپنے دوسرے امیروں کے مشورے سے ان بداندیش اُمرا میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی طرف جلاوطن کرکے رفتہ رفتہ اُنھیں برباد کر دیا۔ ۹۰۵ھ میں بادشاہ نے سنبھل کا رُخ کیا اور چار سال کامل وہاں سیر و شکار اور چوگان بازی میں صرف کیے اسی جگہ اصغر حاکم دہلی کی بداعمالی اور بدکرداری کی خبر بادشاہ کو ہوئی۔ اُس نے خواص خاں حاکم ماچیواڑہ کو حکم بھیجا کہ دہلی جائے اور اصغر کو قید اور

پا بہ زنجیر کرکے بادشاہ کے حضور میں بھیجدے۔ خواص خاں شاہی حکم کے مطابق دہلی روانہ ہوا۔ اصغر خاں نے خواص خاں کے آنے کی خبر سنی اور قبل اس کے کہ خواص خاں پہونچے خود ماہ صفر سنہ ۹۵۲ھ میں شنبہ کی شب کو قلعے سے باہر نکلا اور سلطان کے پاس سنبھل چلا گیا اور وہاں قید کر لیا گیا۔ خواص خاں دہلی پر قبضہ کرکے شہر میں حکومت کرنے لگا۔ کہتے ہیں کہ ایک ہندو مسمی یودھن موضع کاتین میں رہتا تھا ایک روز اس زنار دار نے مسلمانوں کے سامنے اس بات کا اقرار کیا کہ مذہب اسلام حق ہے اور میرا مذہب بھی سچا ہے۔ ہندو کا یہ قول مشہور ہوا اور علمائے شہر نے بھی یہ سنا۔ قاضی پیارے اور شیخ بدر جو لکھنوتی میں مقیم تھے ان لوگوں نے ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ دیا۔ اعظم ہمایوں بن خواجہ بایزید حاکم لکھنوتی نے ہندو کو مع قاضی اور شیخ مذکور کے بادشاہ کی خدمت میں سنبھل بھیجدیا۔ بادشاہ کو علمی تذکروں کے سننے کا بیحد شوق تھا۔ اُس نے نامی علما کو ہر چہار طرف سے بلوایا اور بحث کی مجلس منعقد کی۔ ان علما کے نام یہ ہیں میاں قادرین شیخ خواجو۔ میاں عبداللہ بن اللہ داد طلبنی۔ سید محمد بن سعید خاں دہلوی۔ ملا قطب الدین اور ملا اللہ داد وصالح سرہندی اور سید امان۔ سید برہان اور سید احسن قنوجی۔ مذکور الصدر علما کے علاوہ شاہی دربار کے فاضل یعنے صدر الدین قنوجی۔ میاں عبدالرحمان ساکن سیکری اور میاں عزیز اللہ سنبھلی وغیرہ بھی جو ہر وقت بادشاہ کے ساتھ رہتے تھے اس مجلس میں حاضر ہوئے ان تمام علما کا اتفاق اسی رائے پر ہوا کہ یودھن کو قید کرکے اُسے مسلمان ہونے کی تلقین کیجائے اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے۔ یودھن نے دین اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور فتویٰ کے موافق مارا گیا۔ بادشاہ نے عالموں کو انعام دیکر اُن کو اپنے اپنے وطن رخصت کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد خواص خاں حاکم دہلی اپنے بیٹے اسمٰعیل خاں کو دہلی میں چھوڑ کر بادشاہ کے حکم کے موافق خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی نوازشوں سے سرفراز کیا گیا۔ اسی زمانے میں سعید خاں شروانی بھی لاہور سے شاہی بارگاہ میں حاضر ہوا چونکہ یہ شروانی امیر بھی بدخواہوں میں تھا اس لیے بادشاہ نے سعید خاں او تاتار خاں قرملی۔ محمد شہ لودی اور بقیہ غداروں کو گجرات کے اطراف

میں آوارہ وطن کر دیا۔ اسی سال یعنے ۹۰۷ھ میں گوالیار کے راجہ رائے مان سنگھ نے نہال نام خواجہ سرا کو ایلچی بنا کر تحفوں اور بیش قیمت ہدیوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہہ خواجہ سرا سخت گو اور بدزبان تھا۔ بادشاہ اس کے آنے سے ناخوش ہوا اور نہال کو رخصت کر دیا اور اپنے ورود اور قلعے کی تسخیر کے ارادے سے راجہ کو ڈرایا۔ اسی زمانے میں خانخاناں فرملی حاکم بیانے کے وفات کی خبر پہونچی۔ بادشاہ نے تھوڑے دنوں بیانہ کی حکومت خانخاناں کے دونوں پوتوں یعنے احمد اور سلیمان کے سپرد کی۔ چونکہ بیانے کا شہر قلعے کے استحکام اور مضبوط سرحدوں کی وجہ سے فساد اور بغاوت کا مرکز ہو رہا تھا بادشاہ نے بیانے کی حکومت احمد اور سلیمان سے لیکر خواص خاں کو حاکم شہر مقرر کیا۔ اس کے تھوڑے دنوں کے بعد صفدر خاں آگرے کے انتظام کے لئے جو اندنوں بیانے کے مضافات میں سے تھا مقرر کیا گیا۔ احمد اور سلیمان بیانے سے سنبھل آئے اور شمس آباد۔ جالیسر کنپل اور شاہ آباد وغیرہ پرگنوں کے جاگیردار بنائے گئے۔ بادشاہ نے عالم خاں حاکم میوات اور خانخاناں حاکم ایرجی کو حکم دیا کہ یہہ دونوں امیر خواص خاں کے ساتھ ملکر قلعہ دھولپور کی مہم کو انجام دیں اور قلعے کو سر کر کے اسے رائے بنایک دیو کے قبضے سے نکال لیں۔ رائے نے مخالفت کی اور ان امیروں کے مقابلے میں صف آرا ہوا خواجہ بین جو شاہی امیروں میں بڑا بہادر اور صف شکن تھا اس معرکے میں شہید ہوا اور اس کے علاوہ ہر روز ہزاروں آدمی میدان جنگ میں کام آنے لگے۔ بادشاہ نے یہہ واقعات سنے اور چھبیس رمضان ۹۰۵ھ میں جمعہ کے دن سنبھل سے دھولپور روانہ ہوا۔ بادشاہ حریف کے نزدیک پہونچا اور رائے بنایک دیو نے قلعہ اپنے متعلقین کے سپرد کیا اور خود گوالیار روانہ ہو گیا۔ رائے کے ہی خواہ سکندری فوج کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور آدھی رات کو قلعے سے باہر نکل کر چلے گئے بادشاہ صبح کے وقت حصار کے اندر گیا اور دو رکعت نماز شکریہ کی ادا کر کے فتح کے لوازمات بجا لایا۔ لشکریوں نے تاخت و تاراج کرنا شروع کیا اور نواح دھولپور کے باغات کو جن کا سایہ سات کوس تک پھیلا ہوا تھا وہ بھی نیست و نابود کر دیا۔ ایک مہینے کے بعد شاہی لشکر گوالیار روانہ ہوا۔ بادشاہ نے آدم خاں لودھی کو بقیہ امیروں کے ساتھ

وہیں چھوڑا اور خود دریائے چنبل کو عبور کرکے آسی دریا کے کنارے جو میدکی کے نام سے مشہور ہے خیمہ زن ہوا۔ بادشاہ نے دو مہینے اس جگہ قیام کیا پانی کی خرابی سے شاہی ملازموں میں بیماری پھیلی اور وبا اور طاعون نے لشکر میں اپنا گھر کیا۔ گوالیار کے راجہ نے سر جھکایا اور صلح کی گفت و شنید شروع کی راجہ نے سعید خاں۔ بابو خاں اور رائے گنبس کو جو بادشاہ سے بھاگ کر راجہ کے پاس پناہ گزیں تھے اپنے سے علیحدہ کیا اور اپنے بڑے بیٹے بکرماجیت کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ سلطان سکندر نے بکرماجیت کو گھوڑے اور خلعت سے سرفراز کرکے اسے رخصت کیا اور خود واپس آیا۔ بادشاہ دھولپور پہونچا اور یہ شہر بھی بنایکدیو کے سپرد کرکے آگرہ آیا۔ اس زمانے میں آگرہ بیانے کے ماتحت تھا اور اس سے پیشتر مسلم اور غیر مسلم زمانوں میں کبھی پائے تخت نہ تھا سلطان سکندر نے گوالیار اور نرور کو فتح کرنے کے ارادہ سے حصار سیری کو جو دہلی نو کے نام سے مشہور تھا ترک کیا اور آگرہ کو دارالخلافت بنایا۔ بادشاہ نے برسات کا زمانہ یہیں بسر کیا اور رمضان ۹۱۰ھ میں ستارۂ سہیل کے طلوع کے بعد مندرایل کا قلعہ سر کرنے کی نیت سے آگرہ سے روانہ ہوا بادشاہ نے ایک مہینے دھولپور کے نواح میں قیام کیا اور گوالیار اور مندرایل کے نواح میں اپنے لشکر روانہ کئے فوجوں نے ان اطراف کو خوب جی کھول کر تاراج کیا اس کے بعد بادشاہ نے خود پہونچکر قلعہ مندرایل کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ نے امان طلب کی اور قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا۔ سکندر نے مندرایل کے بت خانے اور کنائس تباہ اور برباد کئے اور مسجدیں تعمیر کرا کے قلعہ ایک معتمد کے سپرد کیا اور خود واپس ہوا بادشاہ دھولپور پہونچا اور قلعہ کی حکومت بنایکدیو سے لیکر شیخ فخرالدین کے سپرد کی اور خود پھر آگرہ واپس آیا اور امیروں کو اُن کی جاگیروں پر جانے کی اجازت دی۔ تیسری صفر ۹۱۱ھ کو اتوار کے دن آگرہ میں عظیم الشان زلزلہ آیا۔ اس بھونچال سے پہاڑ ہل گئے اور بڑی بڑی عمارتیں گر پڑیں۔ زندہ لوگ یہ سمجھے کہ قیامت آگئی اور مردوں کو معلوم ہوا کہ میدان حشر بپا ہو گیا۔ اس زلزلہ کے بعد سے اس وقت تک پھر کبھی ایسا بھونچال ہندوستان میں نہیں آیا اور نہ کسی کو یاد ہے اور نہ کوئی ایسے واقعے کا نشان دیتا ہے۔ اتفاق سے اسی دن ہندوستان کے اکثر شہروں میں

زلزلہ آیا۔ ستارۂ سہیل کے طلوع کے بعد بادشاہ نے اسی سال گوالیار کا سفر کیا بادشاہ نے ڈیڑھ مہینے دھولپور میں قیام کیا اور وہاں سے دریائے چنبل کے کنارے لوہ گھاٹ کے قریب خیمہ زن ہوا۔ سکندر لودی نے چند مہینے اس گھاٹ پر گزارے اور شاہزادہ ابراہیم وجلال کو دوسرے معتبر امیروں کے ساتھ یہاں چھوڑ کر خود غیر مسلموں سے لڑنے اور شہروں کو تباہ کرنے کے لیئے سوار ہوا۔ بادشاہ نے بہت سے غیر مسلموں کو جو جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپے ہوئے تھے تہ تیغ کیا اور اس طرح بے شمار مال غنیمت لودیوں کے ہاتھ آیا۔ چونکہ بنجاروں کی آمدورفت نہیں رہی تھی اور غلے کی کمی نے لشکریوں کو زیادہ تکلیف دینی شروع کی تھی۔ بادشاہ نے اعظم ہمایوں احمد خاں لودی اور مجاہد خاں کو رسد لانے کے لیئے روانہ کیا۔ گوالیار کے راجہ نے اگرچہ راستے ہی میں ان امیروں کو روکا لیکن ناکام واپس گیا اور سکندری لشکر میں غلہ پہونچ گیا۔ بادشاہ سیر کرتا ہوا گوالیار کے مقامات موضع منور میں پہونچا اور اسی مقام سے طلایہ لشکر کے دس کوس آگے فوج کی نگہبانی کے لیئے مقرر کیا گیا۔ لشکر غنیم کی طرف روانہ ہوا اور طلایہ نے اصل فوج کی نگہبانی میں پوری جانفشانی سے کام لیا۔ لوٹتے وقت راجہ گوالیار کی فوج نے کمیں گاہ سے نکلکر سکندری لشکر پر دھاوا کیا ایک سخت اور خونریز لڑائی کے بعد خان جہاں بن خانخاناں قرملی کے بیٹوں داؤد اور احمد کی جوانمردی اور کوشش سے ہندوؤں کو شکست ہوئی اور بہت سے راجپوت لڑائی میں کام آئے اور بہتیرے قید ہوئے۔ بادشاہ نے لوٹتے وقت ان دونوں بھائیوں پر بڑی مہربانی فرمائی اور داؤد خاں کو ملک داؤد کا خطاب عطا کر کے آگرہ واپس آیا اور برسات کا موسم اسی جگہ بسر کیا۔ ۹۱۲ھ میں بادشاہ نے قلعہ اودیت نگر کا رخ کیا۔ بادشاہ دھولپور پہونچا سکندر شاہ نے دھولپور میں قیام کر کے عماد خاں قرملی اور مجاہد خاں کو کئی ہزار سوار اور سو ہاتھیوں کے ساتھ قلعہ اودیت نگر کی مہم پر مقرر کیا اور حاجب کا عہدہ قاضی عبد الواحد پسر شیخ طاہر کابلی ساکن قصبہ تھانیسر اور شیخ ابراہیم کے سپرد کیا گیا محمود خاں کے مرنے کے بعد کالپی کی حکومت اس کے بیٹے جلال خاں کے سپرد کی گئی تھی۔ جلال خاں کے بھائی بھیکن خاں اور حاجی خاں اس سے برسرپیکار تھے بادشاہ نے

کالپی کی حکومت جلال خاں سے لیکر فیروز اوغان کو حاکم شہر مقرر کیا۔ اوغان ایک قبیلے کا نام ہے جو افغانوں سے بہت ملتا جلتا ہے۔ سلطان سکندر نے مجاہد خاں کو دھولپور میں چھوڑا اور خود دریائے چنبل کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ اسی جگہ خواص خاں اور بھکین خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شاہی عنایتوں سے سرفراز کیے گئے۔ بادشاہ نے اودبت نگر پہونچکر قلعے کا محاصرہ کرلیا سلطان سکندر جانتا تھا کہ اس قلعے کی فتح گوالیر کے حصار کی کنجی ہے بادشاہ نے تمام سپاہیوں کو حکم دیا کہ لڑنے اور جان دینے کے لئے تیار رہیں اور قلعے کے سر کرنے میں پوری سرفروشی سے کام لیں بادشاہ نے نجومیوں کی مقرر کردہ ساعت میں خود میدان جنگ میں قدم رکھا اور چاروں طرف سے لڑائی شروع کردی لودی لشکر چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح قلعے پر چھا گیا اور ہر سپاہی نے مردانگی اور ہمت سے کام لیا سلطان سکندر کو فتح ہوئی اور ملک علاءالدین کی جانب قلعے کی دیوار ٹوٹ گئی۔ سکندری فوج قلعے کے اندر گھس گئی اور اگرچہ اہل قلعہ نے بہتیرا جان کی امان چاہی لیکن کسی نے اُن کی فریاد نہ سُنی اور قلعے کو سر کرلیا۔ راجپوت سپاہی اپنے گھروں اور مکانوں میں لڑ رہے تھے اور اپنے بال بچوں کو قتل کرتے اور جلاتے تھے اور بہت سے ہندو راجپوت مارے گئے اسی درمیان میں ایک تیر ملک علاءالدین کی آنکھ میں لگا اور اُس کی ضرب سے علاءالدین کی آنکھ جاتی رہی بادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور شہر کے بتخانوں کو ڈھاکر اُن کی جگہ مسجدیں تعمیر کرائیں اور قلعے کی حکومت بھکین خاں ولد مجاہد خاں کے سپرد کردی۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ مجاہد خاں نے ہنونت گڈھ کے راجہ سے رشوت لیکر بادشاہ کو واپس کردینے کا اس سے اقرار کیا تھا اس سبب سے سنہ ۹۱۳ھ میں مجاہد خاں کے بہی خواہ ملاحسن حاجب کو قید کرکے اُسے تاج الدین کنبوہ کے سپرد کیا اور دھولپور میں مقیم رہا امیروں کو حکم دیا کہ مجاہد خاں کو گرفتار کریں۔ بادشاہ خود آگرہ روانہ ہوا راستے کی ناہمواری کی وجہ سے ایک دن راستے میں قیام ہوا اور پانی کی کمی کی وجہ سے بہت سے انسان اور جانور اس روز ہلاک ہوئے۔ بادشاہ کے حکم سے لاشیں گنی گئیں اور معلوم ہوا کہ آٹھ سو جانیں تلف ہوئیں ایک کوزہ پانی کی قیمت پندرہ تنکے ہوگئی تھی بادشاہ اس جگہ سے

دھولپور روانہ ہوا اور چند دنوں وہاں قیام کر کے آگرہ واپس آیا اور موسم برسات کا وہیں بسر کیا۔ سنہ ۹۱۲ھ میں ستارۂ سہیل کے طلوع کے بعد مالوہ کے مضافات قلعہ نرور پر دھاوا کرنے کا ارادہ کیا بادشاہ نے جلال خاں حاکم کالپی کو حکم دیا کہ پہلے نرور پہونچکر قلعے کا محاصرہ کرے اور اگر اہل قلعہ صلح کے خواہاں ہوں تو اُن کی درخواست قبول کرے۔ جلال خاں نرور پہونچا اور اس نے حصار کا محاصرہ کر لیا۔ بادشاہ بھی اس کے پیچھے نرور پہونچ گیا اور دوسرے روز قلعہ دیکھنے کے لئے سوار ہوا جلال خاں نے اپنا لشکر آراستہ کر کے فوج کے تین حصے کئے۔ ایک حصہ پیادوں کا ایک ہاتھیوں کا اور ایک سواروں کا مرتب کر کے فوج کے تینوں حصوں کو سر راہ کھڑا کیا اور چاہا کہ فوج کے ساتھ بادشاہ کا مجرئی کرے۔ سکندر لودھی نے جلال خاں کے لشکر کی کثرت کو دیکھا اور اپنے دل میں سوچ لیا کہ اس کو رفتہ رفتہ کر کے خراب اور تباہ کرے۔ بادشاہ نے اس قلعے کو جس کا دور آٹھ کوس کا تھا ایک سال کامل گھیر رکھا ہر روز سپاہی لڑنے جاتے اور جنگ میں کام آتے تھے۔ آٹھ مہینے کے بعد بادشاہ کو معلوم ہوا کہ شاہی لشکر کے بعض معتبر لوگ اہل قلعہ سے کچھ اقرار کر چکے ہیں بادشاہ کو اس سازش کی یوں اطلاع ہوئی کہ ایک روز بادشاہ محل کے کوٹھے پر کھڑا ہوا سیر دیکھ رہا تھا کہ قلعے کے ایک طرف کی دیوار میں شگاف ہوا اور اہل قلعہ نے اندر سے پھر فوراً اُسے بھر دیا۔ بادشاہ اس واقعے کو امیروں اور اہل قلعہ کی سازش سمجھا اور سب سے پہلے جلال خاں کے بہترین آدمیوں کو اپنے قبضے میں کر کے بادشاہ نے دو فرمان صادر کئے۔ ایک فرمان ابراہیم خاں لوحانی اور سلیمان خاں قرملی کے اور ملک علاء الدین جلوانی کے نام جنھیں جلال خاں کے گرفتار کرنے کا حکم تھا اور دوسرا فرمان شیر خاں کے نظر بند کرنے کے بارے میں میاں بھورہ سعید خاں اور ملک آدم کے نام لکھا گیا۔ مذکورۂ بالا امیروں نے جلال خاں اور شیر خاں کو قید کر کے شاہی حکم کے موافق دونوں اسیروں کو ہنونت گڑھ کے قلعے کو روانہ کر دیا اور خود پوری حفاظت کرنے لگے۔ اس واقعے کے بعد اہل قلعہ پانی اور غلے کی کمی سے بیحد پریشان ہوئے اور اُنھوں نے بادشاہ سے اماں طلب کی۔ اہل قلعہ اپنی جانیں بچا کر حصار سے نکل گئے اور بادشاہ نے چھ مہینے

قلعے کے نیچے قیام کر کے بتخانے مسمار کئے اور اُن کی جگہ مسجدیں بنا کر مفتی اور خطیب مقرر کئے اور عالموں اور طالب علموں کے وظیفہ مقرر کر کے ان لوگوں کو وہاں بسایا

اسی زمانے میں شاہزادہ شہاب الدین بن سلطان ناصر الدین بادشاہ مالوہ نے اپنے باپ سے رنجیدہ ہو کر سلطان سکندر کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ شاہزادہ مضافات مالوہ یعنے قصبہ سیری[105] میں پہونچا اور بادشاہ نے اس کے لئے اسپ اور خلعت روانہ کر کے اسے پیغام دیا کہ اگر شاہزادہ چندیری کو بادشاہ کے سپرد کرے تو اس کی ایسی مدد کیجائیگی کہ سلطان ناصر الدین کو اس پر غلبہ نہو لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ شاہزادہ شہاب الدین کسی وجہ سے اپنے باپ کے ملک کی سرحد سے باہر قدم نہ رکھ سکا۔ سلطان سکندر لودی نے شعبان ۹۱۴ھ میں نرور کے قلعے سے کوچ کیا۔ بادشاہ سندندی[106] کے کنارے پہونچا اور اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ قلعہ بیحد مضبوط ہے اگر اتفاق سے اس پر کسی دشمن کا قبضہ ہو جائے گا تو قلعے کا ہاتھ آنا دشوار ہو گا۔ اس خیال کی بنا پر بادشاہ نے ایک دوسرا حصار قلعے کے گرد کھینچکر اُسے اور زیادہ مستحکم کیا۔ بادشاہ نے اب اپنے ارادے کو پورا کرنا چاہا اور قصبہ بہار[107] میں پہونچکر وہاں ایک مہینے قیام پذیر رہا اسی مقام پر قطب خاں لودی کی زوجہ مسماۃ نعمت خاتون جو شہزادہ جلال خاں کی دایہ تھی شاہزادہ کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بادشاہ ان لوگوں سے دیکھنے کے لیئے گیا اور ان کی تسکین کر کے سرکار کالپی شاہزادے کی جاگیر میں عنایت کی اور ایک سو بیس گھوڑے اور پندرہ ہاتھی اور کچھ نقد دولت بھی شاہزادہ کو عطا کی اور اُسے نعمت خاتون کے ہمراہ کالپی جانے کی اجازت دی

۹۱۵ھ میں گوالیار سے بادشاہ نے دار الخلافت کا رُخ کیا۔ اور بلکھاٹ[108] پہونچا اور اس نواح کے سرکشوں پر فوج روانہ کر کے ملک کے اُس حصے کو باغیوں کے وجود سے بالکل پاک وصاف کیا اور جابجا تھانے بٹھا کر آگرہ پہونچا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ احمد خاں پسر مبارک خاں لودی حاکم لکھنوتی غیر مسلموں کی صحبت میں مرتد ہو کر مذہب اسلام سے منحرف ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے احمد خاں کے چھوٹے بھائی محمد خاں کے نام فرمان بھیجا اور محمد خاں نے احمد خاں کو پا بہ زنجیر کر کے

بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ بادشاہ نے لکھنوتی کی حکومت احمد خاں کے منجھلے بھائی
سعید خاں کے سپرد کی۔ اسی زمانے میں محمد خاں نبیرۂ سلطان ناصر الدین مالوہی
اپنے دادا سے خوف زدہ ہوکر بادشاہ کے دامن میں پناہ گزیں ہوا۔ بادشاہ نے
مالوہ کا ایک شہر یعنے سرکار چندیری محمد خاں کی جاگیر میں عنایت کیا اور شاہزادہ
جلال خاں کو حکم دیا کہ محمد خاں کی مدد ہر وقت کرتا رہے ایسا نہ ہو کہ مالوہی فوج سے
اُسے کسی طرح کا نقصان پہونچے۔ اس زمانے میں بادشاہ نے سیر و شکار کی غرض
سے دھولپور کا سفر کیا۔ اس سفر میں بادشاہ نے آگرہ سے دھولپور تک ہر منزل
میں عمارتیں تعمیر کرائیں۔ اسی دوران میں محمد خاں ناگوری کو اپنے عزیزوں یعنے علی اور
ابوبکر خاں پر جو محمد خاں کے خون کے پیاسے تھے غلبہ حاصل ہوا اور یہہ دونوں مغلوب
ہو کر سلطان سکندر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ محمد خاں ناگوری نے دشمنوں کو
سلطان سکندر جیسے عالی شان فرمانروا کے پاس دیکھکر عاقبت اندیشی سے کام لیا
اور بادشاہ کی خدمت میں اخلاص آمیز عریضے اور تحفے اور ہدیئے روانہ کرکے
اپنے شہر میں خطبہ اور سکہ بادشاہ کے نام کا جاری کر دیا بادشاہ نے محمد خاں کے لئے
خلعت روانہ کیا اور خود آگرہ واپس آیا سلطان سکندر نے تھوڑے دنوں آگرہ میں
عیش و عشرت اور سیر باغات میں بسر کئیے اور اس کے بعد پھر دھولپور کی طرف
روانہ ہوا۔ بادشاہ نے میاں سلیمان خانخاناں فرملی کے چھوٹے بیٹے کو حکم دیا کہ
اپنے لشکر و حشم کے ساتھ ہنونت گڑہ جائے اور حسین خاں نو مسلم کی مدد کرے
سلیمان نے عذر کیا اور کہا کہ میں بادشاہ سے دور نہیں رہنا چاہتا سلیمان کا یہہ جواب
بادشاہ کو ناگوار گزرا اور اس نے سلیمان کو اپنی بارگاہ سے دور ہونے کا حکم دیا۔
سلطان سکندر نے سلیمان کو حکم دیا کہ اپنے مال و متاع میں سے جو کچھ اُٹھا سکے
اس کو صبح تک لشکر گاہ سے لیجائے اور جو بچ رہے وہ عام غارتگری کے نذر
کیا جائے اور پرگنہ ریڑی اُس کی جاگیر میں مقرر کیا جائے۔ شاہی حکم کے موافق
سلیمان ریڑی روانہ ہوا اور وہیں ساکن ہوا۔ اسی زمانے میں بہجت خاں حاکم چندیری
نے جو باپ دادا کے وقت سے سلاطین مالوہ کا فرمانبردار تھا سلطان محمود مالوہی
کی کمزوری اور زوال سلطنت کو گہری نگاہوں سے دیکھا اور تحفے اور ہدیوں کے

ذریعے سے سلطان سکندر کے بہی خواہوں میں داخل ہوا۔ بادشاہ نے عمادالملک
بِلّاہ کو جس کا نام احمد تھا چندیری روانہ کیا تاکہ عمادالملک بہجت خاں کی مدد سے
اس نواح میں بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھوائے۔ اس واقع کے بعد بادشاہ آگرہ
واپس آیا اور اپنی مقررہ عادت کے موافق اس نے اپنے ممالک محروسہ میں
ہر چار طرف بہجت خاں کی اطاعت اور چندیری میں اپنے نام کا خطبہ جاری ہونے
اور تازہ فتوحات حاصل کرنے کا مژدہ فرامین کے ذریعے سے بھجوایا اور اس طرح
مشہور آفاق ہوا۔ اس زمانے میں بعض ملکی مصلحتوں کے اعتبار سے بادشاہ نے
چند امیروں کی جاگیروں میں مناسب تغیر و تبدل کیا اور سعید خاں مبارک خاں لودی
کے منجھلے فرزند اور شیخ جمال قرملی اور راجہ جگر سین کو بھجوایا اور خضر خاں اور احمد خاں کو
چندیری بھیجا۔ ان امیروں نے چندیری کا ملک اپنے قبضے میں کر کے پورا استقلال
حاصل کیا اور شاہی حکم کے موافق شاہزادہ محمد خاں نبیرہ سلطان ناصرالدین مالوہی کو
شہر بند کر کے اس ملک کی حکومت برائے نام اسی سے متعلق رکھی۔ بہجت خاں حاکم
چندیری نے جب یہ معاملہ دیکھا تو اپنا قیام وہاں مناسب نہ سمجھا اور مجبوراً بادشاہ کی
خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس زمانے میں بادشاہ کا مزاج حسین خاں قرملی حاکم سارنؔ کی
طرف سے برگشتہ ہوا۔ اُس نے حاجی سارنگ کو اس طرف بھیجا۔ حاجی سارنگ نے
حسین خاں قرملی کے لشکر کو ملا لیا اور اُن کو خود قید کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ قرملی کو
حاجی سارنگ کے ارادے سے اطلاع ہو گئی اور اپنے چند بہی خواہوں کے ساتھ
لکھنوتی بھاگا اور علاءالدین شاہ بنگالہ کے دامن میں پناہ گزیں ہوا۔ ۹۲۲ھ میں
علی خاں ناگوری نے جو سرکار سیوپورؔ کا حاکم تھا سلطان محمود مالوہی کے ایک ہوا خواہ
شہزادہ دولت خاں حاکم رنتھور سے دوستی کی راہ و رسم بڑھائی اور اُسے ترغیب دی
کہ وہ سلطان سکندر کی اطاعت کرے۔ علی خاں نے شاہزادہ دولت خاں سے
طے کیا کہ شاہزادہ بادشاہ سے ملاقات کر کے قلعہ اُسی کے سپرد کر دے۔ علی خاں کا
ایک خط اسی مضمون کا سکندر لودی کے پاس پہنچا۔ بادشاہ اس نوید سے بیحد خوش
ہوا اور اس طرف روانہ ہوا۔ اور بیانہ کے نواح میں چار مہینے سیر و شکار اور مشائخ کبار
خصوصاً سید نعمت اللہ اور شیخ حسینی کی صحبت میں جو اپنے مکاشفوں اور عرفان کی

وجہ سے بیحد مشہور تھے بسر کیئے اسی درمیان میں شاہزادہ دولت خاں اور اُس کی ماں کو جو قلعہ رنتھور کے خود مختار حاکم تھے بادشاہ نے خوش گوار وعدوں سے ایسا اپنا والہ وشیدا بنایا کہ دولت خاں فوراً بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا سلطان سکندر نے تمام امیروں کو اُس کے استقبال کے لیئے روانہ کیا اور بڑی عزت کے ساتھ اُس کو لشکرگاہ میں داخل کیا۔ ملاقات کے وقت بادشاہ نے شاہزادے پر مثل اپنے بیٹوں کے مربیانہ نوازش فرمائی اور چند عدد ہاتھی اسے عنایت کیئے اور عہد کے موافق اس سے رنتھور کے قلعے کی سپردگی چاہی لیکن اتفاق سے اُسی علی خاں ناگوری نے جس کی کوششوں سے یہہ سب کچھ ہوا تھا بادشاہ کے ساتھ دغا کی اور شاہزادہ دولت خاں کو سمجھا دیا کہ قلعہ بادشاہ کے سپرد نہ کرے۔ بادشاہ اس واقعے کی تہ کو پہونچ گیا اور سرکار سیوپور کی جاگیر علی خاں سے لیکر اس کے بھائی ابوبکر خاں کے سپردگی اور اپنے خلقی رحم کی وجہ سے اس کے سوا اور کوئی عتاب علی خاں پر نہیں کیا۔ اس واقعے کے بعد بادشاہ تھانکر کے راستے سے قصبہ باڑی پہونچا اور اس پرگنہ کو مبارک خاں کے بیٹوں سے لیکر اسے شیخ زادہ بھیکن خاں کے سپرد کیا اور خود دارالخلافت واپس آیا۔ آگرہ پہونچکر بادشاہ نے اپنی عادت کے موافق فتوحات کے فرامین ممالک محروسہ میں ہر چہار جانب روانہ کیئے بادشاہ نے بہت سے سرحدی امیروں کو طلب کیا کہ گوالیار پہونچکر جس طرح ممکن ہو قلعہ فتح کریں لیکن انجام کار دنیا نے اپنی عادت کے موافق سلطان سکندر لودی کو بھی اپنی آغوش سے جدا کرنا چاہا اور بادشاہ ایک مہلک مرض کا شکار ہوا ہرچند بادشاہ نے اپنی غیرت کی وجہ سے اس مرض کا خیال نہ کیا اور اسی بیماری کی حالت میں دربار عام اور سواری کرتا رہا لیکن رفتہ رفتہ مرض نے اس قدر طول کھینچا کہ بادشاہ کی حلق سے لقمہ نہ اُترنے لگا اور سانس لینے کی راہ بند ہوئی اور ساتویں تاریخ ذیقعدہ ۹۲۳ھ کو اتوار کے دن سلطان سکندر نے جنت کی راہ لی۔ نظام الدین احمد اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ اگرچہ بعض تاریخوں میں سلطان سکندر لودی کی تعریف اس طرح لکھی گئی ہے کہ اس مدح کا بہت بڑا حصہ مبالغہ سمجھا جاسکتا ہے لیکن اس میں سے جو کچھ کہ قرین قیاس اور قابل قبول ہے درج کیا جاتا ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہہ نیک سیرت بادشاہ ظاہری حسن وجمال اور باطنی خوبیوں سے آراستہ تھا اس کے دوران حکومت میں ارزانی

اور رعایا کو امن و امان حاصل تھا۔ بادشاہ ہر روز دربار عام کرتا اور خود اپنی ذات سے خلق خدا کی فریاد رسی کرتا تھا۔ کبھی کبھی صبح سے شام بلکہ سونے کے وقت تک مہمات سلطنت کے انجام دینے میں مشغول رہتا تھا اور پانچوں وقت کی نماز ایک ہی مجلس میں ادا کرتا تھا۔ سلطان سکندر کے زمانے میں ہندوستان کے زمینداروں کا زور بہت گھٹ گیا اور سب کے سب بادشاہ کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے ضعیف اور قوی سب کی ایک حالت تھی اور بادشاہ ہر کام میں انصاف کو ہاتھ سے نہ دیتا اور اپنی خواہش نفسانی کو دخل نہیں دیتا تھا۔ یہہ فرمانروا خدا سے ڈرتا اور مخلوق پر مہربانی کرتا تھا۔ سلطان سکندر جس زمانے میں اپنے بھائی باربک شاہ سے برسر پیکار تھا اُسی دوران میں ایک دن ایک فقیر میدان جنگ میں آیا اور اُس نے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تیری فتح ہے بادشاہ نے اپنا ہاتھ غصے میں اس سے چھڑا لیا اور جواب میں کہا کہ جب دو مسلمان برسر پیکار ہوں تو ایک طرف حکم نہ کرنا چاہیئے بلکہ یہہ کہنا چاہیئے کہ جس میں اسلام کی بھلائی ہو خدا وہی کرے۔ بادشاہ سکندر لودی سال میں دو مرتبہ تمام فقیروں اور حاجتمندوں کی ایک فہرست طلب کرتا تھا اور ہر شخص کی حیثیت کے مطابق چھ مہینے کا وظیفہ عنایت کرتا تھا۔ بادشاہ ہر جاڑے میں فقیروں کو کپڑے اور شال عنایت کرتا تھا اور ہر جمعہ کو شہر کے تمام فقیروں کو روپیہ بھجواتا تھا اور ہر روز کئی جگہ کچی جنس اور پختہ کھانا تقسیم کرواتا تھا اور کوئی سال ایسا نہ گزرتا تھا کہ جس میں چند مرتبہ فتوحات اور اپنی کامیابیوں کے شکریہ کا بہانہ کر کے دولت کثیر فقیروں کو نہ عنایت کرتا ہو۔ سلطان سکندر کے امرا میں جو رئیس کہ مسکینوں اور محتاجوں کو وظیفے اور روزینے مقرر کرتا تھا اس امیر کی بادشاہ کی نگاہ میں بیحد وقعت ہوتی تھی اور بادشاہ اس سے کہتا کہ تم نے خیر کی بنیاد رکھی اس میں تمھیں کبھی نقصان نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے اکثر لوگ شریعت کے موافق اپنا مال مستحقوں کو بھیجتے تھے تاکہ بادشاہ کے سامنے معزز اور مکرم رہیں۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب سلطان بہلول لودی نے وفات پائی اور امیروں نے سکندر لودی کو بہلول کی جانشینی کے لیئے بلایا تو جس دن سکندر دہلی سے روانہ ہوا اُسی روز حضرت شیخ بہاء الدین کی خدمت میں جو اپنے وقت کے بڑے کامل تھے دعائے خیر کے لیئے حاضر ہوا۔ بادشاہ نے حضرت شیخ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کتاب میزان آپ سے پڑھوں اور یہ کہکر کتاب کھولی اور پڑھنا

شروع کیا اُستاد نے کہا کہ بداں اسعدک اللہ فی الدارین (جان تو کہ نیکبخت کرے اللہ تجھ کو دین و دنیا میں) بادشاہ نے کہا کہ اسی جملہ کو پھر فرمائے جب تین مرتبہ اُس کی تکرار اُستاد نے کرلی تو سلطان نے حضرت شیخ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اس دعا کو فال نیک سمجھکر روانہ ہوا۔ بادشاہ کو مذہب کا بڑا پاس ولحاظ تھا بادشاہ نے عورتوں کو مزارات پر جانے کی ممانعت کی اور ممالک محروسہ کی تمام مسجدوں میں قاری خطیب اور جاروب کش مقرر کیئے اور اُن کے وظیفے اور تنخواہیں جاری کیں۔ سلطان سکندر کے مبارک عہد میں علم کا بول بالا ہوا اور امیر اور سپاہی اور ارکان دولت غرضکہ ہر طبقہ علم کی تحصیل کی طرف مائل ہوا بلکہ غیر مسلم رعایا بھی فارسی لکھنے اور پڑھنے کی طرف جبکہ اس سے پیشتر ان لوگوں میں کبھی دستور نہ تھا مائل ہوئی اور فن سپاہ گری کو بھی رونق ہوئی۔ جو شخص کہ بادشاہ کے پاس نوکری کے لیئے آتا بادشاہ اُس سے اُس کا نسب پوچھکر اُس کے حسب حیثیت اُس پر نوازش کرتا تھا اور بغیر اس کے کہ کسی شخص کے پاس گھوڑا یا سامان سواری ملاحظہ کرے اسے جاگیر عطا کردیتا تھا اور کہتا کہ جاگیر کی آمدنی سے یہ شخص سب چیزیں درست کرلے گا۔ بادشاہ کو اپنی رعایا اور فوج سے ہر وقت اس قدر واقفیت رہتی تھی کہ لوگوں کے گھروں کا خانگی حال بھی اُس پر چھپا نہ رہتا تھا اور کبھی کبھی بادشاہ لوگوں سے اُن کی خلوت کا حال بیان کرتا تھا اور لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کوئی جن بادشاہ کا دوست ہے جو اُسے غیب کی باتوں سے آگاہ کرتا ہے جب کبھی کہ بادشاہ کہیں لشکر روانہ کرتا تو روز دو فرمان فوج کے نام صادر ہوتے تھے ایک فرمان صبح کو روانہ ہوتا تھا جس کا مضمون یہ ہوتا تھا کہ فلاں جگہ قیام کریں اور دوسرا فرمان ظہر کے وقت روانہ ہوتا جس میں فوج کو کام کرنے کی ہدایت ہوتی تھی بادشاہ کے اس دستور العمل میں کبھی فرق نہیں آیا اور ڈاک چوکی کے گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جس سرحدی امیر کے نام کوئی فرمان صادر ہوتا تھا وہ شخص چبوترے کے نیچے اُتر کر فرمان کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتا اور اُسے سر پر رکھتا تھا اگر یہ حکم ہوتا کہ فرمان وہیں پڑھا جائے تو ویسا ہی ہوتا اور اگر یہ حکم ہوتا کہ مسجد میں بالائے منبر پڑھا جائے تو ویسا ہی کیا جاتا اگر فرمان اُس امیر کے نام یا اُس کے بابتہ خاص طور پر ہوتا تو پوشیدہ طور پر پڑھا جاتا تھا۔ سکندر لودی کے دربار میں بادشاہ علاء الدین خلجی کی طرح ہر روز نرخ اجناس اور

ممالک محروسہ کے واقعات کا روزنامچہ پیش ہوتا تھا لشکر کا قرار واقعی حال بادشاہ کو
معلوم ہوتا تھا اگر ذرہ برابر بھی شاہی حکم اور قوانین کے خلاف کہیں عمل درآمد ہوتا تو فوراً
اس کا تدارک کر دیا جاتا تھا بادشاہ زیادہ وقت جھگڑوں کے طے کرنے اور مقدمات کا
فیصلہ کرنے اور ملک اور رعایا کی رفاہ کی تدابیر کرنے میں صرف کرتا تھا اس کے علاوہ
سکندر لودی کی فہم و فراست کی تیزی اور جودت کی بابت بھی بہت باتیں منقول ہیں
چنانچہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ دو بھائی جو گوالیار کے رہنے والے تھے اپنے افلاس سے
تنگ آئے اور ایک لشکر میں جو کسی مہم پر جا رہا تھا ملازمت کر کے فوج کے ہمراہ روانہ
ہوئے۔ حریف کو غارت اور تاراج کرنے میں کچھ روپیہ اور بیش قیمت کپڑے اور
دو عدد لعل ان دونوں کے بھی ہاتھ آئے۔ دونوں بھائیوں میں سے ایک نے کہا کہ
ہمارا مقصد حاصل ہو گیا اب ہم کیوں زیادہ تکلیف اٹھائیں بہتر ہے کہ گھر واپس چلیں
اور آرام سے زندگی بسر کریں۔ دوسرے نے کہا کہ نہیں ہم کو اور کوشش کرنی چاہیئے
جب پہلی ہی مرتبہ یہ دولت ہمارے ہاتھ آگئی ہے تو ممکن ہے کہ دوسری بار اس سے
بہتر چیزیں حاصل ہوں پہلے شخص نے انکار کیا اور کہا کہ میں اب کہیں نہ جاؤں گا
غرض کہ دونوں بھائیوں نے مال غنیمت آپس میں تقسیم کر لیا اور بڑے بھائی نے
اپنا حصہ چھوٹے کو سپرد کیا تاکہ یہ مال اس کی جورو کو پہونچا دے چھوٹا بھائی گھر آیا
اور اس نے سوا لعل کے اور تمام چیزیں بڑے بھائی کی جورو کو دیدیں۔ دو سال کے بعد
بڑا بھائی واپس آیا اور اس نے مال غنیمت کو دیکھا تو اس میں لعل نہ تھا اس نے
چھوٹے بھائی سے پوچھا کہ لعل کیا ہوا۔ چھوٹے بھائی نے جواب دیا کہ میں نے تمہاری
جورو کو دیدیا۔ بڑے بھائی نے کہا کہ عورت انکار کرتی ہے چھوٹے بھائی نے جواب دیا
کہ اس پر تھوڑی سختی کرو وہ اقرار کریگی بڑے بھائی نے اپنی عورت سے سخت باز پرس
کی عورت نے کہا کہ مجھے آج کی رات مہلت دو کل صبح کو میں لعل حاضر کر دونگی۔ صبح کو
وہ عورت بادشاہ کے بڑے نامی امیر اور میر عدل میاں بھورے کے پاس گئی
اور سارا قصہ بیان کیا۔ میاں بھورے نے اس کے شوہر اور شوہر کے بھائی
دونوں کو طلب کیا اور ان سے واقعہ پوچھا شوہر کے بھائی نے کہا میں نے لعل بھی
اس عورت کو دیا ہے میاں بھورا نے پوچھا کہ اس کے گواہ ہیں اس شخص نے

کہا کہ ہاں گواہ موجود ہیں میاں بھورا نے کہا کہ تمہارے کتنے گواہ ہیں اُس نے
جواب دیا کہ دو برہمنوں کو گواہی میں پیش کرسکتا ہوں میاں بھورا نے گواہ طلب کیے
یہ شخص قمار خانہ میں گیا اور دو جواری برہمنوں کو کچھ روپیہ دیکر اُس نے ان کو اس بات پر
راضی کرلیا کہ اُس کی گواہی دیدیں۔ یہ برہمن عدالت میں آئے اور اُنھوں نے چھوٹے
بھائی کے موافق گواہی دیدی۔ میاں بھورا نے عورت کے شوہر سے کہا کہ جاؤ اور
جس طرح ممکن ہو لعل اپنی جورو سے وصول کرو۔ مختصر یہ کہ عورت میر عدل کی عدالت سے
نکلی اور اُس نے کسی نہ کسی طرح اپنے کو بادشاہی دیوان خانے تک پہونچایا اور خود بادشاہ
سے انصاف کی طلب گار ہوئی۔ بادشاہ نے اُس عورت کو بلایا اور ماجرا پوچھا عورت
نے سارا قصہ بادشاہ سے بیان کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ میاں بھورا کے پاس کیوں
نہیں گئی۔ عورت نے جواب دیا کہ وہ میاں بھورا کے پاس گئی لیکن وہاں اس کی
دادخواہی نہ ہوئی۔ بادشاہ نے سبھوں کو اپنے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا اور ہر ایک کو
جُدا جُدا اپنے پاس بلاکر سبھوں کو ایک ایک ٹکڑا موم کا دیا اور عورت کے شوہر اور
اور شوہر کے بھائی دونوں سے کہا کہ لعل کی شکل بناؤ اُن لوگوں نے اُس کے موافق
عمل کیا۔ بادشاہ نے اُس کے بعد گواہوں کو بلایا اور اُن سے لعل کی شکل تیار کرائی۔
ہر شخص نے ایک دوسرے سے مختلف شکل بنائی۔ بادشاہ نے اُن تمام شکلوں کو
اپنے پاس رکھا اور عورت کو بلایا اور اس کو بھی لعل کی شکل بنانے کا حکم دیا عورت نے
کہا کہ جس چیز کو میں نے دیکھا ہی نہیں اُس کی شکل کیونکر بناؤں بادشاہ نے ہر چند
عورت سے اصرار کیا لیکن وہ لعل کی شکل بنانے پر راضی نہ ہوئی۔ بادشاہ نے میاں بھورا کو
مخاطب کرکے گواہوں سے کہا کہ اگر تم سچ کہدوگے تو تمھاری جان بچیگی ورنہ اگر جھوٹ
بولوگے تو قتل کیے جاؤگے۔ گواہوں نے لاچار ہوکر سارا قصہ صحیح بیان کردیا۔ بادشاہ
نے عورت کے شوہر کے بھائی کو بلاکر اس پر بھی سختی کی اور اُس نے بھی سچ کہدیا۔
عورت نے تہمت سے نجات پائی اور بادشاہ کی عقل و دانش ظاہر ہوگئی۔ سکندر لودی
کی طبیعت موزوں تھی۔ بادشاہ عمدہ اشعار نظم کرتا اور گلرخی تخلص کرتا تھا شیخ جمالی کنبوہ
بادشاہ کا ندیم اور مصاحب تھا۔ فرہنگ سکندری اور دوسری کتابیں اسی بادشاہ
کے عہد میں لکھی گئیں۔ صاحب فرہنگ سکندری لکھتا ہے کہ سکندر لودی نے

اٹھائیس برس پانچ مہینے حکومت کی۔

ابراہیم لودی بن سلطان سکندر لودی

بادشاہ سکندر لودی نے آگرے میں وفات پائی اور اُس کا بڑا بیٹا ابراہیم لودی جو پسندیدہ اخلاق اور عقل وفہم دانش وبہادری کا مجسم نمونہ تھا باپ کی جگہ تخت سلطنت پر بیٹھا۔ ابراہیم لودی نے باپ وداداکی روش کے خلاف اپنے عزیزوں اور افغانوں سے برتاؤ رکھا اور اس حسن سلوک میں تغیر کرکے یہ اعلان عام کیا کہ بادشاہوں کے عزیز واقارب نہیں ہوتے جو کوئی بھی ہے وہ بادشاہ کا نوکر ہی ہے اس لیئے سبھوں کو بادشاہوں کی خدمت کرنی چاہیئے افغان امیر جو سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے زمانہ حکومت میں مجلس شاہی میں بیٹھتے تھے وہ اب ابراہیم لودی کے دور حکومت میں مجبوراً تخت کے سامنے کھڑے رہنے لگے۔ بادشاہ کے اس سلوک سے افغان امیر اُس سے بیزار ہوگئے اور بجائے خلوص واتفاق کے اُن کے دلوں میں انحراف اور نفاق پیدا ہوگیا۔ ان افغانوں نے بلاوجہ باہم یہ طے کرلیا کہ ابراہیم لودی دہلی کے تخت پر بیٹھکر دارالخلافت سے جونپور تک حکمرانی کرے اور شہزادہ جلال خاں جونپور میں مسند حکمرانی پر جلوس کرکے ممالک شرقیہ پر حکومت کرے۔ امیروں کے مشورے کے موافق شاہزادہ جلال خاں جونپور وکالپی کے جاگیرداروں کے ساتھ ممالک شرقیہ کو روانہ ہوا اور جونپور میں تخت حکومت پر بیٹھکر وہاں مستقل فرمانروا ہوگیا۔ جلال خاں نے فتح خاں بن اعظم ہمایوں شروانی کو وکیل سلطنت مقرر کرکے اُس نواح کے تمام امیروں کو اپنا مطیع وفرماں بردار بنایا۔ اس دوران میں خان جہاں لوحانی رایری سے سلطان ابراہیم لودی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے شاہی وزیروں اور وکیلوں کو بیحد لعنت وملامت کی اور کہا کہ بادشاہی کو دو شخصوں میں مشترک رکھنا بہت بڑی خطا اور عظیم الشان غلطی ہے۔ ارکان دولت اپنی غلطی کی تلافی کی طرف متوجہ ہوئے اور اُنھوں نے مصلحتاً یہ طے کیا کہ چونکہ ابھی شاہزادے جلال خاں کی حکومت پائدار نہیں ہوئی ہے اس لیئے مناسب ہے کہ اس کو جونپور سے دہلی بلالیا جائے۔ ہیبت خاں گرگ انداز شاہزادے کو دہلی لانے کے لیئے بھیجا گیا اور بادشاہ نے ایک مہر انگیز فرمان اس مضمون کا جلال خاں کو لکھا کہ مصلحت وقت کا تقاضہ یہی ہے کہ جلد سے جلد اپنے کو دہلی پہونچاؤ شاہزادہ جلال خاں ہیبت خاں کی

چاپلوسی سے سمجھ گیا کہ اس طلب میں مکر اور دغا پنہاں ہے اُس نے بھی معقول جواب دیکر
اپنی روانگی کو لیت و لعل میں ڈال دیا ہیبت خاں نے سارا ماجرا ابراہیم لودی کو لکھا۔
بادشاہ نے شیخ زادہ محمد قرملی پسر شیخ سعید قرملی۔ ملک اسمٰعیل پسر ملک علاء الدین جلوانی
اور قاضی مجد الدین حجاب اور سعید حجاب کو شاہزادہ کی طلب میں روانہ کیا۔ ان امیروں کا
بھی افسوں کارگر نہ ہوا اور شہزادے نے دہلی جانے پر رضامندی نہ ظاہر کی۔ ان تدبیروں
میں ناکام ہونے کے بعد ابراہیم لودی نے دربار کے تجربہ کار اور دانشمند امیروں کی
رائے سے ممالک شرقیہ کے جاگیرداروں اور امرا کے نام فرامین روانہ کیے اور ہر شخص کے
اس کے مرتبے کے مطابق مضمون لکھا گیا۔ لیکن ہر نامے کا خلاصہ یہ تھا کہ شاہزادے
جلال خاں سے کنارہ کش رہیں اور اُس کے پاس نہ جائیں۔ ان فرامین کے ساتھ
بعض عالی مرتبہ امیروں کو جو تیس تیس چالیس چالیس ہزار سواروں کے مالک تھے
مثلاً دریا خاں لوحانی حاکم بہار۔ نصیر خاں حاکم غازی پور اور شیخ زادہ محمد قرملی حاکم اودھ
و لکھنو وغیرہ کو خلعت خاص و اسپ و کمر و خنجر بھی اپنے معتبر ہمراز آدمیوں کے ہمراہ
دار الخلافت سے روانہ کیے گئے اور ان امیروں کی اچھی طرح دلجوئی کی گئی۔ شاہی فرمان
ان امیروں کے پاس پہونچے اور ان امرا نے شاہزادہ جلال کی اطاعت سے انکار
کیا اسی درمیان میں سلطان ابراہیم نے ایک جڑاؤ اور جواہر نگار تخت تیار کیا اور
اُس تخت کو دیوانخانے میں نصب کر کے پندرھویں ذی الحجہ ۹۲۳ھ کو جمعہ کے دن
اس تخت پر جلوس کر کے دربار عام کیا اور ملازمین اور ارکان شاہی کو اُن کے مرتبے کے
موافق خلعت اور کمر خنجر شمشیر اور اسپ و فیل منصب و جاگیر کے مختلف عطیوں سے
سرفراز کیا اور سب کو اس تازہ انعام و اکرام سے اپنا گردیدہ بنا لیا۔ فقیروں اور مسکینوں کو
بھی خیرات و صدقات سے مالا مال کیا اور اُن کے وظیفے مقرر کیے۔ بزرگوں کے
وظائف میں ترقی کی اور گوشہ نشینوں اور متوکلوں کو نذرانے اور ہدیے بھیجکر اپنی
حکومت کو تازہ رونق دی۔ شہزادہ جلال خاں نے ابراہیم لودی کی یہ عظمت و شان
اور شرقی امیروں کی مخالفت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یہ سمجھ لیا کہ اب
ابراہیم لودی کے سایۂ عاطفت میں اس کا ٹھکانا نہیں ہے۔ شاہزادہ جلال جونپور سے
کالپی پہونچا اور اُس نے بادشاہ کی مخالفت کا علانیہ اظہار کیا۔ جلال خاں نے

اپنے بہی خواہوں کی ایک جماعت کے ساتھ کالپی پر قبضہ کرکے وہاں خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا اور لشکر کی محافظت اور زمینداروں کی تسلی میں ہمہ تن مصروف ہو کر اپنے کو بادشاہ جلال الدین کے نام سے مشہور کیا۔ جلال الدین نے اعظم ہمایوں شروانی کے پاس جس نے شاہزادہ جلال الدین کے ماتحت قلعہ کالنجر کا ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ محاصرہ کر رکھا تھا چند قاصد روانہ کیے اور اُسے پیغام دیا کہ تم بجائے میرے باپ اور چچا کے ہو تمہیں خوب معلوم ہے کہ اس جھگڑے میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ ابراہیم لودی نے خود عہد شکنی کرکے جو تھوڑا بہت موروثی ملک میرے قبضے میں آیا تھا اس سے بھی مجھے محروم کرنے کی تدبیریں سوچی ہیں اور صلۂ رحم کا خیال بالکل دل سے دور کر دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم حق کو ہاتھ سے نہ جانے دوگے اور مظلوم کی اعانت کو اپنے اوپر واجب سمجھ کر جو ہم میں سے راستی پر ہوگا اس کی مدد کروگے۔ اعظم ہمایوں ابراہیم لودی سے منحرف ہو چکا تھا اس کے علاوہ شاہزادہ جلال کی فریاد اور اس کے عجز و انکسار نے بھی اُس کے دل پر اپنا اثر کیا اعظم ہمایوں نے قلعہ کالنجر سے ہاتھ اٹھایا اور شاہزادہ جلال کے پاس پہونچ گیا۔ اعظم ہمایوں اور شاہزادہ میں کچھ عہد و پیماں ہوئے اور یہہ قرار پایا کہ سب سے پہلے جونپور اور اس کے نواح پر قبضہ کیا جائے اس کے بعد دوسری طرف نگاہ دوڑائی جائے۔ اعظم اور جلال جلد جلد سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے سعید خاں پسر مبارک خاں لودی حاکم اودھ کے سر پر پہونچ گئے۔ سعید خاں ان کے حملے کی تاب نہ لاکر لکھنو چلا گیا اور سلطان ابراہیم کو اُس نے پوری حقیقت سے اطلاع دی۔ سلطان ابراہیم نے ارادہ کیا کہ ایک منتخب لشکر ساتھ لے کر اس فتنے کو فرو کرے۔ ابراہیم لودی نے اپنے بہی خواہوں کے مشورے سے اپنے قیدی بھائیوں کو نظر بندی سے آزاد کیا اور اسمٰعیل خاں حسین خاں اور محمود خاں وغیرہ اسیر شاہزادوں کو قید خانے سے نکال کر دولت خاں لودی کے سپرد کیا۔ بادشاہ نے دو دو خرم ہر شاہزادہ کی خدمت کے لیے مقرر کیے اور اُن کے کھانے اور لباس اور دوسری ضروریات زندگی کا پورا انتظام کر دیا۔ ان واقعات سے فارغ ہو کر چھبیس ذی الحجہ ۹۲۳ھ کو پنجشنبے کے دن شاہی لشکر مشرقی ممالک کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اعظم ہمایوں اپنے بیٹے فتح خاں کے ساتھ شاہزادہ جلال سے آزردہ ہو کر علیحدہ ہو گیا ہے

اور بادشاہ کی خدمت میں آرہا ہے۔ ابراہیم کو اس خبر سے بعد تقویت ہوئی اعظم ہمایوں قریب پہونچا اور ابراہیم لودی نے اپنے تمام امیروں کو اس کے استقبال کے لیئے روانہ کیا۔ اعظم ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں پہونچا اور ابراہیم لودی نے اُسے شاہانہ نوازش سے سرفراز فرماکر اُس کو ممتاز و سرفراز کیا۔ بادشاہ اعظم ہمایوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھا۔ اس زمانے میں چتر تولی پرگنہ کول کے ایک زمیندار سمی جے چند نے عمر خاں پسر سکندر خاں سور سے جنگ کرکے اُسے قتل کر دیا تھا اس لیئے ملک قاسم حاکم سنبھل نے جے چند پر فوج کشی کرکے اسے تلوار کے گھاٹ اتارا اور ناگہانی فتنے کو فوراً فرو کر دیا اور قنوج میں بادشاہ سے آملا۔ اس دوران میں جونپور کے اکثر امیر اور زمیندار یعنی سعید خاں اور شیخ زادہ فرملی وغیرہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس کے ہی خواہوں میں داخل ہو گئے۔ ابراہیم لودی نے اعظم ہمایوں شروانی۔ اعظم خاں لودی۔ نصیر خاں لوحانی وغیرہ کو ایک بہت بڑے لشکر اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے ہمراہ شاہزادہ جلال خاں کے مقابلے میں بھیجا۔ شاہزادہ ان امیروں کے پہونچنے کے قبل نعمت خاں اور قطب خاں لودی کے ہی خواہوں اور اپنے متعلقین اور عماد الملک اور ملک بدرالدین کو کالپی کے قلعے میں چھوڑ کر تیس ہزار آزمودہ کار سواروں اور منتخب ہاتھیوں کی ایک فوج اپنے ساتھ لے کر آگرے کی طرف بڑھا۔ شاہی امیروں نے کالپی کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ شاہزادہ آگرہ پہونچا اور اس نے چاہا کہ کالپی کا بدلہ لینے کے بعد آگرے کو بھی تاراج کرے۔ اس کے بعد ملک آدم جو بادشاہ کی طرف سے آگرے کی حفاظت کے لیئے مقرر ہوا تھا آگرے کے نواح میں پہونچا۔ ملک آدم نے جلال خاں کو شیریں باتوں میں اس تاراج سے باز رکھنا چاہا۔ ملک آدم کے بعد ملک اسمٰعیل پسر علاء الدین جلوانی اور کبیر خاں لودی اور بہادر خاں لوحانی اور دوسرے چند اور امیر بھی فوراً ایک جرار لشکر کے ساتھ پہونچ گئے۔ اس تازہ لشکر کے پہونچنے سے ملک آدم کو تقویت حاصل ہوئی اور اس نے شاہزادہ کو یہ پیغام دیا کہ اگر باطل ہوا و ہوس سے باز آکر چتر و آفتاب گیر اور نوبت و نقارہ و دوسرے لوازمات بادشاہی سے کنارہ کشی کرکے امیرانہ روش اختیار کرو تو میں تمھارا قصور بادشاہ سے معاف کرا دونگا اور تم بدستور سابق کالپی کے جاگیردار مقرر کر دیئے جاؤ گے۔ شاہزادہ جلال اس پر راضی ہو گیا اور اس نے سارا سامان بادشاہی ملک آدم کے پاس بھیجدیا۔

ملک آدم نے یہ سارا سامان بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرکے اس کو سارے ماجرے کی اطلاع دی۔ اس زمانے میں بادشاہ کالپی کو فتح کرکے اٹاوے کے نواح میں مقیم تھا۔ بادشاہ نے اس صلح کو قبول کیا اور شاہزادے کے تباہ اور برباد کرنے کے لیئے آگے بڑھا۔ شاہزادہ جلال نے پریشان ہوکر راجہ گوالیار کے دامن میں پناہ لی۔ بادشاہ آگرے میں قیام پذیر ہوا اور سلطنت جو سلطان سکندر کے بعد کمزور ہوگئی تھی پھر از سر نو مضبوط ہوئی اور امیروں نے مخالفت سے توبہ کرکے خلوص کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت حاصل کی۔ ابراہیم لودی نے ہیبت خاں گرگ انداز۔ کریم داد تونخ اور دولت خاں اندار یہ کو دہلی کی محافظت کے لیئے روانہ کیا اور شیخ زادہ مجھو کو خبر دی کہ قلعہ چندیری کی حفاظت کرے۔ اور شاہزادہ محمد خاں کو سلطان ناصر الدین مالوہی کے نواسے کی بارگاہ میں اپنا وکیل سلطنت بنا کر روانہ کیا۔ اسی زمانے میں بادشاہ ابراہیم اپنے باپ سلطان سکندر کے نامی امیر اور وزیر میاں بھور؛ سے بلا سبب ناراض ہوگیا تھا اور میاں بھور؛ اپنی سابقہ خدمتوں کے بھروسے پر بادشاہ کے دل سے غبار دور کرنے کی تدبیر نہ کرتا تھا اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم لودی نے میاں بھور؛ کو پا بہ زنجیر کرکے قید کر دیا اور قیدی امیر کو ملک ادم کے سپرد کیا۔ ابراہیم لودی نے میاں بھور؛ کی جگہ اس کے بیٹے کو عنایت کی اور گوالیار کا قلعہ فتح کرنے کے لیئے آگے بڑھا۔ اور اعظم ہمایوں حاکم کڑہ کو جو بادشاہ کا امیر الامرا تھا تیس ہزار سواروں اور تین سو ہاتھیوں کی جمعیت سے گوالیار روانہ کیا۔ اعظم ہمایوں کے بعد بادشاہ نے آٹھ اور امیروں کو ایک بہت بڑے لشکر اور چند ہاتھیوں کے ساتھ شروانی کی مدد کے لیئے روانہ کیا۔ شاہزادہ جلال خاں ڈرا اور گوالیار سے بھاگ کر سلطان محمود خلجی کی خدمت میں مالوے پہونچ گیا۔ بادشاہی لشکر نے گوالیار پہونچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ حسن اتفاق سے راجہ مان سنگھ راجہ گوالیار جو شجاعت اور تدبر میں شہرۂ آفاق تھا مر چکا تھا اور اس کا بیٹا بکرماجیت اس کا قائم مقام تھا۔ راجہ بکرماجیت قلعے کو مستحکم کرنے میں بڑی کوشش کر رہا تھا۔ شاہی لشکر روزانہ اپنے پرے جما کر میدان میں آتا اور قلعہ گیری کی تدبیریں کرتا تھا۔ راجہ مان سنگھ نے قلعے کے نیچے ایک عالیشان عمارت بنوائی تھی اور اس کے گرد ایک مضبوط حصار کھینچ کر اس مکان کو بادل گڈھ کے نام سے موسوم کیا تھا۔ ایک مدت کے بعد

مسلمانوں نے نقب کا سلسلہ اُس عمارت تک پہونچایا اور نقب میں بارود بھر کر اُسے اُڑایا قلعے کی دیوار گر گئی اور مسلمان سپاہی حصار میں داخل ہو کر اُس عمارت پر قابض ہو گئے امیروں نے گائے کی ایک لوہے کی مورت جو حصار میں نصب تھی اور جس کی ہندو پرستش کیا کرتے تھے قلعے سے لیکر شاہی حکم کے موافق آگرے بھیجدی۔ بادشاہ نے اُس مورت کو دہلی روانہ کر دیا مورت دروازۂ بغداد پر نصب کر دیگئی اور اکبر بادشاہ کے زمانے تک یہ مورت دروازہ مذکور پر نصب رہی۔ اس زمانے میں شاہزادہ جلال خاں سلطان محمود خلجی مالوہی کی خدمت میں پہونچا لیکن مالوہی کے طرز سلوک سے رنجیدہ ہو کر وہاں سے بھی بھاگا اور راجہ گڈھہ[۱۱۳] کے پاس پہونچا۔ گونڈوں کا ایک گروہ شاہزادہ جلال کو گرفتار کر کے لے آیا اور بادشاہ نے شاہزادہ کو ہانسی کے قلعے کو روانہ کیا لوگوں نے راستے ہی میں شاہزادہ کو قتل کر دیا۔ ابراہیم لودی اپنے باپ کے امیروں سے بھی بدگمان ہوا اور اکثر سکندر شاہی امیروں کو اُس نے تباہ کیا۔ ابراہیم لودی نے اعظم ہمایوں اور اُس کے بیٹے فتح خاں کو جو قریب تھا کہ قلعہ فتح کر لیں آگرے ملوایا اور دونوں باپ بیٹوں کو قید کر دیا۔ اعظم ہمایوں کا دوسرا بیٹا جو کڑے میں تھا اور اسلام خاں کے خطاب سے معروف تھا۔ کڑے سے کسی دوسری جگہ بدل دیا گیا۔ اسلام خاں نے باپ کے قید ہونے کی خبر سُنی اور اُس نے علانیہ مخالفت کر دی۔ اسلام خاں نے احمد خاں شقدار کو شکست دی۔ اسی زمانے میں قلعہ گوالیار کی فتح کی خبر پہونچی اور یہ قلعہ سو سال کے قریب ہندوؤں کے قبضے میں رہکر پھر مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ بادشاہ مطمئن ہو کر کڑے کے فتنے کو فرو کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا کہ دفعتہً اعظم ہمایوں لودی اور مبارک خاں کا منجھلا بیٹا سعید خاں جو نامی امیر تھے گوالیار کے لشکر سے بھاگ کر اپنی جاگیر لکھنو پہونچے اور اسلام خاں سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کر کے انھوں نے فساد کی آگ کو اور زیادہ مشتعل کیا۔ سلطان ابراہیم نے رنگ بگڑا ہوا دیکھ کر ہر طرف سے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ اور احمد خاں اعظم ہمایوں لودی کے بھائی پر مہربانی فرما کر چند نامی امیروں اور ایک جرار اور منتخب لشکر کے ساتھ اُس باغی جماعت کے مقابلے میں اُن سے روانہ کیا۔ یہ لشکر نواح قنوج یعنے قصبہ بانگرمو کے قریب پہونچا۔ اعظم ہمایوں کا غلام اقبال خاں اعظم ہمایوں کے پانچ ہزار سوار خاصہ اور چند عدد ہاتھی ہمراہ لیکر کمین گاہ سے

نکلا اور احمد خاں کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ اقبال خاں بہت سے آدمیوں کو زخمی اور مقتول کر کے بھاگ گیا۔ یہ خبر بادشاہ کو پہونچی بادشاہ امیروں سے بہت ناخوش ہوا اور انھیں لکھا کہ جب تک اس ملک کو سرکشوں سے پاک نہ کروگے تم لوگ خود میری نگاہ میں باغی بنے رہوگے۔ ابراہیم نے احتیاطاً ایک لشکر اور مدد کے لیئے روانہ کیا۔ دشمن بھی چالیس ہزار مسلح سواروں اور پانچ سو ہاتھیوں کی جمعیت سے ایک جگہ اکٹھا ہوا فریقین ایک دوسرے کے نزدیک پہونچے اور قریب تھا کہ لڑائی شروع ہو جائے کہ شیخ راجو بخاری نے جو اس زمانے کے مقتدا تھے درمیان میں آکر طرفین کو لڑنے سے باز رکھنا چاہا۔ حریف نے کہا کہ اگر بادشاہ اعظم ہمایوں کو رہا کر دے تو ہم ابراہیم لودی کی سلطنت سے کنارہ کش ہو کر کسی دوسرے فرمانروا سے برسرپیکار ہو جائیں۔ بادشاہ نے اس شرط کو منظور نہ کیا اور نصیر خاں لوحانی اور شیخ زادہ فرملی کو حکم بھیجا کہ یہ امیر بھی اپنی جاگیروں سے روانہ ہو کر دشمن کو تباہ و تاراج کریں۔ دونوں لشکر جمع ہوئے اور لڑنے پر آمادہ ہوگئے۔ حریفوں نے بادشاہی طالع کی قوت کا اندازہ نہ کیا اور شاہی لشکر سے دست و گریباں ہوگئے۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد چونکہ بغاوت کا صلہ شکست اور تباہی ہے آخر کار باغیوں کو میدان جنگ سے بھاگنا پڑا اقبال خاں مارا گیا اور سعید خاں گرفتار ہوا اور ان کا فتنہ فرو ہو گیا اور اُن کا ملک و مال بادشاہ کے قبضے میں آیا۔ اس کے بعد بھی بادشاہ کی طبیعت سکندر شاہی امیروں سے صاف نہ ہوئی اور بادشاہ کی ظاہری اور باطنی مخالفت امیروں کے ساتھ حد سے بڑھ گئی بادشاہ نے قیدی امیروں کو رہا نہ کیا جب اعظم ہمایوں اور میاں بھورا جلیسے نامی امیروں نے حالت قید میں وفات پائی تو امیروں کے دلوں پر اور زیادہ خوف طاری ہو گیا۔ دریا خاں لوحانی حاکم بہار۔ خان جہاں لودی میاں حسن فرملی وغیرہ امیروں نے بادشاہ کی اطاعت سے انکار کیا۔ بادشاہ کے اشارے سے چندیری کے شیخ زادوں نے حسن فرملی حاکم چندیری کو ایک رات قتل کر ڈالا۔ بادشاہ کی اس ادا نے اور زیادہ لوگوں کو خوف زدہ کر دیا امیر بادشاہ سے ایک بارگی مایوس ہوگئے تھوڑے دنوں کے بعد دریا خاں لوحانی حاکم بہار فوت ہوا اور اس کا بیٹا بہادر خاں باپ کا جانشین ہو کر بادشاہ سے بالکل برگشتہ ہو گیا۔ بہادر خاں نے اپنے کو سلطان محمد کے

نام سے مشہور کر کے بہار میں خطبہ اور سکہ اپنے نام کا جاری کیا۔ جو دوسرے امیر کہ بادشاہ سے منحرف ہو گئے تھے وہ بھی محمد شاہ سے جا ملے۔ بہادر خاں کے پاس ایک لاکھ کے قریب فوج جمع ہو گئی اور بہار سے سنبھل تک سارا ملک اس کے قبضے میں آگیا۔ اس زمانے میں نصیر خاں حاکم غازی پور بھی بادشاہی فوج سے شکست کھا کر بہادر خاں سے جا ملا۔ کئی مہینے بہار میں سلطان محمد کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری رہا اس درمیان میں کئی مرتبہ ان امیروں سے بادشاہی لشکر سے لڑائی ہوئی اور امیر ہر مرتبہ غالب آئے۔ اسی زمانے میں غازی خاں پسر دولت خاں لودی لاہور سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن بادشاہ سے بدگمان ہو کر پھر اپنے باپ کے پاس لاہور چلا گیا۔ دولت خاں کو اب کسی طرح بھی بادشاہ کے قہر و غضب سے نجات پانا ممکن نظر نہ آیا ناچار اس نے بغاوت برپا کی اور حضرت فردوس مکانی سے جو کابل میں مقیم تھے درخواست کی کہ فردوس مکانی اب ہندوستان کو فتح کرنے کے لیئے ادھر کا رُخ کریں۔ دولت خاں نے سب سے پہلے علاءالدین برادر ابراہیم لودی کو جو اُس زمانے میں بابری حلقہ بگوشوں میں داخل تھا عاجزی اور التجا کے ساتھ اپنے پاس بلایا اور اکثر اپنے عزیزوں اور نوکروں کو علاءالدین کے ساتھ کر کے دولت خاں نے اُسے دہلی روانہ کیا تاکہ اُس نواح کو فتح کرے۔ سلطان علاءالدین دہلی روانہ ہوا اسمٰعیل جلوانی اور دوسرے لودی امیر جو ابراہیم لودی سے مایوس ہو چکے تھے اور اپنے اپنے پرگنوں میں مقیم تھے سلطان علاءالدین سے آملے۔ علاءالدین کا لشکر چالیس ہزار سواروں کا ہو گیا۔ اور سب کے سب ایک دل ہو کر دہلی روانہ ہوئے۔ دہلی پہونچکر ان لوگوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ ابراہیم لودی کو اس واقعے کی خبر ہوئی اور اس جماعت کے مقابلے کے لیئے روانہ ہوا۔ جب چھ کوس کا فاصلہ رہ گیا تو سلطان علاءالدین نے ابراہیم لودی کے لشکر پر شبخون مارا اور صبح ہوتے ہوتے تمام شاہی لشکر کو درہم و برہم کر دیا۔ ابراہیم لودی کے بعض امیر بھی اُسی رات علاءالدین سے مل گئے۔ لیکن سلطان ابراہیم لودی نے ہمت نہ ہاری اور اپنے چند خاص امیروں کے ساتھ سراپردہ کے قریب کھڑا رہا اور لڑائی میں مشغول نہ ہوا جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور علاءالدین کا لشکر لوٹ مار میں مصروف ہوا تو ابراہیم لودی نے حریف پر دھاوا کیا اور پہلے ہی حملے میں

دشمن کو سامنے سے بھگا دیا حریف کا جو سپاہی جہاں تھا وہیں سے اُس نے راہ فرار اختیار کی غرضکہ سلطان علاء الدین اور شکست خوردہ امیر پنجاب روانہ ہوئے اور ابراہیم لودی نے دہلی میں قیام اختیار کیا یہاں تک کہ ۹۳۲ھ میں فردوس مکانی نے دہلی پر لشکر کشی کی اور جیسا کہ آگے چل کر مفصل بیان ہوگا موضع پانی پت میں دونوں بادشاہوں کا مقابلہ ہوا۔ ایک شدید خونریز لڑائی کے بعد فردوس مکانی کو فتح ہوئی اور ابراہیم لودی میدان جنگ میں کام آیا اور دہلی اور آگرے کی حکومت اولاد صاحبقران امیر تیمور میں منتقل ہوگئی ابراہیم لودی نے بیس ۲۰ سال فرمانروائی کی۔

سلاطین مغل کے حالات

فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی

جس وقت کہ سلطان ابو سعید میرزا عراق میں شہید ہوا اُس نے گیارہ اقبال مند بیٹے اپنی یادگار چھوڑے۔ سلطان احمد میرزا۔ سلطان محمد میرزا۔ سلطان محمود میرزا۔ شاہرخ میرزا۔ الغ بیگ میرزا عمر شیخ میرزا۔ ابابکر میرزا۔ سلطان مراد میرزا۔ سلطان خلیل میرزا۔ سلطان عمر میرزا اور سلطان میرزا ان گیارہ بھائیوں میں سے چار نے مرتبۂ فرمانروائی حاصل کیا اور باپ کی زندگی ہی میں ہر ایک کسی نہ کسی مملکت میں حکمرانی کا ڈنکا بجانے لگا۔ الغ بیگ میرزا کابل کا سلطان احمد میرزا سمرقند کا۔ سلطان محمود میرزا حصار و قندز اور بدخشاں کا اور عمر شیخ میرزا اندجان اور فرغانہ کا حاکم تھا۔ یونس خاں حاکم مغولستان نے بجز الغ بیگ میرزا کے بقیہ تینوں فرمانروا بھائیوں کو اپنی دامادی میں قبول کیا جس زمانے میں کہ عمر شیخ میرزا انصاف پروری کے ساتھ فرغانہ پر حکومت کر رہا تھا اُس کے گھر میں ۸۸۸ھ میں قتلق نگار خانم دختر یونس خاں کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ باپ نے اس اقبال مند بیٹے کو محمد بابر میرزا کے نام سے موسوم کیا۔ حسامی قراکولی نے تاریخ ولادت کہی اندر شش محرم زاد آن شہ مکرم تاریخ مولدش ہم آمد شش محرم ابو سعید میرزا کا سلسلۂ نسب امیر تیمور صاحبقراں گورگانی تک اسطرح پہونچتا ہے ابو سعید میرزا ابن سلطان محمد میرزا ابن میران شاہ میرزا ابن امیر تیمور صاحبقران زمان

بابر میرزا نے بارہ برس کے سن میں باپ سے اندجان کی حکومت پائی چوتھی رمضان دوشنبے کے دن ۸۹۹ھ میں عمر شیخ میرزا نے کبوتر خانے کے کوٹھے پر سے گر کر جان دی اور بابر نے ارکان دولت کے مشورے سے اپنے لیئے ظہیر الدین کا لقب اختیار کر کے فرغانے کے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ عمر شیخ کے مرتے ہی سلطان احمد میرزا اور سلطان محمود بن یونس خاں (بابر کے حقیقی چچا اور ماموں دونوں) نے اپنا اپنا بدلہ لینے کے لیئے دو طرف سے فرغانے پر لشکر کشی کی۔ عمر شیخ میرزا نے اپنی اولوالعزمی سے بھائی اور سالے دونوں پر بارہا فوج کشی کر کے اُن کے ملک کو تباہ و برباد کیا تھا [۱۱۹] عمر شیخ میرزا کے طغا امیر شیرم نے چاہا کہ اس طوفان دار و گیر میں بابر میرزا کو آوارکند کے پہاڑوں میں لیجا کر پناہ گزیں ہو جائے تا کہ اگر بابری امیر اور ارکان دولت بیوفائی کر کے سلطان احمد میرزا کا دم بھی بھرنے لگیں تو بھی فرغانے کے نو عمر فرمانروا کو کوئی مضرت نہ پہونچے لیکن مولانا قاضی نے جو شیخ برہان الدین قلیچی کی یادگار اور شرفائے اندجان کے سلسلے کی ایک بیش بہا کڑی تھے امیر شیرم کو اس ارادے سے روکا اور ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے ساتھ جس کا نام نامی اب اس کتاب میں صراحتہً مذکور نہ ہوگا اور ہمیشہ فردوس مکانی کے لقب سے یاد کیا جائے گا حصار اندجان میں قلعہ بند ہو گیا۔ امیروں اور ارکان دولت نے حصار کو دشمن کی زد سے بچانے کے لیئے اُس کے برج و بارہ کو خوب مضبوط اور مستحکم کیا۔ اس درمیان میں حسین یعقوب اور امیر قاسم قوچین جو قرغنستان [۱۲۰] کی تسخیر کے لیئے مقرر کیئے گئے تھے واپس آئے اور بجد خلوص کے ساتھ خدمت شاہی میں مشغول ہوئے اسی دوران میں اندجان کا ایک مشہور رکن محمد درویش اپنی مخالفت کی وجہ سے فردوس مکانی کی بارگاہ سے معتوب ہوا۔ سلطان احمد میرزا نے جو فردوس مکانی کا چچا تھا خجند اور فرغانہ کو فتح کر کے اندجان کے اندر بھی چار کوس حصہ شہر پر قبضہ کر لیا۔ فردوس مکانی نے مولانا قاضی زوزن حسن اور خواجہ حسین کو سلطان احمد میرزا کے پاس بھیجا اور اُسے پیغام دیا کہ ظاہر ہے کہ حضرت سلطان خود اندجان میں قیام نہ فرمائیں گے ایسی صورت میں اگر اس خطے کی حکومت اپنے برادرزادے کو جو بمنزلہ فرزند کے ہے سپرد فرمائیں تو میں بھی تمام عمر دائرہ اطاعت سے باہر قدم نہ رکھوں گا۔ سلطان احمد فردوس مکانی کے اس پیغام سے کچھ پسیجا اور اُس نے چاہا کہ صلح کر لے لیکن اُس کے ارکان دولت صلح پر

راضی نہوئے اور بے معنی باتیں کرکے قلعے کی تسخیر میں جان و دل سے کوشش کرنے لگے اس پریشانی میں فردوس مکانی کے طالع بلند نے اپنا اثر دکھایا اور سمرقندیوں کے لشکر میں وبائے اسپ پھیلی۔ طویلے کے طویلے اس بیماری کے نذر ہونے لگے اور گھوڑوں کی کمی سے سپاہی اور اہل لشکر پریشان ہونے لگے۔ سمرقندیوں کے لشکر کا نظام درہم و برہم ہوگیا اور سلطان احمد نے صلح کا مصمم ارادہ کرلیا۔ حکومت سمرقند کی طرف سے امیر درویش محمد صلح کی گفت و شنید پر مامور ہوا اور فردوس مکانی کی جانب سے حسن یعقوب کو یہ خدمت سپرد کی گئی۔ دونوں امیر عیدگاہ کے میدان میں جمع ہوئے اور صلح کے شرائط خیر و خوبی کے ساتھ طے ہوگئے سلطان احمد سمرقند روانہ ہوا لیکن قضائے الٰہی سے راستے ہی میں فوت ہوگیا۔ دوسری طرف سے سلطان محمود بن یونس خاں نے فرغانہ پر لشکر کشی کی۔ سلطان محمود اخسی پہونچا جہانگیر میرزا فردوس مکانی کے برادر حقیقی نے اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ پائی اور درویش علی میرزا قلی کوکلتاش۔ محمد باقر۔ شیخ عبداللہ بیگ۔ آغا اویس لاغری اور میر غیاث الدین طغائی وغیرہ اپنے قابل بھروسہ امیروں کو ساتھ لے کر قصبہ کاسان کی طرف بھاگا۔ کاسان اویس لاغری کا پرگنہ تھا اور ناصر میرزا فردوس مکانی کا سب سے چھوٹا بھائی یہاں کا حاکم تھا۔ محمود خاں نے جہانگیر میرزا کا تعاقب کیا اور جہانگیر و ناصر دونوں بھائیوں نے اسی میں خیر دیکھی کہ کاسان سلطان محمود کے سپرد کردیں سلطان محمود کاسان پر قبضہ کرکے پھر اخسی واپس آیا۔ اخسی میں سلطان محمود کی کچھ کاربراری نہ ہوسکی اور نیز یہ کہ اُسے ایک عارضہ بھی پیدا ہوگیا محمود نے مجبوراً اپنے ملک کی راہ لی۔ اسی زمانے میں شیخ ابوبکر حاکم کاشغر و ختن نے اوزکند کے حدود میں لشکر کشی کی اور اہل شہر کی تباہی اور شہر کی ویرانی اور بربادی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ مولانا قاضی اور دوسرے نامی امیر اس کے مقابلے کے لئے مامور کئے گئے۔ حاکم کاشغر بھی زیادہ نہ ٹھہر سکا اور وہ بھی اوروں کی طرح صلح کرکے اپنے وطن کو واپس گیا۔ فردوس مکانی فرغانہ آئے اور حسن یعقوب کو سیاہ و سپید کا مالک بنا کر اُسے اندجان کا حاکم مقرر فرمایا سنہ ۹۰۰ھ میں حسن یعقوب کے اطوار و حالات سے مخالفت کے آثار نمایاں ہونے لگے اور فردوس مکانی لشکر ہمراہ لیکر دفعتہً اندجان کی طرف روانہ ہوئے۔ فردوس مکانی اندجان پہونچے تو معلوم ہوا کہ

حسن یعقوب شکار کو گیا ہے۔ حسن بادشاہ کے پہونچنے سے خبردار ہوا اور سمرقند کے باہر نکل گیا۔ فردوس مکانی نے امیر قاسم قوچین کو حسن کا قائم مقام مقرر کیا اور ایک گروہ حسن کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ حسن نے اخسی کے نواح میں اس گروہ پر شبخون مارا لیکن اندھیری رات میں اپنے ہی ایک نوکر کے ہاتھ سے مارا گیا اور اپنی سزا کو پہونچا اسی سال قلعہ اشیرہ کا حاکم ابراہیم سارو[۱۲۳] باغی ہوا اور اس نے بایسنقر میرزا ابن سلطان محمود میرزا کو اشیرہ کا حاکم تسلیم کر کے اُس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ فردوس مکانی نے فوراً اشیرہ پر دھاوا کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس روز کے بعد ابراہیم سارو تیغ و کفن باندھکر قلعے کے باہر نکلا بادشاہ نے اُس کا جرم معاف کیا اور اشیرہ سے خجند روانہ ہوئے خجند کے حاکم نے بلا چون و چرا کے قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا اور فردوس مکانی خجند سے شاہرخیہ گئے تاکہ اپنے حقیقی ماموں سلطان محمود بن یونس خاں سے جو اخسی سے لوٹ کر شاہرخیہ میں مقیم تھا ملاقات کریں۔ فردوس مکانی سلطان محمود کی مجلس میں حاضر ہوئے محمود نے بھانجے کی سرو قد تعظیم دی اور فردوس مکانی نے بھی لحاظ و آداب کو مد نظر رکھا اور سلطان محمود کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے۔ سلطان محمود نے فردوس مکانی کو سینے سے لگایا اور خاطر داری اور مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ دو تین روز کے بعد فردوس مکانی اندجان واپس آئے۔ بایسنقر میرزا کے بابت معلوم ہو چکا ہے کہ سمرقند کا فرمانروا ہو گیا تھا لیکن زمانے نے اُس کا ساتھ نہ دیا اور پراگندگی نے اُس کے تمام کاموں کو منتشر اور پریشان کر رکھا تھا فردوس مکانی نے اراتپہ[۱۲۴] پر لشکر کشی کی۔ یہ صوبہ پہلے فردوس مکانی کے باپ عمر شیخ میرزا کے قبضے میں تھا لیکن مذکورہ بالا طوفان دارو گیر میں اراتپہ پر بایسنقر میرزا قابض ہو گیا تھا۔ شیخ ذوالنون نے جو بایسنقر میرزا کی طرف سے اراتپہ کا داروغہ تھا قلعہ بند ہو کر مدافعت شروع کی۔ اس مدافعت نے تھوڑا طول کھینچا اور جاڑے کا زمانہ آگیا غلے کی کمی ہوئی اور فردوس مکانی نے قلعے کی تسخیر سے ہاتھ اُٹھا کر اندجان کی طرف رُخ کیا دوسرے سال فردوس مکانی نے پھر سمرقند پر لشکر کشی کی۔ سمرقند کے قلعے کے نیچے فردوس مکانی اور سلطان علی میرزا برادر بایسنقر میرزا ابن سلطان محمود میرزا میں ملاقات ہوئی سلطان علی میرزا کو خود ہی کشورستانی کا دعوےٰ تھا فردوس مکانی اور سلطان علی میرزا میں باہم یہ طے پایا کہ سال آیندہ دونوں

فرماں روا مل کر حملہ آور ہوں اور سمرقند کو بائیسنقر میرزا کے دائرہ حکومت سے نکال لیں۔
اس قرارداد کے موافق فردوس مکانی اور سلطان علی میرزا دونوں کشورکشا اپنے اپنے
ملک کو واپس آئے۔ سنہ ۹۰۲ھ کے اوائل موسم بہار میں پھر دونوں حلیف سمرقند پر
حملہ آور ہوئے سلطان علی میرزا فردوس مکانی کے پہونچنے کے قبل ہی سمرقند آپہونچا
بائیسنقر میرزا نے بھی بھائی کے مقابلے میں صف آرائی کی۔ اور خیمے نصب کرکے
میدان جنگ میں مقیم ہوا۔ اس اثنا میں فردوس مکانی بھی سمرقند کے نزدیک پہونچ گئے
سمرقندیوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ کھلے میدان میں مقابلہ نہ کریں اور رات ہی رات
میدان جنگ سے کوچ کرکے شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے اسی رات التون
خواجہ مغل جو فردوس مکانی کے لشکر کا پیش رو تھا سمرقندیوں کے سر پر پہونچ گیا۔
خواجہ مغل نے اکثر اہل سمرقند کو مجروح و مقتول کیا۔ فردوس مکانی نے راستے میں
اشیرہ کے قلعے پر بھی قبضہ کرلیا اور جلد سے جلد سمرقند پہونچ گئے۔ اسی دن فریقین میں
لڑائی شروع ہوگئی اور خواجہ مولانا صدر برادر خواجہ کلاں بیگ کی گردن میں ایک تیر لگا
اور اس فاضل اور منشی بے بدل نے اس تیر کے زخم سے وفات پائی۔ سمرقندیوں نے
بھی جان توڑ کوششیں کیں اور دونوں حریفوں سے شمشیر بازی کرتے رہے اس جنگ کا
کچھ نتیجہ نہ نکلنے پایا تھا کہ فصل خریف آگئی اور سلطان علی میرزا بخارا روانہ ہوا اور
فردوس مکانی نے میدان جنگ سے واپس ہوکر خواجہ دیدار کے قلعے میں قیام کیا تاکہ
قلعۂ مذکورہ میں قشلاق کرکے (قشلاق اس چھاؤنی کو کہتے ہیں جہاں جاڑے کا زمانہ
بسر کیا جاتا ہے) جاڑے کا زمانہ گزرنے کے بعد پھر نواح سمرقند پر لشکرکشی کرکے
شہر کا محاصرہ کریں اس فرصت کے زمانے میں بائیسنقر میرزا نے حاکم ترکستان
شیبانی خاں کے پاس مکرر قاصد بھیجکر اس سے مدد طلب کی شیبانی خاں بائیسنقر میرزا کی
مدد کو روانہ ہوا۔ ترکستانی لشکر خواجہ دیدار کے قریب پہونچا اور فردوس مکانی نے
اس فوج سے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا لیکن شیبانی خاں راہ کترا کر دوسری طرف سے
سمرقند پہونچ گیا۔ شیبانی خاں بائیسنقر میرزا کی بدسلوکی سے رنجیدہ ہوکر ترکستان واپس آیا۔
بائیسنقر میرزا شیبانی خاں کی مدد سے ایسا ناامید ہوا کہ دو یا تین سو سواروں کی جمعیت
سے خسرو خاں حاکم قندز کے پاس چلا گیا فردوس مکانی کو بائیسنقر میرزا کے سفر کا حال

معلوم ہوگیا اور سمرقند پر پھر بابری فوج نے حملہ آوری کردی۔ فردوس مکانی نے آخر ربیع الاول ۹۰۳ھ میں سمرقند کے تخت حکومت پر جلوس کر کے اپنے پرانے جاں نثار امیروں کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا جن میں سلطان تنبل کو سب سے زیادہ انعام واکرام عطا کیا۔ چونکہ سمرقند پر بلا لڑے قبضہ ہوگیا تھا سپاہیوں کو کچھ مال غنیمت نصیب نہوا۔ سپاہی اس محرومی سے بے سروسامان ہوگئے اور گروہ کے گروہ فوجیوں کے ادھر ادھر منتشر ہونے لگے۔ سب سے پہلے مغلوں نے جن کا سردار ابراہیم چپک تھا فوجی ملازمت سے کنارہ کشی کی۔ جان علی اور سلطان احمد تنبل بھی اخسی چلے گئے اور ان لوگوں نے زوزن حسن حاکم اخسی سے موافقت کر کے جہانگیر میرزا کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا اور فردوس مکانی کو یہ پیغام دیا کہ چونکہ سمرقند فردوس مکانی کے قبضے میں آگیا ہے لہذا بہتر ہے کہ اخسی کی حکومت جہانگیر میرزا کے سپرد کر دیجائے فردوس مکانی اس پیغام سے بیحد غضبناک ہوئے اور جواب میں ایسے کلمات زبان سے نکالے جو اُس جماعت کی خواہش کے بالکل خلاف تھے۔ سلطان احمد اور زوزن نے بھی مخالفت پر کمر باندھی اور جہانگیر میرزا کے ساتھ اندجان پر حملہ آور ہوئے۔ فردوس مکانی نے التون خواجہ کو ان لوگوں کے پاس نصیحت کے لیئے بھیجا لیکن مخالفوں نے ایک گروہ کو بھیجکر راستے ہی میں خواجہ مغل کا کام تمام کردیا۔ علی دوست طغائی اور مولانا قاضی نے اندجان کو مضبوط اور مستحکم کر کے فردوس مکانی کو واقعات کی اطلاع دی اتفاق سے اُس زمانے میں فردوس مکانی کا مزاج ناساز ہوگیا اور طبیعت کا انحراف اتنا بڑھا کہ بادشاہ کو ضعف کی وجہ سے بات کرنے کی بھی طاقت نہ رہی اور روئی کے پھاہے سے ہونٹوں پر پانی ٹپکایا جانے لگا۔ لیکن بادشاہ کو اس بیماری سے صحت ہوگئی اور مزاج درست ہونے کے بعد حکام اندجان کی عرضیاں طلب امداد میں کثرت سے زیادہ موصول ہوئیں۔ فردوس مکانی نے سمرقند سے ہاتھ اُٹھایا اور اندجان پر لشکر کشی کی لیکن قبل اس کے کہ بادشاہ اندجان تک پہونچے علی دوست طغائی وغیرہ امرائے اندجان نے بادشاہ کی مایوس کن علالت کی خبریں سن کر شہر حریفوں کے سپرد کر دیا تھا۔ دشمنوں نے مولانا قاضی کو تلوار کے گھاٹ اتار کر جہانگیر میرزا کا خطبہ شہر میں جاری کیا تھا۔ فردوس مکانی چونکہ حال ہی میں سمرقند سے دست بردار ہو چکے تھے

اب اندجان کے بھی نکل جانے سے اور زیادہ پریشان ہوئے اور امیر قاسم قوچین کو اپنے ماموں سلطان محمود خاں بن یونس خاں کے پاس تاشکند روانہ کیا اور اُسے اپنی مدد کے لیے اندجان بلایا۔ سلطان محمود جلد سے جلد اندجان روانہ ہوا فردوس مکانی نے چلکۂ اہنگران[126] میں سلطان محمود سے ملاقات کی اور دونوں فرمانروا اندجان کی طرف بڑھے اسی اثناء میں جہانگیر میرزا کے ایلچی بھی سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے جہانگیر کے قاصدوں نے سلطان محمود کے ارکان دولت کو کچھ ایسا ہموار کیا کہ ماموں بھانجوں کو ایک دوسرے سے دست و گریبان چھوڑ کر خود تاشکند واپس آیا۔ اس زمانے میں اکثر سپاہی فردوس مکانی سے پھر گئے اور بادشاہ کے گرد تقریباً دو سو سواروں کا مجمع رہ گیا۔ فردوس مکانی خجند واپس ہوئے اور اراتپہ سے ایک قاصد محمد حسین گورگانی کے پاس دوغلات روانہ کیا اور اُسے پیغام دیا کہ خجند[127] میں مجھے قیام کرنے کا موقع نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ جاڑے کا موسم قریۂ ساغر میں بسر کروں۔ محمد حسین گورگانی نے فردوس مکانی کی اس خواہش کو قبول کیا اور بابری فوج نے ساغر میں اپنے ڈیرے ڈالے۔ چند روز کے بعد لشکر میں اضافہ ہوگیا اور شاہی امیروں نے ایلاق (وہ چھاؤنی جہاں گرمی کا زمانہ بسر کیا جاتا ہے) کا رُخ کیا اور کچھ قلعے جنگ سے اور کچھ اپنے حسن تدبیر سے اپنے قبضے میں کیے لیکن ان حصاروں کے فتح ہونے سے کچھ کار براری نہ ہوئی اور فردوس مکانی کا مطلع امید اسی طرح تیرہ و تار رہا۔ بادشاہ حالت امید و بیم میں مبتلا ہی تھا کہ علی دوست طغائی کا قاصد مژدۂ مسرت لے کر قریۂ ساغر پہونچا۔ علی دوست کے عریضے کا مضمون یہ تھا کہ میں اپنے گزشتہ گناہوں پر بیحد نادم اور دست بستہ معافی کا خواستگار ہوں فرغستان[128] کا قلعہ اس وقت میرے قبضے میں ہے اگر بادشاہ ادھر کا قصد فرمائیں تو میں قلعے کو شاہی محافظت میں سپرد کر کے قدیم جاں نثاروں کی طرح حق خدمت ادا کروں۔ فردوس مکانی اس خط کو آیندہ فتوحات کا مقدمہ سمجھ کر فرغستان روانہ ہو گئے۔ فردوس مکانی فرغستان پہونچے اور دیکھا کہ علی دوست طغائی دروازۂ قلعہ پر بادشاہ کا منتظر کھڑا ہے علی دوست نے بادشاہ کی ملازمت کی اور قلعہ بادشاہ کے سپرد کیا اور دوسرے پیشکش بھی شاہی ملاحظے میں گزرانے۔ فردوس مکانی نے امیر قاسم قوچین کو کوہستان اندجان کی طرف

اور ابراہیم سارو اویس لاغری کو نواح اخسی میں روانہ کیا۔ ان امیروں کی روانگی کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو واقعات سے مطلع کر کے اُن کو بادشاہ کا مطیع بنائیں۔ فردوس مکانی کو اس تدبیر میں کامیابی ہوئی اور اطراف اندجان کی رعایا مطیع ہوگئی ابراہیم سارو اور اویس لاغری نے قلعہ باب اور دو ایک قلعے اور بھی فتح کر لیے۔ اس درمیان میں سلطان محمود خاں کا لشکر بھی فردوس مکانی کی مدد کو روانہ ہوا۔ زوزن حسن اور سلطان احمد تنبل کو فرغنستان کی فتح اور مغلی لشکر کی روانگی کی اطلاع ہوئی اور یہ دونوں بابری مخالف جہانگیر میرزا کے پاس فرغنستان روانہ ہوگئے۔ زوزن حسن اور احمد نے قلعۂ فرغنستان کو فتح کر کے ایک گروہ کو اخسی روانہ کیا۔ اس گروہ سے سلطان محمود کا لشکر دوچار ہوا اور جہانگیر میرزا کے سپاہی بہت سے اس لڑائی میں کام آئے اور پانچ یا چھ آدمیوں سے زیادہ زندہ نہ بچے۔ زوزن حسن اس خبر سے بید پریشان ہوا اور چونکہ اس کے خود سپاہی بھی ایک ایک کر کے فردوس مکانی کے لشکر میں داخل ہونے لگے تھے زوزن حسن جہانگیر میرزا کو ساتھ لے کر اندجان روانہ ہوا۔ زوزن حسن کا ایک عزیز ناصر بیگ نامی اندجان کا حاکم تھا۔ ناصر نے عاقبت اندیشی سے کام لیا اور دیدۂ بصیرت سے بابری اقبال کی جھلک دیکھ کر اندجان کو خوب مضبوط اور مستحکم کیا اور فردوس مکانی کی خدمت میں ایک قاصد بھیج کر بابر کو اندجان آنے کی دعوت دی۔ حریف اقبال بابری کی کاربراری سے حیران اور سراسیمہ ہو کر ادھر ادھر منتشر ہوگئے زوزن حسن اخسی کی طرف بھاگا اور جہانگیر میرزا اور سلطان احمد تنبل نے ۱۴۹۹ء
اوش کی راہ لی۔ فردوس مکانی اندجان میں داخل ہوئے اور ناصر بیگ اور دوسرے ہی خواہوں کو شاہانہ نوازش سے سرفراز کیا۔ اس واقعے سے دارالملک فرغانہ جو عرصے سے دشمنوں کے قبضے میں تھا ماہ ذی قعدہ ۹۰۴ھ میں پھر فردوس مکانی کے تحت حکومت میں آگیا چوتھے روز فردوس مکانی فرغانہ سے اخسی روانہ ہوئے اور زوزن حسن امان حاصل کرنے کے بعد قلعے سے باہر آیا اور حصار روانہ ہوگیا۔

فردوس مکانی قاسم عجب کو اخسی کا داروغہ مقرر کر کے اندجان واپس آئے۔ زوزن حسن کے اکثر ملازم اس سے منحرف ہو کر فردوس مکانی کے ساتھ ہوگئے ارکان دولت نے فردوس مکانی سے عرض کیا کہ اکثر ہی خواہوں کا مال اسی گروہ نے

غارت کیا ہے اور مولانا قاضی جیسے جاں نثار نے انھیں لوگوں کے ہاتھوں سے موت کا پیالہ پیا ہے اگر ان لوگوں کو جان و مال کی امان دیدی گئی ہے تو کم از کم اپنے نمکخواروں کی غارت کردہ دولت تو ضرور ان لوگوں سے ہمیں واپس دلا دیجائے فردوس مکانی نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ جو شخص اپنا مال و زر تنبل کے ملازموں کے پاس دیکھے فوراً اس کو ضبط کرے۔ مغل اس حکم سے برآشفتہ ہوئے اور ان کا پورا گروہ فردوس مکانی کی رفاقت ترک کر کے اورکند چلا گیا۔ ان برگشتہ مغلوں نے سلطان احمد تنبل سے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ سلطان احمد تنبل اور جہانگیر میرزا بابری مخالفوں کے پاس پہونچے اور اندجان پر حملہ آور ہوگئے۔ فردوس مکانی نے قاسم قوچین کو ان کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ فریقین میں خونریز معرکہ آرائی ہوئی لیکن امیر قاسم کو شکست ہوئی اور بہتیرے بابری امیر قتل ہوئے اور بعضے حریفوں کے قیدی بنے دشمن فوج کو پسپا کر کے اندجان کے حدود میں داخل ہوئے اور ایک مہینہ کامل قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے میدان میں پڑے رہے لیکن جب کار برآری نہ ہوئی تو مجبوراً اوش واپس گئے۔ ۹۰۵ھ میں فردوس مکانی نے ایک فوج تیار کی اور اوش پر حملہ آور ہوئے۔ دشمن سامنے نہ ٹھیر سکے اور دوسرے راستے سے اندجان چلے گئے اور شہر کے تمام مواضعات کو ان لوگوں نے تباہ اور ویران کیا۔ جب لشکر میں خاطر خواہ اضافہ ہوگیا تو فردوس مکانی نے ایک مضبوط قلعے پر دھاوا کیا۔ یہ قلعہ باد ورد کے نام سے موسوم اور سلطان احمد تنبل کے بھائی سلطان خلیل کے زیر حکومت تھا۔ سلطان خلیل نے مدافعت میں جان توڑ کوشش کی لیکن تقدیر نے اس کا ساتھ نہ دیا اور چند خونریز معرکوں کے بعد عاجز ہو کر اس نے امان طلب کی اور قلعہ فردوس مکانی کے سپرد کر دیا۔ فردوس مکانی نے اپنے بہی خواہ قیدیوں کے معاوضے میں سلطان خلیل اور اس کے اسی عدد حاشیہ نشینوں کو نظر بند کر کے اندجان روانہ کر دیا۔ اس درمیان میں سلطان احمد نواح اندجان میں پہونچا اور اس نے چاہا کہ زینے لگا کر قلعے کے اندر داخل ہو لیکن اہل قلعہ اس کے ارادے سے باخبر ہوگئے اور سلطان احمد تنبل کو اپنی کوشش میں کامیابی نہ ہوئی اس درمیان میں فردوس مکانی بھی اندجان سے ایک کوس کے فاصلے پر پہونچ گئے سلطان احمد تنبل فردوس مکانی کے آتے ہی اندجان سے

بھاگا اور دریا کے کنارے ایک مقام پر خیمہ زن ہوا۔ فردوس مکانی نے بھی سلطان احمد تنبل کے مقابلے میں ڈیرے ڈالے اور کچھ دنوں میدان میں پڑے رہے چالیس روز کے بعد قریۂ خوبان کے نواح میں جو اندجان سے تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے دونوں حریفوں میں سخت معرکہ آرائی ہوئی اور میدان میں خون کی ندیاں بہ گئیں فردوس مکانی کو فتح حاصل ہوئی اور سلطان احمد تنبل اور جہانگیر میرزا میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ فردوس مکانی مظفر و منصور اندجان میں داخل ہوئے۔ اسی دوران میں فردوس مکانی کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود کے پانچ یا چھ ہزار سوار جہانگیر میرزا کی مدد کے لیئے آگئے ہیں اور حریفوں نے کاسان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے۔ بادشاہ نے عین موسم سرما میں جبکہ جاڑے کی وجہ سے بدن میں خون اور زمین پر پانی تک جم گیا تھا کاسان کا رخ کیا۔ امدادی لشکر فردوس مکانی کے آنے کی خبر سنتے ہی واپس گیا سلطان احمد تنبل مغلوں کی ملاقات کے لیئے آرہا تھا اور اُسے معلوم نہ تھا کہ اُس کے حلیف باری تلوار سے خوف زدہ ہو کر بغیر لڑے معرکہ جنگ سے منھ موڑ چکے ہیں۔ سلطان احمد بلا علم و ارادہ فردوس مکانی کے لشکر کے قریب پہونچ گیا۔ اور اُسے معلوم ہوا کہ دوستوں کے بدلے دشمن سے آملا ہے اور اب بلا لڑے چھٹکارا ناممکن ہے سلطان احمد تنبل نے اپنا سفر دہیں ختم کیا اور ارادہ کیا کہ دوسرے دن لڑائی چھیڑ دے لیکن ایسا ہے حواس ہوا کہ بغیر لڑے اُسی رات میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ فردوس مکانی نے سلطان احمد تنبل کا تعاقب کیا۔ سلطان احمد تنبل نے قلعہ ﻟﺸﻨﺠﺎﺭ کے نیچے قیام کیا اور بادشاہ نے بھی اس کے مقابلے میں اپنے خیمے نصب کیئے تین چار روز کے بعد علی دوست طغائی اور قنبر علی نے جو افسران فوج میں سب سے زیادہ معتبر اور زبان و دل سے فردوس مکانی کے موافق نہ تھے صلح کی گفتگو شروع کی۔ ان امیروں کی تگ و دو سے شرائط صلح طے ہوئے اور یہ قرار پایا کہ دریائے خجند سے اخسی تک جہانگیر میرزا حکومت کرے اور اندجان اور اور کند کے مضافات پر فردوس مکانی کا قبضہ رہے اور جس وقت سمرقند پر بادشاہ کا قبضہ ہو جائے تو اندجان بھی جہانگیر میرزا کے زیر حکومت دے دیا جائے یہ عہد و پیمان کر کے سلطان احمد تنبل اور جہانگیر میرزا فردوس مکانی سے ملنے کے لیئے آئے اور

طرفین کے قیدیوں نے رہائی پائی۔ اس واقعے کے بعد فردوس مکانی اندجان تشریف لائے اور علی دوست طغائی نے جو خیل وحشم کی زیادتی اور دولت کی کثرت کی وجہ سے تمام ہم چشموں میں ممتاز اور پہلے ہی سے تھوڑا سرکش تھا حد سے زیادہ بدسلوکیاں کرنی شروع کیں۔ طغائی نے بلا اطلاع بادشاہ کے امیر خلیفہ کو خارج البلد کر دیا اور ابراہیم سارو اور ادیس لاغری سے سخت بازپرس کی اور اس کے بیٹے محمد دوست نے شاہانہ روش اختیار کی۔ فردوس مکانی نے دشمن کے قرب وجوار پر نظر کر کے اس کی تنبیہ مناسب نہ فرمائی۔ اس اثناء میں سلطان علی میرزا حاکم سمرقند کا ایک معتبر امیر محمد مرید ترخاں اپنے بادشاہ سے خوف زدہ ہو کر جان میرزا ولد سلطان محمود میرزا سے جا ملا محمد مرید ترخاں نے جان میرزا کو ابھار کر اسے سمرقند کے میدان جنگ میں لا کھڑا کیا لیکن جان میرزا کو شکست ہوئی اور محمد مرید ترخاں میدان سے بھاگا۔ اس شکست کے بعد مرید ترخاں نے فردوس مکانی کو تسخیر سمرقند کی دعوت دی۔ فردوس مکانی اس موقع کو غنیمت سمجھے اور شہر پر حملہ آور ہوئے۔ اثنائے راہ میں محمد مرید ترخاں شاہی لشکر سے آملا اور فردوس مکانی نے امیروں کے مشورے سے ایک شخص کو خواجہ قطب الدین یحیٰی قدس سرہ کے پاس بھیجا۔ حضرت خواجہ نے جن کے ہاتھ میں حکومت سمرقند کی باگ تھی جواب دیا کہ جب بابری فوج قلعے کے نواح میں پہونچ جائے گی تو بادشاہ کی مرضی کے موافق کام انجام پائے گا لیکن فردوس مکانی کے ایک امیر مسمی سلطان محمود دوولدی نے بلا وجہ بابری لشکر کی موافقت ترک کر دی اور سمرقند پہونچکر اس نے اہل شہر کو خواجہ یحیٰی کے ارادے سے آگاہ کر دیا اور اس وقت اس تدبیر سے کچھ کار براری نہ ہو سکی۔ اس زمانے میں فردوس مکانی کے پرانے غلام جو علی دوست طغائی کی شامت اعمال سے جدا ہو کر ادھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے پھر فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلۂ ملازمت میں داخل ہونے لگے۔ ان قدیم نمکخواروں نے علی دوست کی بابت ایسی پریشان خبریں فردوس مکانی کو سنائیں کہ بادشاہ کا مزاج یک لخت اس سے منحرف ہو گیا۔ فردوس مکانی نے علی دوست کو اپنی حضوری سے محروم کیا علی دوست مع اپنے بیٹے محمد دوست کے سلطان احمد تنبل کی بارگاہ کا مقرب درباری بنا لیکن قضائے الٰہی سے چند ہی دنوں

میں فوت ہو گیا۔ جب شیبانی خاں نے بخارا کو فتح کر کے سمرقند کی طرف نگاہ دوڑائی تو
سلطان علی میرزا نے اپنی ماں کی تحریک سے سمرقند بلا لڑے شیبانی خاں کے حوالے
کر دیا فردوس مکانی نے راستے میں یہ خبر سنی اور بلدہ کش[۱۳۲] روانہ ہو گئے اور کش سے
حصار پہونچے۔ محمد مزید ترخان اور دوسرے امیر سمرقند کی تسخیر سے ناامید ہوئے اور
چغانیان میں فردوس مکانی سے علیٰحدہ ہو کر خسرو شاہ کے پاس چلے گئے۔ فردوس مکانی کو
بڑی پریشانی لاحق ہوئی اور خدا پر بھروسا کر کے خسرو شاہ کے ملک سے ہوتے ہوئے
سرتاق[۱۳۳] کی طرف چلے۔ اس سفر میں فردوس مکانی بڑی دقتوں سے تنگ اور پتھریلے
راستوں کو طے کر کے ایلاق (وہ چھاونی جہاں گرمی کا زمانہ بسر کیا جاتا ہے) پہونچے۔
راہ میں بہت سے گھوڑے اور اونٹ ضائع ہوئے چونکہ پرانے ملازم فردوس مکانی
سے جدا ہو چکے تھے دو سو چالیس سواروں سے زیادہ کی جمعیت پاس نہ رہی۔
فردوس مکانی نے ارکان دولت سے مشورہ کیا۔ اس مشورے میں یہ طے پایا کہ
چونکہ شیبانی خاں نے حال ہی میں سمرقند پر قبضہ کیا ہے اس لیئے ابھی اہل سمرقند
اوزبکوں کے اچھی طرح موافق ہوئے ہوں گے بہتر یہ ہے کہ فردوس مکانی خفیہ طور پر
سمرقند میں داخل ہوں اور چونکہ سمرقند ہمارا موروثی ملک ہے اس لیئے امید ہے کہ
اگر اہل سمرقند ہماری مدد نہ کریں گے تو ہمارے مخالف اور دشمن بھی نہ ثابت ہوں گے
اس کے بعد اگر خدا اس میں فتح دے تو اس کی مرضی کے موافق سارے واقعات
ظہور پذیر ہوں گے۔ فردوس مکانی اسی ارادے پر مستقل ہوئے اور رات ہی رات
دھاوا کر کے یورت خاں[۱۳۴] میں پہونچ گئے لیکن یہ معلوم کر کے کہ اہل شہر بابری دروازے
باخبر ہو گئے ہیں فردوس مکانی نے شہر سے تھوڑی دور ہٹ کر قیام کیا۔ اسی رات
فردوس مکانی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ ناصر الدین عبد اللہ قدس سرہ
فرودگاہ بابری میں تشریف لائے۔ فردوس مکانی نے حضرت خواجہ کا استقبال کیا اور ان کو
صدر مجلس میں بٹھایا۔ اسی درمیان میں حضرت خواجہ کے سامنے ایک دسترخوان (جو
مناسب حال نہ تھا) بچھایا گیا۔ حضرت خواجہ اس حرکت سے خوش نہ ہوئے اور
ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ خواجہ نے فردوس مکانی کی طرف دیکھا اور بادشاہ
نے اشارے سے حضرت خواجہ سے معذرت کی اور ان بزرگ کو یقین دلایا کہ

اس گستاخی کا مجرم خوان سالار ہے۔ خواجہ نے فردوس مکانی کے عذر کو قبول کیا اور بارگاہ سے اٹھ کر باہر تشریف لے چلے بادشاہ بھی حضرت خواجہ کے ساتھ چلا۔ جب حضرت ناصر الدین دالان خانے میں پہونچے تو یکبارگی انھوں نے بادشاہ کو گود میں لے لیا اور فردوس مکانی کو اس زور سے اٹھایا کہ بادشاہ کے پاؤں زمین سے کچھ بلند ہو گئے۔ یہ خواب دیکھکر بادشاہ جاگا اور اُسے یقین ہو گیا کہ مطلب دل حاصل ہو گیا۔ فردوس مکانی نے سمرقند پر پھر حملہ کیا اور آدھی رات گئے پل مغاک پر پہونچ گئے اسّی سپاہیوں کو آگے روانہ کیا اس مٹھی بھر جماعت نے غار عاشقاں کی طرف سے زینے فصیل تک لگائے اور شہر کے اندر داخل ہو گئے یہ لوگ دروازۂ فیروزتک پہونچے اور قاصد ترخاں محافظ دروازہ اور چند دوسرے نوکروں کو قتل کر کے انھوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی فردوس مکانی دو سو چالیس سواروں کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے گلی اور کوچے میں شور و ہنگامہ مچ گیا اور جو راہ گیر کہ اُس وقت جاگتے تھے انھوں نے خلوص کے ساتھ فردوس مکانی کا خیر مقدم کیا تھوڑی ہی دیر میں تمام شہر میں مشہور ہو گیا کہ سمرقند کا حقیقی وارث شہر میں داخل ہو گیا اور لوگوں نے ازبکوں کو جہاں پایا وہیں تہ تیغ کرنا شروع کر دیا جان وفا میرزا حاکم شہر ازبکوں کی ایک خونخوار جماعت کے ساتھ خواجہ قطب الدین یحییٰ کے مکان سے باہر نکلا اور شیبانی خاں سے جو سات یا آٹھ ہزار ازبکی سواروں کے ساتھ قلعۂ دیدار کے نواح میں مقیم تھا جاملا۔ جان وفا نے سارا قصہ شیبانی خاں کو سنایا۔ شیبانی خاں نے اسی وقت دھاوا کر دیا اور ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ عین صبح تڑکے آہنین دروازے پر پہونچ گیا لیکن یہاں پہونچکر اسے معلوم ہوا کہ تیر کمان سے نکل چکا اور اب کوشش بے کار ہے۔ شیبانی خاں مایوس اسی وقت واپس گیا سمرقند کے اعیان دولت اور ارکان سلطنت فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سبھوں نے فتح کی مبارکباد دی۔ مولانا ثنائی شاعر جو اس وقت شیبانی خاں کے ملازم تھے اور خواجہ ابو البرکات سمرقندی جو آخر میں دکن آکر شاہ طاہر کے درباریوں میں داخل ہوئے تھے اور اپنی علمی فضیلت اور آداب مجلس جاننے کی وجہ سے مشہور آفاق تھے

فردوس مکانی کی مجلس ہمایوں میں باریاب ہوئے۔
واقعات بابری میں جو ترکی زبان میں خود فردوس مکانی کی تصنیف ہے لکھا ہے کہ جس طرح میں سمرقند پر قابض ہوا بعینہ اسی طرح حسین میرزا نے حریف کو غافل پاکر ہرات پر تصرف کرلیا تھا لیکن ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ میری اور حسین میرزا کی فتح میں بڑا فرق ہے (میری کامیابی کے امتیازی وجوہات حسب ذیل ہیں)
اول یہ کہ سلطان حسین میرزا بڑا تجربہ کار اور جنگ آزما فرمانروا تھا۔
دوسرے یہ کہ اس کا حریف یادگار محمد میرزا سترہ یا اٹھارہ سال کا نوعمر فرمانروا تھا اور دنیا کے نشیب و فراز سے زیادہ واقف نہ تھا۔
تیسرے یہ کہ حسین میرزا کو تو امیر علی میر آخور نے جو غنیم کے پاس موجود اور اس کے تمام حالات سے واقف تھا ہرات پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی تھی۔
چوتھے یہ کہ قبضے کے وقت ہرات بالکل خالی تھا اور یادگار محمد باغ زاغان میں بادہ نوشی میں مشغول تھا۔ باغ کے دروازے پر صرف تین شخص محافظ موجود تھے اور وہ بھی مالک کی طرح نشے میں سرشار اور مدہوش تھے۔
پانچویں یہ کہ حسین میرزا نے اپنے پہلے ہی دھاوے میں حریف کو غافل پاکر شہر پر قبضہ کرلیا۔
(حسین میرزا کے ان واقعات سے میرے حالات کا مقابلہ کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے) میں اس فتح کے وقت انیس سالہ نوجوان اور میدان جنگ میں نوآموز حریف تھا اور میرا فریق مقابل شیبانی خاں جیسا تجربہ کار اور نبرد آزما فرمانروا تھا مجھکو نہ سمرقند کے حالات سے اطلاع تھی اور نہ مجھے کسی نے تسخیر کی دعوت دی تھی اگرچہ اہل سمرقند میری جانب مائل تھے لیکن شیبانی خاں کے ڈر سے کسی کی مجال نہ تھی کہ مجھے کسی قسم کی تحریک کرسکے شہر میں داخلے کے وقت جان وفا سا خونخوار امیر جو رستم و اسفندیار کو بھی اپنا غاشیہ بردار سمجھتا تھا چھ سو خونخوار اوزبکوں کے ساتھ قلعے کے اندر موجود تھا میں نے عین حالت محافظت میں قلعے پر دھاوا کیا اور شہر پر قبضہ کرکے ایسے جنگجو حاکم کو قلعے سے باہر نکالا پہلی مرتبہ جب میں نے دھاوا کیا تو سمرقندی میرے ارادے سے واقف ہوگئے اور ان کی باخبری کی حالت میں مجھے دوسرے

دھاوے میں خدا نے فتح عنایت کی اس عبارت سے مجھے کسی کی تحقیر منظور نہیں ہے بلکہ ایک بیان واقعی ہے جو زبان قلم سے نکل گیا۔ مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ فردوس مکانی کو جو فتح سمرقند میں حاصل ہوئی وہ امیر تیمور صاحبقران گورگانی کی ایک تسخیر سے بالکل مشابہ ہے مذکورۂ بالا تیموری تسخیر سے مراد بلدۂ قرشی کی مہم ہے جسے صاحبقران گورگانی نے دو سو تینتالیس سواروں کی جمعیت سے ایک رات میں سر کر لیا تھا لیکن فردوس مکانی نے پاس ادب سے صاحبقران کی مہم کا ذکر قلم انداز کر دیا ہے اس لیئے کہ یہ ثابت ہے کہ جب صاحبقران گورگانی نے قرشی کو فتح کیا اس وقت شہر میں کوئی فرمانروا موجود نہ تھا اور امیران سلطنت میں امیر حسین اور میر موسی جیسے معزز ارکان دولت شہر کے باہر مقیم تھے شہر کے اندر میر موسی کا خردسال بیٹا محمد بیگ قیام پذیر تھا دوسرے یہ کہ سمرقند بڑا مضبوط اور مستحکم شہر ہے اور ہمیشہ کسی نہ کسی خودمختار فرمانروا کا پائے خلافت رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج تک سمرقند کو بلدۂ محفوظ کہتے ہیں بخلاف قرشی کے جو ایک مختصر موضع اور راہگذار امیروں کا صدر مقام ہے۔

الغرض جب فردوس مکانی ۱۵۰۰ء سمرقند پر قابض ہو گئے تو شیبانی خاں بخارا چلا گیا۔ محمد مزید ترخاں نے موقع پا کر قلعۂ قرشی اور خضار کو ازبکوں سے لے لیا اور ابوالحسن میرزا نے مرو اور کنش سے دھاوا کر کے قراکول پر قبضہ کر لیا۔ فردوس مکانی نے سلطان حسین میرزا اور دوسرے اطراف و نواح کے فرمانرواؤں کے پاس ایلچی بھیجے اور ان سے مدد طلب کی تاکہ شیبانی خاں کو ماوراءالنہر کے باہر نکال دیا جائے سلطان حسین میرزا بدیع الزماں میرزا اور خسرو خاں وغیرہ نے جو نواح سمرقند کے بہترین فرمانروا تھے فردوس مکانی کے پیغام پر کچھ لحاظ نہ کیا اور دوسروں نے جو لشکر بھیجا وہ اپنی کمی کے لحاظ سے اس قابل نہ تھا کہ شیبانی خاں جیسے حکمراں کے مقابلے میں صف آرا ہو سکے شیبانی خاں نے جاڑے کے زمانے میں فوج کی ایک جمعیت فراہم کی اور قراکول اور دوسرے موضعوں پر قبضہ کر لیا فردوس مکانی نے شوال ۹۰۶ھ اپنا لشکر جمع کیا اور امدادی فوج کو بھی اپنے ہمراہ لیکر شیبانی خاں سے لڑنے کے لیئے سمرقند سے باہر نکلے۔ کاروزن ۱۵۰۱ء کے نواح میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا طرفین نے جان توڑ کوششیں کیں چونکہ امدادی لشکر جو محمود خاں بن یونس خاں اور جہانگیر میرزا

کے بھیجے ہوئے آئے تھے پریشان ہو کر ادھر اُدھر منتشر ہو گئے اور فردوس مکانی کے ہمراہ صرف دس یا پندرہ آدمی معرکۂ جنگ میں رہ گئے اس مجبوری کی وجہ سے فردوس مکانی نے بھی لڑائی سے ہاتھ اٹھایا اور سمرقند واپس آئے۔ فردوس مکانی کے بہت سے معزز ہمراہی کام آئے اور ابراہیم ترخاں ابراہیم سارو۔ ابوالقاسم کوہ۔ حیدر قاسم۔ میر قاسم توبعین۔ فدائی رومی اور سلطان احمد تنبل کا بھائی سلطان خلیل جیسے نامی امرا شیبانی خاں کی تلوار کا لقمۂ اجل بنے۔ شیبانی خاں نے قلعۂ سمرقند کے نیچے ڈیرے ڈالے اور لڑائی کی ابتدا کی۔ فردوس مکانی نے الغ بیگ میرزا کے مدرسے میں قیام کیا تاکہ جس طرف مدد کی ضرورت ہو اسی سمت کی خبر لیجائے۔ اکثر اوقات اہل قلعہ اور شیبانی گروہ میں لڑائی ہوا کرتی تھی۔ قوچ بیگ۔ تواماں کوکلتاش اور کل نظر طغائی وغیرہ بابری سرداروں نے اس لڑائی میں بڑی جانبازی سے کام کیا۔ لیکن محاصرے کو تین چار مہینے گزر گئے اور شیبانی خاں نے اہل قلعہ کو ستانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ محاصرے کے اس قدر طول کھینچنے سے سمرقند میں قحط کی بلا نمودار ہوئی۔ اہل شہر بھوک کی آگ سے جلنے لگے اور غلے کا میسر آنا محال ہو گیا زمین میں دانے کا نام عنقا اور روغن اکسیر کی طرح نایاب ہو گیا۔ گھوڑوں کے لئے چارہ اور تازی پتیاں بھی میسر نہ آتی تھیں اور سپاہی سوکھی لکڑیوں پر رندہ کرتے تھے اور اسطرح جو تراشہ لکڑیوں کا بہم پہونچتا تھا اُس کو پانی میں بھگو کر نرم کرتے تھے اور بجائے گھاس اور چارے کے یہی تراشہ گھوڑوں کو کھلاتے تھے۔ دوران محاصرہ میں فردوس مکانی نے بارہا خراسان قندز۔ بقلان اور مغلستان کے حاکموں کے پاس نامے بھیجکر ان سے مدد طلب کی لیکن ان بندگان خدا نے ایک نہ سنی اب فردوس مکانی بھی بالکل لاچار ہو گئے۔ ۹۰۷ھ کے شروع میں ایک روز رات بعید تیرہ و تار تھی فردوس مکانی آدھی رات گئے جبکہ چاروں طرف ہو کا عالم تھا خواجہ ابوالمکارم اور دوسرے معزز مقربوں کے ساتھ جن کی تعداد سو سے زیادہ نہ تھی سمرقند سے نکلے اور اندجان بیچ میں چھوڑتے ہوئے تاشکند روانہ ہوئے۔ اس وقت جہانگیر میرزا بھی سلطان احمد تنبل سے جدا ہو کر بھائی سے آملا۔ فردوس مکانی تاشکند پہونچے سلطان محمود خاں بن یونس خاں نے اپنے بھانجے کی بڑی تعظیم کی اور پوری مہمان نوازی کی

خاطر داری کی۔ رخصت ہوتے وقت سلطان محمود نے اراتپہ فردوس مکانی کے سپرد کیا تاکہ جاڑے کا موسم وہیں بسر کریں۔ شروع موسم بہار میں شیبانی خاں نواح اراتپہ میں آیا اور اطراف و جوانب کو لوٹ کر واپس گیا۔ اس زمانے میں فردوس مکانی عسرت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر رہے تھے اراتپہ میں زیادہ قیام نہ کر سکے اور سلطان محمود بن یونس خاں کے پاس تاشکند واپس چلے گئے۔ اور ایک مدت تک تاشکند میں مقیم رہے آخر کار سلطان محمود خاں اور اس کا بھائی احمد خاں المشہور بہ الچہ خاں فردوس مکانی کی مدد کے لیئے روانہ ہوئے تاکہ فرغانہ کو سلطان احمد تنبل کے قبضے سے نکال کر اسے پھر فردوس مکانی کے حوالے کریں۔ سلطان احمد تنبل غائبانہ جہانگیر میرزا کو فرغانہ کا بادشاہ جانتا تھا۔ احمد تنبل نے آشتی اور نرمی سے فرغانہ سلطان محمود کے سپرد کرنے سے انکار کیا اور میدان جنگ میں صف آرا ہو کر مقابل ہوا۔ مغل سرداروں نے فردوس مکانی کا ساتھ دیا اور سلطان احمد تنبل کو اوش کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ فردوس مکانی نے اوش پر بھی قبضہ کر لیا۔ اورکند اور فرغنستان کے باشندوں نے اپنے حاکم کو شہر بدر کیا اور فردوس مکانی کے مطیع ہو گئے اوش اور فرغانہ پر قابض ہو کر فردوس مکانی نے اندجان کا رخ کیا۔ سلطان احمد تنبل نے یہ خبر سنی اور مغل سرداروں کا ویسا ہی خونخوار لشکر ہمراہ لے کر اندجان کی طرف بڑھا۔ راستے ہی میں دونوں سرداروں میں مڈبھیڑ ہوگئی فردوس مکانی کے سپاہی تاخت و تاراج میں مشغول تھے۔ سلطان احمد نے موقع پا کر لڑائی چھیڑ دی اور فردوس مکانی شکست کھا کر زخم خوردہ اوش روانہ ہوئے۔ سلطان احمد اطمینان کیساتھ اندجان میں داخل ہوا اور قلعے کے برج و بارہ کے مستحکم اور مضبوط کرنے میں مشغول ہوا سلطان احمد حفاظت قلعہ میں سرگرم ہی تھا کہ فردوس مکانی کے مغل سردار جو احمد تنبل کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے نواح اندجان میں پہونچکر وہیں مقیم ہوئے فردوس مکانی نے سرداروں کا حال سن کر اپنے کو بھی جلد سے جلد ان تک پہونچایا۔ چند دنوں کے بعد اخسی کے باشندوں نے فردوس مکانی کو اپنے شہر میں بلا کر اخسی کی حکومت بادشاہ کو سپرد کر دی اور مغل سرداروں نے نواح اندجان سے کوچ کر کے ایک مناسب اور محفوظ جگہ پر قیام اختیار کیا۔ اسی دوران میں شیبانی خاں نے ایک لشکر مواج ہمراہ لیکر

اخسی کا رُخ کیا۔ فردوس مکانی اپنے بھائی کے ہمراہ قلعے سے باہر نکلکر سرداروں سے آملے اور بادشاہ اور امیر اور لشکر ساتھ ملکر شیبانی خاں کے استیصال کے لیے آگے بڑھے۔ فردوس مکانی اور شیبانی خاں میں خونریز لڑائی ہوئی۔ اس معرکے میں فردوس مکانی کو شکست ہوئی اور سلطان محمود خاں بن یونس خاں اور اس کا بھائی احمد خاں دونوں دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ فردوس مکانی مغولستان روانہ ہو گئے اور تاشکند بھی شیبانی خاں کے قبضے میں آگیا اور اس کی عظمت اور استقلال انتہائی مرتبے کو پہونچ گئی۔ تھوڑے دنوں کے بعد شیبانی خاں کو سابقہ حقوق یاد آئے اور اُس نے سلطان محمود اور اس کے بھائی کو قید سے آزاد کر دیا۔ سلطان محمود اپنے وطن واپس گیا اور گھر پہونچکر مختلف اور متضاد امراض کا شکار رہا۔ ایک دن محمود کے نبض درباریوں نے اُس سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ شیبانی خاں نے تمھیں زہر دیا ہے اگر حکم ہو تو زہر کا مجرب تریاق جو کبھی خطا نہیں کرتا اور بالفعل موجود بھی ہے کھانے کے لیئے حاضر کیا جائے۔ اس فرمانروا نے یہ سنکر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا سچ ہے کہ شیبانی خاں نے مجھے زہر کا پیالہ پلایا ہے لیکن وہ زہر معمولی سم نہیں ہے جس کا علاج موجودہ تریاق سے ہو سکے میری جان لینے والا زہر یہ ہے کہ شیبانی خاں دیکھتے ہی دیکھتے اس عظیم الشان مرتبے کو پہونچ گیا کہ ہم دونوں بھائیوں کو گرفتار کر کے ہم پر یہ بار احسان رکھا کہ بلا کسی سیاست کے ہم کو قید سے آزادی بخشی اسی ننگ و عار کا سم قاتل میرے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا ہے اور اسی نے مجھے مختلف امراض کا شکار بنا رکھا ہے اگر اس زہر کا کوئی تریاق تم لا سکتے ہو تو لا دیں اُسے خوشی سے کھانے کو تیار ہوں فردوس مکانی مغلستان سے خصار اور شامان آئے اور یہاں سے مدینۃ الرجال یعنی شہر ترمذ کو روانہ ہوئے۔ امیر محمد باقر حاکم ترمذ جسے ازبکوں کے خوف سے راتوں کو چین سے سونا نصیب نہ ہوتا تھا فردوس مکانی کا پہونچنا باعث برکت سمجھا اور خلوص کے ساتھ حاضر ہو کر اُس نے بادشاہ کی خدمت میں ہدیئے اور تحفے پیش کیے۔ فردوس مکانی نے محمد باقر سے اپنے آیندہ عزم فتوحات کی بابت مشورہ کیا اور کہا کہ ابتک قسمت نے مجھے چوگان روزگار کے ہاتھ میں گوئے میدان بنا رکھا ہے

اور دشمنوں کے سوار و پیادوے و اسپ فرزین کی کشتوں سے شاہ شطرنج کی طرح خانہ بخانہ گشت کرتا اور ہوا کی طرح کوچہ بکوچہ پھرتا ہوا اپنی عزت بچا رہا ہوں لیکن اس تگ و دو کا نتیجہ سوا حیرانی اور پریشانی کے اور کچھ نہیں نکلتا جہاں تک سوچتا ہوں سوا گردش تقدیر کے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ میں تم سے مخلصانہ رائے طلب کرتا ہوں جو کچھ تمھاری سمجھ میں آئے مجھ سے دوستانہ بیان کرو تاکہ اُس پر عمل کروں شاید کہ تمھاری ہی رائے سے میرے دن پھریں اور کچھ دنوں مجھے آرام و آسائش نصیب ہو۔ امیر باقر نے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ چونکہ شیبانی خاں نے ممالک ماوراالنہر پر قبضہ کر کے فتنہ و فساد کی آگ روشن کردی ہے اور اسی آتش سوزاں کی چنگاریاں بادشاہ کے خرمن اطمینان پر شعلہ فشانیاں کررہی ہیں اس لیے مناسب ہے کہ اب ہم کسی دوسرے ملک میں زمانے سے لڑیں اور کابل کو فتح کر کے ازبکوں کی گرفت سے دور جاکر اپنی تقدیر آزمائی کریں۔ فردوس مکانی کو یہ رائے بہت پسند آئی اور ۹۱۰ھ میں کابل روانہ ہوئے۔

اثنائے سفر میں فردوس مکانی کا گزر خسرو شاہ کے مسکن پر ہوا خسرو شاہ اپنے سابقہ قصوروں کی تلافی اور تدارک کے لیے فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہوا فردوس مکانی نے خفیہ طور پر خسرو شاہ کے ملازموں کو جو سوار اور پیادے ملا کر قریب آٹھ ہزار کے تھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ خسرو شاہ کو اپنے نوکروں کے انحراف کی اطلاع ملی اور اُس نے جان کی سلامتی کو غنیمت جان کر اپنا تمام اسباب اور لوازمۂ شاہی گھر میں چھوڑا اور خود دو یا تین نوکروں کو ساتھ لے کر بھاگا اور بدیع الزماں کے دامن میں جاکر اُس نے پناہ لی۔ تین یا چار ہزار مغل گھرانے جو خسرو شاہ کے رفیق تھے فردوس مکانی کے حلقہ بگوش بنے خسرو شاہ کا سارا مال و اسباب یعنی تین یا چار اونٹ نقد و جنس اور بیش قیمت جواہرات اور نفیس تحفوں سے لدے ہوئے فردوس مکانی کے ہاتھ آئے جب خدا نے پھر لوازمۂ بادشاہی عطا کیا تو فردوس مکانی کابل میں داخل ہوئے ابوسعید میرزا کی وصیت کے مطابق یہ شہر الغ بیگ میرزا کے زیر حکومت تھا الغ بیگ نے ۹۰۷ھ میں وفات پائی اور ایک خرد سال لڑکا مسمی عبدالرزاق میرزا اپنی یادگار چھوڑا الغ بیگ کا نو عمر بیٹا باپ کا جانشین ہوا اور سلطنت کے

تمام کاروبار زکی نام ایک مغل سردار کی رائے سے انجام پانے لگے۔ دوسرے کابلی امیر زکی سے برگشتہ ہوگئے اور عین عید قرباں کے دن دشمنوں نے اس کے گلے پر تیز چھری پھیر دی۔ اس ہنگامے میں کابل کا نظام سلطنت بگڑ گیا اور ہر کام میں ابتری پڑ گئی۔ امیر ذوالنون کے چھوٹے بیٹے محمد مقیم حاکم گرم سیر[138] نے ہزارہ اور تگدری[139] کا ایک لشکر ہمراہ لے کر کابل پر حملہ کیا۔ عبدالرزاق میرزا محمد مقیم کے مقابلے میں میدان میں نہ ٹھہر سکا اور کابل کو چھوڑ کر نواح لمغان کے افغانوں کے پاس جا کر اس نے پناہ لی۔ محمد مقیم نے کابل پر قبضہ کر کے الغ بیگ میرزا کی لڑکی سے اپنا نکاح کر لیا۔ غرضکہ فردوس مکانی نے اپنے غیبی لشکر کے ساتھ کابل پر فوج کشی کی پہلے تو محمد مقیم قلعہ بند ہوا لیکن آخر کو مجبور ہو کر اس نے فردوس مکانی سے امان طلب کی اور قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا۔ فردوس مکانی نے کابل کی عنان حکومت ہاتھ میں لی اور اجڑے ہوئے شہر کو نئے سرے سے بسایا اور آباد کیا۔ ماہ محرم ۹۱۱ھ میں فردوس مکانی کی والدہ قتلق نگار خانم نے رحلت کی اور اسی سال کابل میں ایک دوسری آسمانی بلا نازل ہوئی اور ایک مہینے روزانہ زلزلہ آتا رہا اس ناگہانی مصیبت نے شہر کی اکثر عمارتوں کو مسمار کر دیا۔ بادشاہ نے منہدم مکانوں کی دوبارہ مرمت کرائی اور رعایا کو از سر نو آسودگی اور فارغ البالی میسر آئی۔ فردوس مکانی نے قلعۂ قلات پر جو قندھار کے ماتحت تھا جلد سے جلد دھاوا کر کے ارغون کے بہی خواہوں کے قبضے سے نکال کر اپنے زیر حکم کیا اور بدیع الزماں میرزا سے جو اولاد ارغون کی امداد کے لیے آیا تھا صلح کر کے کامیاب و بامراد کابل واپس آئے۔ اسی سن کے وسط میں فردوس مکانی نے قشلاقات[140] اور ہزارجات پر حملہ کیا اور وہاں کے سرکشوں کی قرار واقعی گوشمالی کر کے دارالخلافت کی طرف لوٹے۔ فردوس مکانی نے غزنی کی حکومت جہانگیر میرزا کے سپرد کر کے بھائی کو ادھر روانہ کیا لیکن تھوڑی ہی مدت کے بعد جہانگیر میرزا بادشاہ کے صدمۂ مفارقت کا بہانہ کر کے کابل واپس آیا۔ فردوس مکانی نے دشمنوں کی فتنہ انگیزی کے لحاظ سے جہانگیر میرزا کی اس بے اجازت واپسی پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ جہانگیر میرزا فردوس مکانی کی ناراضگی سے بدظن ہو کر کابل سے نکل گیا اور حوالی غزنی میں اویماقات[141] اور ہزاراجات کے درمیان میں زندگی کے دن بسر کرنے لگا۔

ماہ محرم سنہ ۹۱۲ھ میں فردوس مکانی نے خراسان کا ارادہ کیا۔ حسین میرزا نے
جو شیبانی خاں کی قوت سے ہراساں ہو کر گزشتہ غفلتوں پر نادم ہو رہا تھا قاصد بھیجکر
اپنے بیٹوں اور سارے کنبے کو بلایا۔ فردوس مکانی کو بھی چونکہ بدلہ لینا منظور تھا
بادشاہ نے بھی کابل سے کوچ کیا۔ اثنائے راہ میں فردوس مکانی کو خیال پیدا ہوا
کہ جہانگیر میرزا کی خبر بھی لیتے چلیں۔ فردوس مکانی نے راستے ہی سے باگ موڑ دی
احشام کے باشندوں نے انجام پر نظر کر کے جہانگیر میرزا کی کچھ پروانہ کی اور
فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گئے۔ جہانگیر میرزا
اس واقعے سے بیحد پریشان ہوا اور فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہ
کے ساتھ خراسان روانہ ہوا فردوس مکانی شہر غمروز پہونچے اور بادشاہ نے
سُنا کر سلطان حسین میرزا نے دنیا سے کوچ کیا۔ واقعات بابری میں فردوس مکانی
لکھتے ہیں کہ اس خبر کو سُن کر بھی میں نے خاندان حسین میرزا کی رعایت کو ہاتھ سے
جانے نہیں دیا اور خراسان کی طرف بڑھا۔ اگرچہ اس سفر رعایت میں میری خودغرضی
بھی شامل تھی اور اسی کے ساتھ حسین میرزا کے وارثوں کے ایلچی پے در پے میرے
پاس آتے اور مجھے خراسان آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ فردوس مکانی کو
خود بھی اوزبکوں سے معرکہ آرائی کرنے کا بیحد اشتیاق تھا۔ بادشاہ نے مرغاب[142] کی
طرف جو اوزبکوں کا اجتماعی مقام تھا توجہ کی اور آٹھویں جمادی الآخر کو لشکر گاہ کے
قریب پہونچ گئے۔ مظفر حسین میرزا اور ابو الحسن میرزا بدیع الزماں میرزا کا حکم پاتے ہی
فردوس مکانی کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے۔ فردوس مکانی ان دونوں
شاہزادوں کے ساتھ لشکر گاہ میں آئے اور بدیع الزماں سے ملے۔ چند روز ان میرزاؤں
شہزادوں نے اپنے فرمانروا مہمان کی خاطر و ضیافت میں عیش و عشرت میں بسر کئے
اور اُس کے بعد اوزبکوں سے معرکہ آرائی تھوڑے دنوں ملتوی کی اور جاڑے
کے شروع ہوتے ہی ہر شہزادہ قشلاق کا بہانہ کر کے اپنی اپنی چھاؤنی کو واپس گیا۔
فردوس مکانی بدیع الزماں کے ہمراہ ہرات آئے اور جاڑے کے بڑھتے ہی کابل
روانہ ہو گئے۔ چونکہ راستہ برف سے ڈھکا ہوا تھا اس سفر میں تکلیف اُٹھانی پڑی
اور بڑی محنت سے ساتھ فردوس مکانی ہزارہ آئے اور یہاں دشمنوں کی سرکوبی

کرتے ہوئے آگے بڑھے بادشاہ کو معلوم تھا کہ فردوس مکانی کی عدم موجودگی میں محمد حسین گورگانی اور سنجر برلاس اور دوسرے افغانی امیروں نے بادشاہ کے چچا اور خالہ زاد بھائی جان میرزا کو کابل کا بادشاہ تسلیم کر لیا ہے اور مملکت میں فتنہ و فساد برپا ہے۔ فردوس مکانی نے راستے ہی سے اپنی سلامتی اور واپسی کی خبر سے اہل کابل کو آگاہ کیا۔ کابل کے باشندوں سے کہدیا گیا تھا کہ سلطان حسین میرزا کی اولاد نے فردوس مکانی کو قلعہ اختیار الدین میں نظر بند کر دیا ہے۔ فردوس مکانی کا خط پاتے ہی شہر کے باشندے بیحد خوش ہوئے اور جو گروہ کہ ارگ کابل میں قلعہ بند تھا اس خبر سے تقویت پا کر قلعے کے باہر نکلا اور فردوس مکانی کے کابل پہونچتے ہی یہ حصار بند گروہ بادشاہ سے جا ملا۔ اس گروہ نے فردوس مکانی کے ہمراہ دشمنوں کے مقابلے میں خوب داد مردانگی دی اور ان کو شکست دے کر جان میرزا اور حسین گورگانی کو گرفتار کر لیا۔ فردوس مکانی نے ازراہ مروت ان دونوں کو آزاد کر دیا اور اجازت دی کہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ جان میرزا امیر ذوالنون کی اولاد کے پاس چلا گیا اور محمد حسین گورگانی نے فراہ اور سیستان کی راہ لی۔ اس واقعے کے بعد بھی فردوس مکانی کا سب سے چھوٹا بھائی ناصر میرزا حاکم بدخشاں شیبانی خاں سے شکست کھا کر کابل پہونچا اور چونکہ فردوس مکانی کا دوسرا بھائی جہانگیر میرزا خراسان سے لوٹتے وقت کثرت شراب کی وجہ سے اسہال دموی (خونی دست) کا شکار ہو چکا تھا بادشاہ نے ناصر میرزا کو بھائی کی جگہ مرحمت کی۔ ۹۱۳ھ میں فردوس مکانی افغانان ظلمی کے قبائل کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے اور اس قوم کی خاطر خواہ غارت گری کی لاکھ بکریاں اور دوسری متعدد چیزیں بابری سپاہیوں کے ہاتھ آئیں اور بادشاہ کابل واپس ہوا۔ اس زمانے میں ارغون کے امیر ازبکوں کے غلبے سے بیحد تنگ ہوئے اور انھوں نے فردوس مکانی سے خادمانہ التجا کی کہ اگر بادشاہ اُس کی مدد کے لئے اُن تک پہونچے تو ارغونی قندھار کی حکومت بھی کابل کے فرمانروا کے سپرد کریں گے فردوس مکانی نے اس درخواست کو قبول کیا اور امرائے ارغون کی مدد کے لئے روانہ ہوئے۔ فردوس مکانی قلات سے گزرے اور جان میرزا نے آکر بادشاہ کی دست بوسی کی۔ فردوس مکانی نے بھی جان میرزا پر نوازش فرمائی اور قدم آگے بڑھایا

تھوڑی دور چل کر بادشاہ نے محمد مقیم ارغون اور شاہ بیگ وغیرہ کو لکھا کہ میں تمہارا طلبیدہ یہاں آیا ہوں تمہیں بھی چاہیئے کہ خلوص کو ہاتھ سے نہ دو اور میری بارگاہ میں حاضر ہو۔ ارغونی امیر اپنی درخواست پر شرمندہ ہوئے اور پہلے تو قلعہ بند ہوگئے لیکن آخر کار میدان میں آئے اور قریۂ خنک کے نواح میں صف آرا ہوئے۔ قندھار کے قریب معرکہ آرائی ہوئی اور دونوں بھائی فردوس مکانی سے شکست کھا کر بھاگے چونکہ شکست کے بعد حصار بند ہونے کا پھر موقع نہ ملا اس لیئے شاہ بیگ [۱۴۴] یساول کی طرف اور محمد مقیم زمین داور کی طرف بھاگے۔ قندھار کا قلعہ فتح ہوا اور امیر ذوالنون کے خزانے اور جواہرات فردوس مکانی کے ہاتھ آئے۔ فردوس مکانی نے مال غنیمت امیروں کو تقسیم کیا اور قندھار اور زمین داور کی حکومت ناصر میرزا کے سپرد کر کے خود مظفر و منصور کابل واپس آئے۔ محمد مقیم زمین داور سے شیبانی خاں کے قیام گاہ داوری میں پہونچا شیبانی خاں نے محمد مقیم کے اغوا سے قندھار پر دھاوا کیا۔ ناصر میرزا قلعہ بند ہوا اور فردوس مکانی کو تمام حالات لکھ کر روانہ کیئے۔ فردوس مکانی نے جواب میں لکھا کہ حتی المقدور قلعے کی حفاظت کی جائے اور حصار دشمن کی زد سے بچایا جائے اور اگر کسی طرح بھی قابو نہ چلے تو مناسب شرائط پر صلح کر کے ناصر میرزا کابل واپس آئے تاکہ اپنی تمام اجتماعی قوت ممالک ہندوستان کے فتح کرنے میں صرف کیجائے۔ چونکہ شیبانی خاں کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا اور فردوس مکانی کو اُس سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی بادشاہ نے اپنے امیروں سے مشورہ کیا کہ شیبانی خاں کے دغدغے سے کسطرح اپنے کو محفوظ رکھا جائے ظاہرا اس حفاظت کی یہی صورت معلوم ہوتی ہے کہ یا تو بدخشان فتح کر کے وہاں اپنا نشیمن بنائیں اور یا ممالک ہندوستان کی تسخیر کے بعد سر زمین ہند کو ملجا اور مامن قرار دیں اس لیئے کہ اب کابل میں چین سے بیٹھنا بعید دشوار ہے۔ امرا کے ایک گروہ نے بدخشاں کا انتخاب کیا اور دوسری جماعت نے ہندوستان کو پسند کیا۔ فردوس مکانی نے بھی دلدادگان ہند کی رائے سے اتفاق کیا اور ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں بعض وجوہات ایسے مانع آئے کہ فردوس مکانی نے تومان [۱۴۵] سنگھار میں قیام کیا اور بے سروسامانی کی وجہ سے

تھوڑے دنوں اور ہندوستان کی مہم التوا میں پڑ گئی فردوس مکانی پھر کابل واپس آئے اور ناصر میرزا بھی قندھار کا قلعہ دشمنوں کو سونپ کر بھاگی سے آملا۔ شیبانی خان نے قندھار کا قلعہ فتح کر کے حصار ارک کا محاصرہ کیا لیکن بعض اخبارات ایسے اُس کے کانوں تک پہونچے کہ عبداللہ سلطان اور امیر ذوالنون کی اولاد کو محاصرے میں چھوڑ کر خود خراسان واپس ہوا۔ اسی درمیان میں قندھار کا قلعہ پھر ارغونیوں کے قبضے میں آگیا اور عبداللہ سلطان اپنے ملک کو لوٹ گیا اور کابل کے باشندے پھر رات کو چین سے اپنے بستر پر سونے لگے۔ اسی سال شب سہ شنبہ چہارم ذیقعدہ ۹۱۳ھ کو ارک کابل کے قلعے میں شاہزادہ ہمایوں پیدا ہوا شاہ فیروز بخت شد تاریخ۔ سنہ ولادت کا تاریخی مصرعہ ہے۔ ۹۱۴ھ میں فردوس مکانی نے مہندی افغانوں پر حملہ کیا اس زمانے میں بہت سے مغل سرداروں نے خسروشاہ کی طرف سے مطمئن ہو کر عبدالرزاق میرزا بن سلطان الغ بیگ میرزا کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا اور تقریباً تین یا چار ہزار کا مجمع عبدالرزاق کے گرد جمع ہو گیا اور ملک میں ایک دوسرا فتنہ رونما ہوا۔ فردوس مکانی کے پاس پانچ سو سے زیادہ کی جمعیت نہ رہی عبدالرزاق میرزا کے بہی خواہ کابل روانہ ہوئے فردوس مکانی نے اس پریشانی میں استقلال کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اور جلد سے جلد کابل پہونچکر مخالفوں کے مقابلے میں صف آرا ہو گئے۔ اس معرکے میں فردوس مکانی نے وہ جوہر شجاعت دکھائے کہ لوگ افراسیاب و اسفندیار کی داستانیں بھول گئے اس لڑائی میں بادشاہ نے اپنے دست و بازو سے وہ کام لیا کہ بہادران روزگار کے اوسان خطا ہو گئے اور علی شب کور۔ علی سیستانی۔ نظر بہادر اوزبک یعقوب تیز جنگ اور اوزبک بہادر جیسے دشمنوں کے پانچ نامی سرداروں کو یکے بعد دیگرے تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ ان سرداروں کے مارے جانے سے حریف کے لشکر میں ہلچل مچگئی اور میرزا عبدالرزاق فردوس مکانی کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ بادشاہ نے اس وقت تو عبدالرزاق مرزا کی جان بخشی کی لیکن جب اس پر بھی اُس نے فساد کی آگ پھر گرم کی تو قتل کیا گیا جس کا تفصیلی بیان آگے آئے گا جب خسروشاہ کی سلطنت بھی اوزبکوں کے قبضے میں آگئی تو اہل بدخشاں نے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کی اور ہر گوشے میں ایک نیا سردار پیدا ہو گیا۔ ان خود ساختہ سرداروں میں

زبیر نامی ایک شخص جس کو راعی کے لقب سے یاد کرتے تھے سب سے زیادہ قوی ہوا۔ جان میرزا نے اپنی بڑی ماں شاہ بیگم کے اتفاق رائے سے سلطنت کا سودا خریدا اور بدخشاں کی طمع میں بادشاہ سے رخصت ہو کر روانہ ہوا۔ جان میرزا کی ماں قدیم شاہان بدخشاں کی نسل سے تھی یہ بیگم حوالی بدخشاں میں پہونچی اور اس نے پیشتر اپنے بیٹے جان میرزا کو زبیر راعی کے پاس بھیجا اور خود بیٹے کے پیچھے بدخشاں روانہ ہوئی راستے میں میرزا ابابکر کاشغری کا لشکر آرہا تھا۔ کاشغری سپاہیوں نے شاہ بیگم کو گرفتار کرکے اُسے ابابکر میرزا کے پاس بھیجدیا۔ جان میرزا زبیر راعی کے پاس پہونچا زبیر راعی نے ایک شخص کو جان میرزا کے پاس رہنے دیا اور شاہزادے کو مثل قیدیوں کے اپنی حراست میں رکھا جان میرزا کے قدیم نوکر مسمی یوسف علی کوکلتاش نے سترہ آدمیوں کو ہموار کیا اور ایک رات راعی پر حملہ کرکے اسے قتل کیا اور جان میرزا کو بدخشاں کا فرمانروا تسلیم کرلیا۔ واقعات بابری میں مرقوم ہے کہ شاہ بیگم کے آباواجداد یعنی قدیم شاہان بدخشاں اپنے کو سکندر فیلقوس کی نسل سے بتاتے ہیں۔

۹۱۶ھ میں شیبانی خاں کی وسعت سلطنت اتنی بڑھی کہ اس کے قلمرو اور شاہ اسمٰعیل صفوی بادشاہ ایران کی مملکت کے ڈانڈے مل گئے۔ اوزبکی سپاہی قزلباشیوں کے مزاحم ہونے لگے۔ شاہ ایران نے شیبانی خاں کو لکھا کہ سرزمین عراق کی غارت گری سے باز آئے اور خط میں یہ شعر بھی درج کیا۔

نہال دوستی بنشاں کہ کام دل ببار آرد ٭ درخت دشمنی برکن کہ رنج بے شمار آرد

شیبانی خاں نے شاہ کو جواب میں لکھا کہ حکمرانی کا دعوے کرنا اور فرمانرواؤں کا مدمقابل ہو کر اُن سے نامہ و پیام جاری کرنا اس شخص کو زیب دیتا ہے جس کے آباواجداد نے حکومت کے ڈنکے بجائے ہوں اق قوینلو قبیلے کے ترکمانیوں سے قرابت کرکے سلطنت کا دعوی باطل کرنا ہرگز سزاوار نہیں ہے تمہارے کوس حکومت کی آواز تو اس وقت چار دانگ عالم میں گونج سکتی تھی جب مجھ سا مدعی سلطنت اور وارث جہاں کشائی تمہارے سر پر موجود نہ ہوتا۔ شیبانی خاں نے خط کے ساتھ عصائے فقیری اور کاسۂ گدائی بھی شاہ اسمٰعیل کی خدمت میں تحفے کے طور پر روانہ کیئے اور کہلا بھیجا کہ تمہارے باپ کی میراث اور تمہارا کام یہ ہے۔ اگر اپنی حد کے باہر قدم رکھو گے تو

سر کو تن سے جدا اور تن کو خاک و خون میں غلطاں دیکھو گے۔

عروس ملک کسے در کنار گیرد چست ٭ کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند

شاہ اسمٰعیل نے اس خط کے جواب میں شیبانی خاں کو لکھا کہ اگر سلطنت میراث ہی سے پہونچتی تو پیش دادیوں سے کیانیوں تک اور کیانیوں سے گھر گھومتی ہوئی چنگیز تک نہ پہونچتی اور خود تیرے گھر میں بھی نہ آتی میرا وظیفہ بھی وہی شعر ہے جو تو نے اپنے نامے میں لکھا ہے کہ۔

عروس ملک کسے در کنار گیرد چست ٭ کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند

میں تیری سرکوبی کے لئے آتا ہوں اگر تجھے ہمت ہوئی اور میرے مقابلے میں میدان میں آیا تو تیری بقیہ باتوں کا جواب تلوار سے دونگا۔ میں بھی تیرے لئے چرخہ اور سوت بھیجتا ہوں ان چیزوں کو قبول کر اور جو تیرا کام ہے اسی میں زندگی کے دن بسر کر

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات ٭ با آل نبیؐ ہر کہ در افتاد بر افتاد

شیبانی خاں کو نامے کا جواب دیکر شاہ اسمٰعیل صفوی خود بھی روانہ ہوا اپنی سرحد کے باہر قدم رکھتے ہی شاہ نے اوزبکی حاکموں کو خراسان سے باہر نکالنا شروع کیا شاہ اسمٰعیل نے اس اخراج کے سلسلے کو مرو تک برابر جاری رکھا شیبانی خاں نے اس وقت لڑنا مناسب نہ سمجھا اور مرو کے قلعے میں حصار بند ہو گیا لیکن جب شاہ اسمٰعیل کا تہدید آمیز خط پہونچا تو شیبانی خاں شرمندۂ خلائق ہو کر مجبوراً قلعے سے باہر آیا اور شاہ اسمٰعیل کے سامنے صف آرا ہوا۔ اس معرکہ میں شیبانی خاں کو شکست ہوئی اور میدان جنگ سے بھاگتے وقت پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ جو سب کے سب امیر زادے اور فرمانروا تھے ایک ایسی چار دیواری کے اندر گیا جہاں سے نکل جانے کا راستہ نہ تھا۔ قزلباشوں نے یہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور چار دیواری میں داخل ہو کر شیبانی کو مع تمام اس کے ہمراہیوں کے تہ تیغ کیا۔ جان میرزا نے ان واقعات کی فردوس مکانی کو بدخشان میں اطلاع دی اور خود قندز روانہ ہو گیا۔ جان میرزا کے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور جلد سے جلد پہونچکر فرغانہ وغیرہ ممالک موروثی پر قبضہ کر لو۔ ۱۷؍شعبان ۹۱۶ھ میں فردوس مکانی جلد سے جلد خضار روانہ ہوئے اور جان میرزا کے ساتھ دریا کو عبور کر کے حوالی خصار میں پہونچے

اوزبکوں نے خضار کو بہت مضبوط اور مستحکم کر رکھا تھا اور فردوس مکانی نے بلا پس و پیش سے قدم آگے بڑھا دیا اور قندز میں داخل ہوئے قندز میں فردوس مکانی کی بہن خانزادہ بیگم جو سمرقند کے محاصرے میں شیبانی خاں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر اُس کے نکاح میں آگئی تھی بھائی کے پاس پہونچ گئی شاہ اسمٰعیل نے اس بیگم کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ مرو سے قندز بھجوا دیا۔ فردوس مکانی نے جان میرزا کو بیش قیمت تحفوں کے ساتھ شاہ اسمٰعیل کی خدمت میں برات بھیجا اور بادشاہ سے مدد طلب کی اور خود پھر خضار واپس آئے۔ چونکہ اس زمانے میں سلاطین اوزبک کا تخشب میں جو اب قرشی کے نام سے مشہور ہے زبردست مجمع تھا فردوس مکانی نے ان سے لڑنے میں فائدہ نہ دیکھا اور درمیانی ممالک میں داخل ہوئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب لشکر اچھا خاصا جمع ہو گیا تو اوزبکوں سے مقابلہ کر کے اُن پر غالب آئے۔ اوزبکوں کو شکست دیکر فردوس مکانی نے حمزہ سلطان اور مہدی سلطان کو جو لڑائی میں قید ہوئے تھے یاسا بھجوایا اور جان میرزا پر جس نے اوزبکوں کی اس لڑائی میں جاں نثاری کی تھی بیحد نوازش فرمائی۔ اسی درمیان میں احمد سلطان۔ صوفی علی۔ علی قلی خاں۔ اور شاہ رُخ خاں افشار شاہ اسمٰعیل صفوی کے فرستادہ فردوس مکانی کی مدد کو پہونچے۔ ان سرداروں کے پہونچنے سے خضار قندز اور بقلان فتح ہوئے اور فردوس مکانی کے پاس ساٹھ ہزار کی اچھی خاصی جمعیت ہو گئی فردوس مکانی نے بخارا پر دھاوا کیا اور عبداللہ خاں اور جانی بیگ سلطان جیسے نامی اوزبکی سرداروں کو شہر سے باہر نکال کر بخارا پر بھی قابض ہو گئے۔ بادشاہ وسط رجب میں بخارا سے سمرقند آیا اور تیسری مرتبہ پھر سمرقند میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔ فردوس مکانی نے سمرقند میں تھوڑا سا قیام کیا اور ناصر میرزا کو کابل کی حکومت سپرد کر کے شاہ اسمٰعیل کے لشکر کو بیحد اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ بادشاہ نے آٹھ مہینے کامل سمرقند میں بسر کئے۔ خزاں کا زمانہ ختم ہوا اور موسم بہار کی گل کاریاں نمودار ہوئیں اوزبکوں کا جو لشکر ترکستان گیا ہوا تھا وہ پھر تر و تازہ ہو کر مقابلے کے لئے سامنے آیا اور شیبانی خاں کا قائم مقام امیر تیمور خاں عبیداللہ خاں اور جانی بیگ سلطان کو ساتھ لے کر بخارا کی طرف بڑھا۔ فردوس مکانی نے ان

سرداروں کا تعاقب کیا اور خود بھی جلد سے جلد بخارا روانہ ہوئے۔ نواح بخارا میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور فردوس مکانی شکست کھا کر بخارا کے شہر میں داخل ہو گئے لیکن اوزبکوں کے انتہائی تعصب نے بادشاہ کے پیر جمنے نہ دیئے اور بخارا سے سمرقند اور سمرقند سے خصار و شادماں میں آکر دم لینا پڑا۔ اسی واقعے کے قریب ہی قریب قزلباشوں کا سردار نجم الثانی اصفہانی بلخ کو فتح کرنے کے لئے آیا ہوا نواح شہر میں مقیم تھا۔ فردوس مکانی نے اس سردار سے ملاقات کی اور پھر موروثی ملکوں پر قبضہ کرنے کی آرزو دل میں پیدا ہوئی۔ نجم الثانی نے تھوڑی ہی توجہ میں قراش کا قلعہ اوزبکوں سے لے لیا اور قتل عام کا حکم جاری کیا ان مقتولوں کی تعداد پندرہ ہزار تک پہونچ گئی جن میں مولانا بنائی شاعر بھی شامل تھے۔ اس فتح کے بعد نجم الثانی موجھوں پر تاؤ دیتا ہوا بادشاہ کے ساتھ غجدوان پہونچا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اوزبکوں کی تمام فوج بخارا سے غجدوان آئی اور اصفہانی کے مقابلے میں صف آرا ہوئی نجم الثانی اور اس کے بہت سے قزلباش تہ تیغ کیے گئے اور فردوس مکانی اپنے لشکر کے ہمراہ خصار و شادماں واپس آئے۔ مغل امیر جو فردوس مکانی کے ہمراہ تھے انھوں نے بیوفائی کی اور ایک رات فردوس مکانی پر حملہ آور ہوئے۔ بادشاہ ننگے بدن پا برہنہ خیمے سے باہر نکل آیا فردوس مکانی نے دور اندیشی سے کام لیا اور دشمنوں کی تلاش کو نظر انداز کر کے حصار میں داخل ہو گئے۔ ان باغیوں نے لشکرگاہ کی تمام چیزوں کو لوٹ لیا اور ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ اس واقعے کے بعد فردوس مکانی نے اس نواح میں ٹھیرنا مناسب نہ سمجھا اور کابل چلے آئے۔ بادشاہ نے ناصر میرزا کو غزنی کی حکومت سپرد کی اور خود ۹۲۴ھ میں سواد دیجور کا جو یوسف زئی افغانیوں کا ملجا و مسکن تھا رخ کیا۔ ان افغانوں نے اطاعت سے انکار کیا اور فردوس مکانی نے سرکشوں کو تہ تیغ کر کے ان کے زن و فرزند کو اسیر کیا اور وہاں کی حکومت خواجۂ کلاں کو سپرد کر کے خود کابل واپس آئے اس عرصے میں سلطان سکندر لودی فوت ہو چکا تھا اور اس کا بیٹا ابراہیم لودی باپ کا جانشین ہو کر ہندوستان پر فرمانروائی کر رہا تھا۔ لودی کے افغان امیر جو بڑے صاحب اقتدار اور قوی ہو گئے تھے بادشاہ کے ساتھ نفاق برتتے تھے اور جیسا کہ چاہیئے بادشاہ کی اطاعت نہ کرتے تھے۔ ان افغانوں کے نفاق

اور غرور سے سلطنت کے کاموں میں ابتری پڑی ہوئی تھی۔ فردوس مکانی نے ان حالات کی خبر پاتے ہی اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ہندوستان کی تسخیر کا مصمم ارادہ کرلیا۔ بادشاہ کو پہلے چار حملوں میں ناکامی ہوئی لیکن پانچویں حملے میں اپنے مقصود میں کامیاب ہوکر دارالملک دہلی کے شہنشاہ کہلائے۔

(۱) ۹۲۵ھ میں فردوس مکانی نے دریائے سندھ کے کنارے تک جو آج کل تہلاب کے نام سے مشہور ہے فاتحانہ سیر کی اور ان اطراف کے جن باشندوں نے اطاعت سے انکار کیا اُن کو قتل اور قید کی مناسب سزائیں دیکر دریائے سندھ کو عبور کیا اور پنجاب کے ایک مشہور پرگنہ بھیرہ تک اپنی فاتحانہ تسخیر کا سلسلہ جاری رکھا چونکہ یہ حدود اکثر آل تیمور کے زیر حکم رہ چکے تھے لہٰذا ان ممالک کو زیر نگین کرنے میں زیادہ وقت نہیں اُٹھانی پڑی اور یہاں کی رعایا نے خوشی سے اطاعت قبول کرلی اور تاخت و تاراج کی مصیبت سے محفوظ رہی فردوس مکانی نے اس فتح سے بھی اچھا فائدہ اُٹھایا اور چار لاکھ شاہرخی[۱۴۹] خزانے میں جمع کیں اور ایک ایلچی مسمی مولانا مرشد کو ابراہیم لودی کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ چونکہ یہ مقبوضہ ممالک اکثر صاحبقران گورگانی کی اولاد یا اُس کے دولتخواہوں کے قبضے میں رہے ہیں اس لیئے بہتر ہے کہ ابراہیم لودی پرگنہ بھیرہ کو مع اس کے ملحقات کے فردوس مکانی کے سپرد کردے تاکہ شہنشاہ دہلی کے دوسرے مقبوضات کچھ دنوں کے لیئے فاتحانہ حملے سے محفوظ رہیں۔ ان فتوحات کے اثناء میں فردوس مکانی کے گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر پہونچی بادشاہ نے اپنے ہندوستانی حملے کی رعایت سے بیٹے کا ہندال میرزا نام رکھا اور مفتوحہ حصے کی حکومت حسین بیگ انکہ[۱۵۰] کے سپرد کرکے خود کھکروں کی آبادی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہاتی کھکر نے پرہالہ[۱۵۱] میں قلعہ بند ہوکر لڑائی شروع کی اور سورج ڈھلنے کے قریب قلعے سے نکل کر ایک ایسے مقام پر صف آرا ہوا کہ اُس مقام سے ایک سوار سے زیادہ گزرنے کا راستہ نہ تھا ہاتی نے فردوس مکانی کے ایک سردار دوست بیگ سے شکست کھائی اور چونکہ شکست کے بعد اُسے قلعے میں جانے کا پھر موقع نہ ملا ہاتی کھکر کوہستان میں جا چھپا قلعے کا خزانہ اور دفینہ فردوس مکانی کے قبضے میں آیا اور بادشاہ نے سندھ اور بھیرہ کے درمیانی حصۂ ملک کی حکومت

محمد علی خنگ کے سپرد کی اور خود کابل واپس آئے۔
(۲) ۹۲۵ھ کے آخری حصے میں فردوس مکانی نے لاہور کی تسخیر کا ارادہ کیا کابل سے روانہ ہونے کے بعد راستے میں یوسف زئی قبیلے کی تنبیہ ضروری سمجھی گئی اور فردوس مکانی نے اس قبیلے کو تاخت و تاراج کر کے ان کی زراعت کو تباہ و برباد کیا۔ بادشاہ آگے بڑھا اور پشاور پہونچکر اور قلعے کی تعمیر کر کے چاہتا تھا کہ آگے بڑھے اور دریائے سندھ کو عبور کر کے لاہور پر حملہ آور ہو کہ ناگاہ خبر پہونچی کہ سلطان سعید کاشغر بدخشاں کی تسخیر کے لیئے آرہا ہے۔ فردوس مکانی نے فتح لاہور کا ارادہ ملتوی کیا اور میرزا محمد سلطان بن سلطان اویس بالقرا ای بن منصور بن عمر شیخ بن امیر تیمور گورگانی کو چار ہزار سواروں کی جمعیت سے لاہور روانہ کیا اور خود کابل واپس چلے۔ اثنائے راہ میں معلوم ہوا کہ سلطان سعید اپنے وطن واپس گیا۔ فردوس مکانی نے اطمینان کے ساتھ خضر خیل افغانیوں پر جنھوں نے راہ زنی کو اپنا پیشہ اختیار کر رکھا تھا حملہ کر کے کثیر جماعت کو تہ تیغ کیا اور بیشمار غنیمت حاصل کر کے کابل پہونچے۔
(۳) ۹۲۶ھ میں فردوس مکانی نے پھر ہندوستان کا غازیانہ سفر کیا۔ اس سفر میں بادشاہ ہر منزل پر سرکش افغانوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر سزا دیتا تھا۔ بابری لشکر باغیوں کو تباہ کرتا ہوا سیالکوٹ پہونچا۔ اہل سیالکوٹ نے بادشاہ سے عاجزانہ امان طلب کی اور اس طرح اپنی جان و مال اور اپنے ناموس کو محفوظ رکھا۔ بابری لشکر پرگنہ سید پور پہونچا۔ یہاں کے باشندوں نے اپنی شامت اعمال سے شاہی لشکر کا مقابلہ کیا اور چغتائی تلوار کی خون آشامی سے ان ناعاقبت اندیشوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اور تیس ہزار غلام اور لونڈی اس قبیلے سے گرفتار ہو کر فردوس مکانی کے لشکر میں داخل کیئے گئے اور بیشمار مال غنیمت ہاتھ آیا سید پور کے غیر مسلموں کا چودھری جو افغانی امیروں کا ہم آواز بنکر فردوس مکانی کی اطاعت سے انکار کرتا تھا گرفتار ہوا اور شاہی تیغ سیاست کے نذر کیا گیا۔ فردوس مکانی ان واقعات کے بعد دارالخلافت واپس آئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد فردوس مکانی نے قندھار کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اثنائے محاصرہ میں میرزا خاں کی

وفات کی خبر پہونچی اور فردوس مکانی نے شہزادہ ہمایوں کو بدخشاں کی حکومت سپرد کی اور تمام ولایت گرم سیر پر اپنا قبضہ کیا، اس زمانے میں خراسان کی حکومت شہزادۂ طہماسپ سے متعلق تھی اور امیر خاں شہزادے کا اتالیق تھا۔ شاہ بیگ ارغون نے فردوس مکانی کے مقابلے میں شہزادۂ طہماسپ کی اطاعت کا اظہار کیا امیر خاں نے شاہ بیگ کی امداد قرین مصلحت سمجھکر فردوس مکانی سے ترک محاصرہ کی درخواست کی۔ فردوس مکانی نے امیر خاں کی التجا قبول نہ کی اور تین سال برابر محاصرے کا سلسلہ جاری رکھا شاہ بیگ عاجز ہو کر قلعے سے بھاگا اور سندھ کے مضافات شہر بکھر میں پناہ گزیں ہوا۔ قندھار بھی ۹۲۸ھ میں مع مضافات کے حکومت بابری میں شامل ہوگیا اور شہزادۂ کامراں میرزا وہاں کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اس اثناء میں دولت خاں لودی سلطان ابراہیم لودی سے اور زیادہ منحرف ہوا اور اپنے چند معتمد بہی خواہوں کو فردوس مکانی کی خدمت میں روانہ کر کے بادشاہ سے مملکت ہندوستان پر دھاوا کرنے کی درخواست کی اور پر زور الفاظ میں اپنے کو بابری حلقۂ امرا کا مخلص اور اطاعت گزار امیر ظاہر کیا۔

(۴) ۹۳۰ھ میں فردوس مکانی نے چوتھی مرتبہ ہندوستان کا سفر کیا۔ اور دارالخلافت سے روانہ ہو کر کھکروں کے ملک سے ہوتے ہوئے لاہور سے چھ کوس کے فاصلے پر خیمہ زن ہوئے۔ بیانر خاں۔ مبارک خاں لودی اور بھکن خاں لوحانی نے جو پنجاب کے نامی امیر تھے فردوس مکانی کی مخالفت میں ایسی سخت دارو گیر کی کہ پنجاب کی سرزمین کو میدان قیامت کا نمونہ بنا دیا۔ یہ امیر حشر انگیز لشکر لے کر فردوس مکانی کی طرف بڑھے اور مقابلے میں آکر صف آرا ہوئے ایک سخت خونریز لڑائی کے بعد امیران پنجاب نے شکست کھائی اور میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ فردوس مکانی کامیاب و بامراد شہر لاہور میں داخل ہوئے چنگیز خانی رسم کے موافق شگون نیک لینے کے لئے شہر میں آگ لگائی گئی اور فردوس مکانی نے تین یا چار روز کے بعد قلعۂ دیبالپور کی راہ لی۔ بادشاہ نے یہ قلعہ بھی فتح کیا اور قلعے کے باشندے تہ تیغ کئے گئے۔ دولت خاں لودی جو سلطان ابراہیم لودی سے بغاوت کر کے بلوچیوں کے دامن میں پناہ گزیں تھا اپنے بیٹوں علی خاں۔ غازی خاں اور

دلاور خاں کے ہمراہ فردوس مکانی کے حضور میں حاضر ہوا۔ دولت خاں جالندھر اور سلطان پور وغیرہ مختلف پرگنوں کا صوبہ دار ہو کر فردوس مکانی کے حلقہ امرا میں داخل ہوا۔ میں نے دکن کے معتبر اور بوڑھے آدمیوں سے سنا ہے کہ دولت خاں مذکور اسی دوست خاں لودی کی نسل سے تھا جس نے ۸۱۶ھ میں چند روز دہلی کی شہنشاہی کا ڈنکہ بجایا تھا۔ مختصر یہ کہ دولت خاں نے فردوس مکانی سے عرض کیا کہ اسمٰعیل جلوانی اور بن جلوانی دوسرے جلوانی افغانوں کے ساتھ مل کر تھارہ میں جمع اور لڑنے کے لیئے تیار ہیں اگر تھوڑی فوج وہاں بھیجکر ان مفسدوں کی سرکوبی کر دی جائے تو مناسب ہو گا۔ فردوس مکانی نے اس رائے کو پسند کیا اور لشکر روانہ کرنے کا حکم دیا۔ اس مہم پر فوج روانہ ہونے ہی کو تھی کہ ایک دن دولت خاں کے چھوٹے بیٹے دلاور خاں نے راستی کے ساتھ فردوس مکانی سے عرض کیا کہ اس کا باپ اور اس کا بھائی دونوں مل کر مکر کا جال بچھا رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسطرح لشکر کو فردوس مکانی سے دور کر کے پوری دغا بازی سے کام لیں۔ فردوس مکانی نے اس بات کی تحقیقات کی اور دلاور خاں کو سچا پا کر دولت خاں اور غازی خاں دونوں کو نظر بند کر لیا۔ فردوس مکانی نے دریائے ستلج کو عبور کر کے نوشہرہ میں قیام کیا اور چند روز کے بعد دونوں قیدیوں کی خطا معاف کر کے سلطان پور جو لودی خاں کا آباد کیا ہوا قصبہ اور اس کا مسکن بھا مع اُس کے مضافات کے دوست خاں کی جاگیر میں مرحمت کیا۔ اس طرح دونوں باپ بیٹے رہا ہو کر سلطان پور پہونچے اور اپنے اہل و عیال کو لے کر کوہ لاہور کے دامن میں قیام پذیر ہوئے۔ فردوس مکانی نے دلاور خاں کو خان خاناں کا خطاب دیکر دولت خاں اور غازی خاں دونوں باپ بیٹوں کی جاگیر دلاور خاں کو مرحمت کی دوست خاں کی اس فتنہ انگیزی سے فردوس مکانی آگے نہ بڑھ سکے اور سرہند سے لاہور واپس آئے۔ فردوس مکانی نے عبدالعزیز میر آخور کو لاہور کا داروغہ مقرر کیا اور سیالکوٹ خسرو کوکل تاش کو اور دیبالپور بابا قشقہ مغل اور سلطان علاءالدین لودی کو جو حال ہی میں فردوس مکانی کی خدمت میں باریاب ہوا تھا سپرد کیا۔ اس کے علاوہ کلانور کی حکومت محمد علی خنگ خنگ کو مرحمت کر کے کابل واپس آئے۔

فردوس مکانی کے عدم موجودگی میں دولت خاں اور غازی خاں نے ہزاروں
حیلوں اور بہانوں سے دلاور خاں کو قید کر کے دیپالپور پر لشکر کشی کی اور علاء الدین لودی
اور باباقشقہ مغل سے فیروزپور کے میدان میں صف آرا ہو کر بابری امیروں کو شکست
دی اور دیپالپور پر قابض ہو گئے۔ سلطان علاء الدین لودی نے کابل میں اور باباقشقہ
مغل نے لاہور میں پناہ لی۔ دولت خاں نے پانچ ہزار افغانی سوار سیالکوٹ پر
قبضہ کرنے کے لیئے مقرر کیئے۔ عبدالعزیز امیر آخور اور دوسرے لاہوری امیروں کو
اس کی اطلاع ہو گئی یہ لوگ خسرو کوکل تاش کی مدد کے لیئے سیالکوٹ روانہ ہوئے۔
بابری امیروں نے دولت خاں کو شکست دی اور کامیاب اور فتح مند لاہور
واپس آئے اسی اثناء میں سلطان ابراہیم لودی کی فوج جو دولت خاں
اور غازی خاں کی سرکوبی کے لیئے نامزد کی گئی تھی ان کے سر پر آپہونچی اور حوالی سرہند
میں خیمہ زن ہوئی دولت خاں کو اب مغل امیروں سے دست و گریباں ہونے کا
موقع نہ مل سکا اور جلد سے جلد لودی سپاہ کے مقابلے کے لیئے روانہ ہوا۔ لودی خاں نے
ابراہیم کی فوج کے سامنے بچواڑے [۱۵۲۴ع] میں اپنے ڈیرے ڈالے اور اپنی سیاسی تدبیروں
سے شاہی لشکر کے افسر اعلی کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ افسران فوج کو اس سازش کی
خبر ہو گئی اور سارا لشکر آدھی رات کو کوچ کر کے دہلی روانہ ہوا اور بادشاہ کی خدمت
میں پہونچ کر امیروں نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ اس واقعے کے ساتھ ہی ساتھ
سلطان علاء الدین لودی جو کابل میں پناہ گزیں تھا امرائے مغل کے نام ایک فرمان
اس مضمون کا لے کر لاہور آیا کہ بابری فوج علاء الدین کی معیت میں دہلی جائے
اور ابراہیم لودی کے مقابلے میں صف آرا ہو کر دہلی کو فتح کرے اور شہر علاء الدین کے
سپرد کر دے دولت خاں اور غازی خاں نے بھی فرمان کا مضمون سنا اور اس حکم کی
تہ کو پہونچ کر انھوں نے قاصد فردوس مکانی کے امیروں کے پاس بھیجا اور کہا کہ
علاء الدین لودی ہمارا شہزادہ ہے اور ہماری کوششوں کا یہی منشا ہے کہ علاء الدین
افغانوں پر حکمرانی کرے ہماری التجا ہے کہ ہمارے شہزادے کو ہماری حفاظت میں
دیدیا جائے۔ تاکہ ہم اُسے دہلی کے تخت سلطنت پر بٹھائیں ہم اقرار کرتے ہیں
کہ اس ملک سے لے کر سرہند تک تمام شہر ہم خوشی سے فردوس مکانی کے

زیر حکومت چھوڑ دیں گے۔ چونکہ اس عہد پر دولت خاں اور غازی خاں نے شدید قسمیں کھائی تھیں اور ایک دستاویز اسی مضمون کی لکھکر قاضیوں اور اعیان شہر کی گواہی اس پر ثبت کرا کے قاصد کے ہمراہ بھیجدی تھی اس لیئے لاہور کے امیروں نے دولت خاں کو راست گفتار سمجھکر علاء الدین لودی کو غازی خاں کے پاس روانہ کر دیا۔ غازی خاں اس بات کو بہت بڑی فتح سمجھا اور اُس نے علاء الدین کو اپنے دوسرے بھائیوں اور چند افغانی امیروں کے ساتھ دہلی روانہ کیا اور خود مصلحت وقت کا لحاظ کر کے پنجاب میں مقیم رہا۔ علاء الدین لودی نے ابراہیم لودی سے معرکہ آرائی کی لیکن حریف سے شکست کھا کر پریشاں حال پنجاب واپس آیا۔ غازی نے بدعہدی کی اور اپنا لشکر ساتھ لے کر کلانور[۱۵۵] پر حملہ آور ہوا محمد علی خنگ اس کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ کر لاہور میں پناہ گزیں ہوا۔ غازی نے کلانور پر قبضہ کر کے سیر سرور[۱۵۶] میں قیام کیا لیکن جب اُس نے بابری آمد کی خبر سنی تو پریشان ہو کر ملوٹ[۱۵۷] بھاگا۔ غازی خاں نے اپنے اہل و عیال اور اپنے بھائیوں کو ملوٹ میں چھوڑا اور خود دہلی پہنچکر سلطان ابراہیم لودی کی خدمت میں باریاب ہوا غازی خاں نے پھر دہلی کے باہر قدم نہیں رکھا یہانتک کہ فردوس مکانی اور ابراہیم لودی کی لڑائی میں سلطان ابراہیم کی طرف سے لڑکر معرکۂ جنگ میں کام آیا۔ ان تازہ حوادثات کے دوران میں فردوس مکانی کابل ہی میں مقیم رہے اور چونکہ زمانہ بہار کا تھا بادشاہ کو سوا مجلس عشرت منعقد کرنے اور صبح سے شام تک بادہ و ساقی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے دوسرا کام نہ تھا۔ مختصر یہ کہ بہار کا موسم گزر گیا اور بادۂ ناب کے بجائے نشۂ کشورکشائی نے پھر نوجوان بادشاہ کے دماغ کو سرشار کیا۔ فردوس مکانی نے سنا کہ علاء الدین نے ابراہیم لودی سے شکست کھائی اور غازی خاں اور دوسرے سرکش افغان ملک میں طوفان دار و گیر مچا رہے ہیں۔ بادشاہ نے فاتحانہ عزم پر کمر باندھی اور پانچویں مرتبہ یکم صفر روز جمعہ سنہ ۹۳۰ھ کو کابل سے کوچ کر کے قریۂ یعقوب میں اپنے خیمے ڈالے فردوس مکانی کے پہونچنے کے بعد خواجہ حسین دیوان لاہور کا خزانہ دار جو خالصات کا محصول فردوس مکانی کی خدمت میں پیشتر بھیج چکا تھا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔

شہزادہ محمد ہمایوں بھی اس اثنا میں بدخشاں سے اپنے ہمراہ ایک جرار
فوج ساتھ لے کر باپ کی خدمت میں پہونچ گیا۔ خواجہ کلاں بیگ بھی جو بابری
ارکان دولت میں بڑے پایہ کا امیر تھا اسی زمانے میں غزنی سے آکر بادشاہ کی
باریابی سے سرفراز ہوا۔ ان لوگوں کے پہونچنے کے بعد فردوس مکانی نے
ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا اور ہر بہی خواہ کو انعام وخطابات وغیرہ مختلف نوازشوں
سے خوش اور راضی کر کے قریۂ یعقوب سے لاہور روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں
بادشاہ کو گرگدن کے شکار کا شوق ہوا۔ سیستان اور بدخشاں کے فوجی امیر اور
سمرقند وخراسان کے نووارد رئیس جنھوں نے گرگدن کا نام تو سنا تھا لیکن اس
جانور کی صورت نہ دیکھی تھی بادشاہ کے ساتھ صید افگنی میں مشغول ہوئے۔ ان
امیروں نے کئی گرگدن زندہ گرفتار کیے اور بہتوں کو تیر وشمشیر سے زخمی اور مجروح کیا
یکم ربیع الاول سنہ ۹۳۲ھ کو فردوس مکانی نے دریائے سندھ کو عبور کیا۔ بخشیان لشکر
نے خاصے کے سوار اور پیادوں اور امیروں اور منصبداروں کا شمار کیا۔ بادشاہ کو
معلوم ہوا کہ کل دس ہزار جاں نثار ہمراہ رکاب ہیں۔ فردوس مکانی دریائے بہٹ
کے پار اوتر کے سیالکوٹ پہونچے۔ سلطان علاء الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر
ہوا اور فردوس مکانی نے علاء الدین کی سر و قد تعظیم دے کر اس کی شوکت اور
وجاہت کو اور دوبالا کیا۔ محمد علی جنگ جنگ اور خواجہ حسین بھی سیالکوٹ میں
بادشاہ سے آملے۔ دولت خاں اور غازی خاں جو اپنے کو سلطان ابراہیم لودی کا
نمکخوار سمجھتے تھے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ لاہور کے نزدیک دریائے راوی
کے کنارے خیمہ زن ہوئے۔ دولت خاں اور غازی خاں نے فردوس مکانی کے
قریب پہونچنے کی خبر سنی اور پریشان ہو کر بے لڑے ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ دولت خاں
اپنے بیٹے علی خاں کے ساتھ ملوٹ کے قلعے میں پناہ گزیں ہوا اور غازی خاں
کوہ پایہ کی طرف بھاگ گیا۔ فردوس مکانی نے ملوٹ کا محاصرہ کیا اور اب
دولت خاں کو سوا امان طلب کرنے کے اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ دولت خاں
قلعے سے باہر نکلا اور فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ اس سے
قبل دولت خاں فردوس مکانی سے لڑنے کے لیے دو تلواریں کمر میں باندھتا

اوردون کی لیا کرتا تھا جب دولت خاں قلعے سے نکل کر بادشاہ کی خدمت میں آنے لگا تو فردوس مکانی کے ملازموں نے وہی دونوں تلواریں دولت خاں کے گلے میں لٹکائیں اور اسی طرح اسے بادشاہ کے حضور میں لے آئے دولت خاں فردوس مکانی کے سامنے ادب سے دوزانو بیٹھنے میں پس وپیش کرتا تھا فردوس مکانی کے ملازموں نے اُس کی گردن میں ہات دیکر اُسے جبراً بادشاہ کے روبرو دوزانو ادب کے ساتھ بٹھلایا۔ ہر چند فردوس مکانی نے دولت خاں سے خبریں دریافت کیں لیکن فرط ہیبت سے یہ گنہگار کچھ جواب نہ دیسکا۔ فردوس مکانی نے باوجود ناقابل عفو تقصیرات کے اُس کے گناہوں کو معاف کیا۔ فردوس مکانی کے عوام الناس لشکری قلعے پر ٹوٹ پڑے اور انھوں نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا بادشاہ نے افغانیوں کی عزت و آبرو کا پاس کیا اور خود سوار ہو کر قریب آئے۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے چند تیر اپنے لشکریوں پر پھینکے اور اتفاق سے بادشاہ کا ایک تیر شہزادۂ ہمایوں کے کسی ملازم کے لگا۔ شہزادے کا نوکر اس تیر سے ہلاک ہوا اور لوگ بادشاہی مخالفت سے آگاہ ہو کر اپنے لشکرگاہ کو واپس آئے اور افغانیوں کے اہل وعیال صحیح وسالم قلعے سے باہر نکل گئے۔ فردوس مکانی قلعے کے اندر داخل ہوئے اور بیشمار دولت اور نفیس بیش قیمت تحفے بادشاہ کے ہاتھ آئے۔ فردوس مکانی کو ان جواہرات اور نقد پانے سے کہیں زیادہ غازی خاں کے کتب خانے پر قابض ہونے کی مسرت ہوئی۔ غازی خاں بڑا علم دوست اور خود جید عالم تھا اور شاعری کا اچھا مذاق رکھتا تھا۔ اس نے ہر قسم کی عمدہ کتابیں خوش خط اپنے کتب خانے میں جمع کی تھیں۔ فردوس مکانی نے ان کتابوں میں سے بعض تو اپنے لئے خاص کرلیں اور ایک حصہ ان کتابوں میں سے شہزادۂ ہمایوں کو دیا اور کچھ کتابیں شہزادۂ کامران میرزا کے لئے کابل روانہ کیں اس تقسیم کے بعد فردوس مکانی نے دوسرے ہی دن کوچ کردیا اور غازی خاں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ غازی خاں کے چھوٹے بھائی دلاور خاں خان خاناں نے جو فردوس مکانی کی رفاقت کے جرم میں باپ اور بھائیوں کے ہاتھوں زنداں میں پابہ زنجیر تھا موقع پاکر اپنے کو قید سے آزاد کیا اور فردوس مکانی کی ملازمت سے باریاب ہو کر

شاہانہ نوازش سے مسرور اور سرفراز کیا گیا۔ فوجی پیادے فوج کے آگے آگے
چل رہے تھے اور غازی خاں کے لشکر پر ہر طرف سے چھاپہ مارتے تھے۔ ان
سپاہیوں کی یورش سے غازی خاں تنگ آگیا اور اُسے راستے میں کسی جگہ آرام لینا
نصیب ہوا مجبور ہو کر ابراہیم لودی کی خدمت میں چلا گیا اور دولت خاں لودی نے
اسی اثنا میں وفات پائی۔ فردوس مکانی نے ان واقعات کے رونما ہونے سے
سمجھ لیا کہ افغانی لشکر تباہی کی حالت میں مبتلا اور اپنے مالک سے بالکل برگشتہ ہے
اور اس کا یقین ہوتے ہی بادشاہ نے ہندوستان پر دھاوا کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔
اور دہلی کی طرف روانہ ہوئے اسی اثنار میں شاہ عماد الملک شیرازی مولانا محمد مذہب
اور لودی کے خان خاناں کا قاصد بنکر فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور
مذکور الصدر ہندی امیروں کے عریضے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیئے ان خطوط
میں بھی فردوس مکانی کو ہندوستان کی تسخیر کی ترغیب اور دعوت دی گئی تھی بادشاہ
کے ارادے میں اور پختگی پیدا ہو گئی فردوس مکانی نے کابل سے کوچ کیا اور دریائے گھگر
کے کنارے پہونچکر یہ سنا کہ حاکم حصار فیروزہ کا ایک امیر مسمی حمید خاں کابلی فوج کی
مزاحمت کے لیئے راستے میں آمادہ بہ پیکار ہے فردوس مکانی نے شہزادہ محمد ہمایوں
اور برانغار کے تمام سرداروں یعنی خواجہ کلاں۔ سلطان محمد دولدی۔ جان بیگ خسرو بیگ
ہندو بیگ۔ عبدالعزیز۔ اور محمد علی خنگ خنگ وغیرہ کو حمید خاں کے مقابلے میں
روانہ کیا۔ حمید خاں ان سرداروں کے مقابلے میں نہ ٹھیر سکا اور شاہزادہ فتحیاب ہو کر
باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ یہ معرکہ شاہزادہ ہمایوں کی زندگی کی سب سے
پہلی فتح تھا فردوس مکانی نے خوش ہو کر حصار فیروزہ اور جالندھر کے تمام قصبے
شاہزادے کو جاگیر میں عنایت کیئے اس واقعے کے دو ہی تین روز کے بعد بن افغان جلوانی
جو ابراہیم لودی کے معتبر سرداروں میں تھا دو یا تین ہزار سواروں کے ساتھ بابری فوج
سے آملا اور خلوص اور محبت کے ساتھ فردوس مکانی کے حلقہ بگوشوں میں
داخل ہو گیا لشکر کشور کشا اور شاہ آباد کے درمیان صرف دو منزل کا فصل رہ گیا اور
بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان ابراہیم لودی اپنی تمام قوت کے ساتھ دہلی سے مقابلہ
کرنے کے لیئے روانہ ہوا ہے۔ اور داؤد خاں اور حاتم خاں ستائیس ہزار سوار لیکر

تین چار کوس بادشاہ کے آگے آگے آرہے ہیں تاکہ راستے ہی میں فردوس مکانی کے مزاحم ہوکر بابری فوج کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ فردوس مکانی نے حسین تیمور سلطان۔ مہدی خواجہ۔ محمدؐ سلطان میرزا عادل سلطان میرزا کو مع تمام جرانغار کے امیروں کے حریف کے مقدمۃ لشکر کے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا سلطان جنید برلاس اور شاہ حسین برلاس بھی اسی بہشیر فوج کے ہمراہ ہوئے اور یہ جرار لشکر صبح کے وقت غنیم کے سر پر جا پہونچا۔ ایک خونریز لڑائی کے بعد لودی لشکر کو شکست ہوئی حاتم خاں معرکۂ جنگ میں کام آیا اور ایک بڑا گروہ ہندی سپاہیوں کا اور سات عدد کوہ پیکر اور نامی ہاتھی مغلوں کے ہاتھ آئے۔ بابری فوج سات ہاتھی اور نظر بندوں کی جماعت کو ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ فردوس مکانی نے محض عبرت کے لئے اسیران لشکر کو مختلف طور پر قتل کیا اور ان امیروں کی فتح گاہ میں چھ روز قیام کر کے استاد علی قلی خاں کو حکم دیا کہ رومی طریقے کے موافق ارابوں کو رسیوں سے باندھکر توپچی پیادوں کے لئے ایک حصار تیار کرے۔

ابراہیم لودی کے لشکر کی تعداد تقریباً ایک لاکھ سپاہیوں تک پہونچتی تھی اور ایک ہزار جنگی ہاتھی اس کے ہمراہ تھے۔ فردوس مکانی کے ساتھ صرف بارہ ہزار سوار تھے اور پانچ ہزار سوار ابراہیم لودی کے لشکر پر چھاپہ مارنے کے لیے تھوڑی دور آگے روانہ ہو چکے تھے لودی سپاہی اس ارادے سے واقف ہو چکے تھے اور فردوس مکانی کا مقدمۂ لشکر بے نیل مرام واپس آیا۔ سلطان ابراہیم لودی اس کارروائی سے اور دلیر ہوگیا اور لشکر مرتب کر کے اور جلد سے جلد پانی پت روانہ ہوا فردوس مکانی نے بھی اس خبر کو سنکر اپنے لشکر کو مرتب کیا اور حریف کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے بابری لشکر میدان جنگ میں پہونچا اور پانی پت کے سامنے حریف کی فوج سے چھ کوس کے فاصلے پر خیمہ زن ہوا۔ سلطان ابراہیم کو غنیم کا سر پر پہونچنا معلوم ہوگیا اور اسی دن افغانی لشکر کی طرف بڑھا۔ دوسرے دن یعنی ۹۳۲ھ دسویں رجب روز جمعہ افغانی فوج بھی تیار ہو کر پانی پت کی طرف بڑھی فردوس مکانی نے برانغار شہزادۂ ہمایوں اور خواجہ کلاں بیگ۔ سلطان محمد دولدی۔ ہندو بیگ۔ ولی بیگ اور پیر قلی سیستانی کے سپرد کیا اور جرانغار کی حفاظت محمد سلطان میرزا۔ مہدی خواجہ

غازی سلطان اور جنید برلاس کے ہاتھ میں دیگئی۔ قول کے دست راست کی طرف
حسین تیمور میرزا۔ میرزا مہدی کوکلتاش۔ شاہ منصور اور دوسرے نامی امیر مقرر کیئے گئے
قول کے دست چپ پر میر خلیفہ تروی بیگ اور محب علی خلیفہ وغیرہ متعین کیئے گئے
خسرو کوکلتاش اور محمد علی خنگ خنگ میرزا سلیمان بن خان میرزا کی ماتحتی میں
مقدمۂ لشکر دیا گیا۔ عبد العزیز امیر آخور جنید۔ دوسرے عائدین کے ساتھ طرح میں
اور ولی قراول اوج برانغار پر مقرر کیئے گئے اور قرا قوزی بہادر اوج جرانغار پر
متعین کیا گیا۔ ملک قاسم تیولقمہ برانغار اور علی بہادر تیولقمہ جرانغار بنائے گئے۔
فردوس مکانی کا لشکر مرتب ہوا اور ادھر سلطان ابراہیم کی فوج معرکہ کارزار میں
پہونچ گئی۔ ہندوستانی قاعدے کے موافق لودیوں نے غنیم سے دست وگریباں
ہونے میں بڑی پھرتی دکھائی اور حریف کے سامنے آتے ہی ان کی ہمت اور
سرعت میں کمی پیدا ہوگئی۔ تیولقمہ کے جانباز سپاہی داہنے اور بائیں دونو طرف
سے ہٹ کر حریف کی پشت پر آگئے اور میمنہ اور میسرہ کی فوج نے بھی ایکبارگی
حملہ کر دیا قول کے اکثر سپاہی جرانغار اور برانغار کی اعانت کے لیئے بڑھے
مختصر یہ کہ دو گھڑی دن چڑھے سے ٹھیک دوپہر تک میدان میں شمشیر و نیزہ کی
لگاتار بوچھار ہوتی رہی اور زمین پر خون کی ندیاں بہ گئیں آخر کار اقبال بابری نے
لڑائی کا خاتمہ کیا اور سلطان ابراہیم لودی پانچ یا چھ ہزار سواروں کے ساتھ میدان جنگ
میں کام آیا۔ ہندی فوج میدان جنگ سے بھاگی لیکن چونکہ سلطان ابراہیم لودی کا
قتل مشتبہ تھا فاتح فوج نے فراری سپاہیوں کا پیچھا کیا اور جسے جہاں پایا وہیں
اسے تلوار کے گھاٹ اتارا۔ بابری سپاہی حریف کو قتل کر کے ہاتھیوں کے گروہ کے
گروہ گرفتار کر کے اپنے لشکر میں لانے لگے۔ فردوس مکانی معرکۂ کارزار سے آگے بڑھے
اور ابراہیم لودی کے لشکر اور اس کے اسباب سلطنت کا معائنہ کرنے کے لیئے
دریائے جمنا کے کنارے خیمہ زن ہوئے اس جگہ ابراہیم لودی کا بیٹا بادشاہ کے ملاحظہ
میں پیش ہوا۔ یہ بات تحقیق کے ساتھ ثابت ہوئی ہے کہ معرکۂ کارزار میں تعاقب
اور مقابلہ دونوں صورتوں میں سولہ ہزار افغان مقتول ہوئے لیکن ہندی
روایات سے مقتولوں کی تعداد پچاس ہزار تک پہونچی ہے جس میں سے پانچ ہزار

سلطان ابراہیم لودی کے ساتھ ایک ہی جگہ فنا ہو گئے۔ شہزادہ محمد ہمایوں، خواجہ کلاں
شاہ منصور اور ولی خازن جلد سے جلد خزانے پر قبضہ کرنے کے لیئے آگرہ روانہ
ہوئے اور محمد سلطان میرزا مہدی خواجہ اور سلطان جنید برلاس مال کی
حفاظت کے لیئے دہلی بھیجے گئے فردوس مکانی بھی ان لوگوں کے کچھ دنوں بعد
رجب کی بارھویں سہ شنبہ کے دن دہلی میں تشریف لائے اور جمعہ کے دن
شیخ زین صدر نے بادشاہ کشور کشا کے نام کا خطبہ پڑھا۔ پادشاہ نے قلعے کی
سیر کی اور شہر کی اور دوسری عمارتوں کو دیکھ کر ہندوستان کے مشاہیر اولیاء اللہ اور
فرمانرواؤں کے مزارات پر فاتحہ خوانی کر کے آگرہ روانہ ہوئے۔ بائیس رجب
یوم جمعہ کو دارالسلطنت آگرہ میں پہونچے۔ آگرہ کا قلعہ ابھی سلطان ابراہیم لودی کے
متوسلین کے قبضے میں تھا فردوس مکانی نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ بکرماجیت
راجہ گوالیار کے ملازم موجود تھے۔ یہ راجہ سلطان ابراہیم لودی کے ہمراہ پانی پت کے
میدان میں کام آچکا تھا۔ راجہ کے ملازم شاہزادہ ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور انھوں نے ایک الماس جس کا وزن آٹھ مثقال تھا اور سلطان علاؤالدین خلجی
کے خزانے سے ان لوگوں کے ہاتھ لگا تھا شاہزادہ کے ملاحظے میں پیش کیا۔
جوہریوں نے اس الماس کی قیمت تمام دنیا کی ایک دن کی آمدنی کے برابر آنکی
تھی شہزادہ نے الماس مذکور بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا فردوس مکانی نے
شاہزادے کا ہدیہ قبول کر کے یہ نادر تحفہ پھر شاہزادہ کو واپس کر دیا۔ آگرے کے
قلعہ بند یعنے داؤد گرانی۔ فیروز خاں سوربار اور مادر سلطان ابراہیم لودی وغیرہ نے
فردوس مکانی سے امان طلب کی اور محاصرہ کے پانچویں دن قلعہ پادشاہ کے
سپرد کیا۔ فردوس مکانی نے اپنی کتاب واقعات بابری میں لکھا ہے کہ حضرت
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے اسوقت تک تین فرمانروائے اسلام
ہندوستان آئے اور مملکت ہند پر قابض ہوئے اول سلطان محمود غزنوی کہ
عرصہ تک اس بادشاہ کی اولاد ہندوستان پر حکومت کرتی رہی دوسرے
شہاب الدین غوری جس کے کنار گرفتہ فرزندوں نے بڑے جاہ و جلال کیساتھ
حکمرانی کا ڈنکا بجایا۔ اور تیسرے میں لیکن میرا حال میرے دونوں پیشرو فرمانرواؤں سے

بالکل مخالف ہے ظاہر ہے کہ محمود غزنوی اپنے ہندوستانی حملوں کے وقت ماوراالنہر، خوارزم اور خراسان کا فرمانروا تھا اور غزنوی فوج کی تعداد کسی طرح ایک لاکھ سے کم نہ تھی اس کے علاوہ ہندوستان کی یہ حالت تھی کہ یہاں کوئی عظیم الشان فرمانروا نہ تھا بلکہ جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے راجہ حکمرانی کرتے تھے۔ سلطان شہاب الدین غوری اگرچہ خود خراسان کا بادشاہ نہ تھا لیکن اس کا بھائی مقتدر فرمانروا تھا، غوری ایک لاکھ بیس ہزار سوار لیکر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا غزنوی کی طرح غوری کے وقت میں بھی ہندوستان میں طوائف الملوکی تھی۔ میرا حال یہ ہے کہ جب میں پہلے بار ہندوستان آیا تو ڈیڑھ ہزار سے دو ہزار سوار تک میرے ہمراہ تھے اور بدخشاں کابل اور قندھار کی حکومت میرے قبضے میں تھی ان شہروں سے نصف خراج بھی مجھ تک نہیں پہونچ سکتا تھا بعض مملکت ایسی تھی کہ غنیم کے جوار کی وجہ سے بالکل مدد کی محتاج تھی، ہندوستان کا یہ حال تھا کہ بہرہ سے بہار تک افغانوں کے زیر نگیں تھا۔ ہند کی قوت کے لحاظ سے میرے ساتھ پانچ لاکھ فوج ہونی چاہئے تھی۔ ابراہیم لودی کا لشکر ایک لاکھ سپاہیوں کا تھا اس کے علاوہ ایک ہزار جنگی ہاتھی اس بادشاہ کے ہمراہ تھے، ان دشمنوں پر مقرر یہ تھا کہ اوزبک سے زبردست غنیم کو اپنے پیچھے چھوڑ کر لودی جیسے خونخوار حریف سے میں نے معرکہ آرائی کی لیکن خدا کا بھروسا کام آیا اور ان تمام مشکلات کے باوجود میری کوشش ضائع نہ ہوئی اور میں ہندوستان پر قابض اور متصرف ہوا۔ میں اپنی اس کامیابی کو اپنی سعی و کوشش کا نتیجہ نہیں سمجھتا یہ فتح محض خدا کی عنایت اور کرم کی وجہ سے مجھے حاصل ہوئی جس کا مجھے پورا یقین ہے۔ انتیس رجب کو فردوس مکانی نے شاہان ہند کے خزانوں اور دفینوں کا معاینہ کیا۔ بادشاہ نے ساڑھے تین لاکھ روپیہ نقد اور ایک سربہ مہر خزانہ پورا شاہزادہ ہمایوں کو عنایت کیا اور محمد سلطان میرزا کو چار اور ایک کمربند اور شمشیر مرصع اور ایک لاکھ روپیہ نقد دیا۔ اسی طرح دوسرے میرزاؤں اور امیروں اور لشکریوں حاضر و غائب سب کو اور طالب علموں بلکہ سوداگروں اور تمام ہمراہیان لشکر کو انعام و اکرام سے مالامال کیا۔ اس کے علاوہ فردوس مکانی نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو

سمرقند وخراسان اور کاشغر اور عراق میں تحفے اور ہدیے روانہ کیے اور مکہ معظمہ
و مدینہ منورہ کربلائے معلی نجف اشرف مشہد مقدس اور دیگر عتبات عالیات
اور مزارات سمرقند وخراسان پر نذریں چڑھاوا اور فقیروں اور حاجتمندوں کو
تقسیم کرنے کے لئے روپیہ روانہ کیا۔ کابل کے تمام باشندے چھوٹے بڑے
فقیر وامیر عورت و مرد غلام و آقا سب شاہی انعام سے سرفراز کیے گئے اور ہر شخص
کے لئے ایک شاہرخی جس کا وزن ایک مثقال چاندی تھا بحساب سرشماری
ہندوستان سے روانہ کی گئی۔ غرضکہ جو کچھ پرانے بادشاہوں نے برسوں میں جمع کیا
تھا اس فقیر منش فرمانروا نے ایک مجلس میں لٹا کر اپنی بے نیازی کا سکہ دلوں پر
بٹھادیا۔

چونکہ ہندوستان کے باشندے مغلوں کی حکومت اور اُن کی سیاست سے
ڈر گئے تھے اس لئے فردوس مکانی کے ابتدائی عہد میں لوگوں کے دلوں
میں اطاعت کا خیال تک نہ گزرا بلکہ جو جہاں تھا وہیں اپنی ہستی برقرار رکھنے کی فکر
میں جان و دل سے سرگرم ہوکر بادشاہ کی مخالفت کا دم بھرنے لگا۔ چنانچہ
قاسم خاں سنبھل میں علی خاں فرملی میوات میں محمد زیتون دیبالپور میں۔ تاتار خاں
بن مبارک خاں گوالیار میں حسین خاں لوحانی رابری میں قطب خاں اٹاوہ میں
عالم خاں کالپی میں اور نظام خاں بیانہ میں خودمختاری کا ڈنکا بجانے لگے۔ دریائے گنگا
کے اس پار کے علاقے پر زبردست افغان امیر یعنی نصیر خاں لوحانی اور معروف خاں فرملی
قابض ہوگئے تھے اور اگرچہ یہ امیر ابراہیم لودی کے پورے مطیع اور فرماں بردار
نہ تھے لیکن پانی پت کے معرکہ کے بعد اُنہوں نے مصلحت وقت کا خیال کرکے
بہار خاں ولد دریا خاں لودی کو سلطان محمد کا لقب دے کر اُسے بادشاہ تسلیم
کر لیا تھا اور ایک جرّار فوج اپنے ساتھ لے کر قنوج سے آگرہ کی سمت روانہ
ہوئے اور دو تین منزل چل کر ایک جگہ پر خیمہ زن تھے۔ اسی درمیان میں
بین خاں جلوانی فردوس مکانی سے منحرف ہوکر سلطان محمد سے جا ملا۔ قصبات
اور شہروں کے باشندوں نے مخالفت پر آمادہ ہوکر رہزنی اور ڈاکہ پر کمر باندھی
اور یہاں تک اپنے اس پیشے کو فروغ دیا کہ لوگوں کی روزی اور چوپایوں کا

چارہ اور دانہ بھی مشکل سے دستیاب ہونے لگا۔ اتفاق سے اس سال گرمی بھی معمول سے زیادہ پڑی اور لوں کی تیزی سے مغل سردار ہلاک ہوئے ان واقعات کو دیکھکر خواجہ کلاں اور دوسرے معزز سرداروں نے فردوس مکانی سے کہا کہ خیریت اسی میں ہے کہ بادشاہ اس وقت فتح کو غنیمت سمجھکر جلد سے جلد کابل واپس چلے فردوس مکانی اس بات کو سن کر بیحد غضبناک ہوئے اور کہا کہ جس ملک کو اسی مشقت سے فتح کیا ہے اس کو اس طرح چھوڑ کر کابل چلے جانا شطرنج میں بیٹھنا میرے عزم جہاں کشائی سے بعید ہے ارکان سلطنت نے اس غضب آلود جواب پر بھی اپنے معروضہ پر اصرار کیا اور فردوس مکانی نے تمام امیروں کو ایک مجلس میں جمع کر کے اُن سے کہا کہ میرا ارادہ ہندوستان میں قیام کرنے کا ہے جس امیر کا جی چاہے میرے ہمراہ ہند میں ٹھیرے اور جس کا دل وطن کا مشتاق دیدار ہو وہ کابل کی راہ لے۔ امیروں کو جب معلوم ہوا کہ بادشاہ اب ہندوستان پر پورا قبضہ کیئے بغیر افغانستان کا رُخ نہ کرے گا ناچار ان لوگوں نے بھی ہندوستان کا قیام اختیار کیا۔ ان امیروں میں خواجہ کلاں سرزمین ہند سے بالکل بیزار ہوچکا تھا اور اگرچہ ہندوستان کی کامیابیوں میں بہت بڑا حصہ اس کا تھا لیکن آب وہوا کی ناموافقت اور اپنی بیماری کی وجہ سے یہ امیر کابل جانے پر قطعی آمادہ ہو گیا۔ بادشاہ نے بھی خواجہ کلاں سے اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور کابل اور غزنی کی حکومت خواجہ کلاں کے سپرد کر کے اُسے افغانستان روانہ کیا۔ خواجہ کلاں نے چلتے وقت دہلی کی عمارتوں میں سے کسی عمارت کی دیوار پر یہ شعر لکھدیا۔

اگر بخیر و سلامت گذر ز سند کنم ٭ سیاہ روئے شوم گر ہوائے ہند کنم

فردوس مکانی کے تیور سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ شیر دل فرمانروا اپنے جد امیر تیمور کی طرح ہندوستان چھوڑ کر اپنی موروثی سلطنت پر قناعت نہ کرے گا۔ ہندی صوبہ داروں نے حلقۂ اطاعت میں آنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے شیخ گھورن دو یا تین ہزار سپاہیوں کے ہمراہ میان دوآب سے آگرے میں آیا اور شاہی ملازمت کے سلسلے میں داخل ہو گیا۔ علی خاں قرملی اپنے بیٹوں کے بلانے سے جو اس درمیان میں فردوس مکانی کے قیدی تھے میوات سے

آگرے آیا اور بابری امیروں میں شامل ہو کر نوبت و نقارہ و دیگر سامان حشمت سے ہم چشموں میں ممتاز ہوا۔ علی قرلی اپنے بدن کی فربہی میں ضرب المثل تھا۔ یہ امیر پان کا بڑا شائق تھا ہر وقت اس کا منہ لال اور کمر شمشیر بند رہتی تھی۔ قرلی سپر کو بھی اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا۔ علی قرلی کے بعد فیروز خاں اور شیخ بایزید قرلی اپنے اپنے لشکر کو ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جاگیر اور منصب سے سرفراز کیے گئے۔ محمود خاں لوحانی اور قاضی جیب بھی بابری سلسلۂ ملازمت میں داخل ہو کر صاحب منصب و جاگیر ہوئے۔ ان سرداروں کے حلقہ بگوش ہونے سے اطمینان اور امن پیدا ہوا اور بہت سے پرگنے اور قصبے شاہی دائرہ حکومت میں داخل ہو گئے۔ اسی دوران میں ببن خاں افغان نے سنبل کے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور قاسم سنبل نے اطاعت کا اظہار کر کے ایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور مدد کی درخواست کی۔ فردوس مکانی نے میرزا مہدی کوکلتاش کو قاسم کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ مہدی نے دریائے جمنا کو عبور کر کے ببن سے معرکہ آرائی کی اور اسے شکست دیکر سنبل کی حدود سے باہر کر دیا۔ قاسم سنبل نے اس احسان کے معاوضہ میں قلعے کو کوکلتاش کے سپرد کیا اور خود بابری امیروں میں داخل ہو گیا۔ فردوس مکانی نے سنبل شہزادہ ہمایوں کے سپرد کیا اور شہزادہ کو شرقی افغانوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ ہمایوں قنوج کے حوالی میں پہونچا۔ شرقی افغان جن کی تعداد چالیس ہزار تھی بلا لڑے جونپور کی طرف بھاگے صرف ان افغان امیروں میں فتح خاں شیروانی شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شہزادہ نے شیروانی کو بیحد تسلی دی اور اسے مہدی خواجہ کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ بادشاہ نے فتح خاں پر بیحد مہربانی کی اور اسے مجلس نشاط میں بلا کر اپنا خاص ملبوس مرحمت کر کے عمدہ جاگیر بھی اسے مرحمت کی۔ بابر کی اس مہر انگیز روش نے افغانوں کو فردوس مکانی کا گرویدہ بنانا شروع کیا اور سب ایک کر کے چغتائی خاندان کے آگے سر تسلیم جھکانے لگے نظام خاں حاکم بیانہ بھی جو رانا سنگا سے دل میں خوف زدہ تھا بادشاہ کا مطیع ہوا فردوس مکانی نے نظام خاں سے قلعہ حوالہ کرنے کی گفتگو کی نظام خاں نے

اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا۔ فردوس مکانی نے بابا قلی بیگ کو قلعے کی مہم پر نامزد کیا اور مندرجہ ذیل قطعہ لکھ کر نظام خاں کے پاس روانہ کیا۔

با ترک ستیزہ مکن اے میر بیانہ کہ چالاکی و مردانگی ترک عیان است
گر زود نیائی و نصیحت نکنی گوش آں جا کہ عیاں است چہ حاجت بہ بیان است

نظام خاں نے اطاعت نہ کی اور قلعے سے باہر نکل کر بابا قلی بیگ سے برسر پیکار ہوا اور اسے شکست دیکر پھر قلعہ بند ہوگیا۔ رانا سنگا نے اس واقعے کی خبر پاتے ہی موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور نظام خاں کی تباہی کے درپے ہوا۔ اب نظام خاں نے عاجز ہو کر فردوس مکانی سے اپنے قصور کی معافی مانگی بادشاہ نے اس کا قصور معاف کیا نظام خاں قلعہ بادشاہی امیروں کو سپرد کر کے خود بادشاہ کی ملازمت خاص اور میان دوآب کے محاصل سے بیس لاکھ تنکہ کے منصب سے سرفراز ہوا۔ اسی دوران میں منکٹ رائے جو گوالیار کے قدیم راجاؤں کا ہم خاندان تھا ایک باغی خان جہاں نام کی موافقت سے گوالیار پر حملہ آور ہوا اور تاتار خاں کا محاصرہ کرلیا۔ تاتار خاں قلعہ گوالیار کا حاکم تھا اس نے زمینداروں کی سرکشی دیکھکر بادشاہ کی اطاعت کا اقرار کیا اور فردوس مکانی سے اعانت کا طلبگار ہوا۔ تاتار خاں نے بادشاہ کو پیغام دیا کہ اگر بادشاہی امیر گوالیار پہونچ جائیں تو تاتار خاں قلعہ ان کے سپرد کردے گا۔ فردوس مکانی نے رحیم داد اور شیخ گھورن کو تاتار خاں کی مدد کے لئے روانہ کیا ان امیروں نے تاتار خاں کو منکٹ رائے کی مصیبت سے نجات دی۔ تاتار خاں نے بدعہدی کی اور شاہی امیروں کو قلعے کے اندر نہ آنے دیا حضرت شیخ محمد غوث جو گوالیار کے مشہور بزرگ اور صاحب ارشاد تھے اور اپنے مریدوں کی ایک بہت بڑی جماعت رکھتے تھے ان بزرگ نے رحیم داد کو پیغام دیا کہ کسی حیلے سے قلعے کے اندر آجائے اس کے بعد تاتار خاں کا علاج آسانی کے ساتھ ہوجائے گا۔ رحیم داد نے حضرت شیخ کے قول کے موافق تاتار خاں کو پیغام دیا کہ شاہی فوج منکٹ رائے کے شبخون کی وجہ سے خطرے میں ہے اگر تاتار خاں اجازت دے تو رحیم داد اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ قلعے کے اندر آکر پناہ گزین ہو جائے اور بقیہ لشکر بیرون قلعہ مقیم رہے اگر

تاتارخاں یہ درخواست قبول کریگا تو رحیم داد تمام عمر اس کا احسان مند رہے گا۔ تاتارخاں نے رحیم داد کا کہنا مان لیا اور رحیم داد چند آدمیوں کے ہمراہ قلعے میں داخل ہوا اور اپنے ایک خادم کو تاتارخاں کے مشورے کے موافق دربانوں کے پاس چھوڑ دیا تاکہ یہ شخص رحیم داد کے خاص آدمیوں کو پہچان کر قلعے کے اندر لے آئے تاتارخاں پر غرور کا ایسا نشہ سوار ہوا کہ احتیاط اور ہوشیاری کو بالائے طاق رکھ کر اس رات غافل ہو کر سویا۔ قلعے کے دربان جو اکثر حضرت شیخ گوالیاری کے مرید تھے رحیم داد کے پیادوں سے مل گئے اور بعض ضروری چیزیں لانے کا بہانہ کر کے اُسی رات قلعے سے باہر گئے اور ایک بہت بڑی جماعت کو حصار کے اندر لے آئے صبح کو تاتارخاں پر حقیقت کھل گئی۔ تاتارخاں نے سوا سکوت کے اور کوئی چارۂ کار نہ دیکھا اور قلعے کو رحیم داد کے سپرد کر کے خود آگرہ پہونچا اور بابری امیروں کے گروہ میں داخل ہوا اور دربار شاہی سے بیس لاکھ تنگے بطور انعام کے حاصل کیے۔ محمد زیتون بھی دھولپور سے آکر امراء میں داخل ہوا حمید خاں اور سارنگ خاں اور دوسرے افغان سرداروں نے حصار فیروزہ کے نواح میں فساد برپا کیا حسین تیمور سلطان اور ابوالفتح ترکمان نے حصار مذکور پہونچکر باغیوں کو قرار واقعی سزا دی۔ ۹۳۳ھ میں خواجگی اسد جو کابل سے شاہ طہماسپ صفوی کے پاس ایلچی بنکر عراق گیا ہوا تھا سلیمان نامی ترکمان کے ساتھ واپس آیا۔ خواجگی اسد بہت سے سوغات ایران سے لایا جن میں دو کنواری چرکس کنیزیں بھی تھیں۔ بادشاہ کو ان لونڈیوں کے ساتھ حد درجہ محبت ہوگئی۔ اس درمیان میں بادشاہ ابراہیم کی ماں نے جو بہت صاحب اقتدار اور مقرب ہوگئی تھی احمد چاشنی گیر اور دوسرے باورچیوں سے جو دراصل بادشاہ ابراہیم کے ملازم تھے سازش کر کے بادشاہ کے کھانے میں جو اُس دن خشکہ اور خرگوش کا قلیہ تھا زہر کی آمیزش کرا دی۔ کھانا کھاتے کھاتے بادشاہ کا دل کچھ دھڑکنے لگا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ بار بار قے کر کے زہر کو پیٹ سے نکالا اور اس بلا سے نجات پائی۔ واقعہ کی تحقیقات کی گئی اور چاشنی گیر اور باورچیوں نے اصل ماجرا بیان کر دیا۔ کھانے کا امتحان کیا گیا اور اُسی مشتبہ طعام سے چند لقمے ایک کتے کے آگے ڈالے گئے کتا کھاتے ہی

کتے کا سارا جسم پھول گیا اور غریب جانور ایک شبانہ روز اپنی جگہ سے نہ ہل سکا۔ اس کے علاوہ دو خدمتگاروں نے بھی آزمائش کے طور پر تھوڑا کھانا کھایا اور بڑی مشکل سے اُن بیچاروں کی جان بچی۔ فردوس مکانی کے حکم سے چاشنی گیر کی کھال کھینچی گئی اور دوسرے باورچی بدترین عذاب سے تہ تیغ کیے گئے سلطان ابراہیم کی ماں کا گھر تاراج کیا گیا اور خود یہ بے وفا بیگم قیدخانہ کے سپرد کی گئی فردوس مکانی نے سلطان ابراہیم کے فرزند کو کامران میرزا کے پاس کابل روانہ کر کے بالکل اطمینان حاصل کرلیا۔ اسی اثنا میں شاہزادہ محمد ہمایوں نے جو جونپور پر قبضہ کرنے کی غرض سے گیا ہوا تھا اپنا کام پورا کر کے شہر کو جنید برلاس کے سپرد کیا۔ اور خود آگرہ کی طرف لوٹا۔ شاہزادہ کالپی پہونچا اور عالم خاں حاکم کالپی ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوکر شاہزادہ کے ساتھ آگرہ پہونچا اور شاہی عنایتوں سے سرفراز ہوا رانا سنگا کا قصہ حسب ذیل ہے۔ رانا سنگا ہندوستان کے ہندو فرمانرواؤں میں سب سے بڑا راجہ تھا۔ ہندوستان میں اسلامی فتوحات کا سیلاب آنے سے بہت پیشتر امارت اور حکومت اس کے خاندان میں چلی آتی تھی یہ راجہ ولایت میوات کا حاکم تھا۔ دہلی اور اجمیر کے راجہ جو سلطان قطب الدین ایبک کے ۱۱۹۲ ہاتھوں تباہ اور برباد ہوئے رانا سنگا کے ہم قبیلہ تھے اور دو چار پشتوں کے بعد ان سب کا سلسلۂ نسب باہم مل جاتا ہے۔ فردوس مکانی کے حملۂ ہندوستان کے وقت قریب ایک لاکھ راجپوت کے رانا کے زیر حکم تھے۔ اس کے علاوہ سلطان ابراہیم لودی کے بہت سے وہ امیر بھی جو ابتک فردوس مکانی کے حلقۂ اطاعت میں داخل نہ ہوئے تھے رانا کے بہی خواہ تھے محمود خاں سلطان سکندر کا بیٹا بھی دس ہزار سواروں کی جمعیت سے رانا سے جا ملا۔ مارواڑ کے تمام راجہ برم دیو۔ نرسنگی دیو۔ میدنی رائے راجہ چندیری۔ راول دیو ولد داد سنگ۔ راجہ ڈونگرپور رائے چندربہان چوہان۔ مانکچند چوہان اور رائے دلیپ وغیرہ بھی پچاس یا ساٹھ ہزار راجپوت سواروں کی جمعیت سے رانا سنگا کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے حسن خاں میواتی بھی دس ہزار سواروں کے ساتھ رانا کا مددگار بنا۔ غرضکہ یہ سارے سردار دو لاکھ سواروں کی جمعیت سے فردوس مکانی سے لڑنے اور ہندوستان کو

مغلوں کے پنجۂ حکومت سے چھڑانے کے لیے آگرہ روانہ ہوئے۔ فردوس مکانی کو
بعض ہندوستانی امیروں پر بھروسہ نہ تھا۔ بادشاہ نے ایسے ناقابل اعتبار امیروں کو
سرحدی شہروں کے فتح کرنے اور ان کا انتظام درست رکھنے کے لیے اِدھر اُدھر
روانہ کردیا اور اپنے مغل سپاہیوں کے ہمراہ جو کابل سے ساتھ لایا تھا اور چار
ہندوستانی امیروں یعنے سلطان علاءالدین کے دونوں بیٹے کمال خاں اور
جلال خاں اور علی قرلی خاں اور نظام خاں حاکم بیانہ کے ساتھ آگرے سے
روانہ ہوا۔ فردوس مکانی بیانہ کے مضافات موضع کانوہ میں پہونچے۔
بادشاہ نے غیر مسلموں سے معرکہ آرائی کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا شہزادہ ہمایوں
جو ابتک شراب کے مزے سے آشنا نہ تھا مجلس سلطانی میں طلب کیا گیا اور
بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ایک ساغر شاہزادہ کو عنایت کیا۔ بیانہ کے نواح میں
دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ شاہی قراول جو خبر رسانی کے لیئے گئے ہوئے تھے
زخمی اور شکست خوردہ واپس آئے۔ قلعہ بیانہ کے رہنے والے بھی حصار سے
نکل کر صف آرا ہوئے اور حریف کے ہاتھ سے شکست کھاکر پھر قلعہ بند ہوگئے
غرضکہ لوگوں کے دل توہمات اور تردد سے بیحد پریشان ہونے لگے ہیبت خاں نیازی
سنبھل کی طرف بھاگ گیا اور حسن خاں میواتی دشمن سے جا ملا۔ ملک کے
ہر گوشے سے وحشتناک خبریں روزانہ آنے لگیں۔ محمد شریف منجم جو قابل اعتبار فاضل
تھا اور زیادہ لوگوں کے خوف و ہراس کا باعث ہوا یہ نجومی ہر وقت یہی کہا کرتا تھا کہ
مریخ مغرب کی طرف طالع ہے جو فریق کہ اس طرف سے جنگ کریگا دشمن کے
ہاتھ سے شکست کھائیگا۔ بادشاہ نے مجلس مشورہ منعقد کی اور لڑائی کے بارے
میں رائے دریافت کرنے لگا۔ اکثر درباریوں نے کہا کہ دشمن کا غلبہ ظاہر ہے
بہتر یہ ہے کہ اور بڑے قلعے معتبر امیروں کے سپرد کرکے بادشاہ خود پنجاب
روانہ ہو جائیں اور وہاں تائید علوی کا انتظار فرمائیں۔ فردوس مکانی نے
تھوڑے غور اور تامل کے بعد کہا کہ میری اس بزدلی پر دنیا کے اسلامی فرمانروا
مجھے کیا کہینگے۔ ظاہر ہے کہ سبھوں کا یہی خیال ہوگا کہ محض اپنی جان کی خیر مانگ کر
اتنے بڑے وسیع ملک کو اس طرح ہاتھ سے کھو بیٹھا میرے نزدیک یہی بہتر ہے کہ

شہادت کی سعادت کو مدنظر رکھوں اور مردانگی کے ساتھ معرکہ کارزار میں دل و جان سے کوشش کروں۔ اہل مجلس نے بادشاہ کی یہ تقریر سُنی اور ہر گوشے سے بالاتفاق جہاد کا نعرہ بلند ہوا بادشاہ کی تقریر کا دل پر ایسا اثر ہوا کہ ہر شخص نے سر تسلیم خم کر کے بالاتفاق یہی کہا کہ شہادت سے زیادہ اور کونسی سعادت محبوب ہو سکتی ہے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا قول ہے کہ مارا تو غازی اور مرے تو شہید ہم سب قسم شرعی کھاتے ہیں کہ معرکہ کارزار سے منہ موڑنے کا خیال تک دل میں نہ لائینگے۔ امیروں نے مزید اطمینان کے لئے اپنے عہد و پیمان کو حلف سے اور زیادہ مضبوط کیا بادشاہ نے جس کا یہ حال تھا کہ کسی وقت بھی اسے بلا ساقی و شراب چین نہ تھا مصلحت وقت کے لحاظ سے بادہ نوشی بالکل ترک کر دی بلکہ تمام مکروہات یہاں تک کہ ریش تراشی سے بھی توبہ کر لی اور تمغے ممالک محروسہ کے مسلمانوں کو بخشے اور اس بارے میں تمام قلمرو میں فرامین جاری کئے۔ نویں جمادی الآخر سنہ ... شنبہ کے روز جو نوروز کا دن تھا جنگ کی صفیں ترتیب دیں اور رومی قواعد جنگ کے مطابق آتشباری کے ارابے آراستہ کر کے فوج کے آگے نصب کرائے اور دشمن کی طرف جو تین کوس کے فاصلے پر مقیم تھا روانہ ہوا ایک کوس مسافت طے کرنے کے بعد بادشاہ نے راستے میں قیام کیا چغتائی بہادر جوانوں نے جن کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے ملک قاسم اور بابا قشقہ مغل کی ماتحتی میں دشمن کے قراولوں کو مارنے اور بھگانے کی قابل قدر خدمتیں انجام دیں۔ تیرھویں جمادی الآخر کو اس مقام سے بھی کوچ ہوا اور حسب دستور سابق ایک کوس مسافت طے کرنے کے بعد بیانہ کے مضافات موضع کانوہ میں قیام ہوا چغتائی فراشوں نے ابھی خیمے بھی نصب نہ کئے تھے کہ حریف کا لشکر مور و ملخ کی طرح کوہ پیکر ہاتھیوں کو ساتھ لے کر سامنے سے نمودار ہوا۔ محمد شریف منجم نے پھر لڑائی سے روکا اور اپنے دعوے پر دلیلیں بھی لایا لیکن بادشاہ نے ایک نہ سُنی اور اپنے لشکر کو جو بیس ہزار سواروں سے زیادہ نہ تھا پانی پت کے معرکہ کی طرح صفیں مرتب کرنے کا حکم دیا۔ جو غیر مسلم سردار اور راجہ فردوس مکانی سے لڑنے کے لئے آئے تھے ان میں سے ہر ایک ہندوستان کے کسی نہ کسی گوشے میں ہندوؤں کے

ایک گروہ کا سردار تھا۔ غرضکہ ہندوستان کے ان دسوں دشمنوں نے مسلمانوں کی
تباہی پر کمربستہ ہو کر اپنی صفیں مرتب کیں اور لشکر کے میمنہ میسرہ اور قلب کو درست
کر کے خونریزی اور نبرد آزمائی کے نشہ میں سرشار میدان میں آئے۔ مسلمانوں کے
لشکر کی ترتیب نظام الدین علی خلیفہ کے ذمہ کی گئی اور نظام خلیفہ نے فوج کو آراستہ
اور مرتب کرنے میں پوری کوشش اور جاں کاہی سے کام لیا اور لشکر کو اس طرح مرتب کیا
کہ بادشاہ قول میں قیام کرے اور قول کے داہنے جانب حسین تیمور سلطان۔ یکتہ
سلیمان شاہ۔ خواجہ دوست خازن۔ یونس علی بیگ۔ شاہ منصور برلاس۔ درویش محمد ساربان
عبداللہ کتاب دار اور دوست بیگ آقا متعین کیے گئے۔ قول کا جانب چپ
عالم خاں بن سلطان بہلول لودی شیخ زین صدر۔ محب علی۔ تردی بیگ شیر افگن
آرائش خاں خواجہ حسن دیوان وغیرہ کے سپرد کیا گیا۔ برانغار کا شاہزادہ ہمایوں نے
لحاظ کی اور شہزادہ کے داہنے جانب قاسم حسین سلطان۔ احمد یوسف۔ ہندو بیگ
خسرو کوکل تاش۔ ملک قاسم۔ بابا قشقہ مغل۔ قوام بیگ ولد شاہ ولی خازن میرزا قنبر علی۔
پیر قلی شیبانی۔ خواجہ پہلوان بدخشی۔ عبدالشکور۔ سلیمان آقا ایلچی عراق اور حسین خاں ایلچی
سیستان نے مناسب جگہیں پائیں برانغار کے بائیں طرف۔ میر شاہ محمد کوکل تاش۔
خواجگی اسد سرجاندار۔ خان خاناں ولد دولت خاں لودی۔ ملک داؤد کرانی اور
شیخ گھورن وغیرہ ہر شخص شاہی حکم کے موافق اپنی اپنی جگہ پر مستعد کارزار ہوا۔ جرانغار
سید خواجہ کے حوالہ کیا گیا اور سید خواجہ کے چپ و راست محمد سلطان میرزا۔ عادل سلطان
عبدالعزیز امیر آخور۔ محمد علی خنگ خنگ۔ قتلق قدم۔ امیر خانگی میرزائی مغل۔ جان بیگ آتکہ
جلال خاں و کمال خاں بادشاہ علاء الدین کے یادگار۔ علی خاں شیخ زادہ قمر علی
اور نظام خاں بیانوی مقرر کیے گئے۔ تردی بیگ۔ مومن بیگ آتکہ رستم ترکمان
تینوں بہادر ایک گروہ کے ساتھ تولقمہ جرانغار کے محافظ بنے اور تلقمہ برانغار بھی
دوسرے امیروں اور منصبداروں کے سپرد کیا گیا۔ سلطان محمد بخشی لشکر نواچیوں اور
یساولوں کے ساتھ احکام بادشاہی سننے کے لیے فردوس مکانی کے سامنے کھڑا ہوا
دن کا ایک پہر اور دو گھڑی گزری تھیں کہ ہندو اور مسلمان دن اور رات کی طرح
ایک دوسرے سے گلے ملنے کے لیے آگے بڑھے طرفین کی شان و شوکت

اور دبدبے نے زمین اور آسمان میں ہل چل ڈال دی۔ سب سے پہلے ہندو تیزی کے
ساتھ مسلمانوں کے برانغار پر دھاوا کر کے خسرو کوکلتاش اور ملک قاسم پر حملہ آور
ہوئے۔ حسین تیمور سلطان بادشاہ کا حکم پاتے ہی برانغار کی مدد کے لیے آگے بڑھا۔
حسین تیمور نے ہندوؤں کو ان کے عقب لشکر تک پسپا کر دیا اور میدان اسی کے
ہاتھ رہا۔ اس کے بعد فردوس مکانی کی فوج نے چغتائی قاعدے کے مطابق ہر چہار طرف
سے جنگ شروع کر دی جس جانب مدد کی ضرورت پیش آتی تھی لشکر کا زیادہ حصہ
اسی طرف جھک جاتا تھا۔ اُستاد علی قلی رومی اور دوسرے ہنرمندوں نے آتش باری
کے آلات سے کام لینے میں بھی اپنے خوب جوہر دکھائے غرضکہ لڑائی کا بازار
تقریباً چار بجے دن تک گرم رہا۔ ہندو سپاہی بھی میدان جنگ میں ثابت قدمی
کے ساتھ داد مردانگی دیتے رہے بادشاہ نے حریف کی جرات اور اُن کے
استقلال کو دیکھ کر خود اپنے لشکر قول کو ساتھ لیکر دشمن پر حملہ کیا۔ شدید اور خونریز لڑائی
کے بعد ہندوؤں کو شکست ہوئی اور سپاہی میدان جنگ سے منہ موڑنے لگے۔
حسین خاں میواتی جس کے باپ دادا دوسو برس سے بڑے استقلال کے ساتھ
حکومت کر چکے تھے تفنگ کی ضرب سے مارا گیا۔ رائے راول دیو۔ چندربھان چوہان
مانکچند چوہان اور کرم سنگھ راجپوت جن میں ہر ایک اپنی جگہ پر صاحب شان و شوکت
سردار تھا معرکۂ کارزار میں کام آئے رانا سنگا جو غرور کے نشے میں بدمست ہو کر لڑائی کا
مرد میدان بنکر آیا تھا بڑی مشکل سے جان بچا کر معرکۂ جنگ سے بھاگا۔ اس یادگار زمانہ
فتح کے بعد سے تمام فرامین فردوس مکانی کو غازی کے لقب سے یاد کرنے لگے
اور فتح بادشاہ اسلام اس معرکے کی تاریخی یادگار قرار پائی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ
پہاڑ کی چوٹی پر جو میدان کارزار تھا ایک مینار دشمنوں کے سر سے تعمیر کرایا جائے۔
فردوس مکانی نے محمد شریف منجم کو اس کی لایعنی پیشگوئی پر بہ سبب لعنت اور ملامت کی
اور اسے ایک لاکھ تنکہ انعام دے کر ممالک محروسہ سے شہر بدر کر دیا۔ محمد علی جنگ جنگ
اور عبدالملک قورچی اور شیخ گھورن اپنی اپنی جاگیروں پر تھے یہ تینوں امیر باہم ساتھ
ہو کر الیاس خاں کی تنبیہ کے لیئے جس نے میان دوآب میں مخالفت برپا کر
رکھی تھی روانہ ہوئے۔ ان امیروں نے الیاس خاں کو قتل کیا اور میوات

فتح کرنے کے لیے بڑھے۔ ناہر خاں ولد حسن خاں میواتی نے سوائے اطاعت کے اور کوئی چارۂ کار نہ دیکھا اور شہر کو خالی کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ فردوس مکانی نے میوات اور اُس کے مضافات کی حکومت حسین تیمور کو عطا کی اور حسین تیمور بادشاہ کی طرف سے برادر کے خطاب سے سرفراز تھا اسے میوات اور اُس کے نواح کا جاگیردار بنا کر اُس ملک کو روانہ کیا۔ آگرہ لوٹتے وقت فردوس مکانی نے شہزادہ محمد ہمایوں کو کابل اور بدخشاں کے انتظام اور بلخ کے فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ بادشاہ نے شہزادہ کے ساتھ بہت بڑا خزانہ اور فتح نامہ بھی روانہ کیا۔ محمد علی جنگ جنگ چندوار اور راپری کے دونوں سرکشوں یعنی حسین خاں اور دریا خاں کی سرکوبی اور اٹاوہ کے باغی قطب خاں افغان کی تنبیہ کے لیے نامزد کیا گیا۔ حسین خاں بلا معرکہ آرائی کیے ہوئے فرار ہوا اور دریائے جمنا کو پار کرتے وقت غرقاب ہو کر راہی عدم ہوا اور دریا خاں جنگلوں کی خاک چھاننے لگا۔ محمد سلطان میرزا ابن افغان کی گوشمالی کے لیے قنوج پہونچا اور باغی افغان قنوج چھوڑ کر خیرآباد بھاگ آیا۔ نویں ذی الحجہ ۹۳۴ھ کو بادشاہ نے شکار کی نیت سے کول اور سنبل کا سفر کیا اور اس نواح کے سیر و تماشا سے بہت محظوظ ہو کر آگرہ واپس آیا۔ اس درمیان میں بادشاہ کو باری کا بخار آنے لگا لیکن تھوڑے دنوں میں مرض جاتا رہا اور فردوس مکانی میدنی رائے کو تباہ کرنے کی نیت سے چندیری روانہ ہوئے۔ میدنی رائے دوسرے راجپوتوں کے ساتھ قلعۂ ارک میں حصار بند ہوا۔ مسلمانوں نے وہاں پہونچتے ہی قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ دوسرے دن قلعہ فتح ہوا اور پانچ یا چھ ہزار راجپوت قتل کیے گئے اور ہندوؤں کا ایک گروہ اپنی اولاد اور ہم قوموں کے ساتھ میدنی رائے کے مکان میں جو قلعے کے اندر تھا آ کر پناہ گزیں ہوا۔ ہندوؤں نے قلعے کا دروازہ بند کر کے لڑائی کا راستہ کھول دیا راجپوتوں نے دیکھا کہ کام ہاتھ سے جا چکا اور اپنی پرانی رسم کے موافق ننگی تلوار ایک شخص کے ہاتھ میں دی اور ایک ایک کر کے خوشی کے ساتھ اپنی گردنیں تلوار کے نیچے رکھ کر اپنے ہاتھوں خود اپنا سر قلم کروایا۔ اور اسطرح راہی عدم ہوئے میدنی رائے کا بھی یہی حشر ہوا اور ارک کے قلعے پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا اور اُس نواح کا

ملک سارا فتح ہوگیا۔ فردوس مکانی نے چندیری، سارنگپور، بھیلسہ اور رائسین کی مسجدوں اور خانقاہوں کو جو رانا اور میدنی رائے کے حکم سے ہندوؤں کے ہاتھوں حیوانات کا مسکن بنکر گوبر سے لیپی گئی تھیں پھر اُن کی اصل حالت پر بحال کیا اور شیخ زین صدر کے اہتمام سے تمام نجاست ان مقدس گھروں سے دور ہوئی۔ بادشاہ نے ان مسجدوں اور خانقاہوں میں موذن اور جاروب کش مقرر کیئے اور ان کے مصارف کے لیئے وظیفے عطا کرکے مفتوحہ شہروں کو پھر از سرِ نو اسلام آباد کیا۔ شیخ زین صدر نے فتح دار الحرب اس معرکے کی تاریخ کہی لیکن فردوس مکانی نے فی البدیہہ اس تاریخ کو ذیل کے دو شعروں میں نظم کر دیا۔

بود چندے مقام چندیری ٭ پر ز کفار و دار حربی ضرب

فتح کردم بہ حرب قلعۂ آن ٭ گشت تاریخ فتح دار الحرب

فردوس مکانی نے چندیری کی حکومت اُس کے قدیم وارث ملک یعنی احمد شاہ بن محمد شاہ بن ناصر الدین مندوی کو جو اس وقت بادشاہ کے ساتھ تھا سپرد کی۔ اسی زمانے میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ امیروں کا وہ گروہ جو شرقی افغانوں کی تنبیہہ کے لیئے نامزد ہوا تھا وہ حریف سے بلا ضرورت جنگ کرکے شکست کھا چکا ہے فردوس مکانی یہ خبر سنتے ہی جلد سے جلد قنوج روانہ ہوئے۔ رابری میں شکست خوردہ امیر بھی بادشاہ سے آملے۔ فردوس مکانی گنگا کے کنارے پہونچے اور دریا پر تیس یا چالیس کشتیوں کا پل باندھا۔ حسین تیمور سلطان اور دوسرے امیروں نے دریا کو پار کرنا شروع کیا۔ افغانوں نے ٹھہرنے میں خیریت نہ دیکھی اور فراری ہونا شروع ہوئے۔ حسین تیمور سلطان نے ان افغانوں کا پیچھا کیا اور انھیں آوارہ وطن کرکے اُن کے زن و فرزند کو اسیر کیا۔ بادشاہ حوالی گنگا میں شکار کرکے آگرہ واپس آیا۔ فردوس مکانی نے محمد زمان میرزا ولد بدیع الزمان میرزا کو جو بلخ سے بھاگ کر آگرے آگیا تھا اکبر آباد کا حاکم مقرر کیا اور خود پانچویں محرم ۹۳۵ھ کو اطمینان کے ساتھ گوالیار روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے گوالیار کا قلعہ اور سنگی ہاتھی اور بکرماجیت اور مان سنگھ کی تیار کردہ عمارتوں کا جو قلعے کے اندر تھیں تماشا دیکھکر باغ اور رحیم داد کی تیار کردہ حوض کی سیر کی۔ اس باغ میں سُرخ رنگ کا گلاب کا پھول جو بہت کم یاب ہے بادشاہ کی نظر سے گذرا فردوس مکانی نے حکم دیا کہ اس درخت کی

ایک شاخ آگرے میں نصب کی جائے اس لیے کہ اس نواح میں یہ پھول اکثر شفتالو کے رنگ کا نظر آتا ہے اور آتشی رنگ کا یہ پھول کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بادشاہ نے سلطان شمس الدین التمش کی مسجد جامع کو جو گوالیار میں تعمیر کرائی گئی تھی زیارت کی اور بار بار سلطان مرحوم کی مغفرت کی دعا مانگی۔ بادشاہ گوالیار سے آگرہ واپس آیا۔ واقعات بابری میں فردوس مکانی خود لکھتے ہیں کہ تیئیسویں صفر ۹۳۵ھ کو مجھے اپنے بدن میں ایسی شدید حرارت محسوس ہوئی کہ میں نے جمعہ کی نماز مسجد میں مشکل سے ادا کی۔ اس کے تیسرے روز یعنی یکشنبہ کے دن مجھے جاڑا دیکر بخار آیا اس زمانے میں میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ والدیہ نظم کر رہا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر میری یہ خدمت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں مقبول ہوئی تو مجھے اس مرض سے اسی طرح ضرور شفا ہو جائیگی جس طرح قصیدۂ بردہ کے مصنف نے اپنی نظم کے مقبول ہونے سے مرض فالج سے نجات پائی تھی۔ میں نے اس رسالہ کو رمل مسدس مخبون کے اسی وزن میں جس بحر میں حضرت مولانا جامی کا سبحہ ہے نظم کر کے ختم کیا۔ اگرچہ میری طبیعت کا خاصہ ہے کہ اس قسم کے امراض مجھے ہمیشہ تیس چالیس دن تک برابر ستاتے تھے لیکن اس مرتبہ آٹھویں ربیع الاول کو میں نے اس بیماری سے نجات پائی اور خدا کی درگاہ میں سجدۂ شکر ادا کر کے باغ ہشت بہشت میں میں نے جشن عشرت منعقد کیا۔ اس بزم عشرت میں تمام اطراف کے ایلچی قزلباش اوزبک اور ہندو حاضر ہوئے اور میں نے چاندی اور سونا بلڑا بھر بھر گران سب کو عنایت کیا اسی طرح دوسرے حقداروں اور سادات کو بھی اپنی بخشش سے فیض یاب ہو چکا یا۔ اخوند میر مولف کتاب حبیب السیر اور مولانا شہاب الدین معمائی اور میرزا ابراہیم قانونی جو اپنے اپنے فن کے بے نظیر استاد تھے اور ہرات سے ہندوستان میں تازہ وارد ہوئے تھے اسی جشن عشرت میں بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہو کر شاہی نوازشوں سے مالا مال کیئے گئے اور بابری مقربوں میں داخل ہوئے بادشاہ کے علاوہ دوسرے امیروں اور سرداروں نے بھی خلوص و مسرت کے ساتھ خوشی کے شادیانے بجائے۔ اسی سال شاہزادہ عسکری ملتان سے فردوس مکانی کی خدمت میں حاضر ہوا شاہزادہ نصرت خاں پر دھاوا کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ

نصرت شاہ نے ایلچی بھیجکر بادشاہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرلی۔ اسی ۹۳۵ھ سنہ میں برہان نظام شاہ بحری والی احمد نگر نے فتوحات سابقہ اور موجودہ کی تہنیت اور مبارکباد میں ایک عریضہ روانہ کرکے اپنے خلوص اور فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ اسی سال کے آخر میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود ولد سلطان سکندر لودی نے بہار پر قبضہ کرلیا ہے اور بلوچوں نے اتفاق کرکے ملتان میں بغاوت شروع کردی فردوس مکانی نے ملتان کی مہم کو تھوڑے دنوں ملتوی کرکے بہار کا رخ کیا۔ بادشاہ کڑے پہونچا اور جلال الدین شاہ شرقی نے بادشاہ کی مہمانداری کی اور پیشکش گزران کر شاہی مہربانیوں سے سرفراز ہوا۔ فردوس مکانی نے محمد زماں میرزا کو بہار کی مہم پر نامزد فرمایا۔ محمد زماں میرزا جلد سے جلد سلطان محمود کے سر پر جا پہونچا۔ سلطان محمود مقابلہ نہ کرسکا اور سامنے سے فرار ہوگیا۔ چند ہی دنوں کے بعد بہار پر افغانوں نے پھر ایک بڑی جمعیت تیار کی اور لڑنے کے ارادے سے گنگا کے کنارے پہونچ گئے۔ بادشاہ نے اس مرتبہ بھی عسکری میرزا کو ایک جرار فوج کے ساتھ گذر بدری کیطرف بھیجا تاکہ شاہزادہ دریا کو عبور کرکے دشمنوں کے سر پر پہونچ جائے۔ فردوس مکانی نے خود دریا کو عبور کرنے کا ارادہ کیا۔ حسین تیمور سلطان اور توختہ توغا سلطان سب سے پہلے دریا کے پار اتر کر ساٹھ یا ستر آدمیوں کے ساتھ غنیم کی طرف بڑھے اور ادھر میرزا عسکری اپنے لشکر کے ہمراہ گنگا کو عبور کرکے دشمنوں کے سامنے ظاہر ہوا۔ افغانوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور یکبارگی سامنے سے فرار ہوگئے۔ نصرت شاہ نے شاہی اطاعت قبول کرکے اس نواح کے افغانوں کی مہمات کا بیڑہ اٹھایا اور اس درمیان میں برسات کا موسم بھی آگیا۔ بادشاہ نے اس جماعت کی مہم کی طرف زیادہ توجہ نہ کی اور ان اطراف کے تمام انتظام سلطان جنید برلاس کے سپرد کرکے خود آگرہ کی طرف لوٹا۔ فردوس مکانی قصبۂ منیر پہونچے اور حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری کے والد حضرت شیخ یحیٰی کے مزار کی زیارت کرکے بہت زیادہ خیرات کی اور کامیاب و بامراد دارالخلافت پہونچ گئے آگرے پہونچکر فردوس مکانی نے شہزادہ ہمایوں کو بدخشاں سے طلب کیا۔ ہمایوں نے بدخشاں کی حکومت اپنے بھائی ہندال میرزا کے سپرد کی اور باپ کی خدمت میں پہونچا۔ اس دوران میں سلطان سعید حاکم

آور کندر نے اچھا موقع پاکر بدخشاں کی تسخیر کا ارادہ کرلیا۔ سلطان سعید نے میرزا حیدر دوغلات کو اپنے آگے روانہ کرکے خود بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ ہندال میرزا قلعہ بند ہوگیا۔ سلطان سعید نے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ سلطان سعید کو کچھ کاربراری نہ ہوئی اور بدخشانیوں کی مدد سے جنھوں نے اس کو شہر فتح کرنے کی دعوت دی تھی سلطان سعید کو مایوسی ہوئی۔ سلطان سعید نے غضب میں آکر شہر کو خوب تاخت وتاراج کیا اور اپنے ملک کو واپس آگیا۔ سلطان سعید کی واپسی کی خبر آگرے پہونچی بھی نہ تھی کہ فردوس مکانی نے وہاں کی حکومت میرزا سلیمان ولد میرزا خاں کے سپرد کرکے سلطان سعید کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسا امر جو مخالفت کا باعث ہو ابتک معلوم نہیں ہوا بہت سے سابقہ اور موجودہ حقوق ایک دوسرے کے ذمے ہیں اگر تمھیں ہندال میرزا کی خاطر عزیز نہیں ہے تو میں سلیمان میرزا کو جو میرا اور تمہارا دونوں کا فرزند ہے بدخشاں کی امارت پر مقرر کرکے بھیجتا ہوں اور مجھے یقین کامل ہے کہ سلیمان میرزا کی اعانت تم بھی ویسی ہی کروگے جیسی کہ مجھے منظور ہے۔ سلیمان میرزا بدخشاں پہونچا اور اُس نے میدان حریف سے خالی پاکر بلا دردسری کے بدخشاں کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ میرزا ہندال ہندوستان واپس آیا اس زمانے سے آج تک میرزا سلیمان کی اولاد بدخشاں میں حکمراں ہے جن کا حال ان کی جگہ معرض تحریر میں آئے گا۔ رجب ۹۳۶ھ میں بادشاہ بیمار پڑا اور مرض روز بروز بڑھنے لگا۔ علاج نے الٹا اثر کرنا شروع کیا یہانتک کہ بادشاہ کو اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی۔ شہزادہ ہمایوں ان دنوں قلعہ کالنجر کی مہم پر گیا ہوا تھا۔ فردوس مکانی نے شہزادے کو کالنجر سے بلاکر اپنا جانشین مقرر کیا اور پانچویں جمادی الاول ۹۳۷ھ کو دوشنبہ کے دن اس جہان فانی سے رحلت کی فردوس مکانی کی وصیت کے موافق لاش کابل میں لائی گئی اور قدمگاہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں پیوند خاک کردی گئی۔ بہشت روزی باد (۹۳۷ھ) فردوس مکانی کی تاریخ وفات ہے۔ فرمانروا بارہ برس کے سن میں تخت حکومت پر بیٹھا اور اڑتیس سال اس نے حکمرانی کی۔ سخاوت اور مروت اُس کی سرشت میں داخل تھی اس کے نوکروں نے بار بار اس کے ساتھ بے وفائیاں کیں بلکہ بعض مرتبہ اس کی جان کے بھی درپے ہوئے لیکن اس صاحب مروت تاجدار نے اُن پر قابو پاکر

بھی ان سے بدلہ نہ لیا بلکہ اُن کو انعام و احسان سے مالامال فرمایا۔ فردوس مکانی حنفی المذہب مجتہد تھے۔ اس بادشاہ نے نماز کبھی قضا نہیں کی اور ہر جمعہ کو روزہ رکھتا تھا۔ علم موسیقی اور شاعری علم املا اور انشا میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ اپنے عہد حکومت کے واقعات ایسی شستہ اور فصیح ترکی زبان میں لکھے ہیں کہ اس زبان کے بڑے بڑے ماہرین نے اُس کی انشا پردازی کا لوہا مان لیا۔ اکبر کے عہد میں خان خاناں ولد بیرم خاں نے اسی ترکی نسخے کا زبان فارسی میں ترجمہ کیا جو آج تک اُسی طرح رائج ہے۔ اس بادشاہ کی شکل وصورت مرغوب اور دل پسند تھی خوش گفتاری اور خندہ روئی نے حسن پر اور چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس بادشاہ کا ادراک ایسا قوی تھا کہ جب شیخ زین صدر نے اس سے ملاقات کی تو بادشاہ نے پوچھا کہ تمھارا سن کیا ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ آج سے سات سال پہلے میں چالیس سال کا تھا اور اس سے دو سال پہلے بھی میرے پاس چالیس تھے اور اس وقت بھی چالیس کا مالک ہوں۔ بادشاہ فوراً شیخ کا مطلب سمجھ گیا اور اُس کی بیحد تعریف کی۔ اس کے انصاف کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ملک خطا کا ایک قافلہ شہر اندجان میں وارد ہوا۔ قافلے پر بجلی گری اور سوائے دو آدمیوں کے سارا مجمع ہلاک ہوگیا۔ بادشاہ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی۔ فردوس مکانی نے اپنے ملازمین کے ایک گروہ کو حکم دیا کہ قافلے کا تمام ساز وسامان جمع کیا جائے۔ باوجودیکہ اہل قافلہ کا کوئی وارث اُس وقت موجود نہ تھا لیکن بادشاہ نے تمام مال کو احتیاط سے اپنے پاس رکھا اور اطراف وجوانب میں لوگوں کو بھیجکر مردوں کے وارثوں کو اپنے پاس بلوایا۔ یہ وارث دو سال کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور فردوس مکانی نے اُن کے مورثوں کا مال اُن کے سپرد کر دیا۔ اگرچہ اس بادشاہ کی ساری زندگی لشکرکشی اور معرکۂ کارزار میں گذری لیکن عیش وعشرت کا نشہ کبھی اس کے سر سے نہ اترا اور اس کی بزم نشاط میں ہمیشہ حسینوں کا جھرمٹ رہا۔ فردوس مکانی نے کابل کے اندر ایک بہشت منظر مرغزار میں پتھر کا ایک حوض کھدوایا تھا۔ بادشاہ نے اس حوض کو شراب ارغوانی سے لبالب بھروا دیا تھا۔ اور خوش طبع اور سمجھ دار دوستوں کے ساتھ حوض کے کنارے رنگ رلیاں مچاتا تھا۔ بابر نے اپنا نظم کردہ مندرجۂ ذیل

شعر حوض پر کندہ کرا دیا تھا۔

نوروز و نوبہار مے و دلبری خوش است بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

پیمائش کی وہ طناب جس سے بادشاہ کے پس پشت سے شکار اور سفر میں زمین کو ناپتے ہوئے اسے ساتھ ساتھ لیئے چلتے ہیں اسی بادشاہ کی بے نظیر یادگار ہے بابر نے سو طناب کی ایک طناب بنائی تھی اور ہر طناب چالیس گز کی اور ہر گز نو مٹھی کا ہوتا تھا۔ سکندری گز جو اس سے پہلے ہندوستان میں رائج تھا موقوف ہوا اور بابری گز کا ہندوستان میں چلن ہوا۔ بابری گز نورالدین جہانگیر کے ابتدائی زمانے تک سارے ہندوستان میں برابر جاری رہا۔ چونکہ ہندوستان کی عنان حکومت اب ہاتھوں ہاتھ منتقل ہوتی ہوئی آل تیمور کے قبضۂ اقتدار میں آگئی ہے اس لیئے ضروری ہے کہ فردوس مکانی کے نسب کا بھی تھوڑا حال اس کتاب میں درج کر دیا جائے۔ چنگیز خاں بن بیو کا بہادر بن پرتان کے چار بیٹے تھے۔ چنگیز خاں نے اپنی زندگی میں ہر بیٹے کے لیئے قوم اور قبیلۂ امرا اور ممالک علیحدہ علیحدہ نامزد کر کے چار مختلف اقوام بنا دی تھیں۔ چنگیز خاں نے ایک قانون وضع کر کے جسے زبان ترکی میں تورہ کہتے ہیں بیٹوں کی ہدایت کے لیئے ان کے درمیان میں چھوڑا تھا۔ چنگیز خاں کے بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

اوکتائی قاآں۔ چغتائی خاں۔ جوجی خاں۔ اور تولی خاں۔ اوکتائی قاآں اگرچہ فرزند اکبر نہ تھا لیکن چونکہ عدالت اور پسندیدہ صفات میں تمام بھائیوں سے بہتر تھا باپ کے حکم سے چنگیز خاں کا جانشین ہوا اور قراقرم اور کلوران میں جو چنگیزیوں کا اصلی وطن ہے فرمانروائی کرنے لگا۔ یہ بادشاہ کثرت شراب کے باعث سنہ ۶۳۰ھ میں فوت ہوا۔ چغتائی خاں چنگیز کا منجھلا بیٹا تھا۔ چغتائی اپنے باپ کی وصیت کے موافق چھوٹے بھائی کی پوری اطاعت کرتا تھا اور اوکتائی قاآں بھی بڑے بھائی کے حفظ مراتب میں کوتاہی نہ کرتا تھا یہاں تک کہ اوکتائی قاآں نے اپنے بیٹے کیوک کو چغتائی خاں کا ملازم مقرر کروایا۔ چغتائی چنگیز خانی احکام کی بنا پر ماوراءالنہر۔ ترکستان۔ بلخ بدخشان پر حکمراں تھا اور ہیبت شاہی اور سیاست اور تورۂ چنگیز خانی کے معلومات اور فرمانروائی کے کرتب جاننے میں تمام بھائیوں میں ممتاز تھا۔ قراچار نویاں یعنی

امیر تیمور صاحب قراں کا جد پنجم چنگیز خاں کے حکم سے اسی چغتائی خاں کا امیر الامرا تھا چغتائی خاں عیش و عشرت اور شکار افگنی میں زندگی بسر کرتا تھا اور انھیں چیزوں کا دلدادہ تھا اور قراچار نویاں مہمات سلطنت کو انجام دیتا اور ملک کی ضرورتوں کو پورا اور چغتائی قبیلے کی نگہداشت کے سامان مہیا کرتا تھا۔ چنگیز کا سب سے بڑا بیٹا جوجی خاں تھا۔ جوجی خاں باپ کی تقسیم کے مطابق قبچاق۔ خوارزم[165]۔ خزر۔ بلغار۔ سقسین۔ آلان۔ اس۔ اوس۔ اور حدود شمالی پر سلطنت کرتا تھا۔ جوجی خاں اور اوکتائی خاں اور چغتائی خاں میں باوجود اس کے کہ تینوں بھائی ایک ہی ماں کے بطن سے تھے مخالفت تھی اور چغتائی اور اوکتائی جوجی خاں کے نسب پر طعن کرتے تھے۔ ان تینوں شہزادوں کی ماں کا نام بورتیہ فوجین تھا اور یہ بیگم بادشاہ مصر کی بیٹی تھی۔ جوجی خاں نے چنگیز خاں کے فوت ہونے سے چھ مہینے پیشتر اوائل ۶۲۴ھ میں وفات پائی۔ اوزبک خاں دشت قبچاق کا ساتواں فرمانروا اسی جوجی خاں کی نسل سے ہے۔ یہ بادشاہ عادل اور نیک خدا پرست مسلمان تھا۔ تمام اوزبکی قوم اسی نامی فرمانروا کی طرف منسوب ہے اور اسی نیک دل حکمراں نے مذہب اسلام کا دشت قبچاق میں رواج دیا۔ چنگیز خاں کا سب سے چھوٹا اور تمام بیٹوں میں لاڈلا فرزند تولی خاں تھا۔ تولی خاں اپنے سب بھائیوں سے زیادہ صداقت شعار تھا۔ اوکتائی قاآن کے عہد میں ملک خطا کے فتنے نے ۹۲۸ھ میں اس کا کام تمام کیا۔ تولی خاں کا ایک بیٹا قبلا قاآن ملک خطا کا فرمانروا تھا۔ اس بادشاہ نے شہر خان[166] بالیغ کو بسایا اور ہندوستان کے مشہور بندرگاہ دریائے زیتون[167] سے ایک بڑی نہر نکالی یہ نہر چالیس دن کی راہ طے کرتی ہوئی خان بالیغ میں آکر بہتی تھی۔ تولی خاں کا دوسرا فرزند ہلاکو خاں اپنے بھائی منکو قاآن کے حکم سے ایران کے سیاسی انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ چنگیز خانی حالات اس قدر معلوم ہونے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ امیر تیمور کا سلسلہ نسب قراچار نویان تک اس طرح پہونچتا ہے کہ امیر تیمور بن امیر طراغائی بن امیر برکل بن امیر ایلنگیر بہادر بن انجل نویاں بن قراچار نویاں اور قراچار نویاں کا شجرہ الانقوا تک اس طرح مرقوم ہے کہ قراچار نویاں بن سوغو بخی بن ایرایجی برلاس بن ایردی برلاس بن قاجولی بہادر بن تومنائی خاں بن بایسنقر خاں بن قیدو خاں بن توشین بن بوقائی

بن بوزنجر بن الانقو۔ الانقو کی ماں بہرام چوبینہ کی دختر تھی اور بہرام چوبینہ یلدوز کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور یلدوز خاں قوم برلاس سے تھا چنگیز خاں کا سلسلہ نسب بھی جیسا کہ کتابوں میں مذکور ہے بوزنجر تک پہونچتا ہے۔ امیر تیمور کے چار فرزند تھے (۱) میرزا جہانگیر جو باپ کے سامنے ہی سمرقند میں فوت ہوا (۲) میرزا شاہرخ حاکم ہرات (۳) میرزا عمر شیخ حاکم اندجان (۴) میرزا میراں شاہ حاکم تخت ہلاکو خاں۔ تیمور کے ان چار بیٹوں سے چار مختلف تیموری خانوادے قائم ہوئے۔ اوران چاروں برادر میں سے ہر بھائی موت تک حکمرانی کرتا رہا چنانچہ اس کتاب کی تالیف کے وقت بھی چوتھا خانوادہ یعنی میراں شاہیہ صاحب تخت وتاج ہے اور اسی قبیلے کے اراکین ہندوستان۔ کابل۔ غزنی۔ قندھار۔ غور اور بامیان میں حکمرانی کا ڈنکہ بجا رہے ہیں۔

نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ کا پہلی بار تخت پر بیٹھنا اور شیرشاہ کے غلبے کی وجہ سے ایران جانا

نصیرالدین ہمایوں طبیعت کا لطیف اور پسندیدہ اخلاق فرمانروا تھا اس بادشاہ کو عیش وعشرت کے ذوق وشوق کے ساتھ۔ علم ریاضی اور نجوم سے بڑا عشق و ولع تھا اوران علوم میں یہ اچھی دستگاہ تھی۔ ہمایوں نے کرۂ ارض کا مع عناصر اور افلاک کی مختلف شکلوں اور پردوں کے ایک خاکہ تیار کیا تھا۔ اوراس خاکے کے ہر حصے کو مناسب رنگوں سے رنگ کر ہر فلک کے کواکب اُن کی جگہ پر جڑوائے تھے اسی طرح ہفتے میں سات مجلسیں ترتیب دی تھیں پہلی مجلس میں جو قمر سے منسوب ہے ایلچی مسافر اور قاصدوں کا مجمع رہتا تھا دوسری مجلس جو عطارد سے منسوب تھی انشاپردازوں اور اہل علم کے مجمع سے معمور رہتی تھی۔ اسی طرح سات رنگوں میں کسی نہ کسی ایک رنگ سے جو اُس محفل کے شایاں اور مناسب تھا ہر محفل کو آرائش دی جاتی تھی اور ہر مجلس میں حاضرین بزم اسی محفل کے رنگ کے مطابق کپڑے پہنکر حاضر دربار ہوتے تھے بادشاہ ہر روز ایک مجلس میں بیٹھتا اور اہل دربار سے کلمہ وکلام کرکے ان کی قدر افزائی کرتا تھا اس عالی حوصلہ فرمانروا کو ہم اس کتاب میں جنت آشیانی کے نام سے یاد کریں گے۔ غرضکہ جنت آشیانی کے نام کا سکہ وخطبہ ملک میں پڑھا گیا اور بادشاہ کے بھائی کامراں میرزا نے پنجاب پر قبضہ کرنے کے لئے

جنت آشیانی کی مزاج پرسی اور تخت نشینی کی مبارکباد کو بہانہ بنایا اور کابل سے
ہندوستان روانہ ہوا۔ جنت آشیانی کی صلح کن طبیعت نے بھائی کی اس بے مروتی
سے بالکل چشم پوشی کی اور کابل اور قندھار کی حکومت پر پنجاب پشاور اور لمغان کی
حکومت کو اضافہ کر کے اُن ممالک کی حکمرانی کا فرمان کامران میرزا کے نام روانہ
کر دیا۔ ہندال میرزا کو میوات کا اور عسکری میرزا کو سنبھل کا صوبہ دار مقرر کیا۔ سنہ ۹۳۸ھ
میں جنت آشیانی نے قلعہ کالنجر پر لشکر کشی کر کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس زمانے میں
محمود خاں ولد سلطان سکندر لودی نے بعض افغانوں کی اعانت اور اتحاد سے جونپور پر
قبضہ کر کے اس نواح میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رکھی تھی ناچار جنت آشیانی نے
قلعے کی فتح سے ہاتھ اٹھایا اور راجہ کالنجر سے پیشکش حاصل کرتے ہوئے جونپور پہنچے ایک
خونریز لڑائی کے بعد افغانوں کو شکست دی اور پرانے طریقے کے مواقف اُس
ولایت کی حکومت جنید برلاس کے سپرد کر کے آگرہ واپس آئے۔ دار الحکومت پہونچکر
بادشاہ نے ایک بڑا جشن منعقد کیا اور نظام الدین احمد بخشی کی روایت کے مطابق
بارہ ہزار اشخاص کو مرصع اور جواہر نگار خلعت سے سرفراز فرمایا۔ جشن سے فارغ ہو کر
جنت آشیانی نے ایک قاصد شیر شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور چنار کا قلعہ اس سے
واپس مانگا۔ شیر خاں نے قلعہ حوالے کرنے سے انکار کیا بادشاہ نے اُس نواح کا
سفر کیا لیکن چونکہ اس زمانے میں بہادر شاہ گجراتی نے بہت سر اٹھا رکھا تھا اور
اُس نواح میں ہر چہار طرف فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا بادشاہ نے مصلحتاً قلعہ چنار
شیر خاں کے زیر حکومت چھوڑ کر اُس سے مناسب شرائط پر صلح کی اور آگرے کی طرف
پلٹا جنت آشیانی ابھی آگرہ پہونچے بھی نہ تھے کہ قطب خاں ولد شیر خاں جو باپ کی
طرف سے بادشاہ کا ملازم تھا لشکر سے جدا ہو کر چنار کی طرف بھاگ گیا اسی زمانے میں
محمد زماں میرزا نبیرۂ سلطان حسین میرزا نے چغتائی امیروں کے ایک گروہ کے مشورے سے
یہ سازش کی کہ جنت آشیانی کو تخت سلطنت سے اتار کر خود حکمرانی کا ڈنکہ بجائے۔
بادشاہ کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی اور اس مرتبہ اُس کا گناہ معاف کیا اور اُسے
قرآن شریف کا حلف دیکر دوبارہ اس قسم کی غداری نہ کرنے کی قسم لے کر چھوڑ دیا
لیکن چونکہ فتنہ و فساد کا برپا کرنا اس گنہگار کو باپ کی طرف سے بطور میراث ملا تھا

محمد زماں کی فتنہ انگیز طبیعت نے اصلاح نہ قبول کی اور اُس نے مخالفانہ کارروائیاں شروع کردیں جنت آشیانی نے اس مرتبہ محمد زماں کو گرفتار کر کے یادگار بیگ چغتائی کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ اُسے قلعۂ بیانہ میں نظر بند کرے۔ سلطان حسین میرزا کے نواسے مسمی محمد سلطان اور نخوت سلطان جو بڑے نامی امیر اور مشہور مغل شاہزادے تھے اور محمد زماں کی سازش میں شریک اور اُس کے مشیر تھے حکم ہوا کہ ان دونوں کی آنکھوں میں لوہے کی سلائی پھیر دی جائے۔ جو شخص اس کام پر مامور ہوا تھا اُس نے نخوت سلطان کو تو نابینا کر دیا لیکن محمد سلطان کے معاملے میں چشم پوشی کر تا رہا۔ محمد زماں میرزا نے قلعۂ بیانہ کے ملازمین سے سازش کر لی اور قلعے سے نکل کر گجرات کی طرف بھاگا اور محمد سلطان جو اندھا بنا ہوا قید خانہ میں گرفتار تھا اُس نے بھی اہالیان قلعہ کے ایک گروہ کو اپنا بنا لیا تھا اور اپنے بیٹوں کو یعنے الغ میرزا اور شاہ میرزا کو ساتھ لئے کر قنوج روانہ ہو گیا۔ محمد سلطان میرزا قنوج کے ایک چھوٹے سے حصے پر قبضہ کر کے قریب پانچ یا چھ ہزار مغل اور راجپوت سپاہیوں کا سردار بن گیا۔ جنت آشیانی نے پہلے ایک شخص کو بہادر شاہ کے پاس بھیجا اور اُس سے محمد زماں میرزا کو طلب کیا۔ بہادر شاہ نے بجائے امتثال احکام کے غرور و تکبر کے نشے میں سرشار ہو کر کلمات نامناسب زبان سے نکالے۔ جنت آشیانی نے بہادر شاہ کو اُس بے ادبی کی سزا دینی ضروری سمجھی اور سامان سفر کی تیاریاں کرنے لگے۔ اسی اثنا میں بہادر شاہ نے قلعۂ چتوڑ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ حصار کا حاکم رانا بکرماجیت بہادر شاہ کے دامن میں پناہ گزیں ہو کر اُس سے مدد کا طلبگار ہوا۔ جنت آشیانی نے بہادر شاہ کی تنبیہ اور رانا کی مدد کے لئے دہلی سے کوچ کیا۔ بادشاہ نواح گوالیار میں پہونچا اور کچھ شدید ضرورتیں ایسی پیش آئیں کہ دو مہینے گوالیار میں ٹھیر کر آگرے واپس آیا۔ رانا بکرماجیت جنت آشیانی کی امداد سے مایوس ہوا اور اُس نے تاج مرصع اور دوسرے پیشکش بہادر شاہ کو نذر دیکر قلعے کو محاصرے کی زد سے بچایا۔ شہر مندو اور چتوڑ کی فتح سے بہادر شاہ کا دماغ آسمان پر چڑھ گیا۔ اور محمد زماں میرزا کی بہت زیادہ عزت اور توقیر کرنے لگا۔ بہادر شاہ نے اپنی سیاسی تدبیر سے علاءالدین ولد سکندر لودی کو بھی جو اُس کے پاس ہی موجود تھا بڑی تقویت دی اور دہلی کے فتح کرنے کا سودا اُس کے سر میں سما گیا۔

تاتار خاں ولد علاء الدین خاں کو چالیس ہزار افغان سواروں کا سردار بنا کر جنت آشیانی نے ممالک فتح کرنے اور اُن کو تاراج کرنے کے لیئے روانہ کیا۔ تھوڑے ہی زمانے میں بیانہ فتح ہوگیا اور مفتوح شہر سے لے کر آگرہ تک سارا ملک مغلوں کا جولانگاہ بن گیا۔ جنت آشیانی نے میرزا ہندال کو مغل امیروں کی ایک جماعت کے ساتھ تاتار خاں کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ حریف کے اکثر سپاہی مغل فوج کے آنے کی خبر سُن کر ادھر اُدھر منتشر ہوگئے۔ تاتار خاں کو اب سوا لڑنے کے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا اور مجبوراً دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ ہندال میرزا کے مقابلے میں صف آرا ہوا ہندال میرزا کو فتح ہوئی اور تاتار خاں تین سو افغانوں کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا میرزا ہندال نے لگے ہاتھوں بیانہ کو بھی فتح کیا اور کامیاب واپس آیا سنہ ۹۴۰ھ میں بہادر شاہ نے دوبارہ چتوڑ فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اپنی فوج اُس طرف روانہ کی۔ جنت آشیانی نے احتیاطاً کو مدنظر رکھ کر ایک نہایت مضبوط قلعہ دریائے جمنا کے کنارے تعمیر کرایا اور حصار کو دین پناہ کے نام سے موسوم کیا۔ قلعے کو مستحکم کر کے بادشاہ نے حصار کی حکومت معتبر امیروں کے سپرد کی اور خود سارنگپور روانہ ہوا۔ سارنگپور بہادر شاہ گجراتی کے زیر حکومت تھا جنت آشیانی نے مندرجہ ذیل دو شعر نظم کر کے بہادر شاہ کے پاس روانہ کیئے۔

اے کہ ہستی غنیم شہر چتوڑ کافراں راچہ طور میگیری
بادشاہے رسید بر سر تو تو نشستہ چتور می گیری

بہادر شاہ نے بھی نرمی کو نظر انداز کر کے مندرجہ ذیل دو شعروں میں ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

من کہ ہستم غنیم شہر چتور کافراں را بجور میگیرم
ہر کہ بکند حمایت چتور تو بہ بینی کش چہ طور میگیرم

کہتے ہیں کہ بہادر شاہ نے جنت آشیانی کو یہہ نا ملائم جواب بھیجکر اپنے ارکان دولت سے لڑائی کی بابت مشورہ کیا۔ اکثر امیروں نے کہا کہ جنت آشیانی عظیم الشان فرمانروا ہیں پہلے اس مہم سے فراغت حاصل کر لی جائے۔ اُس کے بعد چتوڑ کو ہاتھ لگایا جائے لیکن چند درباریوں نے کہا کہ ہمایوں بڑا پابند شریعت ہے

غیر مسلموں کی حمایت کرنے کی بدنامی اپنے سر نہ لیگا اور بت پرستوں کے ساتھ ہمارے مقابلے میں نہ آئیگا بہتر یہ ہے کہ پہلے غیر مسلموں سے معرکہ آرائی کیجائے اور جس قلعے کا مدتوں سے ہم محاصرہ کیئے پڑے ہیں اس کو جلد سے جلد فتح کیا جائے۔ حصار کو فتح کر کے پھر دوسرا کام شروع کرنا بہتر اور مناسب ہے۔ بہادر شاہ نے دوسرے گروہ کی رائے کو باصواب جانا اور اہل قلعہ پر اور زیادہ سختیاں کرنے لگا جنت آشیانی نے بھی سارا قصہ سُنا اور سارنگپور میں اتنا توقف کیا کہ بہادر شاہ نے قلعہ فتح کر لیا۔ بہادر شاہ کے زوال کی تاریک گھٹائیں چھا چکی تھیں اُس نے کسی طرح بھی سر نہ جھکایا اور دہلی کے عظیم الشان فرمانروا سے لڑائی کی راہ کھول دی۔ سنہ ۹۴۱ھ میں بہادر شاہ نے کوچ در کوچ جنت آشیانی کے لشکر کی طرف سفر کیا اور اپنے کو آپ محنت کی مصیبت میں گرفتار کیا۔ جنت آشیانی بہادر شاہ کو اپنی مروت سے بہت کچھ ممنون کر چکے تھے۔ بادشاہ کو اس ناحق شناس کی طرف سے اس بے ادبی کا وہم و گمان بھی نہ تھا لیکن بے دفا بہادر کی داستان سُن کر جنت آشیانی کو بیحد غصہ آیا اور اُس کی سرکوبی کے لیئے آگے بڑھے۔ مندسور کے نواح میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ بہادر شاہ جس نے بہت بڑا توپخانہ جمع کیا تھا اپنے توپ خانے کے سردار رومی خاں کی مدد سے لشکر کے گرد خندق کھدوا کر اور آتشبازی کے ارابے کھینچکر اپنی طاقت پر بیحد مغرور رہوا اور دو مہینے کامل جغتائی لشکر سے روزانہ کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ کرتا رہا۔ بہادر شاہ کا مقصد یہ تھا کہ جغتائی فوج کو کسی نہ کسی ترکیب سے توپخانے کی زد پر لا کر تباہ کرے۔ جغتائی فرمانروا بہادر شاہ کی گھات سے آگاہ ہو چکا تھا اور اپنے سپاہیوں کو پہلے ہی سے حکم دے رکھا تھا کہ توپخانوں کے سامنے نہ جائیں اور پانچ یا چھ ہزار مغل تیر انداز تیار ہو کر لشکر گجرات کے اطراف و جوانب کو تاخت و تاراج کریں اور غلہ اور چارہ گجراتیوں کے لشکر تک ہرگز نہ پہونچنے دیں۔ اس ترکیب سے بہادر شاہ کے لشکر میں قحط کی عالم گیر وبا پھیلی اور انسان گھوڑے ہاتھی اور اونٹ غرض سارے جاندار ہلاک ہونے لگے۔ بہادر شاہ نے دیکھا کہ اب زیادہ قیام کرنا موجب ہلاکت ہے ایک رات پانچ آدمیوں کے ہمراہ جن میں مبارک شاہ فاروقی حاکم برہان پور قادر شاہ والی مالوہ اور صدر جہاں خاں بھی داخل تھے سراپردۂ شاہی کے

پہنچے سے شادی آباد اور مندو کی طرف بھاگا۔ گجراتی لشکر اپنے بادشاہ کے فرار ہونے سے آگاہ ہوا اور ہر سپاہی برے حالوں کسی نہ کسی طرف آوارہ گردی کرنے لگا جنت آشیانی نے بھی گجراتیوں کا پیچھا کیا اور مندو کی سرحد تک برابر چلے گئے جو گجراتی سپاہی جہاں نظر آتا تھا چغتائی تلوار وہیں اسے خاک و خون کا ڈھیر کر دیتی تھی بہادر شاہ نے قلعۂ مندو میں پناہ لی۔ جنت آشیانی نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور ایک مدت تک اس محاصرے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جنت آشیانی نے مورچل کو تقسیم کرکے پھر محاصرہ شروع کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد تین سو مغل ایک رات قلعے کے اوپر چڑھ گئے۔ گجراتیوں پر مغلوں کا خوف پوری طرح چھا چکا تھا بغیر اس کے کہ یہ دریافت کریں کہ کتنے سوار ہیں مغلوں کی صورت دیکھتے ہی بھاگ گئے۔ بہادر شاہ بھی خواب غفلت سے جاگا اور حالت دگرگوں دیکھ کر خود بھی فرار ہو گیا اور پانچ یا چھ ہزار سواروں کے ساتھ جاپانیر کی طرف جو اُس زمانے میں گجراتیوں کا دار الحکومت تھا راہ لی۔ صدر جہاں جو اپنے وقت کا فاضل اور بہادر شاہ کا امیر الامرا تھا اثنائے تعاقب میں زخم کھا چکا تھا۔ صدر جہاں زخم خوردہ ہونے کی وجہ سے نہ بھاگ سکا اور ارک مندو کے قلعۂ سونگر میں پناہ گزیں ہوا۔ دوسرے دن صدر جہاں نے امان طلب کی اور حصار سے باہر نکل کر قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا۔ جنت آشیانی تعاقب کے اثناء میں اس فاضل امیر کی شجاعت اور بہادری کا حال دیکھ چکے تھے۔ بادشاہ نے صدر جہاں پر نوازش فرمائی اور اُسے اپنے خاص مقربوں میں داخل کیا۔ اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ جب وقت جنت آشیانی بہادر شاہ کے تعاقب میں سرگرم تھے اور سیلاب کے مانند نشیب و فراز کا کچھ خیال باقی نہ تھا اُسی اثناء میں بادشاہ کو ایک دن بہادر شاہ کی فوج نظر آئی جنت آشیانی نے اپنے بہادر سپاہیوں کے ساتھ گجراتیوں پر حملہ کیا۔ صدر جہاں خاں نے اپنے کو بہادر شاہ کی سپر بنا کر ایسی ثابت قدمی اور استقلال سے کام لیا کہ اُس کا مالک بال بال بچ کر صحیح و سلامت معرکہ کارزار سے نکل گیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس معرکے میں جنت آشیانی نے خود بھی شمشیر بکف ہو کر صدر جہاں سے مقابلہ کیا اور اپنی تلوار سے اُسے زخمی کرکے سامنے سے بھگا دیا۔ مختصر یہ کہ بادشاہ نے

منڈو کے بلند اور سر بفلک قلعہ کو اپنے حلقہ بگوشوں کے سپرد کیا اور خود تیسرے دن بہادر شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا بہادر شاہ جسقدر زر و جواہر حصار محمد آباد جاپانیر سے لاسکا لایا اور وہاں سے بھی احمد آباد کی طرف فراری ہو گیا۔ جنت آشیانی نے جاپانیر کو تاراج کر کے قلعۂ محمد آباد کا محاصرہ دولت خواجہ برلاس کے سپرد کیا اور خود احمد آباد کا رُخ کیا۔ بہادر شاہ جنت آشیانی کے تعاقب کی خبر سُنکر کمبایت پہونچا۔ بادشاہ نے بھی کمبایت کا رُخ کیا اس خبر کو سُنکر بہادر شاہ بے حد مضطرب ہوا اور جزیرۂ دیو میں جا کر اُس نے پناہ لی۔ جنت آشیانی نے بہادر شاہ کے یوم فرار کے دن اپنی بھی باگ موڑ دی اور کمبایت پہونچے۔ بادشاہ نے کمبایت میں دو دن قیام کیا اور یہ معلوم کر کے کہ گجراتیوں کا سب سے معمور اور گنجور خزانہ قلعۂ جاپانیر میں ہے پھر اُس جانب کا رُخ کیا اور جاپانیر پہونچکر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ گجراتی حاکم قلعہ مسمی اختیار خاں نے بڑی ہوشیاری سے حصار کی حفاظت کی اور حریف کے دفع کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن باوجود اس کے کہ قلعے میں اس قدر سامان موجود تھا کہ برسوں کافی ہوتا لیکن پھر بھی حرص و طمع کی وجہ سے جو انسان کی سرشت میں داخل ہے حصار کے ایک طرف سے جس کے پاس ایک بہت بڑا جنگل تھا اُس نواح کے زمینداروں کی مدد سے روغن غلہ اور چارہ طنابوں کے ذریعے سے کھینچ کر قلعے کے اوپر پہونچوایا جاتا تھا۔ ایک دن جنت آشیانی قلعے کے گرد پھر رہے تھے ناگاہ بادشاہ کی نظر ایک جماعت پر پڑی جو جنگل سے قلعے کی طرف آرہی تھی یہ لوگ فوجی سپاہیوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور پھر جنگل میں پوشیدہ ہو گئے بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کے ایک گروہ کو ان روپوشوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ سپاہی چند آدمیوں کو گرفتار کر لائے قلعہ دار کا راز فاش ہو گیا اور بادشاہ نے خود اس مقام کو جا کر دیکھا جہاں سے غلہ قلعے کے اوپر کھینچا جاتا تھا۔ جنت آشیانی نے اس مقام کے ہر پہلو کو خوب ذہن نشین کر لیا اور اپنے لشکر کو واپس آئے۔ اور بیشمار فولادی میخیں تیار کرائیں اور چھٹنے کی چودھویں رات کو قلعے پر ہر طرف سے حملہ کیا اور خود تین سو سواروں کے ساتھ اسی جگہ پر گیا جس کو پیشتر سے ذہن میں جما رکھا تھا اور ہر طرف سے فولادی میخیں پہاڑ میں مضبوط گاڑ دیں۔ اہل قلعہ حصار کے

اس رُخ سے بالکل مطمئن تھے اور جنت آشیانی کی تدبیروں سے قطعاً آگاہ نہ ہو سکے۔ جب تمام سامان ہو چکا تو سب سے پہلے انتالیس آدمی جن میں سب سے آخری جانباز بیرم خاں تھا قلعے کے اوپر چڑھے اس کے بعد بادشاہ بھی سوار ہوا اور صبح ہوتے ہوتے بقیہ تین سو سوار بھی حصار کی بلندی پر پہونچ گئے۔ ان سواروں کے قلعے پر پہونچتے ہی ہر طرف سے فوج نے حملہ کر دیا اور جنت آشیانی نے اپنی فطری بہادری سے جس کی نظیر مشکل سے کسی فرمانروا کے کارنامے میں ملتی ہے بہ آواز بلند تکبیر کہی اور قلعے کا دروازہ اپنے سپاہیوں کے داخلے کے لیئے کھول دیا اور ایسے سر بہ فلک مضبوط قلعے کو اسقدر آسانی کے ساتھ دیکھتے دیکھتے فتح کر کے اپنا نام ہمیشہ کے لیئے دنیا میں یادگار چھوڑا۔ اختیار خاں اور اس کے متعلقین کے علاوہ جو قلعۂ ارک موسوم بہ موئیہ۱۶۹ میں آ گئے تھے بقیہ تمام اہالیان حصار قتل ہوئے۔ اختیار خاں کے بھی چھکے چھوٹ گئے اور جان کی امان طلب کر کے قلعے سے باہر نکلا چونکہ اختیار خاں تمام گجراتیوں میں اپنے علم و فضل میں ممتاز تھا جنت آشیانی نے اس کی پرورش فرمائی اور اُس کو اپنے خاص ندیموں میں داخل کیا۔ شاہان گجرات کا خزانہ جو سالہائے سال سے جمع تھا چغتائیوں کے قبضے میں آیا اور تمام رومی فرنگی خطائی اور ہندی کپڑے اور مال و متاع جو کچھ کہ خزانۂ شاہی میں اکٹھا تھا تاراج ہوا بہادر شاہ بندر دیو میں پہونچا اور چنگیز خاں مقتول کے باپ عماد الملک چرکس کو مالگزاری اور دیگر محصول و ضمنے وصول کرنے اور لشکر کے جمع کرنے کے لیئے احمد آباد روانہ کیا۔ عماد الملک نے احمد آباد میں تھوڑا قیام کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پچاس ہزار سپاہی اپنے گرد جمع کر لیئے اور ملک کی مالگزاری کی تحصیل شروع کی اور روز بروز اُس کی قوت زیادہ ہونے لگی۔ ان حالات کی بنا پر جنت آشیانی نے قلعۂ چاپانیر اور اُس کے اطراف و نواح کے انتظام و اصلاح کا اہم کام تردی بیگ مغل کے سپرد کیا اور خود احمد آباد روانہ ہوئے۔ قلعۂ محمود آباد کے نواح میں لشکر چغتائی کے مقدمۃ الجیش مرزا عسکری اور عماد الملک سے معرکہ آرائی ہوئی۔ عماد الملک نے شکست کھائی اور بادشاہ احمد آباد کے بے نظیر شہر میں داخل ہوا احمد آباد کی حکومت مرزا عسکری کو مرحمت کی اور اسی طرح گجرات کے ہر حصے کو امیروں کی جاگیر میں

تقسیم کر کے برہان پور کو فتح کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ برہان نظام شاہ اور عماد شاہ وغیرہ حاکمان دکن نے پریشان ہو کر بادشاہ کے حضور میں عریضے روانہ کئے اور جنت آشیانی سے درخواست کی کہ ولایت خاندیس چغتائی سواروں کا جولانگاہ نہ بنے دکنی حاکموں کے معروضے ابھی پہونچے بھی نہ تھے کہ شیر شاہ کی بغاوت کا غلغلہ اُٹھا۔ جنت آشیانی برہان پور کے قریب آئے اور اُس ملک کو زیر و زبر کر کے مندو وارد ہوئے۔ اسی اثنا میں کتاب عجیب السیر کا مولف جو بادشاہ کے ہمراہ رکاب تھا مرض اسہال میں مبتلا ہو کر جہان فانی سے گزر گیا اور اس کی وصیت کے موافق اس کی لاش دہلی میں لائی گئی اور حضرت سلطان نظام الدین محبوب الٰہی اور حضرت امیر خسرو کے جوار میں پیوند خاک کر دی گئی۔ عماد الملک اور دوسرے گجراتی امیروں نے دوسری مرتبہ لشکر فراہم کیا اور احمد آباد روانہ ہوئے یادگار ناصر میرزا حاکم پٹن اور قاسم حسین سلطان حاکم بھروچ جو سلاطین کفہ اور قرم میں سے تھے دشمنوں کے غلبے سے تنگ آ کر عسکری میرزا کے پاس آگئے۔ اتفاق سے ایک رات عسکری میرزا نے نشۂ شراب میں سرشار ہو کر یہ جملہ کہا کہ ہم بادشاہ ظل اللہ ہیں مہدی قاسم خاں کے بھائی غضنفر نے جو میرزا کا کوکہ تھا آہستہ سے کہا کہ ہاں مگر خود بہیں ہو۔ پاس والے سب اس لطیفے پر ہنس پڑے اور میرزا اپنے ہم نشینوں کی ہنسی کی حقیقت کو سمجھ گیا اور غضنفر کوکہ کو نظر بند کر دیا۔ کوکہ چند دنوں بعد قید سے نجات حاصل کر کے بہادر شاہ گجراتی کے پاس جزیرۂ دیو چلا گیا۔ کوکہ نے بہادر شاہ کو احمد آباد پر دھاوا کرنے کی ترغیب دی اور کہا کہ میں مغلوں کے مشورے سے خوب واقف ہوں سبھوں نے طے کر رکھا ہے کہ غنیم کے حملہ کرتے ہی شہر سے بھاگ جائیں اب صرف بہانے کے منتظر ہیں تم مجھے اپنے پاس قید رکھو اور مغلوں پر حملہ آور ہو اگر میرے کہنے کے خلاف بجائے فراری ہونے کے وہ برسر مقابلہ آئیں تو مجھے سزا دینا۔ بہادر شاہ گجراتی نے سورت کے زمینداروں کے اتفاق سے اچھی خاصی جمعیت حاصل کر لی اور احمد آباد چلا۔ اس زمانے میں امیر ہندو بیگ نے میرزا عسکری سے کہا کہ ملک کا سکہ اور خطبہ اپنے نام کا جاری کر کے خود مختاری کا ڈنکہ بجائیے تمام فوجی نوازش کے امیدوار جاں نثاری میں کمی نہ کرینگے۔ اگرچہ یہ صلاح عسکری میرزا

کی دلی خواہش کے بالکل موافق تھی لیکن اُس وقت عسکری میرزا نے اسے قبول نہ کیا بلکہ مشیر کو سخت و سست الفاظ سے یاد کیا۔ عسکری میرزا اپنے امیروں کے ہمراہ احمد آباد سے روانہ ہوا اور اساول کی پشت اور سرکھیج کے سامنے اس نے اپنا لشکرگاہ مقرر کیا۔ اتفاق سے میرزا کے لشکر میں ایک توپ چلی جس کی ضرب کے صدمے سے بہادر شاہ کی بارگاہ سرنگوں ہوگئی۔ بہادر شاہ کو بیحد غصہ آیا اور اس نے غضنفر کوکہ کو سزا دینے کے لئے سامنے طلب کیا۔ غضنفر نے جواب دیا کہ صف آرائی تک میری جان بخشی کرو مجھے خوب معلوم ہے کہ میرزا آج ہی کی رات یہاں سے فراری ہو جائیگا۔ رات کی سیاہی خوب پھیل گئی اور میرزا نے اس ارادے سے کہ قلعۂ جاپانیر اور وہاں کے شاہی خزانے پر قبضہ کر کے گجرات کا خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کر لے اُس طرف کا رُخ کیا۔ بہادر شاہ گجراتی دو تین روز عسکری میرزا کا تعاقب کر کے واپس آیا۔ اس کے بھتیجے تردی بیگ کو عسکری میرزا کے ارادوں سے اطلاع ہوئی تردی بیگ نے عسکری میرزا کی مدافعت کر کے اس کو مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیا عسکری میرزا فتح سے مایوس ہو کر آگرے روانہ ہوا اور لشکر و اسباب جنگ فراہم کرنے لگا۔ جنت آشیانی نے اس خیال سے کہ کہیں عسکری میرزا آگرے پہنچکر عظیم الشان فتنہ نہ برپا کرے مندو کے انتظام سے دست بردار ہو کر فوراً آگرے کا رخ کر دیا۔ میرزا نے دیکھا کہ بادشاہ اس طرف کو آرہا ہے اپنی نفسانی خطاؤں اور شیطانی ارادوں پر پشیمان ہوا عسکری میرزا یادگار ناصر میرزا اور قاسم حسین سلطان اور دوسرے امیروں کے ہمراہ جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ وہ گجرات کا انتظام نہ کر سکا اس لئے جان بچا کر آگرے چلا آیا۔ جنت آشیانی نے اس واقعے سے چشم پوشی کر کے منہ سے کچھ نہ کہا۔ تردی بیگ نے بھی بہادر شاہ سے صلح کر لی اور جاپانیر کا قلعہ اُس کے سپرد کر کے بادشاہ کے پاس چلا آیا اور مالوے اور گجرات کے سے ممالک جو ہزار مصیبت اور مشکلات سے ہاتھ آئے تھے قبضے سے جاتے رہے اور عظمت سلطانی میں فرق آگیا۔ اس زمانے میں افیون کی کثرت استعمال سے بادشاہ کی خلوت نشینی زیادہ بڑھ گئی تھی اور دیوان داری بالکل کم ہوگئی۔ بادشاہ کی حالت دیکھ کر گھات میں لگے ہوئے حریفوں نے سر اٹھایا۔ انھیں واقعات کے درمیان سلطان جنید برلاس

حاکم جونپور نے وفات پائی۔ یہ اہم ٹرا صاحب اقتدار تھا اور تمام شرقی افغانوں کو شمشیر و تدبیر سے جہاں جیسا موقع ہوتا تھا دبائے رہتا تھا جنید برلاس نے ۹۴۳ھ میں رحلت کی۔ شیر خاں نے جوان شرقی افغانوں میں سب کا سرغنہ تھا رہتاس کے نواح میں بڑی شان و شوکت پیدا کرلی اور اب انتہا سے زیادہ شوخیاں کرنے لگا جنت آشیانی نے اسکا ہی چارہ کار دیکھا کہ شیر خاں کی تنبیہ کے لیئے خود سفر اختیار کریں ۸ صفر ۹۴۴ھ میں بادشاہ نے جونپور کا سفر کیا اس زمانے میں شیر خاں بنگال گیا ہوا تھا جنت آشیانی نے قلعہ چنار کے پاس قیام کر کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ غازی خاں سور قلعے کے ضابطہ دار نے بادشاہ کی مدافعت کی۔ محاصرہ چھ مہینے تک جاری رہا اور بہت سے سپاہی ضائع ہوئے۔ جنت آشیانی نے رومی خاں کو جو بہادر شاہ گجراتی سے جدا ہو کر ہمایوں کی خدمت میں چلا آیا تھا منتخب کر کے چنار کی مہم اس کے سپرد کی۔ رومی خاں نے قلعے کے اطراف کو دیکھا اور اسے معلوم ہوا کہ تین طرف سے قلعہ خشکی سے گھرا ہوا ہے اور ان اطراف سے قلعہ اسقدر مضبوط ہے کہ کسی طرح کاربرآری نہیں ہوسکتی قلعے کی جس سمت دریائے گنگا کا ساحل تھا رومی خاں نے اسی طرف کو پسند کیا اور ایک بڑی کشتی بنائی اور اس پر سرکوب اٹھانا شروع کیا۔ جب یہ کشتی بوجھ نہ اٹھا سکی تو اس کے ادھر اُدھر اور دوسری کشتیاں باندھیں اور سرکوب کو اور زیادہ بلند کیا۔ جب پھر بوجھ زیادہ ہوا تو پھر جابجا اور کشتیاں باندھیں اور برابر اسی طرح کشتیوں کا اضافہ کرتا گیا یہاں تک کہ سرکوب کو قلعے کی دیوار سے ملا دیا اور اس تدبیر سے قلعے کو آسانی کے ساتھ فتح کرلیا۔ بادشاہ نے رومی خاں پر اس خدمت کے صلے میں بیحد نوازش فرمائی۔ اسی دوران میں سلطان محمود حاکم بنگالہ جلال خاں ولد شیر خاں کے مقابلے میں معرکہ کارزار سے بھاگ کر زخمی بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور جنت آشیانی سے بنگالے پر فوج کشی کرنیکی درخواست کی۔ سلطان محمود کا عاجزانہ اصرار حد سے گذر گیا اور جنت آشیانی نے ۹۴۵ھ کے شروع میں بنگالے کو فتح کرنیکا ارادہ کر کے اُس نواح کا رخ کیا۔ شیر خاں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے اپنے بیٹے جلال خاں کو خواص خاں مشہور کے ہمراہ گڑھی[1] کی محافظت کے لیئے روانہ کیا۔ یہ گڑھی بنگال کے راستے میں ہے اور مملکت بنگالہ اور بہار

کے درمیان ایک مضبوط مقام ہے اس گڑھی کے ایک طرف ایک بلند پہاڑ ہے
جس میں نہایت گنجان خار دار جنگل ہے جس سے گذرنا دشوار ہے اور دوسری طرف
دریائے گنگا بہتا ہے جس کے پار اترنا بہت مشکل ہے۔ جنت آشیانی نے راستہ ہی
میں جہانگیر بیگ مغل کو گڑھی کی مہم پر اور ہندال میرزا کو محمد سلطان اور اس کے بیٹوں
کے فتنے کو فرو کرنے کے لیئے روانہ کیا۔ جس دن جہانگیر بیگ گڑھی پر پہنچا اسی دن
اس کے قدم رکھتے ہی جلال خاں اور خواص خاں دھاوا کرتے ہوئے اُس کے
سر پر پہنچ گئے اور جہانگیر بیگ زخمی اور پریشان حال شاہی لشکر میں آکر پناہ گزیں ہوا۔
بادشاہ خود فوراً گڑھی پہنچ گیا اور جلال خاں اور خواص خاں شاہی حملے کی تاب نہ لاکر
کوہ کی طرف چلے گئے جنت آشیانی اطمینان کے ساتھ گڑھی سے گذر گئے شیر خاں
ان واقعات کو سن کر بے حد پریشان ہوا اور شاہان گور و بنگالے کا خزانہ جو اسے حال ہی
میں ملا تھا ساتھ لے کر خود بھی کوہستان جھارکھنڈ کی سمت راہی ہوا۔ جنت آشیانی
بنگالے کے دار الخلافت شہر گور میں داخل ہوئے اور اسے فتح کر کے اس کے ناگوار نام
کو بدلا اور شہر کو جنت آباد کے اسم سے موسوم کیا۔ جنت آشیانی نے گور میں تین مہینے
قیام کیا لیکن ملک کی خراب آب و ہوا اور تکان سفر سے گھوڑے اور اونٹ کثرت
سے ضائع ہوئے اور انسان بھی بے حال ہو گئے غرضکہ ایک عجیب حالت رونما
ہوئی۔ اسی دوران میں ہندال میرزا نے محمد سلطان میرزا کی مہم سے تو کنارہ کشی کی
اور سیدھا آگرے پہنچا۔ ہندال میرزا نے اب علانیہ مخالفت شروع کی اور سب سے پہلے
شیخ بہلول کو جو جنت آشیانی کے پیر و مرشد تھے اس بہانے سے کہ شیخ موصوف افغانوں
سے ملے ہوئے ہیں تہ تیغ کیا حضرت شیخ کو قتل کر کے ہندال نے آگرے میں اپنے
نام کا خطبہ پڑھوایا اور دہلی پہنچکر شہر کو فتح کرنے کے ارادے سے اس کا محاصرہ کر لیا۔
بادشاہ کو ہندال کے رنج دہ اطوار سے صدمہ ہوا اور بنگالے کی مہم دو نامی مغل امیروں
یعنی جہانگیر بیگ اور ابراہیم بیگ کے سپرد کر کے خود جلد سے جلد آگرے روانہ ہوا۔ راستے
میں محمد زماں میرزا جو بہادر شاہ گجراتی کی تحریک سے سندھ اور لاہور جا کر پھر گجرات
واپس آرہا تھا بادشاہ سے معافی قصور کا خواستگار ہو کر شاہی خدمت میں حاضر ہوا
محمد زماں میرزا کا قصور معاف کیا گیا شیر شاہ افغان ہندال میرزا کی مخالفت اور

چغتائی لشکر کی بے سر و سامانی سے آگاہ ہوا اور فوراً جرار لشکر کے ساتھ رہتاس سے روانہ ہو گیا۔ شاہی لشکر جوسار پہنچا اور شیر خاں چغتائی فوج کے سدِ راہ ہو کر تین مہینے کابل بادشاہ کے مقابلے میں خیمہ زن رہا اور جو تکلیف کہ پہنچا سکا وہ پہنچائی اور جو رکاوٹیں کہ پیدا کر سکا وہ ظہور میں لایا۔ کامران میرزا نے بادشاہ کو اس سخت ترین مشکل میں پھنسا ہوا دیکھکر دہلی کی حکمرانی کا خواب دیکھنا شروع کیا اور جنت آشیانی کی مدد کا بہانہ کر کے دس ہزار سواروں کو اپنے ساتھ لیا اور بھاگتا ہوا راستہ طے کرنے لگا۔ کامران میرزا دہلی پہنچا اور ہندال میرزا ابھی جو دہلی کا پہلے ہی سے محاصرہ کیئے ہوئے تھا اس سے ملگیا۔ کامران نے بھی شہر کو فتح کرنے کی نیت سے دہلی کا محاصرہ کر لیا۔ فخر الدین کوتوال قلعے سے نکلکر کامران میرزا کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں اپنے مالک کی نمکحرامی نہ کرونگا بہتر یہ ہے کہ آپ پہلے آگرے کو جو سلطنت مغلیہ کا دار الخلافت ہے فتح کریں اس کے بعد دہلی تو خواہ مخواہ آپ کے قبضے میں آہی جائیگی۔ ہندال میرزا کو کوتوال کی یہ بات پسند آئی اور کامران میرزا کو ساتھ لیکر آگرہ روانہ ہوا آگرے کے نواح میں پہنچکر دونوں بھائیوں میں نفاق پیدا ہو گیا۔ ہندال میرزا پانچ ہزار سواروں اور تین سو ہاتھیوں کو ساتھ لیکر الور چلا گیا اور کامران میرزا نے آگرے میں قیام کر کے اپنی حکمرانی کا ڈنکا بجوایا۔ جنت آشیانی کا دل اور زیادہ پریشان ہوا اور جوسار سے بارہا بھائیوں کے نام اس مضمون کے خطوط روانہ کیئے کہ اس فتنے کا بانی اور سردار شیر خاں بڑی قوت اور بیحد سامان کے ساتھ مقابلے میں خیمہ زن ہے اور حالت دگرگوں ہو رہی ہے اس وقت لازم ہے کہ سب بھائی ملکر شیر خاں کو دفع کریں اور ہندوستان کی حکومت کو جسے فردوس مکانی نے بڑی مشکلوں سے حاصل کیا تھا اس طرح ضایع کر کے چغتائی گھرانے کو بالکل تباہ نہ ہونے دیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ دشمن کی سرکوبی کے بعد ہندوستان کی حکومت ہم آپس میں تقسیم کر لیں گے اور میں تم بھائیوں کی مرضی کے خلاف ہرگز نہ کرونگا۔ جنت آشیانی کی یہ نصیحت بدنصیب میرزاؤں پر کچھ کارگر نہ ہوئی اور کہنے لگے کہ شیر خاں کا بادشاہ پر غالب آنا ہمارے سر کی سلامتی کا مژدہ اور ہماری حکمرانی کی نوید ہے۔ جنت آشیانی کا قدم درمیان سے اُٹھنے کے بعد ہم شیر شاہ کو آسانی سے پامال کر کے دونوں بھائی استقلال اور اطمینان کے ساتھ

سارے ہندوستان میں حکمرانی کا ڈنکا بجائیں گے۔ اس زمانے میں شیر شاہ نے اپنے پیرو مرشد خلیل نام ایک درویش کو مکر اور حیلے سے بادشاہ کی خدمت میں بھیجکر صلح کی درخواست کی جنت آشیانی نے وقتی مصلحتوں پر لحاظ کرکے اس شرط پر صلح کرلی کہ رہتاس اور بنگالے پر شیر شاہ کا قبضہ رہے اور اس سے زیادہ وہ کبھی ہوس نہ کرے لیکن شیر شاہی مقبوضات میں بھی خطبہ وسکہ جنت آشیانی ہی کے نام کا جاری رہیگا شیر شاہ نے ان شرائط کو منظور کیا اور کلام اللہ ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ ہمیشہ اس عہد پر قائم رہیگا۔ شیر شاہ کے اس عہد وپیماں سے مغل سپاہیوں اور افسروں کو اطمینان ہو گیا لیکن دوسرے ہی دن شیر خاں ~~۹۴۶ھ~~ میں یکبارگی لشکر چغتائی پر حملہ آور ہو گیا شاہی لشکر کو صف آرائی کی مہلت بھی نہ ملی اور افغانی فوج چاروں طرف سے اُس پر حملہ کرنے لگی۔ شیر خاں نے دریا کے تمام گھاٹ جہاں کشتیاں لنگر انداز تھیں بالکل بند کردیئے اس پریشانی میں شاہ وگدا امیر و وزیر ہر شخص افغانیوں کے تعقب سے بدحواس ہو کر دریائے گنگا کے کنارے پہونچا اور بے اختیاری کے عالم میں پانی میں کود پڑا علاوہ ہندوستانی آدمیوں کے روایت صحیح کے مواقق سات یا آٹھ ہزار مغل سپاہی جن میں محمد زماں میرزا بھی شامل تھا غرق آب ہو کر راہی عدم ہوئے اور سارا دریا میدان قیامت کا نمونہ بن گیا۔ بادشاہ خود بھی پانی میں کود پڑا اور ایک سقہ مسمی نظام کی مدد سے ہزاروں مشکلوں اور مشقتوں کے بعد ساحل نجات پر پہونچا۔ جنت آشیانی نے اس سقے سے وعدہ فرمایا کہ آگرے پہونچ کر آدھے دن کی بادشاہت عطا کرونگا جنت آشیانی نے اپنے اس قول کو پورا کیا اور نظام نے آدھے ہی روز کی بادشاہی میں اپنی قوم کو دولت دنیا سے مالا مال کردیا۔ غرض کہ جن سپاہیوں کا رشتۂ حیات مضبوط تھا وہ کسی نہ کسی طرح دریا کو عبور کرکے بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ اور جنت آشیانی اپنے باقی ماندہ لشکر کے ساتھ آگرے روانہ ہوئے۔ کامران میرزا کو جب معلوم ہوا کہ جنت آشیانی آگرے کے قریب پہنچ گئے تو ہندال میرزا کے پاس الور چلا گیا۔ افغانوں کے غلبے کی وجہ سے ان دونوں بھائیوں کو نواح الور میں چین سے بیٹھنے کا موقع نہ ملا اور دونوں خطا کار شرمندہ اور پشیمان جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جہانگیر بیگ اور ابراہیم بیگ بھی بنگالے سے اور محمد سلطان میرزا باغی معہ اپنے بیٹوں کے قنوج سے اپنے اپنے ملک دشمنوں کے

حوالے کر کے تہیدست اور مفلس آگرے پہنچ گئے۔ ان لوگوں کے آنے کے بعد مشورہ شروع ہوا۔ کامران میرزا کی طبیعت نے ابتک راستی کو قبول نہ کیا تھا اور نفاق کا سیاہ غبار اس کے دل پر ہنوز چھایا ہوا تھا مجلس مشورہ کا منعقد ہونا بھی بیکار اور بے سود ثابت ہوا۔ کامران میرزا نے دشمنی اور غداری کا دل میں تہیہ کر کے ساری کوشش اس میں صرف کردی کہ بادشاہ سے اسے لاہور واپس جانے کی اجازت مل جائے خواجہ کلاں بیگ جو لشکر چغتائی کا بہترین افسر تھا اور جو فردوس مکانی سے رخصت ہوکر کابل چلا گیا تھا اور پھر کامران میرزا کے ہمراہ ہندوستان آیا ہوا تھا لاہور واپس جانے میں بہت زیادہ مصر اور کوشاں تھا۔ جنت آشیانی اس درخواست کو منظور نہ کرتے تھے اور بارہا یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہم سب ملکر شیر خاں افغان کو پامال نہ کرینگے تو ابھی دوبارہ اس کے ہاتھ سے سبھوں کو صدمہ پہنچے گا۔ بادشاہ کا یہ کہنا کچھ مفید نہ ہوا اور چھ مہینے اسی لیت و لعل میں گذر گئے۔ اس کے بعد دفعتہً کامران میرزا بد پرہیزی اور کھانے اور پینے کی بے احتیاطی سے بیمار پڑا اور مرض نے سوء القنیہ کی صورت اختیار کرلی کامران اپنی بدنیتی سے سمجھا کہ جنت آشیانی کے اشارے سے اُسے زہر دیا گیا ہے اور اُسی سمیت نے اُسے صاحب فراش کردیا ہے اس وہم میں مبتلا ہوکر کامران نے اپنے واپس جانے میں اور زیادہ اصرار کیا۔ جنت آشیانی نے مجبوراً اس شرط پر کامران کی درخواست منظور کی کہ خود میرزا تنہا لاہور جائے اور اُس کی فوج کا بہترین حصہ بادشاہ کی مدد کے لیئے آگرے ہی میں مقیم رہے۔ کامران میرزا نے خواجہ کلاں بیگ کو اس بہانے سے کہ وہ اپنی جاگیر پر جاکر اس مہم کے اخراجات کی تدبیر و انتظام کرے گا اپنے سے پیشتر ہی لاہور روانہ کردیا اور اپنی فوج کا بہت بڑا حصہ یہ حیلہ کر کے کہ یہ سپاہی خواجہ کلاں بیگ کے ملازم ہیں علٰحدہ کرلیا اور ہزار سپاہیوں کو سکندر سلطان کی ماتحتی میں آگرے میں چھوڑ کر خود بھی تھوڑے دنوں بعد لاہور روانہ ہوگیا۔ اس ناعاقبت اندیش شاہزادے نے ایسے وقت میں فوج میں ایسی بےچینی پیدا کی کہ جنت آشیانی کے اکثر لشکری بھی جو افغانوں کے فتنے سے سہمے ہوئے تھے کامران میرزا کے ساتھ چلے گئے کامران میرزا کے نوکروں میں میرزا صدر دو غلات نے جنت آشیانی کی ملازمت اختیار کرلی اور شاہی مقربوں میں داخل ہوگیا میرزا صدر اکثر مہموں میں

صاحب اختیار افسر رہا۔ شیر خاں کو بھائیوں کا نفاق اور ان کی نا اتفاقی کا حال معلوم ہوا اور ایک جرار لشکر ساتھ لے کر دریائے گنگا کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ شیر خاں نے اپنے بیٹے قطب خاں کو بہت بڑی فوج کے ساتھ دریائے گنگا کے پار اُتارا اور اس طرف کے ساحلی شہروں پر بھی قابض ہو گیا۔ جنت آشیانی نے یہ خبریں سُنیں اور قاسم حسین کو یادگار ناصر میرزا اور سکندر سلطان کے ساتھ اس مہم پر مقرر کیا کالپی کے نواح میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور ایک شدید خونریزی کے بعد مغلوں کو فتح ہوئی اور قطب خاں بہت سے افغانوں کے ساتھ میدان جنگ میں مارا گیا۔ قاسم حسین سلطان نے مقتول سردار کا سر آگرے روانہ کیا اور شیر خاں کے فتنے کو فرو کرنے کے لیئے جنت آشیانی سے خود آنے کی درخواست کی۔ جنت آشیانی سامانِ سفر کی تیاریاں کر کے ایک لاکھ سواروں کے ہمراہ آگرے سے روانہ ہوئے اور نواح قنوج میں دریائے گنگا کو پار کر کے ایک مہینہ کامل شیر خاں کے لشکر کے مقابل جس میں پچاس ہزار سواروں کی جمعیت تھی مقیم رہے اس وقت بھی محمد سلطان میرزا اور اس کے بیٹوں نے بیوفائی کی اور کلنگ کا ٹیکہ ماتھے پر لگا کر بے وجہ لشکر شاہی سے بھاگ گئے۔ ان بے وفاؤں کے بھاگنے سے لشکر میں پریشانی پھیلی چنانچہ کامران میرزا کے سارے آدمی لشکر سے جدا ہو گئے۔ جنت آشیانی کے سپاہی جو پہلے واقعے سے سہمے ہوئے تھے اور جنہیں بھاگنے کا سبق پہلے ہی سے یاد تھا موقع اور بے موقعہ شاہی لشکر سے فرار ہونے لگے۔ ادھر سپاہیوں کا یہ عالم تھا ادھر برسات کا موسم آگیا اور سلطانی لشکر گاہ ایسا پانی سے لبریز ہو گیا کہ خیمے حباب کی طرح بالائے آب تیرنے لگے۔ مشورہ یہ طے پایا کہ یہ جگہ چھوڑ دی جائے اور کسی اونچی جگہ شاہی لشکر خیمے نصب کرے۔ عاشور سنہ ۹۴۷ھ کا دن کوچ کے لیئے مقرر ہوا اور ہنوز شاہی لشکر اپنی جگہ سے اچھی طرح اُٹھا بھی نہ تھا کہ شیر خاں نے دھاوا کر دیا اور شدید لڑائی کے بعد اس مرتبہ بھی غالب آیا اور اب کی بار بھی شریف و امیر سبھوں نے لڑائی سے منہ موڑ کر دریا کا رخ کیا اور گنگا کے ساحل پر جو لشکر گاہ سے تین کوس کے فاصلے پر تھا جا کر سبھوں نے دم بھی نہ لیا تھا کہ ایسے قوی دشمن کے تعاقب کے خوف نے بے اختیار چغتائی سپاہیوں کو دریا کے حوالے کیا۔ جس شخص کی زندگی باقی تھی وہ صحیح و سلامت بادشاہ کے ساتھ

پانی سے نکل کر کنارے آ لگا۔ جنت آشیانی آگرے پہنچے اور جب غنیم نزدیک آگیا تو آگرہ چھوڑ کر لاہور چلے گئے۔ غرہ ربیع الاول ۹۴۷ھ کو تمام چغتائی میرزا اور خانان قبیلہ لاہور میں جمع ہوئے۔ شیر شاہ نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا اور ادھر شیر خاں نے اب سلطان پور کو پار کیا اور ادھر بادشاہ غرہ رجب کو دریائے لاہور سے گزر کر ٹھٹ اور بھکر کی طرف روانہ ہوگیا۔ کامران میرزا نے عسکری میرزا اور خواجہ کلاں بیگ کے ہمراہ نواح نوشہرہ سے کوچ کر کے کابل کی راہ لی۔ جنت آشیانی دریائے سندھ کو پار کر کے بھکر روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے راہ میں قصبہ لہری میں قیام کر کے ایک قاصد کو مع خلعت واسپ کے حاکم ٹھٹ یعنی شاہ حسین ارغون کے پاس بھیجا اور اس سے مدد طلب کی جنت آشیانی کا ارادہ تھا کہ شاہ حسین ارغون کے ساتھ مل کر گجرات پر قابض ہوں۔ میرزا شاہ حسین نے پانچ چھ مہینے مکر و حیلے میں گزارے اور اس طویل لیت و لعل میں شاہی سپاہی بادشاہ کے پاس سے جدا ہو گئے۔ میرزا ہندال رفاقت چھوڑ کر قندھار چلا گیا ہندال میرزا کے جانے کا سبب یہ تھا کہ قراچہ خاں حاکم قندھار نے ہندال کو عریضہ لکھ کر اس سے مدد طلب کی تھی۔ اسی پریشانی میں یادگار ناصر میرزا نے بھی ترک رفاقت کا ارادہ کیا۔ جنت آشیانی نے اسے تسکین اور دلاسا دیکر یہ طے فرمایا کہ یادگار ناصر میرزا بھکر جاکر وہیں قیام کرے اور بادشاہ خود سہوان کا رخ کرے۔ یادگار ناصر میرزا بھکر جاکر بلا لڑے شہر پر قابض ہوگیا اور اس نے اچھی خاصی قوت بہم پہنچائی۔ بادشاہ نے قلعے سہوان کا محاصرہ کرلیا۔ اور محاصرہ سات مہینے تک جاری رہا ادھر حسین ارغون کشتی پر سوار ہوکر رسد رسانی میں حائل ہوا غلے اور چارے کی اتنی کمی ہوئی کہ سپاہیوں نے جانوروں کے گوشت سے پیٹ پالنا شروع کردیا۔ جنت آشیانی نے یادگار ناصر میرزا کو لکھا کہ قلعے کا فتح ہونا تمہارے آنے پر موقوف ہے۔ میرزا حسین ارغون نے یادگار ناصر کو بیٹی دیکر شہر میں ناصر میرزا کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کرنے کی خوشخبری دیکر ایسا اس کو سبز باغ دیکھایا کہ ناصر میرزا شاہی اطاعت سے منہ موڑ کر بادشاہ کی طلبی پر بھی نہ آیا۔ ناصر میرزا کو اپنے دام میں گرفتار کرکے حسین ارغون اور زیادہ مطمئن ہوگیا اور شاہی لشکر کو مزید تکلیفیں پہنچانے لگا جنت آشیانی نے ناچار قلعے سے ہاتھ اٹھایا اور بھکر واپس ہوئے اور میرزا سے کشتی طلب کی۔

میرزا نے اہالیان بھٹ کو اشارہ کر دیا اور کشتیوں کے مالک کشتیاں لیکر دور ہٹ گئے۔
صبح کو میرزا نے بھی عذر کر دیا اور بادشاہ کو کئی روز بیکار پڑا رہنا پڑا۔ آخر دو تین آدمیوں
نے چند غرقاب کشتیاں دریا سے نکالیں اور جنت آشیانی گنگا کو پار کر کے ساحل پر
پہنچے۔ ناصر میرزا بہت شرمسار اور سرنگوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن اس
نرشتہ صفت فرمانروا نے ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالا بادشاہ کے اس حلم پر
بھی ناصر کمبخت نے شاہ حسین ارغون کا بتایا ہوا سبق پڑھنا شروع کیا اور اپنی چالیں شروع
کر کے شاہی سپاہیوں کو اپنے دام میں گرفتار کرنے لگا یہاں تک کہ ایک روز
بغیر کسی تحریک اور کسی سبب کے لڑائی کے قصد سے سوار ہو کر میدان میں آیا۔
جنت آشیانی نے بھی مجبوراً ناصر کو دفع کرنے کا تہیہ کیا آخر ایک گروہ نے میرزا کو
ملامت کر کے اسے واپس کر دیا۔ جنت آشیانی نے جب دیکھا کہ سپاہی روزانہ لشکر
سے جدا ہو رہے ہیں اور بادشاہ خود بے سروسامان ہیں اور محض اس خوف سے
کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناصر میرزا آگے چل کر کوئی نقصان پہنچائے۔ جنت آشیانی نے
یہ طے کیا کہ جیسلمیر کے راستے سے راجہ مالدیو کے پاس روانہ ہوں اس لئے کہ
ہندو راجاؤں میں مالدیو سب سے زیادہ قوی راجہ تھا اور بارہا اس مضمون کی
عرضیاں بھی خدمت میں بھیج چکا تھا کہ جنت آشیانی اس کے ملک میں آئیں اور
مالدیو ہر طرح پر ہندوستان فتح کرنے میں مدد اور جان نثاری کے لئے تیار ہے۔
راجہ جیسلمیر نے بے وفائی سے کام لیا اور ایک گروہ کو بھیجکر بادشاہ کا سد راہ ہوا۔
جنت آشیانی نے راجہ کے دستے کو سامنے سے بھگا دیا۔ اور دھاوا کر کے سیدھے
مالدیو کی سرحد پر پہنچ گئے۔ بادشاہ نے خود سرحد پر قیام کر کے ایک قاصد مالدیو کے
پاس بھیجا۔ مالدیو کو چغتائی لشکر کی بے سروسامانی اور پریشانی سے کافی آگاہی تھی۔
بادشاہ کو اپنے پاس بلا کر دل میں شرمندہ ہوا اور اس فکر میں ہوا کہ جنت آشیانی کو
گرفتار کر کے شیر شاہ کے حوالے کر دے اور اس طرح اپنے کو شیر خاں کے بہی خواہوں
اور مخلصوں میں داخل کرے۔ راجہ کے ایک نوکر نے جو کسی زمانے میں جنت آشیانی کا
کتاب دار رہ چکا تھا بادشاہ کو حقیقت حال سے اطلاع دی اور جنت آشیانی
اسی رات کو سوار ہو کر امرکوٹ روانہ ہو گئے۔ امرکوٹ ٹھٹ سے بیس کوس کے

فاصلے پر رہے۔ راستے میں بادشاہ کا گھوڑا چلنے میں سستی کرنے لگا بادشاہ نے تروی بیگ سے ایک گھوڑا طلب کیا۔ تروی بیگ نے ایسی حالت میں بھی بے مروتی سے کام لیا اور گھوڑے کے دینے میں عذر اور حیلے کرنے لگا۔ جنت آشیانی کو دم بدم یہ خبر مل رہی تھی کہ مالدیو کا لشکر جرار گرفتار کرنے کے لئے بھاگتا ہوا آرہا ہے ناچار اونٹ پر سوار ہوا ندیم کوکہ خود پیادہ چل رہا تھا اور ماں کو گھوڑے پر سوار لاتا تھا اُس نے اپنی ماں کو اونٹ پر سوار کیا اور گھوڑا جنت آشیانی کی نذر کیا۔ چونکہ یہ ملک تمام ریگستان تھا پانی کہیں دستیاب نہ ہوا اور لوگ پیاس کے مارے تڑپنے لگے اور معرکہ کربلا کا نمونہ آنکھوں کے سامنے نمودار ہوا۔ ہندوؤں کے جلد سے جلد پہونچنے کی خبریں لگاتار چلی آرہی تھیں جنت آشیانی نے اپنے چند سرداروں کو جو ہمراہ تھے حکم دیا کہ وہ لوگ پیچھے پیچھے چلے آویں اور خود اہل وعیال اور اسباب کو آگے کرکے پچیس آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھے۔ اتفاقاً رات ہوتے ہی یہ سردار راستہ بھول گئے اور دوسری طرف جا نکلے۔ صبح ہوتے ہی ہندوؤں کے لشکر کی سیاہی دور سے نظر آئی۔ شاہی حکم پاتے ہی امیر شیخ علی وغیرہ جو بیس آدمیوں سے زیادہ نہ تھے کلمۂ شہادت پڑھکر جان دینے پر تیار ہوگئے اور اطمینان کے ساتھ دشمنوں سے دست وگریباں ہوگئے۔ حسنِ اتفاق سے مسلمانوں کا پہلا تیر ہندوؤں کے سردار کے سینے پر لگا اور غیر مسلم افسر گھوڑے سے زمین پر گر گیا اور بقیہ فوج میدان سے بھاگ گئی۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کا پیچھا کرکے بہت سے اونٹ گرفتار کیئے۔ بادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور ایک کنویں کے کنارے جس میں پانی بہت کم تھا خیمے نصب کرائے۔ گم گشتہ امیر بھی یہاں بادشاہ سے آملے اور اس واقعے سے بادشاہ کے پریشان دل کو تھوڑا اطمینان حاصل ہوا۔ دوسرے دن یہاں سے کوچ ہوا اور تین منزل پانی بالکل نہ ملا اور پیاس کی وجہ سے لوگوں کی حالت ناقابل بیان ہوگئی۔ چوتھے دن شاہی قافلہ ایک کنویں پر پہنچا یہ کنواں اتنا گہرا تھا کہ ڈول کنویں سے نکالتے وقت ڈھول بجاتے تھے تاکہ چرس کھینچنے والے بیل آواز سنکر ٹھیر جائیں اور پیاس کی شدت کی وجہ سے ہر دفعہ دس دس پانچ پانچ آدمی ایک ڈول پر گرتے تھے اور رسی ٹوٹ کر ڈول کنویں

میں گر پڑتا تھا۔ غرضکہ سپاہیوں کی چیخ وپکار نے آسمان کو سر پر اٹھالیا اور ایک گروہ نے تو پیاس سے بیتاب ہوکر اپنے کو کنویں میں گرایا اور اس طرح موت کے گھاٹ اتر گئے۔ دوسرے دن کوچ کرکے ایک نہر کے کنارے پہنچے اور اونٹ اور گھوڑوں نے چونکہ کئی روز سے پانی کی شکل نہ دیکھی تھی اس قدر پانی پی لیا کہ پیٹ پھول گیا اور اسی میں ہلاک ہو گئے۔ مختصر یہ کہ جنت آشیانی بڑی مشکل اور جانکاہ محنت کے بعد امرکوٹ پہنچے۔ راجہ امرکوٹ جو رانا کہلاتا تھا بہت اچھی طرح پیش آیا راجہ نے خدمت گزاری اور مہمانداری کا حق اچھی طرح ادا کیا اور خدا خدا کرکے سپاہیوں کو آرام ملا۔ اسی امرکوٹ میں پانچویں رجب ۹۴۹ھ کو شہزادہ جلال الدین محمد اکبر حمیدہ بانو بیگم کے بطن سے بہترین ساعت میں پیدا ہوا۔ جنت آشیانی نے بیٹے کی ولادت پر خدا کا شکریہ ادا کیا۔ جشن خوشی کے لوازمات کو انجام دیکر بادشاہ نے اہل وعیال اور اسباب کو امرکوٹ میں چھوڑا اور خود راجہ امرکوٹ کے ہمراہ بھکر کی مہم پر روانہ ہوئے لیکن تھوڑے ہی زمانے میں لشکریوں نے ساتھ چھوڑ دیا اور کچھ کاربراری نہ ہوئی اس معرکے میں منعم خاں بھی فراری ہوا اور چغتائی فوج کا مشہور بہادر امیر شیخ علی اسی میدان میں میرزا شاہ ارغون کے سپاہیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جنت آشیانی نے مجبوراً قندھار کا رُخ کیا اس وقت بیرم خاں بھی گجرات سے بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اس اثناء میں کامران میرزا نے قندھار کا قلعہ ہندال میرزا سے لیکر عسکری میرزا کو وہاں کا حاکم بنایا تھا میرزا شاہ حسین ارغون نے عسکری میرزا کو لکھا کہ بادشاہ اس وقت بہت پریشان ہے اگر تم اُسے گرفتار کرنا چاہتے ہو تو یہی اس کا بہترین موقع ہے۔ عسکری میرزا نے شرم وحیا کو بالائے طاق رکھا اور جنت آشیانی کے سال وہستان پہنچتے ہی بادشاہ پر دھاوا کر دیا۔ بادشاہ کو یہ خبر پہنچی اور جنت آشیانی نے جلد سے جلد مریم مکانی کو سوار کرایا اور شاہزادہ کو گرمی اور مصیبت سفر کے خیال سے لشکر ہی میں چھوڑا اور خود بائیس آدمیوں کے ساتھ جن میں بیرم خاں بھی شامل تھا بلا راستہ متعین کیئے ہوئے خراسان روانہ ہوئے میرزا بدنصیب لشکر میں پہنچا اور جنت آشیانی کا پتہ نہ پاکر افسوس کرتا ہوا شاہی اسباب اور مال پر قابض ہوا اور شہزادۂ جلال الدین کو اپنے ہمراہ قندھار لے گیا۔ بادشاہ کو

اپنے نیک طینت بھائیوں کی وجہ سے کسی جگہ ٹھیرنے کا موقع نہ ملا اور اسی راہ روی میں سیستان کی سرحد پر پہنچ گیا۔ سید احمد سلطان شاملو نے جو شاہ طہماسپ کی طرف سے سیستان کا حاکم تھا جنت آشیانی کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ شہر میں لایا۔ سید شاملو نے چند روز بادشاہ کی خدمت گزاری کی اور جو کچھ اس کا اندوختہ تھا سب کا سب جنت آشیانی کے سامنے پیش کر کے اپنی عورتوں کو لونڈیوں کی طرح مریم مکانی کی خدمت کے لیئے مقرر کیا۔ جنت آشیانی نے بقدر ضرورت سامان اور نقد لے کر بقیہ سید شاملو کو واپس کر دیا۔ بادشاہ سیستان سے ہرات پہنچا اور شاہ کا سب سے بڑا فرزند سلطان محمد حاکم ہرات اپنے اتالیق محمد خاں تکلو کے ہمراہ استقبال کے لیئے آیا اور تعظیم و تکریم اور مراسم مہمانداری اس طرح بجا لایا کہ اس سے زیادہ ممکن نہ تھا۔ سلطان محمد نے سفر کا سامان ایسا خوب درست کر دیا کہ شاہ کی ملاقات کے وقت تک جنت آشیانی کو کسی چیز کی ضرورت نہ پڑی۔ سیر و تفریح کے بعد جنت آشیانی مشہد مقدس پہنچے اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے آستانے کی زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ بادشاہ مشہد مقدس سے آگے بڑھے اور شہر قزوین تک تمام راہ عراق کے سردار اور شرفا استقبال کو آئے اور بادشاہ ایران کی طرف سے جنت آشیانی کی دعوت اور مہمانداری کرتے رہے یہاں تک کہ جنت آشیانی نے خود قزوین میں قیام کر کے بیرم خاں کو شاہ طہماسپ کے پاس روانہ کیا۔

افغانوں کا دور دورہ

شیر شاہ افغان بن حسن سور

شیر شاہ کا نام فرید خاں اور اُس کے باپ کا نام حسن تھا حسن خاں افغانان روہ[۱] کی نسل سے تھا۔ سلطان بہلول لودی کے عہد حکومت میں حسن سور کا باپ ابراہیم خاں ملازمت کی خواہش میں دہلی آیا۔ روہ کی تعریف جو افغانوں کا مسکن ہے اس کتاب کے مقدمے میں مذکور ہو چکی ہے یعنی روہ وہ کوہستانی ممالک ہیں جن کا سلسلہ طول میں سواد دیکور سے لیکر مضافات بکر تک اور عرض میں حسن ابدال سے لیکر کابل تک پھیلا ہوا ہے روہ میں افغانوں کے مختلف فرقے آباد ہیں جن میں سے ایک قبیلے کا

نام سور ہے۔ فرقہ سور اپنے کو سلاطین غور کی نسل سے بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک غوری شہزادہ محمد سوری نام اپنے ملک سے جلاوطن ہو کر کسی زمانے میں افغانان روہ کے درمیان آکر آباد ہوا۔ ایک افغانی رئیس کو محمد سوری کی صحتِ نسب کا یقین ہو گیا اور باوجودیکہ اس قوم میں غیر کفو گھرانے میں لڑکی دینے کا رواج نہ تھا لیکن اس افغانی سردار نے اپنی بیٹی محمد سوری کو بیاہ کر اُسے دامادی میں قبول کر لیا۔ اس افغانی زوجہ سے محمد سوری کی اولاد پیدا ہوئی جو سوری افغان کے نام سے مشہور رہے اور یہی وجہ ہے کہ جس کی بنا پر سوری قبیلے کو تمام افغانی قبائل سے برتر ہونا چاہیئے مختصر یہ کہ بہلول لودھی کے زمانۂ حکومت میں ابراہیم خاں اپنے قبیلے سے جدا ہو کر نوکری کے لیئے دہلی آیا اور ایک لودھی امیر کی ملازمت اختیار کی۔ ابراہیم نے کچھ دنوں حصار فیروز پور میں اور تھوڑے دن پرگنہ نارنول میں گزارے بہلول لودھی کے بعد اس کا بیٹا سلطان سکندر بادشاہ ہوا اور جمال خاں سکندر لودھی کا نامی امیر حاکم جونپور مقرر رہا۔ جمال نے حسن بن ابراہیم سور کی جو اس کا پرانا ملازم تھا عزت افزائی کی اور مضافات رہتاس میں سہرامپور اور خواصپور ٹانڈہ حسن کو بطور جاگیر عطا کر کے پانصدی سواروں کا امیر مقرر کیا۔ حسن کے گھر میں آٹھ لڑکے پیدا ہوئے فرید اور نظام افغانی زوجہ کے بطن سے تھے اور دوسرے بیٹوں کی ماں حسن کی حرم تھی۔ حسن کو فرید کی ماں کے ساتھ انس نہ تھا اور اسی بنا پر فرید خود بھی دوسرے فرزندوں کی طرح باپ کا لاڈلا نہ تھا۔ فرید باپ سے ناراض ہو کر جمال خاں کے پاس چلا گیا۔ حسن نے جمال خاں کو لکھا کہ فرید کو سمجھا بجھا کر حسن کے پاس بھیجدے تاکہ اُس کی تعلیم و تربیت پوری ہو جائے۔ جمال خاں نے ہر چند فرید پر زور دیا کہ باپ کے پاس چلا جائے لیکن فرید نے قبول نہ کیا اور کہا کہ سہرامپور سے زیادہ جونپور میں علما موجود ہیں میں یہیں قیام کر کے تحصیل علم کروں گا۔ فرید ایک مدت تک جونپور میں رہا اور اُس زمانے کا متداول درس زبان فارسی کا یعنی گلستان بوستان سکندر نامہ پڑھکر کافیہ اور اُس کے حواشی اور دوسری علمی کتابوں کو پڑھا اور نظم و نثر اور علم تاریخ میں دستگاہ حاصل کر لی۔ دو یا تین برس کے بعد حسن جونپور آیا۔ اور سوری قبیلے کے دوسرے اراکین نے درمیان میں پڑ کر باپ بیٹوں میں ملاپ کرا دیا۔ حسن نے

اپنی جاگیر کی داروغگی فرید کے سپرد کی اور اُسے خدمت پر روانہ کرنے لگا فرید نے چلتے وقت باپ سے کہا کہ دنیا کے ہر کام خصوصاً سرداری اور امیری کا مدار انصاف پر ہے اگر تم مجھے جاگیر پر بھیجتے ہو تو یہ کہے دیتا ہوں کہ میں عدل سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھونگا۔ تمھارے نوکر اکثر تمھارے عزیز قریب ہیں۔ جو شخص بھی انصاف کے راستے سے بھٹکے گا میں اُسے ضرور سزا دونگا۔ غرضکہ فرید باپ سے اسی قسم کی باتیں کرکے رخصت ہوا اور جاگیر پر پہونچا۔ فرید نے جاگیر پہنچکر تجربہ کاری اور کفایت شعاری سے کام لیکر عزیزوں کے درمیان عدل اور مساوات کا برتاؤ رکھا اور بعض سرکش اور شورہ پشت چودھریوں کی تنبیہ کا ارادہ کرکے اپنے ملازمین سے مشورہ کیا۔ تمام ماتحتوں نے بالاتفاق یہی کہا کہ لشکر آپکے باپ کے ہمراہ ہے اور آپ کے والد یہاں سے بہت دور کسی مہم پر نامزد کیئے گئے ہیں تا واپسی حسن خاں کے صبر کرنا ہر طرح پر بہتر ہے۔ فرید نے حکم دیا کہ دوسو زینیں تیار کرو فرید نے ہر موضع کے مکھیا سے ایک گھوڑا عاریۃً مانگا اور گرد و نواح میں جو بیکار سپاہی پیادہ پڑے ہوئے تھے اُن کو بلاکر خرچ اور کپڑے سے اُس وقت تھوڑی بہت مدد کی اور آئندہ کے لیئے انعام کا وعدہ کرکے ان نئے بھرتی کیے ہوئے سپاہیوں کو مستعار گھوڑوں پر سوار کیا اور سرکش زمینداروں کے مسکن پر پہنچا اور ان شورہ پشتوں کے مواضعات کے قریب قیام پذیر ہوا۔ فرید نے اپنے گرد قلعہ بناکر ہر روز جنگل کو کٹوانا شروع کیا یہاں تک کہ سرکش زمینداروں کے قلعہ تک پہونچا اور سرکوب تیار کرکے دشمنوں پر غالب ہوا اور بہت سے سرکش نظر بند اور مقتول ہوئے۔ اس واقعے سے فرید کی ہیبت ایسی دلوں میں بیٹھ گئی کہ اُس سرزمین کے تمام سرکش فرید کے مطیع اور فرمانبردار ہوکر مال گزاری وقت پر ادا کرنے لگے اور جاگیر کے سارے پرگنے معمور اور آباد ہو گئے۔ غرضکہ اس طرح پر فرید کو پوری قوت حاصل ہوئی اور اس کی شجاعت اور سیاست کا ہر طرف شہرہ ہو گیا۔ ایک مدت کے بعد حسن جاگیر پر آیا اور فرید کے انتظام اور سربراہی کے طریقے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بیٹے کی خوب تعریفیں کیں حسن کے گھر میں ایک کنیز تھی جس سے دو بیٹے سلیمان اور احمد پیدا ہوئے تھے۔ حسن اس لونڈی پر جان و دل سے

غرضیکہ تھا سلیمان اور احمد کی ماں نے حسن سے کہا کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تیرے بیٹے جوان ہوں گے تو پرگنات کی داروغگی انہیں کو دی جائیگی۔ اب چونکہ سلیمان اور احمد دونوں سن تمیز کو پہنچ چکے ہیں اپنا وعدہ پورا کرو۔ حسن یہ سمجھ کر کہ فرید اس کا بڑا بیٹا اور خلف ہے فرید کی رعایت کو مدنظر رکھ کر اپنی محبوبہ سے آج اور کل کہکر بات کو ٹالدیا کرتا تھا۔ فرید اس بات کو سمجھ گیا اور پرگنات کی داروغگی سے علیحدگی اختیار کرلی حسن نے اپنی جاگیر سلیمان اور احمد کے سپرد کی اور فرید سے کہا کہ اس تغیر اور تبدل کا صرف یہ سبب ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح تم کام کرکے تجربہ کار اور کار کردہ ہوگئے ہو اسی طرح تمہارے بھائی بھی کام کرنے کے لائق ہو جائیں ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ میرے بعد میرا جانشین سوا تمہارے اور کون ہوگا۔ غرضکہ پرگنات کی حکومت سلیمان اور احمد کے ہاتھ میں آئی اور فرید آزردہ ہوکر اپنے حقیقی بھائی نظام کو ساتھ لیکر آگرے پہونچا اور سلطان ابراہیم لودھی کے نامی امیر دولت خاں لودھی کی ملازمت اختیار کی۔ فرید ایک مدت تک لودھی امیر کے پاس رہا اور اپنی خدمتگزاری سے اُسے اپنے سے بیحد راضی اور خوش کرلیا۔ ایک دن دولت خاں نے فرید سے اُس کا اصل مدعا دریافت کیا فرید نے کہا کہ میرا باپ ایک ہندی کنیز کے سحر محبت میں گرفتار ہے اور وہ عورت ایسا میرے باپ پر غالب ہوگئی ہے کہ اُس کی وجہ سے جاگیر بالکل خراب اور سپاہی پریشان حال ہو رہے ہیں اگر باپ کی جاگیر ہم دونوں بھائیوں کو عطا ہو جائے تو ہم میں سے ایک بھائی پانچ سو سواروں کے ساتھ ہمیشہ بادشاہ کی خدمت میں رہے گا اور دوسرا جاگیر کی دیکھ بھال کرکے سپاہیوں کے اخراجات اور رعیت کی نگہداشت کا انتظام اور باپ کی خدمتگزاری کا سرانجام کریگا۔ دولت خاں نے ایک روز فرید کا معروضہ سلطان ابراہیم لودھی کے کانوں تک پہنچایا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ کیا بدطینت شخص ہے جو اپنے باپ کی شکایت کرتا ہے دولت خاں نے فرید سے بادشاہ کا جواب بیان کرکے فرید کو تسلی دی اور کہا کہ کسی مناسب وقت پر بادشاہ سے پھر عرض کرکے تیری چارہ جوئی کروں گا۔ دولت خاں نے فرید کی تسلی کے لئے اُس کے یومیہ میں اضافہ کیا اور اس ہوشیار افغانی نے اپنی خوش خلقی۔ انس کرم اور مروت کی

وجہ سے سبھوں کے دل میں اپنی جگہ کرلی۔ دولت خاں بھی ہر بات میں فرید ہی کا ساتھ دیتا تھا یہاں تک کہ فرید کے باپ حسن سور نے دنیا سے رحلت کی۔ دولت خاں نے حسن کی وفات کی بادشاہ کو اطلاع دی اور حسن کے پرگنات کی داروغگی فرید اور نظام کے نام منتقل کرادی۔ فرید سہرام۔ خواصپور اور ٹانڈے کی حکومت کا فرمان لیکر جاگیر کو روانہ ہوا اور سپاہیوں اور رعایا کی نگہداشت میں مشغول ہوا سلیمان اپنے بھائی فرید سے مقابلہ نہ کرسکا اور پرگنہ جونپور کے حاکم محمد خاں سور کے دامن میں اُس نے پناہ لی۔ محمد خاں سور پندرہ سو سواروں کا مالک تھا۔ سلیمان نے محمد خاں سے فرید کی شکایت کی۔ محمد خاں نے جواب دیا کہ بابر بادشاہ ہندوستان آگیا ہے اور بہت جلد مغلوں اور افغانوں میں معرکہ آرائی ہونے والی ہے اگر ابراہیم لودھی کامیاب رہا تو میں تجھے بادشاہ کی خدمت میں پہونچا کر تیری سفارش کرونگا۔ سلیمان نے جواب دیا کہ میں اتنا انتظار نہیں دیکھ سکتا میری ماں اور میرے ملازم حیران اور سرگردان پھر رہے ہیں۔ محمد خاں نے ایک قاصد فرید کی خدمت میں بھیجکر بھائیوں کے درمیان صلح کرانے کی ہدایت کی۔ فرید نے جواب دیا کہ جو رقم حصہ رسد سلیمان کو میرے باپ کی زندگی میں ملتی تھی اُسے دینے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہے لیکن میں حکومت میں اُسے شریک نہیں کرسکتا اس لئے کہ مشہور ہے "دو تلواریں ایک نیام میں اور دو حاکم ایک شہر میں نہیں رہ سکتے"۔ سلیمان کا مطلب شراکت حکومت تھا وہ اس پر راضی نہ ہوا۔ محمد خاں سور نے سلیمان کی دلجوئی کی اور کہا کہ تم مطمئن رہو میں تلوار کے زور سے حکومت فرید سے چھین کر تمھیں دونگا۔ فرید کو حقیقت حال کی اطلاع ہوئی اور اپنے معاملے میں غور وفکر کرنے لگا فرید بابر اور ابراہیم لودھی کے باہمی معرکہ آرائی کے نتیجہ کا منتظر ہی تھا کہ ابراہیم لودھی کے قتل اور بابر کی فتح کی خبر سارے ہندوستان میں مشہور ہوگئی فرید اس خبر کو سُن کر فکرمند ہوا اور بہادر خاں ولد دریا خاں لوحانی کے پاس چلا گیا۔ بہادر خاں نے ان دنوں بہار پر قبضہ کرکے اپنے کو سلطان محمد کے خطاب سے ملک بہار کا بادشاہ مشہور کر رکھا تھا فرید نے بہادر خاں کی ملازمت اختیار کرلی ایک دن سلطان محمد شکار کے لئے شہر سے باہر گیا۔ دفعۃً ایک شیر

سامنے سے نمودار ہوا فرید نے شیر کا سامنا کر کے تلوار سے اُسے ہلاک کیا۔ سلطان محمد نے فرید پر بے حد مہربانی کی اور اُسے شیر خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ مختصر یہ کہ شیر خاں نے رفتہ رفتہ سلطان محمد کے مزاج میں رسوخ پیدا کر کے ایک خاص خصوصیت حاصل کر لی۔ سلطان محمد نے شیر خاں کو اپنے چھوٹے بیٹے جلال خاں کا اتالیق مقرر کیا۔ ایک مدت کے بعد شیر خاں رخصت لے کر اپنی جاگیر کو واپس آیا اور اتفاق سے رخصت کی میعاد سے کچھ دنوں زیادہ اُسے یہاں ٹھیرنا پڑا۔ ایک دن سلطان محمد اپنی محفل میں شیر خاں کا گلہ کرنے لگا کہ یہ شخص وعدے کا سچا نہیں ہے اور اب تک حاضر نہیں ہوا۔ محمد خاں حاکم جونپور نے موقعہ پاکر بادشاہ سے کہا کہ شیر خاں بڑا دغا باز اور مکار ہے سلطان محمود بن سکندر لودھی کی آمد کا انتظار دیکھ رہا ہے غرضکہ محمد خاں نے اسی طرح کی باتیں بنا کر سلطان محمد کا مزاج شیر خاں کی طرف سے برگشتہ کر دیا اور جب دیکھا کہ بادشاہ کی طبیعت پھر گئی تو عرض کیا کہ اس ناحق شناسی کا علاج یہ ہے کہ شیر خاں کی جاگیر اُس کے بھائی سلیمان کو جو حسن خاں کی زندگی ہی میں باپ کا قائم مقام ہو گیا تھا اور جو آجکل شیر خاں سے بھاگ کر میرے دامن میں پناہ گزیں ہے عطا کی جائے یقین ہے کہ اس کارروائی سے شیر خاں دوڑتا ہوا بارگاہ میں حاضر ہو جائے گا۔ سلطان محمد نے شیر خاں کے سابقہ حقوق پر لحاظ کر کے بلا کسی جرم کے اس قسم کے تغیر کو جائز نہ رکھا اور محمد خاں سور سے کہا کہ جاگیر کو مناسب طریقے پر تمام بھائیوں میں تقسیم کر کے قبضے کو نہ دکر ے۔ محمد خاں سور اپنی جاگیر واپس آیا اور جونپور پہونچکر اُس نے ساوی نام ایک غلام کو شیر خاں کے پاس بھیجا اور اُسے پیغام دیا کہ سلیمان واحمد تمہارے دونوں بھائی عرصے سے میرے پاس مقیم ہیں اور اپنے حصۂ میراث سے بالکل محروم ہیں بہتر یہ ہے کہ اُن کا حصہ اُنھیں عنایت کرو۔ شیر خاں نے جواب دیا کہ یہ سرزمین ملک روہ نہیں ہے جو کسی کی ملک ہو یہ مملکت ہندوستان ہے جس کو بادشاہ سرفراز کرتا ہے جاگیر اُسی کے قبضے میں رہتی ہے۔ آج تک سلاطین ہندوستان کی یہی روش رہی کہ جو کچھ میت کا مال ہوتا ہے وہ اُس کے وارثوں میں حصہ رسدی تقسیم ہو جاتا ہے اور جو اُن میں سے سرداری کے لائق ہوتا ہے امارت اور حکومت اُسے دی جاتی ہے میں بھی

سلطان ابراہیم لودھی کے حکم سے سہرام اور خواصپور ٹانڈے پر قابض ہوں۔ساوی غلام واپس آیا اور اس نے شیر خاں کا جواب محمد خاں تک پہونچا دیا۔محمد خاں اپنے آپے سے باہر ہوگیا اور اس نے ساوی سے کہا کہ میری تمام فوج کو ہمراہ لے اور سلیمان و احمد کے ساتھ جا اور تلوار کے زور سے جاگیر شیر خاں سے چھین کر ان دونوں بھائیوں کے سپرد کر اور ایک بڑی جماعت فوج کی ان کی حفاظت کے لئے سہرام میں چھوڑ کر واپس آ۔ اتفاق سے اس زمانے میں ملک سکھ نامی غلام جو ملک خواص خاں کا باپ ہے شیر خاں کی طرف سے خواصپور ٹانڈے کا داروغہ تھا۔شیر خاں نے حریفوں کی آمد کی خبر سُنکر ملک سکھ کو لکھا کہ دشمن کی مدافعت اور مقابلے میں کوتاہی نہ کرے۔ ساوی غلام اور سلیمان واحمد خواصپور کے نواح میں پہنچے اور ملک سکھ ان کے مقابلے میں آکر لڑائی میں کام آیا۔شیر خاں کا لشکر منتشر ہوکر سہرام واپس آیا۔شیر خاں میں حریف سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی اور اس نے کسی طرف بھاگ جانے کا قصد کیا۔بعضوں نے یہ رائے دی کہ پھر سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہونا بہتر۔ شیر خاں نے جواب دیا کہ محمد خاں سلطان کا نامی امیر ہے مجھے یقین ہے کہ بادشاہ میری خاطرداری سے محمد خاں کو آزردہ نہ کریگا۔شیر خاں نے اپنی صائب رائے سے کام لیا اور یہ طے کیا کہ اُسے فی الحال جنید برلاس کے دامن میں پناہ لینی چاہیئے۔ جنید برلاس اُس زمانے میں بابر کی طرف سے کڑہ مانکپور کا حاکم تھا۔شیر خاں کے بھائی نظام نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔مختصر یہ کہ شیر خاں نامہ وپیغام بھیجنے اور قول و قرار لینے کے بعد جنید برلاس کی خدمت میں حاضر ہوا اور رقم نذرانہ پیش کرکے برلاس کے مقربوں میں داخل ہوگیا۔شیر خاں نے جنید برلاس سے آراستہ فوج کی کافی امداد لی اور اپنی جاگیر کو واپس آیا۔محمد خاں سور شیر خاں سے مقابلہ نہ کرسکا اور رہتاس کے کوہستان میں جاکر پناہ گزیں ہوا۔شیر خاں اپنے دونوں پرگنوں کے علاوہ جونپور اور اس کے مضافات پر بھی قابض ہوگیا۔شیر خاں نے اپنے مددگاروں کی اچھی طرح خاطرداری کی اور روپیہ اور نقدی کے انعام واکرام سے اُن کو خوش کرکے سپاہیوں کو رخصت کیا اور اُن کے ہمراہ سلطان جنید برلاس کیلئے بھی بیش قیمت تحفے اور ہدیئے روانہ کئے۔شیر خاں نے اپنے قوم اور قبیلے کے

اُن لوگوں کو جو پہاڑوں میں جا چھپے تھے اپنے پاس بلایا اور اس طرح ایک اچھی خاصی جمعیت بہم پہونچائی۔ شیر خاں نے محمد خاں سور کو لکھا کہ میری غرض بھائیوں سے انتقام لینا تھی آپ کو اپنے چچا کی جگہ پر سمجھتا ہوں۔ میری غرض ہے کہ کوہستان کے تنگ قیام گاہ سے نکل کر آپ اپنی جاگیر پر قبضہ کریں۔ مجھے میرے ذاتی پرگنات اور سلطان ابراہیم کے خالصہ کا وہ حصہ جو میرے ہاتھ آیا ہے بالکل کافی ہیں۔ محمد خاں سور اپنی جاگیر کو واپس آیا اور شیر خاں کا ممنون احسان ہوا۔ شیر خاں کو اسطرف سے پورا اطمینان ہوگیا اور اپنے بھائی نظام خاں کو پرگنوں کے انتظام کے لئے چھوڑ کر خود سلطان جنید برلاس کی خدمت میں کڑہ میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس زمانے میں جنید برلاس بابر بادشاہ سے ملنے جا رہا تھا۔ جنید برلاس شیر خاں کو بھی اپنے ہمراہ آگرے لیتا گیا۔ شیر خاں فردوس مکانی کے حضور میں باریاب ہوکر دولت خواہان سلطنت میں داخل ہوا۔ چندیری کے سفر میں شیر خاں بھی بابر کیساتھ تھا۔ شیر خاں نے چند دنوں بابر کے لشکر میں بسر کیے اور مغلوں کے اطوار و عادات اور ان کے طرز و روش سے اچھی خاصی واقفیت بہم پہنچالی۔ ایک دن شیر خاں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ مغلوں کو ہندوستان کے باہر کر دینا بہت آسان ہے مصاحبوں نے پوچھا کہ اس دعوی کی دلیل کیا ہے شیر خاں نے جواب دیا کہ اس قوم کا فرمانروا معاملات سلطنت پر خود بہت کم توجہ کرتا ہے اور ساری مہمات کا دارومدار وزیروں پر ہے۔ وزرا کی یہ حالت ہے کہ وہ رشوت سے مٹھیاں گرم کرکے شاہی حقوق پر پانی پھیرتے ہیں اور ہم افغانوں میں یہ عیب ہے کہ ایک دوسرے سے نفاق رکھتے ہیں اگر میری تقدیر یاوری کرے تو میں افغانوں کے دلوں سے نفاق کو دور کرکے اپنا کام خاطر خواہ پورا کروں۔ شیر خاں کے دوست اُس کے اس خیال پر جو اُن کو محال نظر آتا تھا اُس پر ہنسے اور اُس کا مضحکہ کرنے لگے۔ ایک دن فردوس مکانی کے دسترخوان پر ایک طباق ماہیچہ کا شیر خاں کے سامنے بھی رکھا ہوا تھا شیر خاں نے دیکھا کہ وہ اس کو اس طرح کھا نہیں سکتا سوری افغان نے ماہیچہ کو روٹی پر رکھا اور چھری سے اس کو ریزہ ریزہ کرکے پھر پیالے میں رکھا اور کھانا شروع کیا۔ فردوس مکانی یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ بادشاہ نے

میر خلیفہ سے کہا کہ اس پٹھان نے آج عجیب کام کیا۔ شیر خاں نے جو کچھ کہ محمد خاں سور کے ساتھ کیا تھا اس کی اطلاع پہلے ہی سے بادشاہ کو ہو چکی تھی فردوس مکانی نے اس جملے سے اس کی فہم و فراست کی طرف اشارہ کیا۔ شیر خاں نے بھی بادشاہ اور میر خلیفہ کی گفتگو سنی اور اتنا سمجھ گیا کہ بادشاہ مجھے عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے شیر خاں پہلے ہی سے توہمات میں گرفتار تھا بابر کی اس گفتگو اور اشارے سے اور زیادہ پریشان ہوا اور اسی رات شاہی لشکر سے بھاگ کر اپنی جاگیر پر جا پہنچا۔ اپنے پرگنات پر پہنچ کر شیر خاں نے سلطان جنید برلاس کو لکھا کہ محمد خاں سور نے میری طرف سے سلطان محمد کے خوب کان بھرے ہیں اور چاہتا ہے کہ میری جاگیر پر فوج روانہ کرے میں پریشان ہو کر بلا رخصت لئے ہوئے یہاں چلا آیا لیکن اپنے کو یہاں بھی یہی خواہ دولت سمجھتا ہوں۔ مختصر یہ کہ شیر خاں کو مغلوں سے بالکل مایوسی ہو گئی اور اپنے بھائی نظام کو ساتھ لے کر دوبارہ سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان محمود نے شیر خاں پر نوازش کی اور اسے پھر شاہزادہ جلال خاں کا اتالیق مقرر کیا شیر خاں کو پھر وہی تقرب حاصل ہو گیا۔ قضائے الٰہی سے سلطان محمود فوت ہوا اور اس کا خورد سال بیٹا جلال خاں باپ کا جانشین قرار پایا۔ لاڈو ملکہ جلال خاں کی ماں نے مہمات سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور شیر خاں کی مدد سے مہمات ملک کو انجام دینے لگی۔ اسی دوران میں جلال خاں کی ماں نے بھی دنیا کو خیرباد کہا اور بہار کی سلطنت پوری طرح شیر خاں کے قبضے میں آ گئی۔ عالم بنگالہ کے ایک امیر مخدوم عالم نے جو حاجی پور کا حاکم تھا شیر خاں کے ساتھ دوستی اور محبت کی راہ بڑھائی۔ سلطان محمود والی بنگالہ مخدوم عالم سے اس کی اس حرکت سے ناراض ہوا۔ سلطان محمود نے قطب خاں حاکم مونگیر کو ملک بہار کے فتح کرنے اور مخدوم عالم اور شیر خاں کو تباہ کرنے کے لئے نامزد کیا۔ شیر خاں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے التجائیں کیں کہ صلح ہو جائے لیکن کوئی بات کارگر نہ ہوئی۔ شیر خاں نے افغانوں کو ایک دل اور ایک زبان کیا اور جان سے ہاتھ دھو کر لڑنے پر تیار ہو گیا۔ فریقین ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوئے اور لڑائی کا بازار اچھی طرح گرم ہوا۔ شدید اور خونریز لڑائی کے بعد قطب خاں مارا گیا اور شیر خاں کو

فتح نصیب ہوئی۔ شیر خاں نے دشمن کے ہاتھیوں خزانے اور دوسرے سامان حشمت پر قبضہ کیا اور اب پہلے سے بھی کہیں زیادہ صاحب قوت اور با اقتدار ہوگیا۔ شیر خاں کے اس اقتدار سے لوحانی پٹھان اُس پر رشک کرنے لگے اور شیر خاں سے نفاق کر کے اس کی جان لینے کے درپے ہوئے ان پٹھانوں نے جلال خاں سے بھی جو ان کا ہم قوم تھا اپنے ارادے کے بابت مشورہ کیا لیکن خود جلال خاں کے ملازموں نے شیر خاں سے سارا حال کہدیا۔ شیر خاں نے جلال خاں سے کہا کہ تمہارے امیر حسد کی وجہ سے میرے ساتھ نفاق رکھتے ہیں اُن کا جلد تدارک کرو ورنہ میں تم سے علیٰحدہ ہو جاؤنگا۔ جلال خاں نے جواب دیا کہ تم جو کچھ کہو میں اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں۔ شیر خاں نے کہا کہ اپنے امیروں کو دو گروہ میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو مالگزاری کی تحصیل کے لئے پرگنات پر روانہ کرو اور دوسری جماعت کو حاکم بنگالہ کے مقابلے کو بھیجو۔ اس کارروائی کے بعد شیر خاں نے اپنی حفاظت میں ایسی کوشش کی کہ جلال اور اس کے لوحانی سردار شیر خاں کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔ ان لوحانی پٹھانوں نے اب یہ طے کیا کہ محمود شاہ بنگالی کی ملازمت اختیار کریں اور اسے بہار پر قبضہ کرنے کی ترغیب دیں۔ لوحانی سردار اور جلال خاں شیر خاں کو مغلوں کا مقابلہ کرنے کے بہانے سے بہار میں چھوڑ کر خود سلطان محمود کے پاس گئے۔ سلطان محمود نے ابراہیم خاں ولد قطب خاں کو فوجی مدد دے کر شیر خاں کے مقابلے میں بھیجا۔ شیر خاں اپنے مٹی کے بنائے ہوئے قلعے میں حصار بند ہوگیا اور ہر روز ایک گروہ کو دشمن سے لڑنے کے لئے بھیجنے لگا۔ یہاں تک کہ ابراہیم خاں نے اپنے بادشاہ سے نئی مدد طلب کی شیر خاں حریف کی طلب امداد سے واقف ہوا اور اپنے سپاہیوں کی صفیں درست کر کے صبح کو لشکر ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکلا۔ بنگالی سپاہی بھی صف بستہ میدان میں آئے اور اُن کے سوار اور پیادے آتشبازی اور ہاتھی سب درست ہو کر شیر خاں کے مقابلے میں آکر کھڑے ہوئے۔ شیر خاں نے اپنی فوج کے ایک حصے کو حریف کے مقابلے میں کھڑا کیا اور منتخب سپاہیوں کے ایک گروہ کو پشتے کے پیچھے چھپا دیا اور سامنے والے سپاہیوں کو ہدایت کی کہ

دشمن پر تیر کی بوچھار کریں اور تھوڑی دیر کے بعد میدان جنگ سے منہ موڑ کر بھاگیں تاکہ غنیم کے سواران کا پیچھا کرتے ہوئے اپنے توپ خانے کے باہر آجائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بنگالی سپاہی شیر خانی فوج کا تعاقب کرتے ہوئے زد پر آگئے اور فوج کے پوشیدہ حصے نے یکبارگی اُن پر حملہ کر کے اُن کو خاک و خون میں ملادیا۔
ابراہیم خاں بھی باپ کی طرح میدان جنگ میں کام آیا اور جلال خاں نیم جان عصر کے سکاہ زار سے بھاگا اور سیدھا بنگالے پہونچا۔ بنگالیوں کے ہاتھی اور توپخانہ شیر خاں کے ہاتھ آیا اور بہار کا ملک دشمنوں سے پاک ہوا اور اب شیر شاہ کو شاہی کرنے کی پوری قوت حاصل ہوگئی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اسی زمانے میں تاج خان نامی ایک شخص سلطان ابراہیم لودی کی طرف سے قلعہ چنار کی حکومت کر رہا تھا۔ تاج خان کی ایک بیگم لاڈ ملکہ نام تھی۔ یہ بیگم اگرچہ بانجھ تھی لیکن تاج خان دل و جان سے اُس پر فریفتہ تھا۔ تاج خان کے بیٹے جو دوسری بیگموں کے بطن سے تھے لاڈو ملکہ پر بیحد حسد کرتے تھے۔ پسران تاج خان نے لاڈو ملکہ کے مار ڈالنے کا ارادہ کرلیا ایک رات تاج خان کے بڑے بیٹے نے لاڈو ملکہ پر تلوار کا وار کیا۔ ملکہ کے کاری زخم لگا اور محل میں شور بلند ہوا کہ لاڈو ماری گئی۔ تاج خان بھی ننگی تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے پہنچا اور بیٹے کی طرف جھپٹا۔ بیٹے نے یہ سمجھ کر کہ باپ کے ہاتھ سے اب نجات مشکل ہے تاج خان پر وار کیا۔ ناخلف بیٹے کا ہاتھ پورا پڑا اور تاج خان خاک و خون کا ڈھیر ہوگیا۔ تاج خان کے مرنے کے بعد اُس کے بیٹے قلعے کا انتظام نہ کرسکے اور شیر خاں جو بالکل جوار ہی میں تھا اس حقیقت سے آگاہ ہوا اور میر احمد ترکمان سے جو تاج خان کا بڑا معتبر ملازم اور لاڈو کا ماموں تھا تاج خان کے ناخلف بیٹوں کی تنبیہ کے لیے خط و کتابت جاری کی۔ نامہ و پیغام کے بعد طرفین میں یہ طے پایا کہ شیر خاں لاڈو ملکہ سے نکاح کر کے چنار کے قلعے پر قبضہ کرے۔ اس قرارداد کے موافق شیر خاں نے لاڈو ملکہ سے عقد کر کے قلعے کو مع خزانوں اور دفینوں کے اپنے قبضے میں کرلیا۔ اس اثنا میں محمد شاہ بن سلطان سکندر لودی نے بابری حملوں کی زد سے تباہ ہو کر راناسنگا کے دامن میں پناہ لی اور راناسنگا حسن خاں میواتی اور دوسرے زمینداروں کے ساتھ فردوس مکانی بابر بادشاہ کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔

قصبۂ جالوہ کے نواح میں لڑائی ہوئی اور محمود شاہ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا جیسا کہ اپنی جگہ پر معرض تحریر میں آچکا۔ محمود شاہ چیت پور کے نواح میں تنہا دن رات بسر کر رہا تھا کہ حسن اتفاق سے لودھی پٹھانوں کے ایک گروہ نے جو پٹنے میں جمع ہو گیا تھا محمود شاہ کو پٹنہ بلایا۔ محمود فوراً پہنچ گیا اور دوبارہ پٹنے کی مسند حکومت پر اس نے جلوس کیا۔ محمود شاہ پٹنے سے ایک بہت بڑا لشکر ساتھ لیکر بہار پہونچا۔ شیر خاں نے یہ سمجھ کر کہ افغان ضرور محمود شاہ کی اطاعت کرینگے خود بھی محمود شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی جان نثاری کا دم بھرنے لگا۔ محمود شاہی امیروں نے بہار کا ملک اپنی جاگیروں میں باہم تقسیم کر لیا جس میں سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا شیر خاں کے حصے میں بھی آیا۔ ان لودھی امیروں نے یہ کہکر شیر خاں کو تسلی دی کہ جب ہم جونپور کو مغلوں کے پنجۂ حکومت سے چھڑا لینگے تو بہار پورا شیر خاں کا ہو جائے گا۔ شیر خاں نے محمود شاہ سے بھی اس بارے میں قول قرار لے لیا اور ایک زمانے کے بعد لشکر کو مرتب کرنے کے حیلے سے رخصت لیکر اپنی جاگیر واپس آیا تھوڑے دنوں کے بعد سلطان محمود شاہ لودھی مغلوں سے لڑنے اور جونپور کو اُن کے قبضۂ اقتدار سے نکالنے کے لیے اپنی جگہ سے اُٹھا۔ محمود شاہ نے ایک شخص کو شیر خاں کے پاس بھیجا اُسے ہمراہ چلنے کے لیے اپنے پاس بلایا۔ شیر خاں نے جواب دیا کہ میں لشکر کو درست کر کے جلد سے جلد بادشاہ کے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔ محمود شاہی امیروں نے کہا کہ شیر خاں بڑا مکار اور حیلہ ساز ہے بہتر یہ ہے کہ ہم اُس کی جاگیر پر پہنچکر اُس کو اپنے ہمراہ لے چلیں محمود شاہ اپنا لشکر لیئے ہوئے جونپور کی طرف بڑھا۔ جنت آشیانی کے جونپوری امیر محمود شاہ سے مقابلہ نہ کر سکے اور شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جونپور اور اُس کے نواح پر افغانوں کا قبضہ ہو گیا بلکہ جونپور سے لیکر مانکپور تک سارا ملک ان افغانوں کا آماجگاہ بنکر ان کے تصرف میں آگیا۔ مذکورۂ بالا حملے کے وقت جنت آشیانی کالنجر میں تھے۔ افغانوں کے غلبے کا حال مشہور ہو کر جنت آشیانی کے کانوں تک پہنچا اور بادشاہ نے جونپور کا رُخ کیا۔ بتن افغان اور بایزید جنت آشیانی کے مقابلے میں صف آرا ہوئے شیر خاں بتن افغان اور بایزید خاں کی سرداری اور افسری سے دل میں جلتا اور یہ

چاہتا تھا کہ خود عزت اور وقعت میں ان سے بھی بڑھ جائے صورت واقعات سے
مغلوں کا غلبہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اس نے مغلوں کے نامی امیر اور
ان کی فوج کے سپاہ سالار میر ہندو بیگ کو پوشیدہ پیغام بھیجا کہ میں حضرت فردوس مکانی کا
نمک پروردہ ہوں تم دیکھ لینا کہ لڑائی میں میری ہی ذات افغانوں کی شکست کا
باعث ہوگی۔ شیر خاں اپنے قول کے مطابق لڑائی کے روز اپنی فوج کو ساتھ لے کر
افغانوں کے لشکر سے جدا ہو گیا اور جنت آشیانی کو فتح نصیب ہوئی۔ محمود شاہ لودھی
پریشان حال پٹنہ واپس آگیا اور اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی یہاں تک کہ ۹۴۹ھ
میں محمود شاہ نے اڑیسہ کا رخ کیا اور وہیں وفات پائی۔ اس فتح کے بعد جنت آشیانی
آگرے روانہ ہوئے اور امیر ہندو بیگ کو شیر خاں کے پاس بھیجکر اسے حکم دیا کہ چنار کا
قلعہ ہندو بیگ کے سپرد کر دے۔ شیر خاں نے قلعہ دینے میں عذر کیا ہندو بیگ
جنت آشیانی کی خدمت میں ناکام واپس آیا۔ جنت آشیانی نے یہ خبر سنتے ہی قلعہ چنار کا
رخ کیا اور امیروں کے ایک گروہ کو اپنے سے آگے ہی روانہ کر دیا تا کہ یہ امیر چنار
پہنچکر قلعہ کا محاصرہ کر لیں۔ شیر خاں نے جنت آشیانی کی خدمت میں ایک عریضہ
اس مضمون کا بھیجا کہ میں حضرت فردوس مکانی کی توجہ اور امداد سے حکومت کے
مرتبہ کو پہنچا ہوں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ میں افغان اور بایزید وغیرہ کے معرکہ میں بھی
بادشاہ کی فتح کا سبب ہوا ہوں اگر بادشاہ چنار کا قلعہ میرے ہی قبضے میں رہنے دیں تو
میں اپنے بیٹے قطب خاں کو لشکر کے ہمراہ شاہی خدمت میں روانہ کر کے تمام عمر
اطاعت و فرمانبرداری بجا لاؤں گا اس زمانے میں بہادر شاہ گجراتی کی یورش اور
غلبے نے جنت آشیانی کو بہت زیادہ پریشان کر رکھا تھا اس لئے شیر خاں کی خاطرداری کو
مصلحت وقت سمجھکر اس کا معروضہ قبول کیا گیا۔ شیر خاں نے اپنے بیٹے قطب خاں کو
مع عیسیٰ خاں حاجب کے جو شیر خاں کا نائب کل تھا جنت آشیانی کی خدمت میں
بھیجدیا اور بادشاہ بہادر شاہ گجراتی کی مہم پر روانہ ہو گیا۔ قطب خاں پانچ سو سواروں کے
ساتھ جنت آشیانی کی خدمت میں تھوڑے دنوں رہا اور اس کے بعد گجرات سے
بھاگ کر شیر خاں کے پاس پہنچ گیا۔ اس مدت میں شیر خاں نے ملک بہار کو
حریفوں اور باغیوں سے بالکل پاک کر کے بنگالے پر فوج کشی کی بنگالی امیر گڑھی کی

حفاظت میں مشغول ہوئے اور ایک مہینہ کامل شیر خاں سے لڑتے رہے۔ آخر میں شیر خاں نے گڑھی فتح کی اور بنگال میں داخل ہوا۔ محمود شاہ بنگالی شیر خاں کے مقابلے میں نہ ٹھیر سکا اور حصار گور میں قلعہ بند ہو گیا۔ شیر خاں نے ایک مدت تک قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا لیکن یہ معلوم کر کے کہ بہار کے ایک زمیندار نے وہاں فساد برپا کر رکھا ہے شیر خاں نے خواص خاں اور دوسرے امیروں کو تسخیر بنگالہ کے لیے وہیں چھوڑا اور خود بہار واپس آیا۔ محاصرہ کی مدت نے طول کھینچا اور شہر میں غلہ کم یاب ہوا۔ محمود شاہ بنگالی کشتی کے راستے سے بھاگ کر حاجی پور چلا گیا شیر خاں نے بہار کے فتنہ و فساد سے اطمینان حاصل کر کے سلطان محمود کا تعاقب کیا۔ سلطان محمود مجبوراً شیر خاں کے مقابلے میں صف آرا ہوا لیکن زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگا اور بنگالہ شیر خاں کے قبضے میں آگیا۔ جنت آشیانی گجرات کی مہم سے فارغ ہو کر آگرہ پہنچے اور بادشاہ نے شیر خاں کی بیخ کنی ازبس اہم ترین ضرورت سمجھ کر فوج و لشکر ساتھ لیا اور چنار روانہ ہوئے۔ جلال خاں قلعہ کا حاکم غازی خاں سور اور دوسرے افغانی امیروں کو قلعے میں چھوڑ کر خود جھارکھنڈ کے کوہستان کی طرف بھاگ گیا۔ محاصرہ کو چھ مہینے گزر گئے اور رومی خاں مہتمم توپخانہ شاہی نے دریا میں سرکوب بنا کر مغل سپاہیوں کو قلعے میں داخل کرایا اور حصار جنت آشیانی کے قبضے میں آگیا۔ سلطان محمود شاہ جو شیر خاں کے ہاتھوں زخمی ہو کر میدان کارزار سے بھاگا تھا تباہ حال جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جنت آشیانی نے دولت بیگ کو قلعے میں چھوڑا اور خود شیر خاں سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ شیر خاں نے یہ خبر سنی اور جلال خاں اور خواص خاں کو اپنی فوج کے بہت بڑے حصے کے ساتھ گڑھی کی حفاظت کے لیے بنگال کی سرحد پر روانہ کیا۔ جنت آشیانی نے جہاں گیر قلی بیگ اور دوسرے مغل امیروں کو آگے روانہ کیا۔ خواص وغیرہ شیر شاہی سرداروں نے مغلئی امیروں سے جنگ کی ٹھانی اور حریفوں کو پسپا کر دیا۔ جنت آشیانی نے دوبارہ فوج بھیجی اور خود بھی عقب سے روانہ ہوئے اور گڑھی فتح ہو گئی اور جلال خاں گڑھی سے بھاگ گیا۔ جنت آشیانی گڑھی سے گزرے اور شیر خاں شہر گور کو خالی کر کے جھارکھنڈ کی طرف روانہ ہو گیا

اور نزدیکی اور جوار کا خیال کر کے رہتاس کے قلعے پر قبضہ کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ شیر خاں کا مقصود یہ تھا کہ اس مشہور قلعے کو فتح کر کے اپنے زن و فرزند کو قلعے میں محافظت کے ساتھ چھوڑ کر خود اطمینان کے ساتھ ملک گیری اور معرکہ آرائی میں مشغول ہو۔ شیر خاں نے دیکھا کہ جنگ آزمائی اور سختی سے قلعہ فتح کرنا محال ہے اس مدبر جنگ جو امیر نے راجہ کو مکر و حیلہ کے جال میں گرفتار کرنے کی ایک تدبیر سوچی شیر خاں نے ایک قاصد راجہ ہرکشن حاکم قلعہ رہتاس کی خدمت میں یہ پیغام دیکر بھیجا کہ میرے پاس لشکر بہت جمع ہو گیا ہے اور ملک بہار بہت تنگ ہے میرا مصمم ارادہ ہے کہ بنگال کو بھی فتح کروں لیکن چونکہ اطراف و جوانب میں مغلوں کا دورہ دورہ ہے اس لئے مجھے اطمینان نصیب نہیں ہے مجھے تمہاری دوستی پر پورا بھروسا ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم میرے اور میرے سپاہیوں کے اہل و عیال کو اپنے قلعہ میں جگہ دو تاکہ میں اطمینان سے ملک ستانی میں مصروف ہوں۔ راجہ نے شیر خاں کی اس درخواست کو منظور کیا۔ شیر خاں نے دوبارہ نفیس تحفے اور ہدیے چرب زبان ایلچیوں کے ہمراہ روانہ کیئے اور ہرکشن کو یہ پیغام دیا کہ میں سوا اپنی اور اپنے سپاہیوں کی عورتوں اور خزانہ کے اور کوئی دوسری چیز قلعے میں نہ بھیجوں گا اگر یاوری تقدیر سے میں بنگالے کو فتح کر لوں گا تو صحیح و سلامت واپس آکر اس ہمدردی کا حق جیسا کہ چاہیئے ادا کرونگا اور اگر خدا نخواستہ معاملہ دگرگوں ہوا تو میرے اہل و عیال اور میرے مال کا تمہارے پاس رہنا اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ میرے قدیم دشمن مغل میری ملک پر قابض اور متصرف ہوں۔ ہرکشن نے اس طمع پر کہ بیٹھے بٹھائے خزانہ ہاتھ آتا ہے شیر خاں کی درخواست منظور کر لی۔ شیر خاں نے ہزار ڈولیاں بہم پہنچائیں اور جس طرح کہ ڈولی میں پردہ ڈال کر عام طور پر ہندوستان میں عورتوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتے ہیں اسی طرح شیر خاں نے ہر ڈولی میں دو مرد بٹھائے اور دوسرے پانچ سو سواروں کو مزدوروں کا لباس پہنا کر روپیہ کے توڑے اُن کے سروں پر رکھوائے اور بجائے ہتیار کے لکڑیاں اُن کے ہاتھوں میں دیں اور اس طرح ان سب کو قلعہ رہتاس کی طرف روانہ کیا۔ پہلی چند ڈولیوں میں بوڑھی عورتوں کا ایک گروہ بیٹھا ہوا تھا اور خواجہ سرا بھی ان ڈولیوں کے ہمراہ تھے راجہ اور اُس کے نوکر بالکل

مطمئن ہو گئے اور اُن لوگوں نے کسی قسم کی تفتیش نہ کی اور تمام مال اور اسباب کو اپنا سمجھ کر جلد سے جلد ڈولیوں کو قلعے کے اوپر بھیجنے لگے۔ ڈولیاں اُس حویلی میں پہونچ گئیں جو راجہ نے ان مہمانوں کے لیئے مقرر کیا تھا اور تجربہ کار گرگ صفت سپاہی جنھیں راجہ عورتیں سمجھا ہوا تھا یکبارگی ننگی تلواریں ہاتھ میں لیئے ڈولیوں میں سے نکل پڑے اور مزدوروں نے لوہے کی اشرفیاں جنہیں سونے کے سکوں کی طرح لادے ہوئے تھے سر سے پھینک کر اپنی لاٹھیاں سنبھالیں۔ یہ سب لوگ قلعہ کے دروازے کی طرف جھپٹے اور غافل راجہ اور اس کے دربانوں سے لڑنے لگے اسی درمیان میں شیر خاں بھی جو اپنے لشکر کو بالکل تیار کر کے گوش بر آواز تھا ہوا کیطرح دروازے تک پہنچ گیا شیر خاں نے قلعے کا دروازہ کُھلا ہوا پایا اور اکثر سپاہیوں کے ساتھ قلعے میں گھس آیا۔ راجہ ہرکشن مع اپنے درباریوں کے تھوڑی دیر تو حریف سے لڑتا رہا لیکن جب اس نے دیکھا کہ تیر کمان سے نکل چکا تو پشتِ قلعہ کا دروازہ کھول کر بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا اور رہتاس کا سا عدیم المثال قلعہ مع تمام خزینوں اور دفینوں کے بیحد آسانی کے ساتھ شیر خاں کے ہاتھ آگیا۔ شیر خانی واقعہ سے پیشتر نصیر خاں فاروقی حاکم خاندیس نے بھی اسی حیلہ و تدبیر سے اسیر کا قلعہ اسا اہیر سے چھین لیا تھا۔ رہتاس کے باتب یہ کہنا کہ یہ قلعہ استحکام اور مضبوطی میں دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا ہرگز مبالغہ نہیں ہے۔ مؤلف تاریخ نے ہندوستان کے اکثر مشہور اور بڑے قلعے دیکھے ہیں لیکن رہتاس جیسا مستحکم قلعہ میری نظر سے دوسرا نہیں گزرا۔ یہ حصار ایک بلند پہاڑ پر صوبۂ بہار سے متصل واقع ہے عرض و طول اس کا پانچ کوس سے زیادہ ہے اور دامنِ کوہ سے قلعہ کے دروازے تک ایک کوس سے زاید کی راہ ہے۔ اس قلعے کے اکثر مکانات میں میٹھے پانی کے چشمے موجود ہیں بلکہ قلعے کی سرزمین میں جہاں کہیں کنواں کھودا جاتا ہے ایک گز یا زیادہ سے زیادہ دو گز کی گہرائی کے بعد زمین سے میٹھا پانی نکل آتا ہے۔ جو شخص اس قلعے کو دیکھتا ہے اُس کو خدا کی قدرت اور اس کی صنعت کا زبان سے اقرار کرنا پڑتا ہے۔ شیر خاں سے پہلے کسی بادشاہ کو ہمت نہ ہوئی تھی کہ اس قلعے کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھے لیکن شیر خاں کی یاوری تقدیر سے قلعہ آسانی سے ہاتھ آگیا اور افغانوں کے دل

بڑھ گئے۔ افغان سرداروں نے اپنے اہل و عیال کو قلعے میں حفاظت کے ساتھ چھوڑا اور قلعہ داری کے تمام سامان مہیا کر دیئے۔ جنت آشیانی تین مہینے شہر گوڑ میں جسے پرانی کتابوں میں لکھنوتی لکھتے تھے قیام کر کے عیش و عشرت میں اپنی زندگی بسر کر رہے تھے کہ انھیں معلوم ہوا کہ ہندال میرزا نے آگرے اور میوات میں فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کر شیخ بہلول کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ بادشاہ نے جہانگیر بیگ کو پانچ ہزار منتخب سواروں کے ساتھ گوڑ میں چھوڑا اور خود آگرے کی طرف واپس ہوئے۔ برسات کی شدت اور کیچڑ اور گندگی کی وجہ سے شاہی لشکر بالکل بے سر و سامان ہو گیا۔ بادشاہ کے اکثر سپاہی فوت ہوئے اور شاہی لشکر میں بڑی تباہی اور بے سر و سامانی پیدا ہو گئی۔ شیر خاں نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا اور مور و ملخ سے زیادہ گراں لشکر لیکر سد راہ ہوا۔ شیر خاں نے جوسا کے نواح میں ڈیرے اور خیمے ڈالے اور اپنے لشکر کے گرد قلعہ بنا کر اطمینان سے بیٹھ رہا۔ خط و کتابت کے بعد شیر خاں نے شیخ خلیل نام ایک شخص کو جس کو اپنا مرشد جانتا تھا جنت آشیانی کی خدمت میں بھیجکر بادشاہ کو یہ پیغام دیا کہ بہار سے لیکر گڑھی تک سارا حصہ ملک بادشاہ کے تصرف میں چھوڑتا ہوں اور خطبہ و سکہ جنت آشیانی کے نام کا جاری کروں گا۔ چند شرائط صلح طے ہو چکے تھے شاہی لشکر دشمن سے بے خوف ہو گیا اور سپاہیوں نے دریائے جوسا پر پل باندھ کر دریا کے پار اترنے کا ارادہ کیا۔ شیر خاں نے جب دیکھا کہ جنت آشیانی کی فوج حریف کے اندیشے سے بالکل غافل ہے تو رات ہی رات بادشاہی لشکر پر دھاوا کر دیا اور صبح ہوتے ہی ۹۴۶ھ میں باقاعدہ فوج اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ لڑنے کے لیے سامنے نمودار ہوا۔ شاہی لشکر کو صفوں کے مرتب کرنے کا بھی موقع نہ ملا اور شیر خانی فوج سے شکست کھائی۔ جنت آشیانی بڑی پریشانی کے ساتھ آگرے روانہ ہوئے۔ شیر خاں بنگالہ واپس گیا۔ جہانگیر قلی بیگ نے اپنے مختصر لشکر کے ساتھ بارہا شیر خاں سے معرکہ آرائی کی لیکن چونکہ ان بیچاروں کے پاس غلہ نہ تھا مجبوراً یہ خود شیر خاں کی تلوار کا لقمہ اجل بن گئے۔ اب شیر خاں نے اپنے کو شیر شاہ کے خطاب سے معروف کر کے شہر میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا اور دوسرے سال ۹۴۷ھ جمادی

کے ساتھ آگرے کی طرف بڑھا۔ اس نازک وقت میں جبکہ غیروں کو لوگ اپنا کرتے
ہیں کامراں میرزا بادشاہ سے علیحدہ ہو کر لاہور چلا گیا۔ چغتائی امیروں نے اس بنا پر
بادشاہ سے نفاق اور مخالفت شروع کی کہ جنت آشیانی ترکمانی شیعوں کی بہت
پرورش اور اُن کی بیحد عزت کرتے ہیں۔ باوجود ان مشکلات کے جنت آشیانی
آگرے سے قنوج روانہ ہوئے اور بادشاہ نے دریائے گنگا کو عبور کیا اس وقت
بھی مغلوں کا لشکر ایک لاکھ سواروں کا مجموعہ تھا اور افغان صرف پچاس ہزار سوار
تھے۔ دسویں محرم ۹۴۷ھ کو مغل سپاہیوں نے کوچ کر کے بلندی سے نیچے اترنا چاہا
شیر شاہ فوراً ہوشیار ہو گیا اور اپنی صفیں آراستہ کر کے سامنے آکھڑا ہوا مغلوں کو بلا معرکہ آرائی
کیئے ہوئے شکست ہوئی اور جنت آشیانی نے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور بڑی
دشواریوں سے ساحل پر اتر کر لاہور روانہ ہوئے۔ شیر شاہ نے لاہور تک تعاقب
کیا اور جنت آشیانی سندھ روانہ ہوگئے شیر شاہ نے خوشاب تک بادشاہ کا تعاقب
کیا۔ اسی جگہ اسمٰعیل خاں۔ غازی خاں اور فتح خاں بلوچ دودائی جو بلوچیوں کے سردار ۱۸۲
تھے شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیر شاہ نے کوہستان نندنہ اور کوہ بالناتھ
کے حوالی کا کافی معاینہ کیا اور ایک جگہ قلعہ کی سمت ضرورت کو محسوس کر کے
اُس مقام پر ایک حصار تعمیر کرایا اور قلعہ کو رہتاس کے نام سے موسوم کیا۔ اسی
درمیان میں شیر شاہ نے اپنے غلام خواص خاں کو جس کی مردانگی اور بہادری سے
اُسے ہندوستان کی سلطنت نصیب ہوئی تھی امیر الامرا مقرر کیا اور ممالک محروسہ کا
دسواں حصہ اُس کی جاگیر میں دیا۔ شیر شاہ نے خواص خاں کو ہیبت خاں نیازی اور
ایک جرار لشکر کے ساتھ وہیں چھوڑا اور خود آگرہ روانہ ہوا۔ شیر شاہ آگرہ پہنچا اور اُسے
معلوم ہوا کہ خضر خاں شروانی نے جو شیر شاہی حاکم بنگالہ تھا سلطان محمود بنگالی کی بیٹی
سے نکاح کر کے شاہانہ عظمت واقتدار بہم پہنچایا ہے۔ شیر شاہ نے یہ سوچکر کہ اُبھرتے کا
سر کچلنا ہر طرح قرین مصلحت ہے بنگالے کا سفر اہم ترین مہم قرار دیا۔ شیر شاہ بنگالے
پہنچا اور خضر خاں شروانی بادشاہ کے استقبال کو آیا اور شیر شاہ کے حکم سے نظر بند کر لیا گیا
شیر شاہ نے بنگال کو چند شخصوں میں تقسیم کر کے اُس کی مرکزی طاقت توڑ دی۔ اور گڑھ
کے مشہور و معروف فاضل قاضی فضل کو جو دیانت اور امانت میں شہرۂ آفاق اور عالم

طور پر قاضی فصیح کے نام سے مشہور تھے اس ملک کا امین مقرر کر کے ملک کی
اچھائی اور برائی اُن کے قبضہ اقتدار میں سپرد کر کے خود آگرہ واپس آیا۔ شیر شاہ نے
۹۴۹ھ میں مالوہ پر دھاوا کیا۔ شیر شاہ گوالیار پہنچا شجاعت خاں افغان شیر شاہی
امیر نے جو پیشتر گوالیار کے محاصرہ پر نامزد کیا گیا تھا جنت آشیانی کے قلعے دار
ابو القاسم بیگ کو قلعہ سے نکال کر حصار پر شیر شاہی قبضہ کر لیا۔ شیر شاہ مالوہ پہنچا
اور ملو خاں حاکم مالوہ جو خلجی بادشاہوں کا غلام تھا صلح کا طالب ہو کر بغیر بلائے چلا آیا۔
چند روز کے بعد ملو خاں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ جس طرح بے ارادت آیا تھا اُسی طرح
بلا اجازت واپس چلا گیا۔ شیر شاہ نے حاجی خاں کو مالوے کا حاکم مقرر کیا اور
شجاعت خاں کو سیواس کی جاگیر دیکر دونوں کو اُن کے مقام پر چھوڑا اور خود رنتھنبور
کی طرف چلا۔ شیر شاہ کی روانگی کے بعد ملو خاں مالوہ پہنچا اور حاجی خاں اور شجاعت خاں
سے معرکہ آرائی کی لیکن شیر شاہی امیروں سے شکست کھا کر فراری ہوا۔ اس فتح کا سہرا
شجاعت خاں کے سر رہا۔ اور شیر شاہ نے حاجی خاں کو واپس بلوا کر مالوے کی
حکومت بالکل شجاعت خاں کے حوالے کر دی۔ شیر شاہ رنتھنبور کے نواح میں پہنچا
اور چرب زبان ایلچیوں کو بھیجکر سلطان محمود لودی کے گماشتوں سے صلح کی اور قلعہ پر
قبضہ کر لیا۔ شیر شاہ رنتھنبور سے آگرے پہنچا۔ آگرے میں شیر شاہ نے ملو خاں کے لڑنے اور
بھاگنے کی خبر سُنی اور فی البدیہہ یہ مصرع پڑھا۔ ع با ما چہ کرد دیدی ملو غلام گیدی۔
شیخ عبد الحی ولد شیخ جمالی نے دوسرا مصرع عرض کیا کہ۔ ع قول است مصطفےٰ را لاخیر فی العبیدی
شیر شاہ نے آگرے میں تقریباً ایک سال قیام کر کے ملک و لشکر کا انتظام کیا اور
ہیبت خاں کو حکم دیا کہ ملتان کو بلوچیوں کے پنجے سے چھڑا کر شیر شاہی وسعت اقتدار
میں شامل کرے۔ ہیبت خاں فتح خاں بلوچ سے معرکہ آرائی کر کے اُس پر غالب ہوا
اور ملتان بھی شیر شاہی فتوحات کے دائرہ میں داخل ہو گیا۔ شیر شاہ نے ہیبت خاں کی
قدر افزائی کی اور اُسے اعظم ہمایوں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء میں پورن مل
ولد راجہ سلہدی پوربیہ نے قلعہ رائسین میں غلبہ حاصل کر کے بغاوت برپا کی۔
پورن مل نے اُس نواح کے اکثر پرگنات پر قبضہ کر کے دو ہزار مسلمان عورتیں
اپنے حرم میں داخل کر رکھی تھیں۔ یہ مسلم عورتیں رقاصہ اور ارباب سرود کا کام انجام

دیتی تھیں۔ شیر شاہ اس واقعہ کو سنکر قومی جوش انتقام سے از خود رفتہ ہوگیا اور اُس نے رائے سین کے قلعے پر دھاوا کر دیا۔ محاصرے نے بہت طول کھینچا اور شیر شاہ نے صلح کی گفتگو شروع کی اور پورن مل سے وعدہ کرلیا کہ اُس کی جان کو کسی طرح کا ضرر نہ پہونچے گا۔ پورن مل اپنے بال بچوں اور چار ہزار راجپوتوں کے ہمراہ قلعے سے باہر ایک جگہ قیام پذیر ہوا۔ علمائے وقت میں سے میرزا رفیع الدین صاحب نے باوجود عہد و پیمان کے پورن مل کے قتل کا فتویٰ دیا۔ شیر شاہ نے تمام اپنا لشکر اور کوہ پیکر ہاتھیوں کی قطار پورن مل کے سر پر بھیجا تاکہ شیر شاہی لشکر چاروں طرف سے پورن مل کو گھیر لے۔ راجپوت بہادروں نے جان سے ہاتھ دھوکر رستم اور اسفندیار کی داستانوں کو بھی اپنی مردانگی کے مقابلے میں لڑکوں کا کھیل ثابت کر دیا اور تلواروں تیروں اور ہاتھیوں پر پروانوں کی طرح گر گر کر ساری قوم کے لوگ مع اپنے بال بچوں کے یا جلے یا قتل ہوگئے۔ شیر شاہ اس معرکہ سے فارغ ہوکر آگرے آیا اور چند مہینے توقف کرکے از سر نو لشکر کی درستی میں مصروف ہوا۔ شیر شاہ نے اس مرتبہ مارواڑ پر دھاوا کیا۔ شیر شاہ ہر منزل پر لشکر کے گرد قلعے بنواتا اور خندق کھدواتا چلا گیا غرضکہ ہر طرح کی احتیاط اور انجام اندیشی سے کام لیتا ہوا ریگستان پہونچا۔ ریگستان میں قلعہ تعمیر کرانا دشوار ہوگیا۔ اس دور اندیش فرمانروا نے حکم دیا کہ بوروں میں بالو بھری جائے اور بوروں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر گویا اس طرح قلعہ بندی کی جائے۔ شیر شاہ کا پہلا دھاوا ناگور اور جودھپور کے راجہ مسمی مالدیو پر ہوا۔ یہ راجہ لشکر اور اسباب جاہ و حشمت میں تمام ہندوستانی راجاؤں میں ممتاز تھا۔ پچاس ہزار راجپوت مالدیو کے گرد جمع ہوگئے اور راجہ مع اپنے بھائیوں کے ایک مہینہ برابر نواح اجمیر میں شیر شاہ کے مقابلے میں خیمہ زن رہا۔ طرفین میں کسی فریق نے پیش دستی نہ کی۔ شیر شاہ کو بھی راجہ کی فوج کا حال معلوم ہوا اور اپنے اس سفر سے دل میں پشیمان ہوا۔ مالدیو نے باپ دادا سے راج میراث میں نہ پایا تھا بلکہ سرکشی کرکے اس نواح کے تمام راجاؤں کو نیچا دکھا کر خود مہاراجہ بن بیٹھا تھا۔ مظلوم راجاؤں نے موقع پاکر شیر شاہ کے دامن میں پناہ لی اور شیر شاہ کے مشورہ سے ان راجاؤں نے مالدیو کے افسروں اور سرداروں کی طرف سے شیر شاہ کے نام ہندی زبان میں اس مضمون کے خطوط لکھے کہ ہم لوگ مجبوراً مالدیو کی

اطاعت کا دم بھرتے رہے ہیں ہم نے اتنے دنوں غیبی امداد کے انتظار میں مالدیو کے
ظلم و ستم برداشت کئے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ جیسا بادشاہ اس ملک پر حملہ آور ہوا ہے
تاکہ اس ظالم سے ہمارا اتنے زمانے کا بدلہ لے ہم اقرار کرتے ہیں کہ جس وقت
آپ کا لشکر یہاں پہنچ جائیگا ہم مالدیو سے جدا ہو کر آپ کا ساتھ دینگے۔ ان خطوط
کے مضمون کے موافق شیر شاہ کا جواب بھی خود بادشاہ کی زبان سے اسطرح لکھوایا گیا
کہ اگر خدا نے چاہا تو مالدیو کو شکست دیکر میں تمہاری دادرسی کرونگا اور تمہارے
موروثی ملک تمہیں عطا کرکے تمہارے مرتبے بلند و بالا کروں گا۔ تم لوگوں کو چاہئیے
کہ اطمینان کے ساتھ میری بہی خواہی میں کوتاہی نہ کرو۔ یہ جعلی خطوط کسی ترکیب سے
مالدیو تک پہنچائے گئے۔ مالدیو ہمیشہ اپنے زمینداروں اور امیروں کی طرف سے
اندیشہ مند رہتا ان خطوط کے دیکھتے ہی اُس کے اوسان جاتے رہے اور باوجودیکہ
تین چار منزل زمین طے کرچکا تھا لیکن جہاں مقیم تھا وہیں سہم کر رہگیا۔ مالدیو کے ایک
سردار کونہیا نام نے جو اپنی فوج اور ذاتی شجاعت کی وجہ سے مالدیو کے تمام
سرداروں میں ممتاز تھا مالدیو سے آگے بڑھنے اور معرکہ آرائی کرنے میں اصرار کیا۔
چونکہ اُن جعلی خطوں میں ایک خط کونہیا کے نام بھی تھا مالدیو کو یقین ہوگیا کہ کونہیا اپنی
مصلحتوں کے لحاظ سے لڑائی پر اسے ابھار رہا ہے۔ مالدیو کا وہم اور زیادہ بڑھ گیا اور
اُس نے واپسی کا مصمم ارادہ کرلیا۔ کونہیا اور دوسرے سرداروں نے مالدیو کو ہر چند
نصیحت کی لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ ان ہندو سرداروں کو شیر شاہ کے حیل انگیز خطوں کے
مضمون سے بھی اطلاع ہوگئی چونکہ بیوفائی کا جرم عام طور پر ہر مذہب میں اور خاصکر
سورما راجپوتوں کے مشرب میں بڑے شرم کی بات ہے ان ہندو سرداروں نے
غور و فکر کے بعد بالاتفاق مالدیو سے کہا کہ جب ہمارے خلوص اور ہماری بہی خواہی پر
نفاق کا بدنما دھبہ لگ چکا تو ہم پر بھی ضرور ہوا کہ ہم تمہارا اندیشہ مٹانے کے لئے
شیر شاہ کے مقابلے میں ہمت آرا ہو کر ایسا لڑیں کہ یا تو دشمن کو پامال کریں یا اس کے
ہاتھوں خود میدان جنگ میں خاک و خون کا ڈھیر ہو جائیں۔ اس قرارداد کے موافق
اُسی رات جبکہ مالدیو اپنے دور و دراز ملک کو واپس جارہا تھا کونہیا اور دوسرے
سردار مالدیو سے رخصت ہوئے اور اپنے دس یا بارہ ہزار سواروں کے ساتھ

جن کی مردانگی کا بارہا تجربہ ہو چکا تھا شیر شاہ کے لشکر پر شب خون مارنے کے لیئے حریف کی طرف بڑھے۔ یہ سردار راستہ بھول گئے اور بجائے رات کے دن کو شیر شاہی لشکر گاہ کے پاس پہنچے۔ ان ہندو سرداروں نے افغانی لشکر پر جو اسی ہزار سے کسی طرح کم نہ تھا بڑی مردانگی اور غیرت کے ساتھ حملہ کیا اور افغانوں کی فوج کی کئی صفیں درہم و برہم کر دیں قریب تھا کہ ہندوؤں کی مردانگی سے شیر شاہ کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ جائیں کہ ناگاہ ایک نامی افغانی امیر جلال خاں جلوانی نام جس کی شجاعت اور پختہ کاری شہرۂ آفاق تھی تازہ لشکر کے ساتھ عین وقت پر پہونچ گیا۔ جلوانی امیر یہ حالت دیکھتے ہی راجپوتوں پر ٹوٹ پڑا اور ان کی جماعت بالکل منتشر ہوگئی کونبیا اور دوسرے سردار میدان میں کام آئے۔ شیر شاہ نے جس کو شکست کھا کر فتح نصیب ہوئی کہا کہ خیر گذری ورنہ ایک مٹھی باجرے کے لیئے میں ہندوستانی سلطنت کھو بیٹھا تھا۔ بات یہ تھی کہ مالدیو کے ملک میں ریگستان کی وجہ سے جوار اور باجرے کے علاوہ گیہوں۔ چاول۔ چو نیکرا اور دوسری سبز ترکاریاں بہت کم پیدا ہوتی تھیں۔ اس ملک کے اکثر کھیت ارزن ہی کے ہوتے ہیں جس کو ہندی میں باجرہ کہتے ہیں مالدیو بے گناہ امیروں کے لڑنے اور ان کے اسطرح مارے جانے اور افغانوں کے مکر و حیلہ سے آگاہ ہوا۔ راجہ کو بیحد افسوس ہوا اور کوہستان جودھپور کی طرف ناکام بھاگ نکلا۔ شیر شاہ اس غیبی فتح سے کامیاب ہوکر قلعۂ چتوڑ کی طرف روانہ ہوا۔ چتوڑ پر صلح کے ذریعے سے قبضہ کرکے شیر شاہ رنتھنبور پہنچا۔ شیر شاہ نے رنتھنبور کو اپنے بڑے بیٹے عادل خاں کی جاگیر میں دیدیا تھا اس لیئے عادل خاں نے بادشاہ سے اجازت حاصل کی کہ قلعے میں سامان رسد کا انتظام کرکے چند روز میں باپ کی خدمت میں پھر حاضر ہو جائے گا۔ رنتھنبور سے شیر شاہ نے ہندوستان کے مشہور ترین اور سب سے مضبوط حصار یعنے قلعۂ کالنجر کا رخ کیا۔ کالنجر کا راجہ پورنمل کے ساتھ افغانوں کی بد عہدی کا حال سن چکا تھا راجہ نے اطاعت سے انکار کیا اور لڑنے پر آمادہ ہوا۔ شیر شاہ نے قلعے کو ہر طرف سے گھیر لیا جس جگہ بادشاہ خود کھڑا ہوا تھا اسی مقام پر بارود سے بھرے ہوئے ڈبے رکھے تھے جن میں لوگ آگ لگا کر انھیں قلعے کے اندر پھینک رہے تھے۔ اتفاق سے ایک ڈبہ قلعے کی

دیوار سے ٹکرا کر الٹا اور الٹ کر دوسرے ڈبوں کے درمیان میں آگرا۔ اس ڈبہ کے گرتے ہی سارے ڈبوں میں آگ لگ گئی۔ اور شیر شاہ مع اپنے مرشد شیخ خلیل صاحب اور ملّا نظام دانشمند اور دریا خاں شیروانی کے جل گیا۔ شیر شاہ اسی حالت میں مورچے تک پہنچا۔ بیہوش تھا لیکن جب کبھی کہ سانس ٹھیک چلنے لگتی اور ہوش آجاتا تو بلند آواز سے لشکر کو لڑنے کی تاکید کرتا تھا اور اپنے خاص امیروں کو بڑے اہتمام اور تاکید کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں روانہ کرتا تھا۔ اسی روز جبکہ دن تمام ہو رہا تھا۔ اور ۹۵۲ھ کی بارھویں ربیع الاول تھی شیر شاہ نے قلعے کے فتح کی خبر سنی اور فوراً دنیا سے رخصت ہو گیا۔ شیر شاہ نے پندرہ برس امارت اور افسری میں بسر کیے۔ اور پانچ سال سارے ہندوستان میں خود مختاری کا ڈنکا بجایا۔ شیر شاہ بڑا عاقل اور مدبر تھا اس فرمانروا نے اپنے کارناموں کے پسندیدہ آثار دنیا میں چھوڑے چنانچہ اس کے عہد میں بنگالے اور سنارگاؤں سے دریائے سندھ تک جو ایک ہزار پانچسو کوس کی راہ ہے پختہ سڑک بنوائی گئی۔ اور ہر کوس پر ایک سرا ایک کنواں اور ایک پختہ مسجد تعمیر کرائی گئی۔ مسجدوں میں امام۔ قاری اور موذن مقرر کیے گئے اور ان کا وظیفہ خزانہ سرکار سے ادا کیا گیا۔ ہر سرا کے دو دروازے تھے ایک دروازے پر پکا کھانا اور جنس وغلہ مسلمانوں کو اور دوسرے دروازے پر اسی طرح ہندوؤں کو تقسیم کیا جاتا تھا کہ مسافروں کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔ اسی طرح ہر سرا میں ڈاک چوکی کے دو گھوڑے ہر وقت موجود رہتے تھے اس انتظام سے سندھ اور بنگالے کی خبریں روزانہ بادشاہ تک پہنچتی تھیں۔ سڑک کے دونوں طرف کھرنی۔ جاموں اور دوسرے میوہ دار درخت نصب کیے گئے تھے تاکہ رعایا ان کے سایہ میں آرام کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کرے۔ اسی طریق پر آگرے سے مندو تک جو تین سو کوس کا فاصلہ ہے میوہ دار درخت سڑک کے دونوں جانب لگائے گئے اور اسی انتظام کے ساتھ سرا کنویں اور مسجدیں تعمیر کرائی گئی تھیں۔ شیر شاہی عہد ایسا پُر امن وامان تھا کہ مسافر جنگل اور بیابان میں بھی بے کھٹکے اپنا اسباب سرہانے رکھ کر آرام اور اطمینان سے رات بھر سوتے تھے بلکہ لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر ایک بڑھیا بھی روپے اور اشرفیوں کا گھڑا جنگل میں

اپنے پاس رکھکر سوتی تو اسے بھی پاسبان کی حاجت نہوتی تھی شیر شاہ جب کبھی کہ اپنی سفید ڈاڑھی آئینہ میں دیکھتا تو کہتا تھا کہ دولت نے شام پیری میں میرا ساتھ دیا اور اسپر بیحد افسوس کرتا تھا۔ شیر شاہ ہندوستانی طریقے کے مضحکہ آمیز شعر بھی کہتا تھا اسکی انگوٹھی پر یہ سجع کندہ تھا۔ شیر اللہ باقی ترا باد دایم۔ بادشاہ شیر بن حسن سور قایم۔ ایک شاعر نے اسکی رحلت کی تاریخ حسب ذیل لکھی ہے ؎

شیر شاہے کہ از مہابت او ॥ شیر و بز آب را بہم می خورد

چوں برفت از جہاں بدار البقا ॥ گشت تاریخ او ز آتش مرد

سلیم شاہ بن شیر شاہ سور

شیر شاہ کی وفات کے وقت اس کا بڑا بیٹا مسمی عادل خاں جو باپ کا ولی عہد تھا تھنبور میں اور شیر شاہ کا چھوٹا فرزند جلال خاں پٹنہ کے مضافات قصبۂ ریون میں مقیم تھا۔ امیروں نے دیکھا کہ عادل خاں دور ہے اور فرمانروا کے بغیر چارہ کار نہیں ہے شیر شاہی سرداروں نے جلال خاں کو بلوایا اور جلال خاں پانچ روز میں شاہی لشکرگاہ پہنچ گیا۔ جلال خاں نے عیسیٰ خاں حاجب اور دوسرے امیروں کی کوشش سے پندرھویں ربیع الاول ۹۵۲ھ کو کالنجر کے قلعے میں تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ جلال خاں دراصل مخاطب تو اسلام خاں کے لقب سے ہوا تھا لیکن خاص و عام کی زبانوں پر بجائے اسلام شاہ کے سلیم شاہ چڑھ گیا اور اسی لقب سے معروف ہوا۔ سلیم نے باپ کی جگہ تخت سلطنت پر بیٹھکر اپنے بڑے بھائی عادل خاں کو ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ چونکہ تم مرحوم بادشاہ سے بہت دور تھے اور میں تمہاری بہ نسبت باپ سے قریب تھا اس لئے میں تمہارے آنے تک فتنہ و فساد روکنے کے لئے عنان حکومت ہاتھ میں لیکر لشکر اور سپاہ کی حفاظت کر رہا ہوں ورنہ دراصل تمہارا مطیع و فرمانبردار ہوں۔ سلیم شاہ بھائی کو یہ خط لکھ کر کالنجر سے آگرہ روانہ ہوا۔ سلیم شاہ قصبۂ کورہ کے نواح میں پہنچا اور خواص خاں اپنی جاگیر سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا خواص خاں نے از سر نو جشن جلوس مرتب کیا اور امیروں کے اتفاق رائے سے سلیم شاہ کو دوبارہ تخت سلطنت پر بٹھا کر اسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ سلیم شاہ نے دنیا داری ہوتی اور دوسرا خط عادل خاں کے نام روانہ کیا اور اپنے خلوص کا اظہار کر کے بھائی سے ملاقات کرنے کا خواہشمند ہوا۔

عادل خاں نے سلیم شاہی امیروں یعنی قطب خاں نائب۔ عیسیٰ خاں نیازی خواص خاں اور جلال خاں جلوانی سے اپنے آنے کے بارے میں مشورہ کیا اور سلیم شاہ کو بھی لکھا کہ اگر یہ چاروں امیر مجھے مطمئن کر دیں تو مجھے آنے میں عذر نہ ہوگا۔ سلیم شاہ نے مذکور بالا امیروں کو عادل خاں کے پاس بھیجا ان امیروں نے عادل خاں سے قول و قرار کر کے یہ طے کیا کہ اول ملاقات میں عادل خاں کو اجازت دیدی جائے گی کہ ہندوستان کے جس گوشہ میں چاہے اپنی جاگیر پسند کر کے وہاں چلا جائے۔ عادل خاں ان امیروں کے ساتھ آگرے روانہ ہوا۔ عادل خاں قصبۂ سیکری میں جو اب فتح پور کے نام سے مشہور ہے پہنچا سلیم شاہ نے شکارگاہ میں عادل کے آنے کی خبر سُنی اور جو جگہ دونوں بھائیوں کی ملاقات کے لئے تجویز کر کے آراستہ کی گئی تھی وہاں تک پہنچکر بھائی سے ملا۔ تھوڑی دیر دونوں بھائی وہاں بیٹھے اور اس کے بعد آگرہ روانہ ہوئے سلیم شاہ کو بھائی کی طرف سے اندیشہ تھا اور اُس نے یہ طے کیا تھا کہ عادل کے ساتھیوں میں سے دو یا تین آدمیوں سے زیادہ لوگ آگرے کے قلعے میں نہ رہنے پائیں سلیم شاہ کے اس حکم کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور قلعے کے دروازے پر اس کے ساتھیوں کا ایک گروہ جمع ہوگیا۔ سلیم شاہ نے ملائمت اور نرمی سے کام لیا اور خوشامد سے کہا کہ اب تک تو افغانوں کا میں نگراں رہا اس وقت سے تم ان کے سردار اور اس سرکش قوم کے ذمہ دار ہو میں تمھاری قوم تمھیں سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہا اور عادل خاں کا ہاتھ پکڑ کر اُسے تخت سلطنت پر بٹھا کر چاپلوسی کرنے لگا۔ عادل خاں عیش پسند اور آرام طلب تھا سلیم شاہ کی مکاری کو سمجھ گیا اور خود تخت سے اُتر کر سلیم شاہ کو مسند شاہی پر بٹھایا۔ عادل خاں نے پہلے خود سلام کر کے سلطنت کی مبارک بادی اور اس کے بعد امیروں نے مبارک باد دیکر نچھاور اور صدقے کی رسم ادا کی۔ اس مجلس میں قطب خاں وغیرہ امیروں نے جو عادل خاں سے قول و قرار کر کے اسے سلیم شاہ تک لائے تھے بادشاہ سے عرض کیا کہ ہمارا عہد و پیمان یہ تھا کہ عادل خاں کو اول ملاقات میں رخصت کر کے بیانہ اور اس کے مضافات عادل کی جاگیر میں دے دیئے جائینگے۔ سلیم شاہ نے اس معروضہ کو قبول کیا اور عادل خاں کو عیسیٰ خاں اور خواص خاں کے ہمراہ بیانہ جانے کی اجازت دی۔

دو یا تین مہینے کے بعد غازی محلی نام ایک امیر کو جو اس کا مقرب اور راز دار تھا ایک سونے کی بیڑی دی اور اسے حکم دیا کہ عادل خاں کو قید کر کے پا بہ زنجیر سلیم شاہ تک لے آئے۔ عادل خاں نے یہ خبر سن کر خواص خاں کے دامن میں جو میوات میں تھا پناہ لی اور سلیم شاہ کی پیمان شکنی کی بھرے دل سے شکایت کی خواص کو عادل کے حال پر تاسف آیا اور غازی محلی کو بلا کر وہی سونے کی بیڑی اس کے پیروں میں ڈالی اور سلیم شاہ کے خلاف علانیہ بغاوت برپا کر دی۔ خواص خاں نے ان امیروں کو بھی جو سلیم شاہ کے گرد جمع تھے خطوط لکھ کر اپنا ہم خیال بنا لیا اور ایک جرار لشکر لیکر عادل خاں کے ساتھ آگرے روانہ ہوا۔ قطب خاں نائب اور عیسیٰ خاں نیازی نے جو قول و عہد میں شامل تھے سلیم شاہ سے رنجیدہ ہو کر عادل خاں کو خفیہ نامے لکھ کر یہ طے کیا کہ کچھ رات رہے عادل خاں آگرے پہنچ جائے تاکہ لوگ بلا کسی رکاوٹ کے سلیم شاہ سے جدا ہو کر عادل خاں سے آملیں۔ عادل خاں اور خواص خاں قصبۂ سیکری جو آگرے سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے پہنچے اور حضرت شیخ سلیمؒ سے جو اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ تھے ملاقات کے لیئے گئے۔ چونکہ وہ رات شب برات کی تھی خواص کو اس رات کی مقررہ نمازوں کے ادا کرنے میں تھوڑا توقف ہوا اور بجائے پچھلے کے عادل و خواص چاشت کے وقت آگرہ پہنچے۔ سلیم شاہ ان لوگوں کے اس طرح آنے سے آگاہ ہوا اور پریشان ہو کر قطب خاں نائب عیسیٰ خاں نیازی اور دوسرے امیروں سے اس نے کہا کہ اگر مجھ سے عادل خاں کے حق میں بدعہدی واقع ہوئی تھی تو خواص خاں اور عیسیٰ خاں نے کیوں نہ مجھے آگاہ کیا تاکہ میں اپنے فاسد ارادہ سے باز رہتا۔ قطب خاں نے سلیم شاہ کو مضطرب دیکھ کر کہا کہ گھبرائیے نہیں ابھی تک مرض لاعلاج نہیں ہوا ہے میں اس فتنے کو فرو کرنے کا ضامن ہوں۔ سلیم شاہ نے قطب خاں نائب اور دیگر امیروں کو جو فی الجملہ عادل خاں کی طرف مائل تھے اس بہانے سے کہ عادل کے پاس جاکر صلح کی گفت و شنید کریں اُدھر روانہ کیا اور خود اس بات پر مستعد ہوا کہ جسطرح ممکن ہو اس جماعت کو اپنے سے دور کر کے خزانے پر قبضہ کرنے کے لیئے

چنار کے قلعے کی راہ لے تاکہ سامانِ جنگ بہم پہنچا کر پوری طاقت سے جنگ و معرکہ آرائی میں مصروف ہو۔ عیسیٰ خاں نیازی نے سلیم شاہ کو اس ارادہ سے روکا اور کہا کہ اگر تم کو دوسروں پر بھروسا نہیں ہے تو کیا اپنے دس ہزار قربلی افغانوں پر بھی جو شہزادگی کے زمانے سے تمہارے نمک خوار ہیں تم اعتماد نہیں کرتے۔ باوجود اس قدر طاقت اور قوت کے سخت تعجب ہے کہ تم خداداد دولت پر بھروسہ نہیں کرتے اور بھاگنے کو ثابت قدم رہنے پر ترجیح دیتے ہو۔ یاد رکھو کہ امیروں کو اگرچہ وہ تمہارے مخالف ہی کیوں نہ ہوں دشمن کے پاس بھیجنا دوراندیشی اور احتیاط کا کام نہیں ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تم خود اپنے تمام لشکر سے چار قدم آگے میدانِ کارزار میں جا کھڑے ہو اور ثابت قدمی دکھاؤ اس لیے کہ تمہاری موجودگی میں کوئی شخص حریف کا ساتھ نہ دیگا اس تقریر سے سلیم شاہ کے دل کو ڈھارس ہوئی اور اُس نے مستقل مزاج رہنے کا ارادہ کر لیا۔ سلیم شاہ نے قطب خاں وغیرہ اُن امیروں کو جنھیں عادل خاں کے پاس جانے کی اجازت دی تھی بلایا اور اُن سے کہا کہ میں اپنے ہی ہاتھوں تمھیں کسطرح دشمن کے سپرد کردوں ممکن ہے کہ حریف تمہارے ساتھ بُرا سلوک کرے اس کے بعد سلیم شاہ معرکہ آرائی پر تیار ہوا اور شہر سے نکل میدانِ جنگ میں جا کھڑا ہوا جن لوگوں نے عادل خاں سے اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا سلیم شاہ کو بذاتِ خود میدانِ کارزار میں دیکھ کر بالکل مجبور ہوئے اور شرمندہ اور پشیمان سلیم شاہ کے جان نثاروں میں شامل ہوگئے۔ آگرے کے نواح میں جنگ واقع ہوئی۔ آسمانی مدد نے سلیم شاہ کا ساتھ دیا اور خواص خاں اور عادل خاں کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔ عیسیٰ خاں نیازی اور خواص خاں میوات بھاگ گئے اور عادل خاں تنہا پٹنہ روانہ ہوگیا۔ عادل ایسا ناپید ہوا کہ اُس کے حال سے کسی کو کچھ خبر نہ ہوئی اور نہ کسی کو یہ معلوم ہوا کہ اس کا انجام کیا ہوا۔ سلیم شاہ نے عیسیٰ خاں اور خواص خاں کے تعاقب میں لشکر روانہ کیا۔ فیروزپور میں ۱۸۴ فریقین میں مقابلہ ہوا اور سلیم شاہی لشکر کو شکست ہوئی سلیم شاہ نے دوبارہ فوج بھیجی اور عیسیٰ خاں اور خواص خاں اس جدید لشکر کے سامنے نہ ٹھیر سکے اور کوہ کمایوں کی طرف بھاگ نکلے۔ سلیم شاہ نے قطب خاں نائب اور دوسرے سرداروں کو اُس طرف روانہ کیا۔ قطب خاں نے

کوہ کمایوں میں قیام اختیار کر کے اُس نواح کو تاخت و تاراج سے تباہ اور برباد کرنا شروع کیا اس زمانے میں سلیم شاہ نے خود چتار کا رُخ کیا۔ بادشاہ نے راستے میں جلال خاں جلوانی اور اس کے بھائی کو عادل خاں کی رفاقت کے جرم میں گرفتار کر کے قتل کیا۔ سلیم شاہ چتار پہنچا اور خزانے پر قبضہ کر کے اُسے گوالیار بھیجدیا اور خود آگرے واپس آیا۔ قطب خاں خود بھی عادل خاں کو تخت نشینی کے لئے بلانے والوں میں شریک تھا اس امیر کو بھی سلیم شاہ کی طرف سے ڈر لگا ہوا تھا۔ قطب خاں اپنے توہمات سے پریشان ہو کر کوہ کمایوں سے بھاگا اور ہیبت خاں نیازی المخاطب بہ اعظم ہمایوں کے پاس لاہور میں اُس نے پناہ لی۔ سلیم شاہ نے اعظم ہمایوں سے قطب خاں کو بذریعہ فرمان طلب کیا۔ اعظم ہمایوں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی سلیم شاہ نے قطب خاں کو اپنے بہنوئی شہباز خاں لوحانی اور چند دوسرے مجرموں کے ساتھ جو کل چودہ اشخاص تھے قید کر کے گوالیار بھیجدیا سلیم شاہ نے شجاعت خاں حاکم مالوہ اور اعظم ہمایوں کو بلایا۔ شجاعت خاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا لیکن اعظم ہمایوں نے حاضری میں عذر کر دیا سلیم شاہ نے شجاعت خاں کو مالوہ واپس کیا۔ اور رہتاس کا خزانہ لانے کے لئے روانہ ہوا۔ اعظم ہمایوں کا بھائی سعید خاں جو ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا راستے ہی سے بھاگ کر لاہور پہنچا سلیم شاہ بھی راستے ہی سے پلٹ کر آگرہ واپس آیا اور اپنے لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا اور نئی دہلی کی طرف چلا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر کے گرد بجائے اُس قلعہ کے جسے ہمایوں بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا ایک پختہ حصار تیار کرایا جائے۔ سلیم شاہ کے آنے کی خبر دہلی میں پہنچی شجاعت خاں اس خبر کو سنکر اظہار اخلاص کے لئے اپنے چند مخلصوں کے ہمراہ جلد سے جلد سلیم شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ سلیم شاہ نے شجاعت خاں کی تسلی کی اور چند دنوں دہلی میں مقیم رہا اور اپنے لشکر کو ترتیب دیکر لاہور روانہ ہوا۔ اعظم ہمایوں شاہی مخالفوں کے ایک گروہ اور پنجابی لشکر کو جو سلیم شاہ کی فوج سے دو چند تھا اپنے ہمراہ لیکر خواص خاں کے ساتھ بادشاہ کے مقابلے کے لئے آگے بڑھا قصبہ انبالہ کے نواح میں دونوں فریق ایک دوسرے سے ملے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ سلیم شاہ نیازیوں کے لشکر کے پاس پہنچتے ہی سواری سے اُترا اور اپنے چند درباریوں کیساتھ

حریف کی فوج کا حال دیکھنے کے لیئے چلا بادشاہ نے ایک ٹیلے پر چڑھکر دشمن کو دیکھا اور دیکھتے ہی کہا کہ میری حمیت کبھی گوارا نہیں کر سکتی کہ باغیوں کو زندہ دیکھ کر میں صبر کروں سلیم شاہ نے حکم دیا کہ فوجیں آراستہ ہوکر لڑائی کی تیاری کریں۔ اُس رات جس کی صبح کو لڑائی کا بازار گرم ہوا اعظم ہمایوں اور اُس کے بھائیوں اور خواص خاں کے درمیان تقرر حاکم کی بابت مشورہ ہوا کہ بجائے سلیم شاہ کے حاکم کون مقرر کیا جائے خواص خاں نے کہا کہ عادل خاں کو تلاش کرکے اُسے فرمانروا تسلیم کرنا چاہیئے۔

اعظم ہمایوں اور اُس کے بھائیوں نے جواب دیا کہ ملک تلوار سے نہ کہ وراثت سے قبضہ میں آتا ہے۔ اس بنا پر ان امیروں میں باہم رنجش پیدا ہوگئی۔ غرضکہ طرفین سے صفیں آراستہ ہوئیں اور لڑائی چھڑی۔ خواص خاں بلا لڑے شکست کھا کر میدانِ جنگ سے نکل بھاگا۔ نیازیوں نے حتی الامکان شاہی فوج کا مقابلہ کیا لیکن قاعدہ ہے کہ نمک حرامی کی سزا ہمیشہ ندامت اور رسوائی ملا کرتی ہے اعظم ہمایوں اور اُس کے بہی خواہ بھی فراری ہوگئے اور سلیم شاہ کو غیبی فتح حاصل ہوئی۔ اعظم ہمایوں کے بھائی سعید خاں نے جو ہتھیار بند تھا اور جسے کوئی پہچان نہ سکتا تھا اپنے دس ہمراہیوں کے ساتھ چاہا کہ مبارکباد کے بہانے سے سلیم شاہ تک پہنچکر اُس کا کام تمام کردے لیکن ایک فیل بان نے اسے پہچان لیا اور اسے ایک نیزہ مارا۔ سعید خاں ہاتھیوں کے گھیرے اور سلیم شاہ کے خاصے کی فوج کے درمیان سے نکل کر جانب راست آیا اور معرکہ جنگ سے نکل گیا۔ غرض کہ شکست کے بعد نیازی دھن کوٹ جو روہ کے قریب ہے چلے گئے۔ سلیم شاہ نے نیازیوں کا پیچھا کیا اور اپنے باپ کے بنا کردہ قلعہ رہتاس تک برابر چلا گیا بادشاہ نے خواجہ اویس شروانی کو ایک جرار فوج کے ساتھ نیازیوں کی سرکوبی کے لیئے چھوڑا اور خود آگرے آیا اور آگرے سے گوالیار پہونچا۔ اسی زمانے میں ایک دن شجاعت خاں قلعے کے اوپر سلیم شاہ کے آگے آگے جا رہا تھا عثمان نام ایک شخص جس کا ہاتھ شجاعت خاں نے کٹوا دیا تھا راستے میں کہیں چھپا ہوا موقع کی تاک میں تھا شجاعت خاں عثمان کے قریب پہونچا اور عثمان نے کمین گاہ سے جھپٹ کر شجاعت خاں پر وار کیا شجاعت خاں زخمی اپنے مکان واپس گیا۔ شجاعت خاں سمجھا کہ عثمان سلیم شاہ کا سکھایا ہوا تھا

اس لئے گوالیار سے مالوہ بھاگ گیا۔ سلیم شاہ نے مندو تک اس کا پیچھا کیا۔ شجاعت خاں بانس واڑہ[186] پہونچا۔ بادشاہ عیسیٰ خاں سور کو اوجین میں چھوڑ کر خود واپس آیا۔ مذکورہ بالا واقعات ۹۵۴ھ میں رونما ہوئے۔ خواجہ اویس شروانی جو اعظم ہمایوں کی تنبیہ کے لیئے گیا تھا دھنکوٹ میں نیازیوں سے صف آرا ہوا اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا۔ اعظم ہمایوں نے اویس کا نوشہرہ تک تعاقب کیا سلیم شاہ نے یہ خبر سُنی اور ایک بڑا لشکر ترتیب دیکر نیازیوں کو تباہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اعظم ہمایوں نوشہرہ سے واپس ہو کر پھر دھنکوٹ چلا آیا سلیم شاہ کا لشکر سُنبلہ کے قریب پہونچا نیازیوں نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا لیکن سلیم شاہی لشکر نے فتح پائی۔ اعظم ہمایوں کی ماں اور اس کے جورو بچے قید ہوئے۔ قیدی سلیم شاہ کی خدمت میں بھیجدیئے گئے۔ نیازیوں نے گکھروں کے دامن میں پناہ لی اور کشمیر سے متصل ایک کوہستان میں قیام پذیر ہوئے سلیم شاہ نے پھر ایک بڑا لشکر مرتب کیا اور نیازیوں کے فتنے کو فرو کرنے کے لئے خود پنجاب پہونچا۔ سلیم شاہ اور گکھروں کے درمیان دو سال معرکہ آرائی ہوتی رہی اسی زمانے میں ایک شخص نے بادشاہ پر اُس وقت حملہ کیا جبکہ سلیم شاہ مان کوٹ[187] کے پہاڑ پر چڑھتے وقت ایک تنگ راستے سے راہ طے کر رہا تھا۔ بادشاہ نے بڑی تیزی اور پھرتی سے کام لیا اور دشمن کا کام تمام کر دیا۔ بادشاہ نے قاتل کی تلوار کو پہچانا کہ وہی شمشیر ہے جو اُس نے اقبال خاں کو عطا کی تھی۔ غرضکہ گکھر بالکل سرنگوں اور لاچار ہو گئے اور ان کی قوت بالکل جاتی رہی اعظم ہمایوں کشمیر پہونچا۔ حاکم کشمیر سلیم شاہ کے لحاظ سے نیازیوں کا سدراہ ہوا اور اعظم ہمایوں اور شاہ کشمیر میں معرکہ آرائی ہوئی اعظم ہمایوں اور اس کا بھائی سعید دونوں میدان جنگ میں کام آئے۔ حاکم کشمیر نے ان مقتولوں کے سر سلیم شاہ کی خدمت میں بھیجدیئے۔ سلیم شاہ نیازیوں کی مہم سے فارغ ہو کر واپس ہوا۔ اسی زمانے میں کامراں میرزا جنت آشیانی سے علیحدہ ہو کر سلیم شاہ کے دامن میں پناہ گزیں ہوا سلیم شاہ نے غرور و تکبر میں کامراں میرزا کی طرف توجہ نہ کی۔ کامراں نے سلیم شاہ کی بدسلوکی کی وجہ سے اُس سے جدا ہو کر کوہ سوالک میں دم لیا۔ اور وہاں سے گکھروں کے ملک پہونچا سلیم شاہ دہلی واپس آیا اور تھوڑے دنوں

بادشاہ نے آرام کیا۔ سلیم شاہ کو معلوم ہوا کہ ہمایوں بادشاہ دریائے سندھ تک آگیا۔
مورخین لکھتے ہیں کہ جس وقت سلیم شاہ کو جنت آشیانی کے آنے کی خبر ملی اسوقت
سوری فرمانروا اپنے گلے میں جونکیں لگوا کر خون نکلوا رہا تھا لیکن اُسی وقت سوار ہو کر
حریف کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ پہلے دن بادشاہ نے تین کوس کی منزل
طے کی۔ سلیم شاہ کے ہمراہ توپخانہ بھی تھا اور اُس زمانے میں ارابے کھینچنے والے بیل
پرگنوں پر بھیجے گئے تھے۔ اور سلیم شاہ کو آگے بڑھنے کی بہت جلدی تھی
بادشاہ نے حکم دیا کہ بجائے بیلوں کے فوج کے پیادے ارابے کھینچیں۔ ہر توپ
میں ہزار دو ہزار پیادے لگ گئے اور بادشاہ جلد سے جلد لاہور روانہ ہوا۔
جنت آشیانی سلیم شاہ کے پہنچنے سے پہلے ہی ساحل دریا سے واپس ہو چکے تھے
جیسا کہ اپنے مقام پر اس کا ذکر آئیگا سلیم شاہ بھی لاہور سے لوٹ آیا اور قلعۂ گوالیار
میں مقیم ہوا۔ سلیم شاہ ایک روز انتری[۱۸۸] کے نواح میں شکار کھیل رہا تھا۔ مفسدوں کا
ایک گروہ بعض مخالفوں کے بھڑکانے سے بادشاہ کا سدِ راہ ہو کر سلیم شاہ کی
جان کا دشمن ہوا۔ اتفاق سے سلیم شاہ دوسرے راستے سے پلٹا اور مفسد بیکار اور
نامراد کھڑے رہ گئے۔ یہ واقعہ سلیم شاہ کو معلوم ہوا۔ بادشاہ نے سید بہاء الدین
محمود اور مدار نامی تین شخصوں کو جو اس فتنے کے سرگروہ تھے تہ تیغ کیا۔ اور گوالیار ہی
میں قیام پذیر ہوا۔ سلیم شاہ اپنے امیروں میں جس کسی کو با اقتدار اور صاحب قوت
دیکھتا اُس کو گرفتار کر کے نظربند کر دیتا اور قتل کر ڈالتا تھا۔ بادشاہ کا یہ حال دیکھ کر
خواص خاں جو شجاعت اور سخاوت میں اپنے وقت کا رستم و حاتم تھا خوف زدہ
ہوا اور جنگلوں اور بیابانوں میں اپنی جان چھپاتا آوارہ پھرنے لگا۔ خواص خاں اس
سرگردانی سے تنگ آگیا اور آخر ۹۵۹ھ میں تاج خان کرانی سے جو اس کا معتبر امیر
اور سنبھل میں قیام پذیر تھا اماں لیکر تاج خان کے پاس پناہ لیکر آیا تاج خان نے سلیم شاہ
کے حکم سے عہد شکنی کی اور خواص خاں کو مکاری سے تہ تیغ کر ڈالا۔ لوگ خواص خاں کا
تابوت دہلی لے آئے اور وہیں اُسے پیوند خاک کیا۔ ہندوستان کے لوگ خواص خاں کو
بھی ولی کامل سمجھتے تھے اور اُسے خواص خاں ولی کے نام سے یاد کرتے ہیں
خواص خاں کا قتل سلیم شاہ کو مبارک نہ ہوا اور اوائل سنہ ۹۶۰ھ میں سلیم شاہ کے

دونوں سُرین کے درمیان ایک دُنبل نکلا۔ بادشاہ نے درد کی شدت سے فصد لیکر خون نکلوایا اور اس کے بعد ہی گھر سے باہر نکلا۔ بادشاہ پر ٹھنڈی ہوا کا اثر ہوا اور سلیم شاہ نے دنیا کو خیرباد کہا۔ اس بادشاہ نے نو سال حکمرانی کی۔ سلیم شاہ نے سندھ سے بنگالے تک تمام شیر شاہی سراؤں کے درمیان میں ایک ایک اور جدید سرا تعمیر کرائی اور ہر سرا میں شیر شاہی طریقے کے موافق ہر مسافر کو خواہ وہ امیر ہو یا فقیر پکا کھانا اور کچی جنس تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ اسی سلیم شاہی سنہ وفات میں محمود شاہ گجراتی اور برہان نظام الملک بحری نے بھی رحلت کی۔ مورخ فرشتہ کے باپ نے اِن تینوں فرمانرواؤں کے ایک ہی سال میں وفات پانے کے واقعہ کا مادہ تاریخ زوال خسروان نکالا تھا۔ ۹۶۱ عہد سلیم شاہی میں سب سے زیادہ عجیب وغریب قصہ شیخ علائی کا واقعہ ہے جس کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ شیخ علائی کے باپ شیخ حسن حضرت شیخ سلیم چشتی کے مرید اور ان کے خلیفہ تھے۔ شیخ حسن قصبہ بیانہ میں اپنے فقر کے بوریے پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو ارشاد وہدایت کرتے تھے شیخ حسن نے دنیا سے انتقال کیا اور شیخ علائی جو اپنے باپ کی بہترین یادگار اور صاحب فضل ودانش تھے شیخ حسن کے سجادہ نشین ہوئے اور باپ کی طرح لوگوں کو باطنی تعلیم سے فیض یاب کرنے لگے اتفاق سے ایک نیازی افغان شیخ عبداللہ نامی جو خود حضرت شیخ سلیم چشتی کا مرید تھا کعبۂ معظمہ کے سفر سے واپس آکر مہدوی فرقہ میں داخل ہوگیا۔ اس مشرب کے لوگ عام عقیدۂ اسلامی کے خلاف سید محمد جونپوری صاحب کو مہدی موعود (یعنی وہی مہدی جن کی دنیا میں تشریف لانے کا خدا نے اپنے رسول کی زبان سے وعدہ فرمایا ہے) مانتے ہیں۔ یہ مہدوی افغان بھی بیانے میں مقیم ہوا۔ شیخ علائی کو عبداللہ افغان کا طریقہ پسند آیا اور دن ورات اسی کی مصاحبت میں بسر کرنے لگے۔ یہ فریفتگی اس حد کو پہنچ گئی کہ شیخ اپنے باپ دادا کا عقیدہ ترک کرکے لوگوں کو مہدوی مشرب اختیار کرنے کی ہدایت کرنے لگے۔ شیخ علائی نے مہدوی فرقے کی رسم کے موافق شہر سے باہر شیخ عبداللہ کے پڑوس میں سکونت اختیار کی اور اپنے احباب اور فدائیوں کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ جو شیخ کے ہم خیال اور اُن کے فریفتہ تھے دنیا سے بے نیاز ہوکر خدا کے بھروسے پر زندگی کے دن

بسر کرنے لگے۔ شیخ علائی ہر نماز کے وقت قرآن شریف کی تفسیر اس طرح بیان کرتے تھے کہ ہر حاضر مجلس یا تو دنیا کے تمام کاروبار کو بالکل ترک کر کے اپنے جورو بچوں تک سے قطعی کنارہ کش ہو کر مہدوی فرقے میں داخل ہو جاتا تھا اور یا یہ کہ تمام معصیتوں اور ممنوع چیزوں سے توبہ کر کے سید جونپوری کا کلمہ پڑھنے لگتا تھا اس کے بعد اگر ایسا شخص کھیتی یا تجارت کرتا تھا تو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ خدا کی راہ میں صرف کرتا تھا۔ غرض کہ بہت کثرت سے ایسا اتفاق پیش آیا کہ باپ بیٹے سے بھائی بھائی سے اور عورت شوہر سے جدا ہو کر فقر اور قناعت کے شیدائی بن گئے۔ جو کچھ نذر اور پیش کش کی رقم شیخ علائی کے پاس آتی اس میں سب چھوٹے بڑے برابر کے حصہ دار ہوتے تھے اگر کچھ ہاتھ نہ آتا تو دو دو تین تین روز سارا گروہ فاقہ سے بسر کرتا اور زبان پر ایک حرف نہ لاتا اور ہر سانس کے ساتھ خدا کے ذکر میں صبح سے شام کرتا تھا۔ علائی کا ہر شیدائی تلوار و سپر اور کٹار ہر وقت اپنے پاس رکھتا اور اسی طرح شہر و بازار کا چکر لگاتا تھا۔ شہر کے گلی کوچہ میں جہاں کہیں یہ لوگ کوئی بات شرع کے خلاف دیکھتے پہلے تو نرمی سے ملامت سے اُس کے کرنے سے دوسرونکو منع کرتے اور اگر زبان سے اُن کی کچھ نہ چلتی تو زبردستی اور جبر سے اُس نامشروع کام کو روکتے شہر کے حاکموں میں سے جو شخص ان کے موافق ہوتا اس کی پوری مدد کرتے اور جو شخص ان کا منکر تھا وہ مہدویوں کو ان کے کاموں سے منع کرنے کی جرات نہ کرسکتا تھا۔ شیخ عبداللہ نیازی نے دیکھا کہ معاملہ خاص و عام سب سے پڑ چکا اور قریب ہے کہ فساد برپا ہو۔ نیازی نے علائی کو سفر مکہ کی ہدایت کی۔ شیخ علائی اپنی اُسی حالت سے تین سو ستر گھرانوں کے ساتھ ملک حجاز کو روانہ ہوئے۔ شیخ علائی جو دہپور کے حدود موضع خواصپور میں پہنچے اور مشہور و معروف خواص خاں شیخ کے استقبال کے لئے آیا اور اُن کے معتقدوں میں داخل ہو گیا لیکن تھوڑے ہی زمانے کے بعد مہدوی عقیدے کے بُرے نتائج سے آگاہ ہو کر شیخ علائی سے برگشتہ ہو گیا۔ شیخ علائی خواص خاں کی حالت کو تاڑ گئے اور اس بہانے سے کہ خواص خاں اچھائیوں کو پھیلانے اور بُرائیوں سے منع کرنے میں پوری کوشش سے کام نہیں لیتا اس سے رنجیدگی

ظاہر کر کے خواص خاں سے علیحدہ ہوئے اور خواص پور کے حدود کے باہر چلے آئے۔ شیخ علائی سفر مکہ کا ارادہ ترک کر کے بیانے کی طرف پلٹے جس زمانے میں کہ سلیم شاہ آگرے میں تخت نشین ہوا شیخ علائی سلیم شاہ کے فرمان کے مطابق آگرے پہنچے۔ علائی شاہی مجلس میں حاضر ہوئے اور بادشاہی دربار کے طریقوں اور قاعدوں کی پابندی نہ کر کے بادشاہ سے شرعی سلام و علیک کی۔ سلیم شاہ نے بھی کراہیت کے ساتھ جواب میں علیک السلام کہا۔ علائی کا یہ طریقہ سلیم شاہ کے درباریوں کو بہت ناگوار گزرا۔ ملا عبداللہ سلطان پوری المخاطب بہ مخدوم الملک نے شیخ علائی کی مخالفت پر کمر باندھ کر علائی کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ سلیم شاہ نے میرزا رفیع الدین انجو۔ ملا جلال الحلیم دانشمند۔ ملا ابوالفتح تھانیسری اور دوسرے علمائے وقت کو اپنے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ بادشاہ نے علائی کا فیصلہ ان علما کے سپرد کیا۔ سلیم شاہ کے سامنے مباحثے کا جلسہ قرار پایا۔ علائی کسی شخص کو اپنی تقریر سے دبا نہ سکے بلکہ سبھوں کی دلیلوں سے لاجواب ہو کر عاجز ہو ہو جاتے اور اس مجبوری میں قرآن کی تفسیر کے دامن میں پناہ لیکر آیاتِ کلام اللہ کے معنی اس طریقے سے بیان کرتے کہ بادشاہ کے دل پر اُس کا اثر پڑتا تھا۔ سلیم شاہ نے علائی سے کہا کہ اے بندۂ خدا اپنے باطل عقیدے سے توبہ کر تاکہ میں تجھے تمام ممالکِ محروسہ کا محتسب مقرر کر دوں اب تک تو تم نے میرے حکم کے بغیر لوگوں کو ممنوعات سے روکا ہے آج سے میرے احکام کے موافق مخلوقِ خدا کو برائیوں سے روکنا۔ شیخ علائی نے بادشاہ کی بات منظور نہ کی لیکن پھر بھی سلیم شاہ نے مخدوم الملک کے فتوے پر عمل نہیں کیا۔ اور علائی کو قصبۂ ہندیہ میں جو دکن کی سرحد پر واقع ہے بھجوا دیا۔ سلیم شاہ کا نامی امیر اور ہندیہ کا حاکم بہار خاں مع اپنے تمام لشکر کے علائی کا فریفتہ ہو کر شیخ کے معتقدوں میں داخل ہو گیا۔ مخدوم الملک نے اس بات کو بہت بری طرح سلیم شاہ کے ذہن نشین کیا اور علائی کو سرحد دکن سے پھر دوبارہ بلایا اور اس دفعہ پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ اس واقعہ کی تحقیق میں مصروف ہوا۔ ملا عبداللہ سلطان پوری نے بادشاہ سے کہا کہ یہ شخص خود مہدی ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اور ظاہر کہ مہدی تمام دنیا کا بادشاہ ہوگا۔ اسی خیال کی بنا پر تیر اسار الشکر

اس فقیر کا گرویدہ ہو رہا ہے چنانچہ تیرے اکثر عزیز خفیہ طور پر اس کے مذہب میں داخل ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ تیری حکمرانی اور سلطنت میں کوئی خلل پیدا ہو جائے۔ سلیم شاہ نے کسی طرح بھی مخدوم الملک کی بات نہ سنی اور شیخ علائی کو پھر شیخ بڈھ طبیب کے پاس جو بڑے سمجھ دار بزرگ تھے بھجوا دیا۔ شیخ بڈھ کا شیر شاہ اس قدر معتقد تھا کہ شیخ کی جوتیاں اپنے ہاتھوں سے سیدھی کیا کرتا تھا۔ سلیم شاہ نے علائی کو شیخ بڈھ کے پاس اس لئے روانہ کیا تاکہ شیخ کے حکم کے موافق علائی کے ساتھ سلوک کرے۔ سلیم خود پنجاب روانہ ہو گیا اور مانکوٹ کے قلعے کی تعمیر میں مشغول ہوا۔ شیخ علائی بہار میں حضرت بڈھ کے پاس پہنچا اور شیخ بڈھ نے مخدوم الملک کے خیال کے مطابق فتویٰ لکھ کر محضر سلیم شاہ کے پاس روانہ کیا۔ اس درمیان میں علائی مرض طاعون میں جو اس زمانے میں ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا مبتلا ہوئے علائی کے حلق میں ایسا گہرا زخم پڑ گیا کہ ایک انگشت کے برابر ہی زخم کے اندر چلی جاتی تھی اس کے علاوہ سفر کے کسل اور تکان نے شیخ علائی کو اور زندہ درگور کر دیا۔ شیخ علائی جب سلیم شاہ کے پاس پہنچے تو اُن سے بالکل بولا نہ جاتا تھا سلیم شاہ نے آہستہ سے شیخ کے کان میں کہا کہ کہو کہ میں مہدوی نہیں ہوں اب بھی تم آزاد ہو۔ علائی نے بادشاہ کی بات نہ سُنی سلیم شاہ مایوس ہوا اور اس نے علائی کے چند تازیانے لگائے جانے کا حکم دیا علائی نے تیسرے ہی تازیانے میں دنیا سے کوچ کیا۔ علائی کا قصہ ۹۵۵ھ میں واقع ہوا ذاکر اللہ علائی کا مادۂ تاریخ ہے۔

سلیم شاہ کے مرنے کے بعد فیروز شاہ اس کا بیٹا بارہ سال کی عمر میں امیروں کی اتفاق رائے سے گوالیار میں تخت نشین ہوا فیروز شاہ کی تخت نشینی کو پورے تین دن بھی نہ گزرے تھے کہ مبارز خاں ولد نظام خاں سور نے جو شیر شاہ کا بھتیجا اور سلیم شاہ کا چچیرا بھائی اور اس کا سالا تھا اپنے بھانجے فیروز شاہ کو قتل کر کے امیروں اور وزیروں کی اتفاق رائے سے تخت سلطنت پر جلوس کر کے اپنے کو محمد شاہ عادل کے نام سے مشہور کیا۔ خواجہ نظام الدین بخشی تاریخ اکبری میں لکھتے ہیں کہ سلیم شاہ نے اپنے مرنے سے پہلے اپنی منکوحہ زوجہ بی بی بانی سے بارہا کہا تھا کہ اگر اپنے بیٹے فیروز خاں سے تجھے محبت ہے تو مجھے اجازت دے کہ میں تیرے

بھائی مبارز خاں کا قدم درمیان سے اُٹھادوں یاد رکھ کہ مبارز خاں تیرے بیٹے کی راہ میں ایک بڑا کانٹا ہے اور اگر بھائی کی گرویدہ ہے تو بیٹے کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھ فیروز خاں کی جان مبارز خاں کے جیتے جی خطرے میں ہے سلیم شاہ کی زوجہ نے جواب دیا کہ میرا بھائی عیش و عشرت کا متوالا ہے اور ساز و نغمہ میں زندگی بسر کرتا ہے اس کو مرتبۂ شاہی حاصل کرنے کا وہم و خیال بھی نہیں ہے۔ ہر چند سلیم شاہ نے بی بی کو اس بارے میں بُرا بھلا کہا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ سلیم کے مرنے کے تیسرے ہی دن مبارز خاں اپنے مددگاروں کے ساتھ محل کے اندر گیا اور فیروز کے قتل کا ارادہ کیا ہر چند بہن نے گریہ و زاری کی اور بھائی سے بیٹے کی سفارش کرتی رہی بلکہ یہاں تک کہا کہ اسے چھوڑ دے میں فیروز کو ساتھ لیکر ایسی جگہ چلی جاؤنگی کہ اُس کا نشان بھی کسی کو نہ ملیگا لیکن مبارز کا دل نہ پسیجا اور اُس نے بیگناہ لڑکے کو ظلم کی تلوار سے قتل کر ڈالا۔

محمد شاہ سور المشہور بہ عدلی

مبارز خاں کو تمام اسباب ظاہری حکمرانی کے نصیب ہوئے اور اُس نے اپنے کو محمد شاہ عادل کے نام سے مشہور کیا۔ عوام الناس نے عادل کا الف گرا دیا اور آخر میں یائے معروف بڑھا کر اُسے بجائے عادل کے عدلی کہنے لگے۔ عدلی نے اپنی ناقابلیت کی وجہ سے رذیل کمینہ طبیعت اشخاص کی دستگیری کی اور سلطنت کے عمدہ عمدہ عہدے اُن کے سپرد کیئے۔ ایک ہندو ہیمو نام کو جو قوم کا بقال اور قصبۂ ریواڑی کا ساکن تھا سلیم شاہ نے اپنے جدید منصب داروں میں داخل کر کے کوتوال بازار مقرر کیا تھا۔ عدلی نے بازار کے بدلے سارے ملک کی باگ ہیمو کے ہاتھ میں دیدی اور خود شراب نوشی اور عیاشی میں مصروف ہوا۔ عدلی نے محمد شاہ تغلق کی فیاضی اور زربخشی کا حال سُنا تھا۔ اس ناعاقبت اندیش نے بھی تغلق کی پیروی کرنے کا دل میں ارادہ کیا۔ جلوس کے ابتدائی زمانے میں عدلی نے خزانے کا دروازہ کھول دیا اور خلق خدا کو روپے کی بوچھار سے راضی کیا۔ عدلی اثنائے سواری میں کہتہ باسی[191] نام ایک قسم کا تیر جس کے پیکان پر ایک تولہ سونا چڑھا ہوتا تھا کمان میں رکھکر ہر طرف پھینکتا تھا۔ یہ تیر جس شخص کے مکان میں گرتا یا جس کسی کے ہاتھ آتا

اُسے دس روپیہ دیگر تیر کو واپس لیتا تھا۔ غرض کہ اس طرح پر شیر شاہ اور سلیم شاہ کا اندوختہ روپیہ تھوڑے ہی زمانے میں صرف کرکے عدلی نے اپنے کو بہت بڑا فرمانروا بنا لیا۔ خوش طبع افغانی اس کے بے تکے کاموں سے بادشاہ کو بجائے عدلی کے اندھلی کہتے تھے۔ ہندی زبان میں اندھلی اندھے اور کور چشم کو کہتے ہیں ہیمو بقال کا غلبہ اور اس کا استقلال حد سے گزر گیا اور افغانی امیر اُس کے ناپسندیدہ اطوار سے آزردہ ہو کر بادشاہ کے مخالف ہوئے اور مُلک کے ہر گوشے میں خوابیدہ فتنے پھر بیدار ہو گئے۔ اکثر امیر بادشاہ کی اطاعت اور فرمانروائی سے برگشتہ ہوئے اور شاہی اطاعت کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرنے لگے اس بنا پر عدلی کی وقعت اور محبت نگاہوں اور دلوں سے رخصت ہوئی اور انتظام اور رونق دونوں اُس کے عہد حکومت سے کوسوں دور ہو گئے۔ ایک روز عدلی نے قلعۂ گوالیار کے دیوان خانے میں دربارِ عام کیا تمام نامی وگرامی امیر حاضر تھے۔ عدلی امیروں کو جاگیر تقسیم کر رہا تھا۔ اسی دوران میں بادشاہ نے کہا کہ ولایتِ قنوج محمد شاہ فرملی کی جاگیر سے علیحدہ کرکے سرمست خاں شروانی کو دیجائے۔ دونوں امیر قبیلہ دار تھے اس تغیر جاگیر پر آپس میں گفتگو کرنے لگے سکندر خاں ولد محمد شاہ فرملی نے جو نوخیز اور بہادر جوان تھا نہایت سخت الفاظ میں کہا کہ اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہماری جاگیر شروانیوں کو دی جانے لگے۔ گفتگو اور بلند ہوئی اور سکندر خاں کے باپ نے جو اُس وقت کمزور اور بیمار تھا بیٹے کو سختی اور درشت کلامی سے منع کیا لیکن سکندر خاں اپنے جامے سے باہر ہو چکا تھا اُس نے باپ کو جواب دیا کہ ایک مرتبہ تم شیر شاہ کے ہاتھوں لوہے کے پنجرے میں بند ہو کر سلیم شاہ کی سفارش سے اُس آفت سے نجات پا کر مرتے مرتے بچ چکے ہو اب سوری گروہ تمہاری بیخ کنی اور تباہی کا ارادہ رکھتا ہے اور تم بات سمجھتے نہیں ہو لوگ جلد سے جلد تمھیں فنا کر دینگے سرمست خاں جو بڑا قد آور اور قوی ہیکل تھا سکندر خاں کے کاندھے پر ہاتھ رکھکر کہنے لگا کہ اے فرزند یہ سختی کس لئے ہے۔ سرمست کا ارادہ تھا کہ اس بہانے سے سکندر کو گرفتار کرلے سکندر خاں سرمست کا مطلب سمجھ گیا اور ایسا زخم کاری اس کے شانے پر لگایا

کہ اُسی گھڑی وہ زمین پر گرا اور خاک و خون کا ڈھیر ہوگیا۔ دوسرے چند درباری سکندر خاں کو روکنے آئے لیکن وہ بھی سب کے سب سکندر کی تلوار سے زخمی ہوئے عدلی اس ہنگامہ میں دربار سے اُٹھکر حرم سرا کی طرف روانہ ہوا سکندر خاں نے بادشاہ کا تعاقب کیا۔ عدلی نے دروازہ بند کر کے زنجیر لگا دی۔ اکثر امیروں نے جو دیوانخانے میں موجود تھے اپنے تلواریں پھینکدیں اور دربار سے بھاگ گئے سکندر خاں دیوانوں اور مستوں کی طرح دو گھڑی تک دربار میں پھرتا رہا اور جس طرف جاتا تھا لوگوں کو زخمی یا مقتول کر دیتا تھا یہاں تک کہ عدلی کے بہنوئی اور شیر شاہ کے چچا کا پوتا مسمی ابراہیم خاں ایک گروہ کو ساتھ لیکر سکندر خاں پر حملہ آور ہوا اس گروہ نے اپنی تلواروں سے سکندر خاں کا بدن پارہ پارہ کر دیا۔ دولت خاں لوحانی نے بھی ایک ہی ضرب شمشیر میں محمد شاہ قرملی کا کام تمام کر دیا کہتے ہیں کہ اُسی روز تاجخان کرانی جو سلیم شاہ کے نامی امیروں میں تھا قلعہ گوالیار کے دیوانخانے سے نکل کر باہر جا رہا تھا۔ دروازے کے پاس شاہ محمد قرملی سے ملاقات ہوئی۔ قرملی نے تاجخان سے احوال پوچھا۔ تاجخان نے کہا کہ حال بالکل دگرگوں ہوگیا ہے میں اس معاملے سے بالکل کنارہ کش ہوگیا ہوں تم بھی میری موافقت کرو شاہ محمد نے تاجخان کی نصیحت قبول نہ کی اور جو کچھ اُس پر گزرنے والی تھی گزری۔ تاجخان نے قلعہ سے نکل کر بنگالے کی راہ لی۔ عدلی نے ایک فوج اس کے تعاقب میں روانہ کی۔ چھپرامپور کے نواح میں جو آگرے سے چالیس کوس اور قنوج سے تیس کوس کے فاصلے پر آباد ہے فریقین میں مڈبھیڑ ہوئی۔ تاجخان میدان جنگ سے بھاگ کر چنار روانہ ہوا اور راستے میں عدلی کے خالصے کے بعض عاملوں کو گرفتار کر کے نقد و جنس جو کچھ اُن سے لے سکا خوب حاصل کیا۔ تاجخان نے نقد و جنس کے علاوہ ایک حلقہ فیل جو سو عدد ہاتھیوں کا ہوتا ہے پرگنات سے حاصل کیا اور اپنے بھائیوں عماد۔ سلیمان اور الیاس سے جو کنار گنگ کے بعض شہروں اور خواصپور ٹانڈہ کے حاکم تھے جا ملا اور بادشاہ کے خلاف علانیہ بغاوت برپا کی۔ عدلی نے کرانیوں پر لشکر کشی کی نہر گنگا کے ساحل پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ ہیمو بقال نے عدلی سے کہا کہ اگر ایک حلقہ ہاتھیوں کا

میرے ہمراہ ہو جائے تو میں دریا کو عبور کر کے کرانیوں پر دھاوا کروں اور اُن کو بالکل پامال اور تباہ کر ڈالوں۔ عدلی نے ہیمو کی درخواست منظور کر لی۔ ہیمو نے دریا کو عبور کیا اور حریف پر غالب رہا۔ عدلی نے ارادہ کیا کہ اپنے بہنوئی ابراہیم خاں سور کو جو ان دنوں بڑا صاحب اقتدار ہو گیا تھا گرفتار کرے عدلی کی بہن بھائی کے ارادے سے خبردار ہو گئی اور اُس نے اپنے شوہر کو حقیقت حال کی اطلاع کر دی ابراہیم خاں چنار سے بھاگا اور اپنے باپ غازی خاں سور حاکم ہندوستان کے پاس چلا گیا۔ عدلی نے عیسیٰ خاں نیازی کو ابراہیم خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عیسیٰ خاں نے ابراہیم کو کالپی میں جا لیا۔ فریقین میں لڑائی ہوئی اور عیسیٰ خاں حریف سے شکست کھا کر اُس کے تعاقب سے دست کش ہوا۔ ابراہیم خاں سور نے لشکر جمع کر کے دارالخلافت دہلی کے تخت حکومت پر قبضہ کر لیا اور خطبہ اپنے نام کا جاری کر کے دہلی سے آگرے تک سارے حصۂ ملک کو تاخت و تاراج کیا اور اس نواح کے اکثر شہروں پر قابض ہو گیا۔ ابراہیم خاں نے پورا استقلال پیدا کر لیا۔ عدلی نے مجبوراً کرانیوں سے ہاتھ اُٹھایا اور چنار سے کوچ کر کے ابراہیم خاں سور کی بیخ کنی کی طرف متوجہ ہوا۔ عدلی دریائے گنگا کے کنارے پہنچا اور ابراہیم خاں نے بادشاہ کو پیغام دیا کہ اگر حسین خاں۔ بہادر خاں شروانی۔ اعظم ہمایوں اور چند دوسرے نامی امیر میرے پاس آ کر عہد و پیمان کریں تو میں ان امیروں پر بھروسا کر کے شاہی ملازمت حاصل کروں۔ عدلی نے اپنی کم فہمی سے ان امیروں کو ابراہیم خاں کے پاس بھیجا۔ ابراہیم خاں سور نے ان سبھوں کو حُسنِ سلوک سے اپنا کر لیا اور عدلی سے مخالفت کرنے پر ان سبھوں سے اصرار کیا۔ عدلی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور سمجھا کہ اب اُس میں حریف سے مقابلہ کرنے کی قوت باقی نہیں رہی۔ عدلی نے دہلی اور آگرے سے قطع نظر کر کے چنار کا رُخ کیا۔ اس نواح کے تمام شہروں پر پورا قبضہ پا کر اپنے کو خوب مضبوط اور مستقل کیا ابراہیم خاں سور نے اپنے کو ابراہیم شاہ کے خطاب سے فرمانروا مشہور کیا۔ اسی اثنا میں احمد خاں سور حاکم پنجاب نے کہ وہ بھی ابراہیم کی طرح عدلی کا بہنوی اور شیر شاہ کے چچا کا بیٹا تھا ابراہیم خاں کے غلبہ اور شوکت اور عدلی کی کمزوری اور پستی کا حال سُنا۔ احمد کے سر میں بھی بادشاہی

اور حکمرانی کا سودا سمایا۔ احمد خاں نے دو سلیم شاہی امیروں یعنی ہیبت خاں اور تاتار خاں کو اپنا ہم خیال بنایا اور اپنے کو سکندر شاہ کے لقب سے مشہور کرکے دس ہزار سواروں کے ساتھ لاہور سے آگرے روانہ ہوا۔ سکندر شاہ نے موضع فرح میں جو آگرے سے دس کوس کے فاصلے پر ہے قیام کیا۔ بادشاہ ابراہیم بھی ستر ہزار سواروں کی جمعیت سے بڑے شان و شوکت کے ساتھ بڑھکر حریف سے ملا۔ اس جمعیت کے علاوہ ابراہیم کے ساتھ دو سو نامی امیر بھی تھے جن میں اکثر صاحب سراپردہ اور مالک علم و نقارہ بھی تھے۔ سکندر شاہ حریف کی قوت کا اندازہ کرکے اپنے آنے سے پشیمان ہوا اور ابراہیم سے صلح کی درخواست کرکے اُسے پیغام دیا کہ پنجاب سکندر کے زیر حکومت چھوڑ دیا جائے۔ ابراہیم شاہ اپنے لشکر و حشم کی کثرت پر ایسا مغرور ہوا کہ اُس نے سکندر کی عاجزی اور چاپلوسی پر ذرا بھی توجہ نہ کی اور اپنی صفیں درست کرکے لڑنے پر تیار ہوگیا۔ سکندر شاہ نے اپنا علم امیروں کو دیکر لشکر کو حریف کے مقابلے میں کھڑا کیا اور خود تجربہ کار سپاہیوں کے ایک گروہ کے ساتھ کمین گاہ میں چھپ گیا۔ ابراہیم نے پہلے ہی حملے میں لشکر پنجاب کو پراگندہ کردیا اور اس کے سپاہی لوٹ مار میں مشغول ہوگئے۔ سکندر شاہ کو موقع ہاتھ آیا اور کمین گاہ سے بادشاہ ابراہیم کے قلب لشکر پر حملہ آور ہوا۔ سکندر نے دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کو سرنگوں کردیا۔ ابراہیم شاہ سنبھل بھاگا اور سکندر شاہ نے فتح مندوں کی طرح دہلی اور آگرے پر قبضہ کرلیا اس معرکہ کے بعد جب سکندر شاہ ہمایوں بادشاہ سے لڑنے کے لئے پنجاب روانہ ہوا تو ابراہیم شاہ اپنے کو پھر درست کرکے سنبھل سے کالپی پہونچا۔ اسی زمانے میں عدلی نے اپنے وزیر ہیمو بقال کو آراستہ فوج کوہ پیکر ہاتھیوں اور ایک بڑے اور عمدہ توپخانے کے ساتھ دہلی اور آگرے کی مہم پر روانہ کیا۔ ہیمو نے ابراہیم شاہ کو پامال کرنا سب سے زیادہ ضروری سمجھ کر نواح کالپی میں حریف سے معرکہ آرائی کرکے ابراہیم کو شکست دی۔ ابراہیم شاہ اپنے باپ کے پاس بیانہ چلا گیا۔ ہیمو بھی بیانہ پہونچا اور تین مہینے تک شہر کا محاصرہ کیئے ہوئے میدان میں پڑا رہا چونکہ اسی دوران میں محمد خاں سور حاکم بنگالہ نے بغاوت کرکے چنار جونپور اور کالپی پر دھاوا کیا عدلی نے ہیمو کو بیانہ سے واپس بلالیا ہیمو نے

محاصرے سے ہاتھ اُٹھایا اور چنار روانہ ہوگیا۔ ابراہیم شاہ نے ہیمو کا تعاقب کیا اور مندا گھر میں جو آگرے سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے ہیمو سے معرکہ آرائی کی لیکن حریف سے پھر شکست کھا کر باپ کے پاس واپس آیا۔ چند دنوں کے بعد ابراہیم شاہ پٹنہ پہونچا اور وہاں کے راجہ مسمی رام چند سے لڑکر راجہ کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگیا۔ رام چند نے مصلحتِ وقت پر لحاظ کیا اور نظر بند حریف کو تختِ حکومت پر بٹھا کر خود نوکروں کی طرح دست بستہ اس کے سامنے کھڑا ہوا چند دنوں کے بعد بیانہ کے افغانوں سے جو رائسین کے نواح میں آباد ہے ایاز بہادر حاکم مالوہ سے جھگڑا ہوا۔ ان افغانوں نے ایک شخص کو راجہ رام چند کے پاس بھیجکر اُس سے ابراہیم خاں کو لے لیا اور ابراہیم کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ ان افغانوں نے اب یہ ارادہ کیا کہ ولایت کدہ کی رانی مسماۃ درگاوتی سے مدد طلب کر کے ایاز بہادر سے معرکہ آرائی کریں درگاوتی نے افغانوں کی درخواست قبول کی اور اپنے ملک سے روانہ ہوئی لیکن ایاز بہادر نے ایک گروہ کو درگاوتی کے پاس بھیجکر اُس کو افغانوں کی مدد سے باز رکھا۔ ابراہیم شاہ نے دیکھا کہ درگاوتی پشیمان ہوکر اپنے ملک کو واپس گئی۔ ابراہیم نے اب مالوہ میں اپنا رہنا مناسب نہ سمجھا اور بنگال کے سرحدی شہر اڑیسہ میں پہنچکر ایام گزاری کرنے لگا۔ ۹۷۵ھ میں سلیمان کرانی نے اڑیسہ پر قبضہ کیا اور ابراہیم شاہ کو اپنے پاس بلا کر اُسے مکاری سے تہ تیغ کر ڈالا۔ مختصر یہ کہ ہیمو بقال عدلی کے پاس چنار پہونچا اور عدلی کو خبر ملی کہ ہمایوں بادشاہ نے سکندر شاہ کو سامنے سے بھگا کر دہلی اور آگرے پر قبضہ کرلیا ہے۔ باوجود اس تباہی کے بھی چونکہ افغانوں کی خود رائی اور جہالت اُن کو ایک لمحہ بھی چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی عدلی کو یہ موقع میسر نہ ہوا کہ دہلی کو دشمن سے واپس لے لے۔ عدلی نے محمد خاں کوریہ پر جس نے حال میں بغاوت برپا کر رکھی تھی لشکر کشی کی۔ موضع چھپر کہ میں جو کالپی سے پندرہ کوس کے فاصلے پر آباد ہے دونوں فریق میں جنگ ہوئی۔ محمد کوریہ میدان جنگ میں مارا گیا اور عدلی کامیاب اور فتحمند چنار واپس آیا اور دہلی کو دشمن کے پنجہ سے چھڑانے کی فکر اور تدبیریں کرنے لگا۔ اسی دوران میں ہمایوں بادشاہ نے رحلت کی۔ عدلی نے ہیمو بقال کو تقریباً پچاس ہزار سواروں اور پانچ سو ہاتھیوں کی

ایک بڑی جمعیت کے ساتھ دہلی روانہ کیا تاکہ آگرہ دہلی اور پنجاب کو مغلوں کے قبضے سے نکالے۔ عدلی خود افغانوں کی آپس کی مخالفت کی وجہ سے چنار سے ہل نہ سکا۔ ہیمو بقال نواح آگرہ میں پہونچا۔ مغل امیر جو شہر میں موجود تھے اپنے میں ہیمو سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ دیکھ کر دہلی روانہ ہوگئے۔ ہیمو نے آگرہ اپنے معتبر آدمیوں کے سپرد کیا اور خود دہلی پہونچا۔ تردی بیگ حاکم دہلی نے ہیمو کے مقابلے میں صفیں آراستہ کیں لیکن شکست کھا کر پنجاب چلا گیا۔ ہیمو دہلی پر بھی قابض ہوا اور اس بات کی فکر کرنے لگا۔ کہ سامان و اسباب درست کرکے لاہور کا قصد کرے اتفاق سے بیرم خاں ترکمان نے جو اکبر کی طرف سے سیاہ و سفید کا مالک تھا پیش دستی کی اور خان زماں مغل کو جلد سے جلد دہلی روانہ کیا اور خود بھی بادشاہ کو ساتھ لے کر خانِ زماں کے پیچھے پیچھے دہلی کی طرف بڑھا۔ ہیمو نے یہ خبر سُنی اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ خان زماں سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ ہیمو نے پانی پت کے نواح میں ہاتھی پر سوار ہو کر مغلوں کے مقابلے میں صف آرائی کی۔ ہیمو کے مردانہ حملے نے مغلوں کے میمنہ میسرہ اور قلب لشکر کی تمام صفوں کو پریشان کردیا لیکن جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے اقبال نے اپنا کام کیا اور افغانی سپاہ دشمن کو چھوڑ کر تاخت و تاراج میں مشغول ہوگئی۔ اتفاق سے مغلوں کا ایک گروہ ہیمو بقال سے دوچار ہوا۔ مغلوں نے ہیمو کو پہچان لیا اور اُس کے ہاتھی کو گھیر کر اُسے زندہ گرفتار کیا اور اکبر بادشاہ کے پاس لے آئے اور وہیں اُسے خاک و خون کا ڈھیر کردیا۔ ہیمو کے قتل کے بعد عدلی کمزور اور ذلیل و خوار ہوگیا اور افغان ایک بارگی پریشان حال ہوگئے۔ خضر خاں ولد محمد خاں گو ریہ اپنے باپ کا بدلہ لینے کی فکر میں گرفتار رہا۔ خضر خاں نے ایک جمعیت اپنے گرد اکٹھا کرکے اپنے کو بہادر شاہ کے نام سے مشہور کیا اور پورب کے اکثر ملکوں پر قبضہ کرکے اُن ممالک میں سکہ اور خطبہ اپنے نام کا جاری کیا۔ خضر خاں نے عدلی پر لشکر کشی کی۔ ایک خونریز لڑائی کے بعد عدلی میدانِ جنگ میں کام آیا اور اُس کی زندگی اور حکومت دونوں کا خاتمہ ہوگیا۔

سکندر شاہ سور اور زوال دولت افغان

سکندر شاہ نے آگرے میں تختِ سلطنت پر جلوس کیا اور

عیش و سرور کے لوازمات پورے کر کے افغانی امیروں اور قومی رئیسوں کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ میں بھی تمھیں لوگوں میں سے ایک فرد ہوں اور مجھکو تم پر کسی طرح کی بزرگی حاصل نہیں ہے۔ سلطان بہلول نے لودی افغانوں کو شہرۂ آفاق کہا اور شیر شاہ نے ہزاروں مشکلوں سے ہندوستان کی حکومت حاصل کر کے سوری فرقے کا نام تمام دنیا میں روشن کیا۔ اس وقت ہمایوں بادشاہ جو مملکتِ ہندوستان کا وارث ہے موقع اور وقت کا منتظر ہے تم لوگوں کو ہمایوں جیسے دشمن سے کسی وقت بھی بے خوف نہ رہنا چاہیئے اگر تم سب خوشی اور رضا و رغبت سے میری حکومت کو منظور کرتے ہو تو نفاق اور حسد کو ترک کر کے باہم دلی کدورتوں کو دور کرو تاکہ اتفاق کی برکت سے سلطنت میں رونق پیدا ہو اور انتظام درست ہو جائے اور اگر مجھکو حکمرانی کا اہل نہیں سمجھتے تو اپنے گروہ میں سے جس کسی کو تم لوگ اس عظیم الشان منصب کا مستحق سمجھ کر منتخب کر دیں بھی جان و دل سے اُس کی اطاعت اور اس بادشاہ کا خیر طلب اور بہی خواہ رہونگا۔ افغانی امیروں نے سکندر شاہ کی تقریر سُن کے بالاتفاق یہی کہا کہ ہم سب نے تمھیں کو جو شیر شاہ کے چچا کی یادگار ہو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور یہ کہکر افغانوں نے قرآن مجید کی قسم کھائی کہ ہم کبھی تمھاری مخالفت نہ کریں گے۔ اس عہد و پیمان کے چند ہی روز بعد منصبوں خطابوں اور جاگیروں کی تقسیم پر افغانوں میں باہم رنجش پیدا ہوئی اور اتفاق قائم نہ رہ سکا۔ اتفاق سے ہمایوں بادشاہ نے اسی زمانے میں پنجاب کا رُخ کیا اور تاتار خاں رہتاس اور پنجاب سے بھاگتا ہوا دہلی آیا اور مغلوں نے لاہور پہونچکر افغانوں کو تباہ اور برباد کیا اور سرہند تک تمام ملک پر قبضہ کر کے اُس کو اپنے زیرِ انتظام لیلیا سکندر شاہ نے پچاس ہزار یا ایک لاکھ افغانی اور راجپوت سوار تاتار خاں اور ہیبت خاں کی ماتحتی میں مغلوں کے مقابلے کو روانہ کئے لیکن جیسا آگے مذکور ہوگا افغانوں نے بُری طرح شکست کھائی اور گھوڑے اور ہاتھی چھوڑ کر دہلی تک کہیں دم نہ لیا۔ سکندر شاہ سور باوجودیکہ وہ افغانوں کے آپس کے نفاق کو اچھی طرح جانتا تھا اس پر بھی اسی ہزار سواروں کو ساتھ لے کے ۹۶۲ھ میں پنجاب روانہ ہوا اور سرہند کے قریب بیرم خاں ترکمان جو شاہزادہ جلال الدین محمد اکبر کیساتھ

تھا اُس کے مقابل صف آرا ہو کر مغلوں سے لڑا شکست کھائی اور میدان جنگ سے بھاگ کر کوہِ سوالک میں پناہ گزیں ہوا اور دار الخلافت دہلی اور آگرہ دونوں شہر دوبارہ ہمایوں بادشاہ کے قبضے میں آئے اور سرزمین ہندوستان پھر سرسبز و شاداب ہوئی۔ بیرم خاں کی نتیجہ خیز کوششوں سے سکندر شاہ کوہ سوالک سے فرار ہو کر بنگالہ کی طرف بھاگا اور اس نواح پر تھوڑے دنوں قابض رہ کر دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوا۔ سکندر شاہ کے بعد تاجخان کرانی بنگال کا حاکم ہوا حکام بنگالہ کے واقعات اپنی جگہ پر بہ تفصیل مرقوم ہوں گے ناظرین اُن حالات کو اُن کی اصل جگہ پر مطالعہ کریں۔

نصیر الدین محمد ہمایوں کا عراق سے کابل آنا اور اُس نواح پر قابض ہو کر دوبارہ ہندوستان کا بادشاہ ہونا۔

جیسا کہ پیشتر مذکور ہو چکا کہ بیرم خاں ترکمان قزوین سے ییلاق قیدار نبی علیہ السلام کو گیا۔ ییلاق قیدار ابہر ۱۹۲ اور سلطانیہ کے درمیان واقع ہے (ییلاق ترکی زبان میں اُس سرد اور ہوادار مقام کو کہتے ہیں جہاں اُمرا گرمی کا زمانہ بسر کرتے ہیں مترجم) بیرم خاں ییلاق قیدار سے خط کا جواب لایا جس میں عراق تک صحیح و سلامت پہنچنے کی مبارکباد اور ملاقات کا اشتیاق مرقوم تھا جنت آشیانی قزوین سے روانہ ہوئے اور جمادی الاول ۹۵۱ھ میں بادشاہ ایران شاہ طہماسپ صفوی سے ملاقات کی۔ بادشاہ ایران نے جو تعظیم و تکریم اور دعوت و مہمان داری ایسے عظیم الشان مہمان کے لیے زیبا تھی بخوبی انجام دی ایک دن دورانِ گفتگو میں شاہ ایران نے جنت آشیانی سے پوچھا کہ ایسے کمزور دشمن کے آپ ایسے بادشاہ پر غلبہ پانے کا اصلی سبب کیا ہے۔ جنت آشیانی نے جواب دیا کہ بھائیوں کا آپس کا نفاق۔ شاہ ایران نے کہا کہ بھائیوں کے ساتھ جو حسن سلوک آپ نے کیا وہ زیبا نہ تھا۔ اس کے بعد دستر خوان بچھایا گیا شاہِ طہماسپ کا بھائی بہرام میرزا جو اسی مجلس میں دست بستہ کھڑا ہوا تھا لوٹا اور طشت لے کر بادشاہ ایران کا ہاتھ دھلانے اور مثل دوسرے خدمت گاروں کے کام انجام دینے لگا۔ شاہ ایران نے جنت آشیانی سے کہا کہ بھائیوں کو اس طرح رکھنا چاہیے۔ بہرام میرزا شاہ طہماسپ کے اس قول سے بیحد آزردہ ہوا اور جب تک کہ جنت آشیانی عراق میں رہے

ہمایوں بادشاہ کا دشمن رہا۔ بہرام میرزا نے ایک ایرانی گروہ کو اپنا ہم خیال بنا یا اور جب کبھی کہ اُس کو موقع ملتا تھا وحشت انگیز باتیں زبان سے نکالتا اور اپنی دلیلوں سے بادشاہ ایران کو ذہن نشین کراتا تھا کہ ہندوستان سے ملک میں جو ایران کے جوار میں واقع اور اس سے ملحق ہے صاحب قرآن امیر تیمور کی اولاد کا فرمانروائی کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ شاہ طہماسپ نے ییلاق قیدار کے زمانہ قیام میں جنت آشیانی کے دل بہلانے کے لئے تین مرتبہ چرکہ کے شکار کھیلنے کا انتظام کیا اور ہر مرتبہ شاہ طہماسپ اول جنت آشیانی کو شکار کھلواتا اور اس کے بعد بیرم خاں کی باری آتی اور بیرم کے بعد بہرام میرزا اور سام میرزا کو حکم دیتا کہ وہ بھی صید افگنی کا حوصلہ نکالیں۔ بہرام وسام کے بعد امیروں اور سپاہیوں کی نوبت آتی جو ترتیب اور قاعدہ کے ساتھ تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر شیر صولت جانور کو شکار کے نیچے دوڑا کر تلوار و خنجر سے شکارگاہ کی زمین کو خون سے سیراب کر دیتے تھے۔ شاہ طہماسپ ییلاقِ مذکورہ سے قزوین واپس آیا اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا بہرام میرزا اور دوسرے درباریوں نے شاہ کے کان بھر کے جنت آشیانی سے بادشاہ کو برگشتہ کر دیا۔ جنت آشیانی نے بھی احتیاط کو مدنظر رکھا اور بیرم خاں کی صلاح کے موافق نرمی اور فروتنی کے ساتھ دن بسر کرنے لگے۔ اسی دوران میں شاہ طہماسپ کی بہن سلطانہ بیگم اور قاضی جہاں قزوینی ناظر دیوان اور حکیم نورالدین ایسے شاہی حاشیہ نشینوں نے باہم ایک رائے ہو کر یہ کوشش شروع کی کہ شاہ کے دل سے غبارِ کدورت کو دور کریں۔ ایک روز سلطانہ بیگم نے جنت آشیانی کی یہ رباعی حضرت شاہ کو پڑھکر سنائی ؎

ہستیم زجاں بندۂ اولادِ علی ؛ ہستیم ہمیشہ شاد بایادِ علی
چون سرِ ولایت زعلی ظاہر شد ؛ کردیم ہمیشہ وردِ خود نادِ علی

شاہ اس رباعی کو سنکر بیحد خوش ہوئے۔ اور کہا کہ ہمایوں بادشاہ اگر اس بات کا عہد کرے کہ اپنے ممالک محروسہ کے تمام منبروں پر دوازدہ امام کے نام کا خطبہ جاری کردیگا تو میں اُس کی مدد کر کے ہمایوں کو اس کا ملک موروثی واپس دلادوں سلطانہ بیگم نے جنت آشیانی کو شاہ کی تقریر کا پیغام بھیجا۔ جنت آشیانی نے جواب دیا کہ

بچپن سے لیکر آج تک میرے دل میں خاندان رسالت کی محبت جاگزیں ہے
اور چغتائی امیروں کا نفاق اور کامران میرزا کی ناراضی کا اصل سبب بھی یہی ہے۔
شاہ نے بیرم خاں کو خلوت میں بلایا اور ہر پہلو سے تقریر کی۔ ان باتوں سے
شاہ کا دل جنت آشیانی سے صاف ہوگیا اور اسی جلسہ میں شاہ نے حکم دیا کہ
شاہزادہ مراد جو اُس وقت بالکل بچہ تھا اپنے جنرل بداغ خاں قاجار کے ہمراہ
دس ہزار سواروں کے ساتھ جنت آشیانی کے ہمراہ ہو اور جنت آشیانی کے
بھائیوں کی قرار واقعی تنبیہہ کرکے کابل قندھار اور بدخشاں کو فتح کرے۔ حضرت شاہ
نے چند ہی دنوں میں تمام اسباب شاہی مرتب کر دیئے اور جنت آشیانی کو مہم پر جانیکی
اجازت دیدی۔ جنت آشیانی نے کہا کہ میرا دل تبریز اور اردبیل کی سیر کے لئے
بیقرار ہے میں ان شہروں کی سیر کرکے شیخ صفی اور اُن کی اولاد امجاد کی ارواح
سے دشمن کے مقابلے میں مدد طلب کرونگا اور اُس کے بعد اپنا کام شروع کرونگا۔
شاہ نے اس بات کو پسند کیا اور ان اطراف کے حاکموں کے نام اطاعت گزاری
کے فرامین جاری کیئے اور حکام کو ہدایت کی کہ جنت آشیانی کی تعظیم و تکریم میں
کوتاہی نہ کریں۔ جنت آشیانی ان شہروں کی سیر اور مشائخین کی زیارت سے
فارغ ہوئے اور شاہزادۂ مراد اور قزلباش امیروں کے ساتھ مشہد مقدس کے
راستے سے قندھار کی طرف چلے سب سے پہلے گرم سیر کے قلعے بادشاہ کے
قبضے میں آئے اور اُس شہر میں جنت آشیانی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا عسکری میرزا کو
ان واقعات کی خبر ملی۔ عسکری میرزا نے شاہزادۂ محمد اکبر کو جو نامہربان چچا کے
ہاتھ میں گرفتار تھا کامران میرزا کے پاس کابل روانہ کیا اور خود قلعہ داری کے
تمام سامان پورے کرکے قندھار کے قلعے میں حصار بند ہوگیا۔ جنت آشیانی
بداغ خاں قاجار کے ساتھ قلعے کے پاس پہونچے اور ساتویں محرم ۹۵۲ھ کو
قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرے نے چند مہینے تک طول کھینچا اور جنت آشیانی نے
بیرم خاں ترکمان کو کامران میرزا کے پاس قاصد بنا کر کابل روانہ کیا۔ راستے میں
ہزارہ قوم کا ایک گروہ بیرم خاں سے برسرپیکار ہوا لیکن شکست کھا کر سامنے سے
بھاگا۔ بیرم خاں اس گروہ پر فتحیاب ہوکر کامران میرزا کی خدمت میں حاضر ہوا

اور جنت آشیانی کی اطاعت کرنے اور قلعے اور ممالک جنت آشیانی کو سپرد کردینے کے بارے میں کامران میرزا سے گفتگو کی لیکن بیرم خاں کی تقریر کا کامران میرزا پر کچھ اثر نہ ہوا اور یہ ترجمان ناکام واپس آیا اور کامران کی نالائقی کی داستان جنت آشیانی کو سُنائی۔ قزلباشی سپاہی طول محاصرے کی وجہ اور خاندانِ چغتائی کی ناموافقت کے سبب سے جدا رنجیدہ ہو رہے تھے۔ اسی دوران میں محمد سلطان میرزا۔ الغ میرزا۔ قاسم حسین میرزا۔ میرزا امیرک۔ شیر افگن بیگ اور فضل بیگ برادر منعم خاں، کامران میرزا سے جدا ہو کر جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سرداروں کے علاوہ اہل قلعہ کا ایک معتبر گروہ بھی حصار سے نکل کر جنت آشیانی کے پاس چلا آیا عسکری نے پریشان ہو کر امان طلب کی اور اپنے امیروں کے ساتھ بحد شرمندہ اور پشیمان شاہی حضوری میں حاضر ہوا اور قلعہ جنت آشیانی کے سپرد کر دیا۔ شاہ ایران کے سامنے یہ مسئلہ طے ہو چکا تھا کہ قندھار کا قلعہ شاہزادے مراد کے زیر حکومت رہیگا اس فیصلے کی بنا پر جنت آشیانی نے قلعہ شاہزادے کے حوالے کیا اور شاہزادہ اور بداغ خاں قاجار اور ابوالفتح سلطان افشار اور صوفی ولی شاملو موسم سرما کی وجہ سے قلعے میں مقیم ہوئے اور باقی قزلباشی امیر واپس گئے۔ چغتائی خاندان قلعہ کو قزلباشوں کے زیر حکومت کرنے سے رنجیدہ ہوا اور چونکہ جاڑے کے موسم میں چغتائیوں کیلئے کوئی پناہ کی جگہ نہ رہی اکثر مغل سردار کابل چلے گئے۔ عسکری میرزا نے بھی فساد برپا کرنیکا قصد کیا اور شاہی لشکر سے بھاگ گیا۔ ایک گروہ عسکری کے تعاقب میں روانہ ہوا اور اسے گرفتار کر کے پھر واپس لے آیا جنت آشیانی اپنے لشکر کے ساتھ کابل روانہ ہوئے۔ چند ہی دنوں کے بعد شاہزادہ مراد قضائے الٰہی سے فوت ہوا اور جنت آشیانی نے راستے ہی سے پلٹ کر قلعے کو واپس لینے کا ارادہ کیا جنت آشیانی نے بداغ خاں قاجار کو پیغام دیا کہ قلعۂ قندھار چند مہینوں کے لیے عارتیاً جنت آشیانی کو سپرد کر دے اور وعدہ کیا کہ کابل و بدخشان کے فتح ہو جانے کے بعد قندھار کا قلعہ قزلباشوں کو واپس کر دیا جائے گا۔ بداغ خاں نے یہ بات منظور نہ کی جنت آشیانی خاموش ہو رہے اور خلوت میں بیرم خاں۔ الغ میرزا اور حاجی محمد سے کہا کہ قلعے کو کسی نہ کسی تدبیر سے فتح کرنا چاہیئے۔ ایکدن اونٹوں کی ایک قطار گھس

اور دانہ لادے ہوئے شہر میں جارہی تھی حاجی محمد خاں کو موقع ہاتھ آیا اور اونٹوں کی قطار میں چھپکر دروازۂ شہر تک پہنچگیا۔ دروازے کے محافظ جو حاجی محمد کے مزاحم ہوئے وہ تہ تیغ کیئے گئے اُسی وقت بیرم خاں اور الغ میرزا بھی اپنی فوج ساتھ لے کر پہنچ گئے اور قلعے کے اندر داخل ہوگئے۔ بداغ خاں قاچار نے جو اس حال سے بالکل بے خبر تھا لڑنے میں خیر نہ دیکھی اور اجازت لے کر عراق روانہ ہوگیا۔ جنت آشیانی نے بیرم خاں کو قندھار کی حکومت سپرد کی اور کابل پر دھاوا کرنے کے لیئے تیار ہوئے۔ اس زمانے میں یادگار ناصر میرزا برادر بابر بادشاہ جو حسین ارغون کی بدسلوکی اور تسلط سے بھاگ کر کابل آیا تھا ہندال میرزا کے ساتھ جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے کابل کے باہر کامران میرزا کے لشکر کے مقابل اپنے ڈیرے ڈالے اور کامران میرزا کے ملازموں اور بہی خواہوں کا کوئی نہ کوئی گروہ روزانہ حاضر ہوکر جنت آشیانی سے اظہار خلوص کرنے لگا یہاں تک کہ کامران میرزا کا بڑا نامی امیر قیلان بیگ بھی جنت آشیانی کے حضور میں چلا آیا۔ کامران میرزا پریشان ہوکر غروب آفتاب کے وقت ارک کے حصار میں قلعہ بند ہوگیا۔ جنت آشیانی بھی اُسی وقت قلعے کے قریب پہنچ گئے کامران میرزا نے اب زیادہ ٹھیرنا موجب ہلاکت سمجھا اور غزنی بھاگ گیا۔ جنت آشیانی نے ہندال میرزا کو کامران کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اور رمضان کی دسویں رات کو قلعے میں داخل ہوئے۔ شاہزادہ جلال الدین محمد اکبر جو اُس وقت چار برس کا تھا مع بیگمات شاہی کے بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ میرزا کامران نے غزنی میں بھی پناہ نہ لی اور ہزارہ قوم کے پاس زمین داور کو چلا گیا اس قوم نے بھی کامران کو پناہ نہ دی اور اُسے زمین داور سے شاہ حسین ارغون کے پاس بھکر بھاگنا پڑا۔ شاہ حسین نے اپنی بیٹی کامران میرزا کو بیاہ دی اور اس کی مدد پر آمادہ ہوا۔ میرزا کامران ظاہر میں تو عیش و عشرت میں زندگی کاٹتا تھا لیکن دل میں فکر اور فتور میں گرفتار رہتا تھا۔ جنت آشیانی نے شاہزادہ محمد اکبر کو محمد علی طغائی کی اتالیقی میں کابل ہی میں چھوڑا اور خود ۹۵۳ھ میں بدخشاں پر دھاوا کرنے کے لیئے روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت یادگار ناصر میرزا جس نے بارہا بادشاہ کی مخالفت کی تھی پھر لشکر سے بھاگنے کی

تدبیریں سوچنے لگا۔ جنت آشیانی کو یادگار ناصر میرزا کے ارادوں سے اطلاع ہو گئی اور بادشاہ نے اس مفسد کو تہ تیغ کیا۔ جنت آشیانی ہندوکش سے گزر کر تیر گران[194] میں فروکش ہوئے۔ میرزا سلیمان بدخشانی لشکر لے کر جنت آشیانی سے لڑنے آیا لیکن پہلے ہی حملے میں سامنے سے بھاگ گیا۔ اس کے بعد جنت آشیانی نے طالقان[195] کا رخ کیا۔ اس سفر میں بادشاہ کا مزاج ناساز ہو گیا۔ دو مہینے کے بعد بادشاہ کو صحت ہوئی اور جو شورش اور فتنے دوران علالت میں پیدا ہوئے تھے وہ دب گئے۔ اسی زمانے میں جولی بیگم کے بھائی خواجہ معظم نے خواجہ رشید کو جو معظم کے ہمراہ عراق سے آیا تھا قتل کر کے خود کابل کی راہ لی۔ خواجہ معظم بادشاہ کے حکم سے کابل میں نظر بند کیا گیا میرزا کامران کو بادشاہ کے بدخشاں روانہ ہونے کی اطلاع ہوئی کامران نے غوربند کی طرف یک بارگی دھاوا کر دیا اور راستے میں ایک سوداگروں کے قافلے کو تاراج کر کے بہت سامان و اسباب ان سے چھین کر غزنی پہنچا۔ کامران نے غزنی کے اوباشوں کی مدد سے زاہد بیگ حاکم شہر کو قتل کیا اور کابل پر دھاوا کرنے کے لئے فوراً آگے بڑھا۔ کامران صبح کے قریب پہنچا اور جونہی قلعہ کا دروازہ کھلا میرزا شہر میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ کامران میرزا نے محمد علی طغائی کو جو حمام میں تھا پکڑ کر مار ڈالا اور فضل بیگ اور مہتر وکیل کو اندھا کر کے شاہزادے کو مع شاہی حرم کے موکلوں کے سپرد کیا۔ کامران نے حسام الدین ولد میر خلیفہ کو بھی قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ جس صبح کو میرزا قلعے میں داخل ہوا حاجی محمد عسس سے جو بار بار بادشاہ کا مسخرا تھا میرزا کامران کی ملاقات ہوئی میرزا نے مسخرہ سے پوچھا کہ میں کیسے گیا اور کیوں کر آیا مسخرے نے کہا کہ تم اول شب گئے اور صبح کو پھر چلے آئے۔ جنت آشیانی نے یہ خبریں سنیں اور صلح کی سلسلہ جنبانی کر کے بدخشاں سلیمان میرزا کے اور قندھار ہندال میرزا کے سپرد کر کے خود کابل روانہ ہوئے اور ضحاک اور غوربند کے[196] نزدیک جہاں کامران میرزا کا لشکر سد راہ تھا حریف کی جماعت کو ادھر ادھر منتشر کر دیا اور خود وہ افغان پہنچے اس مقام پر شیر افگن بیگ اور کامران میرزا کا بقیہ لشکر جنت آشیانی کے گرد جمع ہو گیا اور ان سب نے ملکے لڑائی کا بازار گرم کیا۔ دشمنوں کو یہاں بھی شکست ہوئی اور

شیر افگن خاں میدان جنگ میں کام آیا۔ جنت آشیانی کابل کے قریب پہنچ گئے اور روزانہ لڑائی ہونے لگی۔ اسی دوران میں میرزا کامران کو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا قافلہ کسی موضع میں مقیم ہے اور اس قافلے کے پاس گھوڑے کثرت سے ہیں۔ کامران میرزا نے اپنے ایک دلیر اور جنگ آزما سپاہی مسمی شیر علی کو دوسرے آزمودہ کار سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ قافلے کے سر پر بھیجا تاکہ سوداگروں کو گرفتار کر کے شہر کے اندر لے آئے۔ جنت آشیانی کو اس کی خبر ہوگئی اور بادشاہ فوراً ہی قلعے کے نزدیک پہنچ گئے۔ جنت آشیانی نے آمد و رفت کا راستہ بالکل بند کر دیا۔ میرزا شیر علی واپس آیا اور ابتر حالت دیکھکر بادشاہ کے مقابلے میں صف آرا ہوا اور سامنے سے فرار ہو گیا۔ اسی زمانے میں میرزا سلیمان بدخشاں سے اور میرزا الغ بیگ۔ قاسم حسین سلطان اور دوسرے بیرم خان ترکمان کے ملازم بادشاہی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قراچہ خاں اور مانوس بیگ قلعے سے بھاگ کر جنت آشیانی سے آملے۔ میرزا بیحد پریشان ہوا اور مانوس بیگ کے تینوں بیٹوں کو جو قلعے کے اندر تھے بڑی بے رحمی سے تہ تیغ کیا اور قلعے کی دیوار سے نیچے پھینک دیا۔ میرزا کامران نے قراچہ خاں کے بیٹے کو بھی فصیل کے اوپر قلعے کی دیوار سے مضبوط باندھ دیا قراچہ خاں قلعے کے پاس پہنچا اور اُس نے چلا کر کہا کہ اگر میرا بیٹا مارا گیا تو یاد رکھنا کہ کامران میرزا اور عسکری میرزا بھی زندہ نہ رہینگے۔ کامران ہر طرف سے مایوس ہوگیا اور رات کیوقت قلعے کی دیوار میں سوراخ کر کے حصار سے بھاگ گیا۔ قلعہ دوبارہ بادشاہ کے قبضے میں آیا اور میرزا نے کوہ کابل کے دامن میں پناہ لی۔ میرزا کا یہ دامن بھی اُسے راس نہ آیا اور قوم ہزارہ کا ایک گروہ اس کے سر پر پہنچا اور میرزا کی تمام کائنات یہاں تک کہ جسم کے کپڑے بھی اس قوم کی ملکیت میں داخل ہوگئے۔ اس قوم کو آخر میں معلوم ہوا کہ اُن کا تاراج کردہ مسافر کامران میرزا ہے۔ ہزارہ نے میرزا کی مدد کی اور کامران کو اُس کے ملازموں کے پاس غوربند پہنچا دیا کامران میرزا غوربند میں بھی نہ ٹھیر سکا اور بلخ کیطرف بھاگا۔ شیر محمد خاں حاکم بلخ کامران کی مدد کو اٹھا اور غور و بقلان کو فتح کر کے دونوں شہر کامران میرزا کے سپرد کر دیئے۔ ۱۹۷

میرزا نے فوراً فوج جمع کر کے بدخشاں پر دھاوا کیا۔ میرزا سلیمان اور اُس کا بیٹا میرزا ابراہیم کامران کے مقابلے میں نہ ٹھیر سکے اور کولاب کی طرف بھاگ گئے۔
اس دوران میں قراچہ خاں اور مانوس بیگ نے محال امیدیں دل میں گیں جن میں سے ایک یہ بھی کہ خواجہ نجاری وزیر قتل ہوا اور خواجہ قاسم اس کا جانشین مقرر کیا جائے۔ جنت آشیانی کو ان امیروں کے ارادے پسند نہ آئے۔ ان امیروں نے بادشاہ کا ساتھ چھوڑا اور میرزا عسکری کے ہمراہ بدخشاں روانہ ہوگئے۔ جنت آشیانی نے خود ان فراریوں کا پیچھا کیا لیکن ان تک نہ پہنچے اور راستے ہی سے واپس آئے اور میرزا ہندال اور میرزا ابراہیم بن میرزا سلیمان کے نام طلبی کے فرمان صادر کئے۔ میرزا ابراہیم خدمت سلطانی میں روانہ ہوا اور قمر علی سنقائی کو جو گریختہ امیروں کی طرف سے راستے میں بیٹھا ہوا شاہی لشکر کی خبریں اُن کو پہنچا رہا تھا قتل کر کے کابل میں جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرزا ہندال نے راستے میں شیر علی کو زندہ گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ چونکہ کامران میرزا نے قراچہ خاں کو کشم میں چھوڑ کر خود طالقان میں قیام کیا تھا۔ اس لئے جنت آشیانی نے ہندال میرزا اور حاجی محمد کوکہ کو ایک گروہ کے ساتھ بطور مقدمہ لشکر کشم کی طرف روانہ کیا۔ قراچہ خاں نے کامران میرزا کو واقعات سے اطلاع دی اور کامران میرزا یلغار کر کے کشم پہنچ گیا۔ میرزا ہندال نے دریائے طالقان کو عبور کیا ہی تھا اور اُن کی فوج اِدھر اُدھر منتشر ہی تھی کہ کامران میرزا اُس کے سر پر پہنچ گیا اور بھالی سے لڑنے لگا کامران نے ہندال کو شکست دی اور اس کا سارا اسباب تاخت و تاراج کیا۔ اسی دوران میں جنت آشیانی بھی دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ کامران بادشاہ کے مقابلے میں نہ ٹھیر سکا اور طالقان بھاگ گیا اور جو کچھ ہندال میرزا سے حاصل کیا تھا اس کو غارت گروں کے سپرد کر دیا کامران دوسرے دن طالقان کے قلعے میں محصور ہو گیا۔ کامران کو اوزبکوں کی مدد سے مایوسی ہوئی اور میرزا سلیمان کے واسطے سے اس نے بادشاہ سے مکہ معظمہ کی زیارت کی اجازت مانگی جنت آشیانی نے کامران کی درخواست منظور کی۔ کامران و عسکری دونوں بھائی قلعے سے حرمین شریفین (مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ) کی زیارت کے قصد سے روانہ ہوئے۔

عسکری اور کامران نے دس کوس زمین طے کی۔ ان دونوں صاحبوں کا خیال تھا کہ جنت آشیانی فوج ان کے تعاقب میں روانہ کرینگے لیکن ان کا خیال غلط نکلا اور جنت آشیانی کی اس عنایت سے بیحد شرمندہ ہوکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیئے راستے سے پلٹے۔ جنت آشیانی نے اکثر مغل سرداروں کو ان کے استقبال کے لیئے روانہ کیا اور دونوں بھائیوں پر بڑی مہربانی فرما کر کولاب کا شہر ان کی جاگیر میں عطا کیا اور دونوں کو کولاب کی طرف رخصت کر کے خود کابل واپس آئے۔ جنت آشیانی نے بیرم خاں ترکمان کے پاس فتحنامہ قندھار میں روانہ کیا اور اس فتح نامے کے حاشیہ پر اپنی طبعزاد نظم اپنے خاص قلم سے لکھی۔ اس کے علاوہ بیرم خاں کے درد جدائی کے اظہار کے لیئے ایک رباعی بھی اسی وقت موزوں کر کے لکھدی۔ بیرم خاں نے بھی اس رباعی کا مناسب جواب ارسال خدمت کیا۔ چونکہ بیرم خاں ترکمان کو ازبک کے ہاتھوں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچی ہیں اس لیئے جنت آشیانی ۹۵۶ھ میں ہندال میرزا اور سلیمان میرزا کے ساتھ بلخ روانہ ہوئے۔ کامران اور عسکری میرزا نے اس وقت بھی مخالفت کی اور بادشاہ کی خدمت میں نہ حاضر ہوئے۔ اگرچہ اس بات کا قوی اندیشہ تھا کہ بادشاہ کی عدم موجودگی میں کامران کابل میں پھر کوئی تازہ فتنہ برپا کرے گا لیکن جنت آشیانی نے اپنے ارادے کو ملتوی نہ کیا اور بلخ کے اطراف میں پہنچ گئے۔ شاہ محمد سلطان ازبک تین ہزار سواروں کے ساتھ مقابلے میں آیا اور بادشاہ کے مقابلے میں صف آرا ہو کر اس روز بلا فتح و شکست کے واپس گیا۔ دوسرے دن پیر محمد خاں اور عبدالعزیز خاں ولد عبداللہ خاں اور خصار کے فرمانروا جو شاہ محمد کی مدد کو آئے تھے شاہ محمد کے ساتھ قریب تیس ہزار سواروں کے ہمراہ بادشاہ کے مقابلے میں آئے۔ سلیمان میرزا۔ ہندال میرزا اور حاجی محمد سلطان ہراول نے انھیں شکست دی۔ پیر محمد خاں ازبک یہ حال دیکھ کر مع اپنے ہمراہیوں کے غروب آفتاب کے وقت شہر میں داخل ہو گیا۔ چغتائی لشکر کامران کے نہ آنے سے اپنے اہل و عیال کے بارے میں فکرمند تھا۔ جس رات کی صبح کو آئین جنگ کے موافق بلخ کو فتح ہونا چاہیئے تھا اسی شب تمام فوج نے جمع ہو کر بادشاہ سے

عرض کیا کہ بلخ کے آب رواں کو عبور کرنا مناسب نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ درۂ گز کی طرف چل کر لشکر کے لیئے کوئی مضبوط جگہ انتخاب کی جائے اور اہالیان بلخ کی دلجوئی کرکے بغیر لڑے شہر پر قبضہ کرلیں۔ سپاہیوں نے اس بارے میں بیحد اصرار کیا اور جنت آشیانی نے مجبوراً کوچ کیا۔ درہ گز کابل کی سمت واقع ہے۔ دوست و دشمن اس فوجی مشورہ سے آگاہ نہ تھے اور سب یہ سمجھے کہ بادشاہ کابل کو واپس جارہا ہے ہر شخص جلد سے جلد کابل روانہ ہوگیا۔ اذبکوں کو ہمت ہوگئی اور انھوں نے شاہی لشکر کا تعاقب کیا۔ اذبک سپاہ نے سلیمان میرزا اور حسن قلی سلطان کو جو لشکر کی محافظت کے لیئے فوج کے پس پشت تھے مغلوب کرکے بادشاہی لشکر تک پہنچ گئے۔ جنت آشیانی نے پلٹ کر ایک شخص کو جو سب سے آگے تھا اپنے ہاتھ سے نیزہ مار کے گھوڑے کے نیچے گرادیا۔ ہندال میرزا تردی بیگ اور تولک خاں قوچین نے بھی داد مردانگی دینے میں کوئی کمی نہیں کی لیکن چونکہ چغتائی فوج ادھر ادھر پراگندہ ہوچکی تھی کچھ کاربراری نہ ہوئی۔ جنت آشیانی کامران میرزا کے دفعیہ کے لیئے کابل روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے کامران میرزا کے بہترین بہی خواہ مسمی علی بیگ کو میرزا کا مخالف بنایا اور سلیمان میرزا اور ہندال میرزا کو کشم اور قندھار سے کامران کے سر پر روانہ کیا۔ میرزا نے ارادہ کیا کہ سامان بادشاہی کو خاک میں ملاکر ضحاک اور بامیان کے راستے سے ہزارہ میں پہونچے اور وہاں سے سندھ کی راہ لے۔ جنت آشیانی نے ایک گروہ کو میرزا کا سدراہ مقرر کیا۔ قراچہ خاں اور قاسم حسین وغیرہ نے جو بادشاہ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے تھے میرزا کامران کو خفیہ پیغام بھیجا کہ شاہی لشکر کا بہترین حصہ ضحاک اور بامیان جاچکا ہے تمھیں چاہیئے کہ کوتل قبچاق کے راستے سے ہمارے پاس آجاؤ اور ہمیں اپنا ہی بہی خواہ سمجھو۔ میرزا نے ان لوگوں کے کہنے پر عمل کیا اور بامیان کو چھوڑ کر قبچاق پہنچا۔ جنت آشیانی بھی قبچاق میں آئے اور قراچہ خاں اور اس کے ہمراہی لڑائی کے وقت میرزا سے جاملے۔ جنت آشیانی صرف تھوڑے ہی آدمیوں سے ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے رہے۔ اور پیر محمد اختہ اور احمد ولد میرزا قلی معرکہ میں کام آئے اس لڑائی میں بادشاہ کے سر پر زخم لگا

اور سواری کا گھوڑا بھی مجروح ہوا اور جنت آشیانی نیزہ کی ضرب سے دشمنوں کو اپنے پاس سے دور کرتے تھے۔ بادشاہ نے ضحاک اور بامیان کی راہ لی اور کابل پر دوبارہ کامران کا قبضہ ہوگیا۔ جنت آشیانی بدخشاں پہونچے اور ایک قافلے سے جس کے پاس گھوڑے اور اسباب کثرت سے تھا عاریت کے طور پر سامانِ جنگ لیکر سپاہیوں میں تقسیم کیا اور شاہ بداغ۔ تولک خاں قوچین اور مجنون خاں وغیرہ دس آدمیوں کو خبرگیری کے لیئے کابل روانہ کیا لیکن سوا تولک خاں کے اور کوئی واپس نہ آیا۔ بادشاہ کو اپنے قدیم نوکروں کی بیوفائی پر بڑا تعجب ہوا سلیمان میرزا ابراہیم میرزا اور ہندال میرزا اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ پہنچ گئے۔ اور جنت آشیانی نے پانچویں دن کابل کا رُخ کیا۔ میرزا کامران بھی آگے بڑھا اور دریائے پنجھیر کے کنارے شاہی لشکر کے مقابلے میں صف آرا ہوکر میدان ہار گیا۔ میرزا نے سر اور ڈاڑھی کے بال مونڈوا ڈالے اور قلندروں کا بھیس بدل کر کوہ ہندوکش اور لمغان کے دامن میں پناہ گزیں ہوا۔ فرار کے وقت میرزا عسکری گرفتار ہوا اور قراچہ خاں مارا گیا جنت آشیانی کامیاب و بامراد کابل میں داخل ہوئے اور پورا ایک سال عیش و آرام میں بسر کیا۔ اس زمانے میں پھر کچھ من چلے سپاہی کامران میرزا کے گرد جمع ہوگئے۔ اور رفتہ رفتہ ایک ہزار پانچ سو آدمیوں کی جمعیت اُس کے پاس ہوگئی۔ حاجی محمد خاں اور بابا قشقہ بھی بلا اجازت غزنی چلے گئے۔ جنت آشیانی نے بھی سامان جنگ درست کرکے کامران میرزا پر لشکرکشی کی۔ کامران میرزا الہندی خلیل اور داؤدزئی افغانوں اور لمغانات کے سرداروں کے ساتھ سندھ کی طرف بھاگا اور بادشاہ کابل میں داخل ہوئے میرزا کامران دوبارہ افغانوں کے پاس آیا اور پھر فتنہ و فساد برپا کرنے لگا۔ جنت آشیانی نے دوبارہ اُس پر لشکرکشی کی اور بیرم خاں ترکمان کو لکھا کہ غزنی پہنچکر حاجی محمد کا علاج کرے۔ حاجی محمد نے کامران کو پیغام بھیجا کہ جسطرح ممکن ہو غزنی پہنچو میں تمہارا مطیع اور فرمانبردار ہوں۔ میرزا جو لمغان سے پیشاور بھاگ آیا تھا بنگش اور گردیز کی راہ سے غزنی روانہ ہوا۔ قبل اس کے کہ کامران غزنی پہنچے بیرم خاں موقع پر پہونچ کے حاجی محمد خاں کو نرمی سے سمجھا بجھا کر کابل لے جا چکا تھا۔

کامران مجبوراً پیشاور واپس آیا اور جنت آشیانی بھی کابل واپس آئے حاجی محمد خاں خوف زدہ ہوکر دوبارہ غزنی چلا گیا اور بیرم خاں اُسے دلاسا دیکر پھر کابل میں لا آیا۔ اس زمانے میں جنت آشیانی نے میرزا عسکری کو جو کامران کا حقیقی بھائی تھا میرزا سلیمان کے پاس بھیجا تاکہ عسکری کو بلخ کے راستے سے مکۂ معظمہ روانہ کردے۔ عسکری میرزا نے اُس وادی میں جو شام اور مدینۂ منورہ کے درمیان واقع ہے ۹۶۱ھ میں وفات پائی۔ عسکری میرزا نے ایک بیٹی یادگار چھوڑی جس کو جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے یوسف خاں مشہدی کے ساتھ بیاہ دیا۔ کامران میرزا کے سر سے سلطنت کا سودا نکلا نہ تھا اور میرزا افغانوں میں رہکر لشکر جمع کرنے کی تدبیر کر رہا تھا جنت آشیانی نے پہلے حاجی محمد خاں کو جو سارے فساد کی جڑ تھا تہ تیغ کیا اور اُس کے بعد میرزا کی تنبیہ کے لیئے روانہ ہوئے۔ خیبر کے نواح میں میرزا نے افغانوں کے ایک گروہ کے ساتھ ماہ ذی قعدہ ۹۵۸ھ کی رات کو شاہی لشکر پر شبخون مارا۔ ہندال میرزا شہید ہوا اور ناسعادت مند میرزا کو بھائی کے مارے جانے کی خبر ہوئی اور ناکام واپس گیا اور پھر افغانوں میں جا ملا جنت آشیانی نے میرزا کی بیٹی رقیہ سلطان بیگم کو معہ ہندال میرزا کے سارے جاہ وحشم کے جلال الدین اکبر کو عنایت کر کے غزنی کو اس کی جاگیر میں عنایت فرمایا اور خود افغانوں کی آبادیوں کی طرف بڑھے اس مرتبہ بادشاہ نے مہمندی اور خلیل زئی افغانوں کو قتل اور تاراج کر کے اُنھیں بہت زیادہ ذلیل اور خوار کردیا۔ افغانوں نے دیکھا کہ سوا نقصان اور خرابی کے اور اُنھیں کچھ حاصل نہیں ہے ناچار میرزا کامران سے علٰحدہ ہو گئے۔ کامران نے مجبوراً ہندوستان کی راہ لی اور سلیم شاہ سور کے دامن میں پناہ ڈھونڈنے لگا۔ سلیم شاہ نے کامران کے ساتھ برابر تاؤ کیا کامران کو معلوم ہوا کہ سلیم شاہ اُس کو قید کرنا چاہتا ہے۔ کامران سلیم شاہ کے پاس سے بھاگا اور راجہ نگرکوٹ کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ سلیم شاہ کامران کو خود مدعی سلطنت جانتا تھا اس لیئے اس نے پنجاب کے راجاؤں پر لشکر کشی کی۔ کامران خوف کے مارے نگرکوٹ سے بھی بھاگا اور سلطان آدم گکھڑ کے دامن میں اس نے پناہ لی۔ اتفاق سے

اسی زمانے میں میرزا حیدر دوغلات نے کشمیر کے زمینداروں کی سرکشی کی شکایت جنت آشیانی سے کر کے بادشاہ سے اپنی مدد کے لیئے آنے کی درخواست کی تھی۔ جنت آشیانی دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ سلطان آدم نے ڈر کر میرزا پر پہرہ بٹھایا اور بادشاہ کو حقیقت حال کی اطلاع کی۔ جنت آشیانی نے منعم خاں کو سلطان آدم کے پاس بھیجا اور منعم میرزا کامران کو لے آیا۔ اس وقت تمام چغتائی رئیسوں نے جو میرزا کے نفاق اور نت نئے فتنے اور فساد سے بالکل بیزار تھے بادشاہ سے عرض کیا کہ چغتائی قوم کی عزت اور حرمت اب اسی میں ہے کہ کامراں میرزا کا کام تمام کیا جائے۔ جنت آشیانی اپنے فطری رحم اور مروت سے میرزا کے قتل پر راضی نہ ہوئے لیکن امیروں کی دلجوئی کے لیئے حکم دیا کہ میرزا کی آنکھ میں لوہے کی سلائی پھیر دی جائے محمد مومن فرنخودی نے کامراں کے نابینا ہونے کی تاریخ یہ نکالی کہ چشم پوشید زبیداد سپہر۔ جنت آشیانی بھی میرزا سے ملنے گئے اور میرزا نے چند قدم استقبال کر کے سعدی کا یہ قطعہ پڑھا

زقدر وشوکت سلطاں نہ گشت چیزے کم ٭ زالتفات بہ عزبت سرائے دہقانے
کلاہ گوشۂ دہقاں بہ آفتاب رسید ٭ کہ سایہ بر سرش انداخت چوتو سلطانے

جنت آشیانی پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ بات تک نہ کر سکے۔ بادشاہ وہاں سے اٹھے اور افسوس کرتے ہوئے واپس آئے۔ میرزا کامراں نے حج کی اجازت لی اور سندھ کے راستے سے مکہ معظمہ پہنچا اور اپنی زوجہ کو بھی جو میرزا شاہ حسین ارغوں کی بیٹی تھی اپنے ساتھ لے گیا۔ میرزا کامران مکہ معظمہ پہنچا اور تین حج کرنے کے بعد گیارھویں ذی الحجہ ۹۶۴ھ کو اس مقدس مقام میں فوت ہوا اور محلہ مرکے میں دفن کیا گیا۔ میرزا کامراں نے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے۔ بیٹے کا نام ابوالقاسم میرزا تھا۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے ابوالقاسم میرزا کو ۹۶۴ھ میں گوالیار کے قلعے میں قید کیا جب اکبر نے خان زماں پر فوج کشی کی تو بادشاہ کے اشارے سے ابوالقاسم میرزا قتل کیا گیا۔ ابوالقاسم نے قتل کے وقت اپنا نظم کیا ہوا مندرجۂ ذیل شعر پڑھا۔

فلک بکشتن من این قدر شتاب مکن ٭ چو خواہم از ستمت مردن اضطراب مکن

کامراں میرزا کی ایک بیٹی میرزا ابراہیم حسین بن سلطان محمد کی زوجہ تھی۔ اس بیگم کے بطن سے ایک بیٹا مظفر حسین میرزا پیدا ہوا۔ کامراں کی دوسری بیٹی عبدالرحمٰن مغل کے عقد میں دی گئی اور تیسری بیٹی کا نکاح شاہ فخرالدین مشہدی رضوی کے ساتھ کر دیا گیا۔ مختصر یہ کہ جنت آشیانی کو کامراں میرزا کے فتنوں سے اطمینان ہوا اور بادشاہ نے ارادہ کیا کہ کشمیر پر دھاوا کر کے اُسے اپنے قبضے میں کرے۔ اس زمانے میں سلیم شاہ پنجاب پہنچ چکا تھا اس لیئے چغتائی امیروں نے بادشاہ کی اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور کہا کہ ہمارے کشمیر پہنچنے کے بعد اگر افغانوں نے ہر طرف سے گھیر کر تمام راستے بند کر دیئے تو بڑی مشکل پیش آئیگی۔ بادشاہ نے امیروں کی اس رائے کو ناپسند کیا اور کشمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ امیروں نے یہ خوش طبعی کی کہ بادشاہ کا ساتھ نہ دیا اور کابل روانہ ہو گئے۔ جنت آشیانی نے بھی ناچار ہو کر کابل کا رُخ کیا اور دریائے نیلاب کو پار کر کے بگرام کا قلعہ تعمیر کیا اور قلعے کی حکومت سکندر خاں اوزبک کے سپرد کر کے خود کابل روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے شاہزادے جلال الدین اکبر کو جلال الدین محمود وزیر کے ہمراہ غزنی روانہ کیا۔ ۹۶۱ھ میں شاہزادہ محمد حکیم میرزا کابل میں پیدا ہوا۔ اس شاہزادے کا حال جلال الدین اکبر بادشاہ کے واقعات کے ضمن میں کیا جائیگا اسی سال مفسدوں کی شرارت سے بادشاہ کا مزاج بیرم خاں ترکمان سے برگشتہ ہو گیا اور یہ خیال کر کے کہ کہیں مذہبی موافقت کی وجہ سے قزلباشوں سے نہ مل جائے بادشاہ نے قندھار پر یورش کرنے کا ارادہ کیا اور غزنی کے راستے سے قندھار پہنچا۔ بیرم خاں ترکمان اس الزام سے بالکل بری تھا اور اُسے اس معاملے کی کچھ خبر نہ تھی۔ جنت آشیانی کی آمد کی خبر سنکر پانچ یا چھ معتمد امیروں کے ساتھ بادشاہ کے استقبال کے لیئے آیا اور بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہو کر تحفے بادشاہ کے حضور میں پیش کیئے جنت آشیانی پر ظاہر ہو گیا کہ جو کچھ دشمنوں نے بدگوئی کی تھی وہ محض افترا اور بہتان تھا۔ بادشاہ نے بیرم خاں کی دلجوئی کے لیئے دو مہینے کابل قندھار میں عیش و عشرت کے ساتھ بسر کیئے۔ جنت آشیانی نے افترا پرداز گروہ کی تنبیہ اور اُنھیں ملامت کی اور بیرم خاں کو طرح طرح کی عنایتوں اور مہربانیوں سے

سرفراز فرمایا۔ بیرم خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ قندھار کی حکومت منعم خاں یا کسی دوسرے معتمد کے سپرد کی جائے اور بیرم کو بادشاہ اپنے ساتھ رکھے۔ جنت آشیانی نے بیرم خاں کی یہ درخواست قبول نہ کی لیکن چلتے وقت بیرم کی گزارش کے مطابق بہادر خاں برادر علی قلی خاں سیستانی کو زمین داور کی جاگیر عنایت کرکے اُس کو وہیں چھوڑا اور خود کابل واپس آئے۔ اس دوران میں آگرہ اور دہلی کے بعض بہی خواہوں کی عرضیاں جنت آشیانی کے ملاحظہ سے گزریں جن کا مضمون یہ تھا کہ سلیم شاہ نے وفات پائی اور افغانی امیر اور سردار ایک دوسرے کے دشمن اور مخالف بنکر آپس ہی میں تلوار چلا کر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں یہی وقت ہے کہ بادشاہ اپنے موروثی ملک کی طرف توجہ کریں اور سلطنت کو اپنے قبضے میں لائیں۔ جنت آشیانی کے پاس ملک ہندوستان پر لشکر کشی کرنے کا سامان نہ تھا بادشاہ بیحد فکرمند ہوا۔ ایک روز سیر و شکار کے اثنا میں جنت آشیانی نے اپنے چند معتبر امیروں سے کہا کہ میں سفر ہندوستان کے لئے اس طرح شگون لیتا ہوں کہ پہلے تین شخص جو سامنے سے نظر آئیں اُن کے نام پوچھکر اُنھیں کے ناموں سے اس سفر کی فال نکالتا ہوں پہلے جو شخص کہ سامنے آیا اس کا نام پوچھا گیا اور معلوم ہوا کہ اس کا نام دولت خواجہ ہے چند قدم چلنے کے بعد دوسرا دہقانی ملا اور اس کا نام دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُسے مراد خواجہ کہتے ہیں جنت آشیانی نے کہا کہ کیا خوب ہوتا اگر تیسرے شخص کا نام سعادت خواجہ ہوتا۔ چند قدم اور آگے بڑھنے کے بعد تیسرا آدمی ملا اور اتفاق سے اس کا نام سعادت خواجہ تھا۔ جنت آشیانی اس نیک شگون سے بیحد خوش ہوئے اور اس واقعہ کو ایک طرح کی غیبی بشارت سمجھے اور باوجودیکہ بادشاہ کے ساتھ پندرہ ہزار سواروں سے زیادہ نہ تھے اور افغانوں کی فوج میں لاکھ یا دو لاکھ سواروں کی ایک بہت بڑی جمعیت تھی ہندوستان کے سفر پہ تیار ہو گئے۔ جنت آشیانی نے شاہزادہ محمد حکیم میرزا کو منعم خاں کی اتالیقی میں کابل میں چھوڑا اور خود ماہ صفر ۹۶۲ھ میں ہندوستان روانہ ہوئے۔ بیرم خاں ترکمان بھی اپنے بہادروں اور جنگ آزمودہ سپاہیوں کے ساتھ جو سب کے سب اُس کے

خاندانی ملازم تھے شاہی فرمان کے موافق جنت آشیانی سے پشاور میں آکر مل گیا۔
بادشاہ نے دریائے سندھ کو عبور کر کے بیرم خاں کو سپہ سالاری کا عہدہ عنایت کیا۔
اور خضر خاں۔ تردی بیگ خاں۔ سکندر سلطان اور علی قلی سیستانی اور دوسرے
نامی امیروں کو بیرم کے ساتھ کر کے اس گروہ کو بطور مقدمۂ لشکر کے آگے روانہ کیا۔
تاتار خاں افغانی تیر شاہی قلعۂ رہتاس کا حاکم اپنے کو مد مقابل نہ سمجھکر دہلی روانہ ہوگیا
اور جنت آشیانی سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے لاہور پہونچے۔ افغانی امیر جو لاہور کے
محافظ تھے بلا لڑے ہوئے فرار ہو گئے اور جنت آشیانی بلا کسی زحمت کے
شہر میں داخل ہوئے اور بیرم خاں ترکمان اپنے ہمراہی امیروں کے ساتھ سرہند
پہونچا اور اس نواح پر بلا شمشیر و نیزہ قابض ہوگیا۔ سرہند کی رعایا اور زمینداروں نے
بیرم کی اطاعت قبول کی اس دوران میں معلوم ہوا کہ افغانوں کا ایک گروہ شہباز خاں
اور نصیر خاں کی ماتحتی میں دیبالپور میں جمع ہے اور فتنہ اور فساد کا ارادہ رکھتا ہے۔
جنت آشیانی نے شاہ ابوالمعالی کو جو ترمذ کا سید اور بادشاہ کا منہ بولا بیٹا تھا۔
علی قلی خاں سیستانی کے ہمراہ ان افغانوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔
شاہ ابوالمعالی نے افغانوں سے جنگ کر کے انھیں شکست دی اور اُن کے
مال اور اہل و عیال کو غارت کر کے واپس آیا۔ سکندر شاہ نے تاتار خاں اور
ہیبت خاں افغان کو تیس ہزار سواروں کے ہمراہ چغتائیوں سے لڑنے کے لئے
بڑے ساز و سامان سے روانہ کیا۔ بیرم ترکمان دشمن کی کثرت سے بالکل نہ ڈرا
اور دریائے ستلج کو عبور کر کے ان افغانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔
بیرم خاں غروب آفتاب کے وقت بچواڑہ کے کنارے دشمن کے لشکر کے سامنے
خیمہ زن ہوا۔ جاڑے کا زمانہ تھا اور افغانوں نے بہت سی آگ اپنے خیموں کے
گرد روشن کی اور ہوشیاری اور بیداری کے ساتھ دشمن کو دیکھتے رہے۔ بیرم خاں
یہ خبر سُن کر بہت خوش ہوا اور بغیر اس کے کہ کسی کو اس واقعہ سے آگاہ کرے
اپنے ایک ہزار خاصہ کے سواروں کے ساتھ دشمن کے لشکر کے کنارے پہنچا۔
افغانوں کا لشکر ان کی روشنی میں دور سے دکھائی دیتا تھا بیرم خاں نے دشمنوں پر
تیروں کی بوچھار شروع کر دی۔ افغانی اس خونریز بارش سے پریشان ہو گئے اور

اپنی فطری کم عقلی کی وجہ سے آگ کو اور زیادہ مشتعل کرنا اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے
افغان سپاہیوں نے لشکر کی تمام سوکھی لکڑیوں کے گٹھے اور جانوروں کا چارہ
سب کا سب ایک بارگی آگ کے نذر کر دیا۔ مغلوں کو اس واقعے سے اور زیادہ
تقویت ہوئی اور افغانوں پر تیروں کی بوچھاریں خاطر خواہ اضافہ ہوگیا۔ اس
درمیان میں علی قلی سیستانی اور دوسرے چند سردار بیرم کی مہم سے واقف ہوگئے
اور جلد سے جلد سپہ سالار سے جا ملے یہ سردار بھی ترکمانوں کے ساتھ تیر اندازی
میں مشغول ہوئے۔ افغانی سپاہی پریشان لڑائی کے بہانے سے سوار ہوئے اور
اپنے لشکر سے باہر نکلتے ہی سیدھے دہلی روانہ ہوگئے۔ افغانی سپاہ کے ہر دستے
نے مختلف راہ اختیار کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی اجتماعی قوت پراگندہ ہوگئی
تاتار خاں اور ہیبت خاں نے تھوڑی دیر تو لشکر گاہ میں قیام کیا لیکن جب اپنے
لشکر میں پوری ابتری دیکھی تو امیر بھی گھوڑے ہاتھی اور دوسرے لڑائی کے ساز و سامان
میدان جنگ میں چھوڑ کے بھاگے۔ مغلوں نے اپنے افغانی حریفوں کا مال و اسباب
خوب خوش ہو کے تباہ و تاراج کیا اور اس فتح سے بیحد مسرور ہوئے۔ بیرم خاں نے
ہاتھی تو جنت آشیانی کی خدمت میں لاہور بھیج دیئے اور خود ماچیواڑہ میں قیام کیا۔
بیرم نے اور دوسرے چغتائی امیروں کو اپنے پہلے روانہ کیا ان امیروں نے
دہلی کے نواح کو اچھی طرح تاخت و تاراج کر کے بہت سے پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔
بادشاہ اس فتح سے بیحد خوش ہوئے اور بیرم خاں کو خان خاناں اور یار وفادار
اور ہمدم و غمگسار کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ جنت آشیانی نے بیرم کے تمام
ادنیٰ و اعلیٰ شریف و رذیل ترکی و تاجیکی نوکروں کو یہاں تک کہ شاگرد پیشہ تک
کے نام شاہی دفتر میں لکھوا کے اُن کا رتبہ بہت بلند کیا۔ ان بیرمی ملازموں میں
بہت سے ہوشیار جوان آیندہ اپنے زمانے کے خاں و سلطان نکلے دنیا کے
سب سے مشہور بہادر سمجھے گئے۔ سکندر شاہ نے ہیبت خاں اور تاتار خاں کی
شکست کے بعد افغانوں سے یک دلی اور اتحاد قایم رکھنے کی شدید قسمیں لیں اور
اسی ہزار سواروں اور بہت سی توپوں اور جنگی مست ہاتھیوں کے ساتھ مغلوں سے
لڑنے کے لیئے پنجاب روانہ ہوا بیرم خاں ترکمان نوشہرہ پہونچا اور اُس نے شہر کو

خوب مضبوط اور مستحکم کیا۔ سکندر شاہ بھی نوشہرہ کے حوالی میں آکر تھوڑے فاصلے سے مقیم ہوا بیرم خاں نے ایک عریضہ جنت آشیانی کی خدمت میں لاہور روانہ کیا اور بادشاہ سے نوشہرہ آنے کی استدعا کی۔ جنت آشیانی لاہور سے روانہ ہو کے نوشہرہ پہونچے اور قلعہ میں قیام فرمایا۔ چند روز تو فریقین کے جانباز میدان جنگ میں مردانگی کے جوہر دکھاتے رہے لیکن آخر کار ماہ رجب کی چاندرات سنہ ۹۶۲ھ کو جب شاہزادہ جلال الدین محمد اکبر کی قراولی کا دن تھا افغانوں نے صفیں آراستہ کر کے جنگ سلطانی کی تیاریاں کیں چغتائی سپاہی بھی لڑنے کے لئے آمادہ ہو کر شہزادہ کی ملازمت میں حاضر ہوئے ایک طرف بیرم خاں ترکمان اور اُس کے مددگار سپاہی اور دوسری طرف سکندر خاں۔ عبداللہ خاں اوزبک شاہ ابوالمعالی علی قلی خاں سیستانی بہادر خاں تردی بیگ خاں وغیرہ نے چنگیزی آئین جنگ کے موافق دشمن پر حملہ کیا اور ایسی شجاعت اور مردانگی دکھائی جو اگر مبالغہ نہ ہو تو انسانی طاقت سے بالکل بعید ہے اور خدا کی مدد سے افغانوں کو فاش شکست دیکے دشمن کو سامنے سے بھگا دیا۔ سکندر شاہ کوہستان سوالک کی طرف بھاگا۔ جنت آشیانی نے سکندر خاں اوزبک اور سلطنت کے دوسرے افسروں کو دہلی اور آگرے روانہ کیا ان امیروں نے ان شہروں پر قبضہ کیا۔ جنت آشیانی نے ابوالمعالی کو پنجاب کی حکومت دے کر سکندر خاں کے دفعیہ کے لیئے مامور کیا اور خود رمضان کے مہینے میں دہلی پہونچکر خدا کی عنایت اور مدد سے دوبارہ تخت ہندوستان پر جلوس فرمایا۔ جنت آشیانی نے بیرم خاں کو جاگیر کے عطیہ اور شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ تردی بیگ خاں کو حاکم دہلی اور سکندر خاں کو صوبہ دار آگرہ مقرر کیا علی قلی خاں سیستانی سنبھل اور میرٹھ کی حکومت کا فرمان لے کر اپنے صوبے کو روانہ ہوا بیرم خاں نے اس فتح کی تاریخ میں مندرجہ ذیل رباعی نظم کی۔

منشی خرد طالع میموں طلبید ز انشائے سخن ز طبع موزوں طلبید
تحریر چو کرد فتح ہندستاں را ز تاریخ ز شمشیر ہمایوں طلبید

چونکہ شاہ ابوالمعالی اپنے معین اور مددگار امیروں کی قرار واقعی مدد نہیں کرتا تھا اس لیئے سکندر شاہ اور روز بروز قوی اور طاقتور ہوتا جاتا تھا۔ جنت آشیانی نے

بیرم خاں کو شاہزادہ جلال الدین محمد اکبر کا اتالیق بنا کر خان خاناں کو سکندر شاہ کی سرکوبی کے لیئے شاہزادہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اسی دوران میں ایک شخص مسمیٰ قنبر دیوانہ نے سنبھل میں سر اٹھایا اور میان دوآب کے ملک کو غارت اور تباہ کرنے لگا۔ علی قلی خاں قنبر کی سرکوبی کے لیئے پہونچا اور اس کا سر کاٹ کر پانچویں ربیع الاول ۹۶۳ھ کو بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اسی ربیع الاول کی ساتویں تاریخ کو جنت آشیانی کتابخانہ کے کوٹھے پر چڑھے اور تھوڑی دیر وہاں بیٹھکر نیچے اترنے لگے بادشاہ نے ایک زینہ طے کیا تھا کہ موذن نے نماز کی اذاں دی۔ جنت آشیانی تعظیم بانگ اور اذان کا جواب دینے کے لیئے دوسرے زینے پر بیٹھ گئے۔ ختم اذان کے بعد بادشاہ لاٹھی کا سہارا لیکر اپنی جگہ سے اٹھے لیکن قضائے الٰہی سے لاٹھی ڈگمگا کر ہاتھ سے چھوٹی اور بادشاہ بھی زینے سے زمین پر گر پڑے۔ خدام جو قریب کھڑے تھے بدحواس ہو کر جنت آشیانی کو عین غشی کی حالت میں محلسرا کے اندر لے گئے تھوڑی دیر کے بعد مزاج کچھ سنبھلا اور بادشاہ نے باتیں بھی کیں طبیبوں نے علاج شروع کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اور گیارھویں ربیع الاول ۹۶۳ھ کو غروب آفتاب کے وقت بادشاہ نے دنیا سے رحلت کی۔ جنت آشیانی کی وفات کا تاریخی مصرعہ یہ ہے۔

ہمایوں بادشاہ از بام اُفتاد

بادشاہ کو دہلی میں دریائے جمنا کے کنارے دفن کیا گیا ۹۷۳ھ میں جنت آشیانی کی قبر پر گنبد تعمیر کیا گیا۔ ہمایوں نے پچیس سال حکمرانی کی جس میں کابل اور ہندوستان دونوں ممالک کے عہد حکومت داخل ہیں۔ جنت آشیانی فطری طور پر بہادر تھے سخاوت اور مروت اس بادشاہ کی سرشت میں داخل تھیں۔ ہمایوں کو علم ریاضی میں بہت اچھی مہارت تھی۔ یہ بادشاہ ہمیشہ عالموں اور فاضلوں کی صحبت کو پسند کرتا تھا اور اس کی مجلس میں سوا علمی تذکروں کے اور کوئی ذکر نہ ہوتا تھا جنت آشیانی ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ اور بلا وضو خدا کا نام کبھی نہیں لیتے تھے۔ ایک دن بادشاہ نے میر عبدالحی صدر کو عبدل کہکر پکارا اور اس کے بعد وضو کر کے اُن سے کہا کہ تخاطب کے وقت میں باوضو نہ تھا اور چونکہ حی نام خدا ہے اس لیئے میں تمھیں تمھارے

پورے نام سے نہ پکار سکا۔ ہمایوں کا قد میانہ اور رنگ گندم گوں تھا۔ بادشاہ حنفی المذہب تھا لیکن کامران میرزا اور دوسرے چغتائی امیر جنت آشیانی کو ہمیشہ شیعہ سمجھتے رہے۔ ان امیروں کی بدگمانی کا سبب یہ تھا کہ شاہزادگی کے زمانہ سے عراقی اور خراسانی شیعہ بادشاہ کے گرد جمع تھے۔ اور ہمایوں اُن سب کی پوری خاطرداری کرتا تھا اس کے علاوہ جنت آشیانی کا رفیق طریق بیرم خاں ترکمان بھی امامیہ مذہب کا شیدائی تھا۔ ہمایوں نے اپنے عہد حکومت کے زمانے میں بھی بہت سے قزلباشوں اور عراقیوں کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کر کے اُن کو اراکین سلطنت کے گروہ میں داخل کیا لیکن دراصل جنت آشیانی سُنی المذہب تھے۔ اس بادشاہ کے اشعار بھی جستہ جستہ کتابوں میں نظر آتے ہیں چنانچہ ہمایوں کے چند مشہور شعر مندرج ذیل ہیں۔

(۱) اگر بہ پرسشِ عشاق می نہد قدمے ؛ ہزار جان گرامی فدائے ہر قدمت

(۲) حقا کہ چوں ہمایوں درحال وصل بنجود ؛ با دوست درحکایت از خویش رستہ بودم

(۳) داغ عشق تو بر جبین من ست ؛ خاتم لعلِ تو نگین من ست
ہر کجا شاہ و شہریارے بود ؛ این زماں بندۂ کمین من ست

بادشاہ جم جاہ ابو المظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

علامہ شیخ ابوالفضل برادر شیخ فیضی نے اس عالی جاہ فرمانروا کے تمام حالات اور واقعات کو اکبرنامہ میں جو ایک لاکھ اور ایک ہزار سطروں کا مجموعہ ہے مفصل تحریر کیا ہے مورخ فرشتہ جس کا مقصد اختصار نویسی ہے اسی کتاب کا خلاصہ اپنی تاریخ میں درج کرتا ہے۔ جس وقت ہمایوں بادشاہ کوٹھے سے گر کر صاحب فراش ہوا ارکانِ دولت اور افسرانِ سلطنت نے دربار کے ایک معتمد امیر شیخ جولی کو ہمایوں کے احوال سے مطلع کرنے کے لئے جلد سے جلد پنجاب روانہ کیا۔ شیخ جولی نے کلانور میں اکبر سے ملاقات کی اور سارا واقعہ مفصل بیان کیا۔ شیخ جولی کے پہنچتے ہی جنت آشیانی کی وفات کی خبر پہنچی اور امیروں نے رسم تعزیت بجا لا کر اتفاق رائے سے شاہزادہ جلال الدین محمد اکبر کو تیرہ برس کے سن میں دوسری ربیع الثانی ۹۶۳ھ میں کلانور میں تخت حکومت پر بٹھایا۔ بیرم خاں ترکمان

باوجود منصب سپہ سالاری اور اتالیقی پر فائز ہونے کے وکیل السلطنت بھی مقرر کیا گیا۔ اور تمام ملکی اور مالی مہمات اُس کے سپرد کیے گئے۔ بیرم نے تمام ممالک محروسہ میں جلوس اکبری کے اطلاعی فرامین روانہ کیے۔ اور سپاہ اور رعیت کی تسکین اور تالیف قلوب کے لیئے تحفہ جات راہ داری۔ سلامانہ پیشکش اور سرانہ تمام قلمرو میں معاف کر دیا۔ بیرم خاں نے سب سے پہلے شاہ ابوالمعالی کو جو بادشاہی مخالفت کا دم بھر رہا تھا گرفتار کر کے چاہا کہ ابوالمعالی کو تلوار کے گھاٹ اُتارے لیکن اکبر جسے ہم اس کتاب میں اکثر عرش آشیانی اور کبھی کبھی خاقان اکبر کے نام سے یاد کرینگے سید کے قتل پر راضی نہ ہوا اور اس کو قید کرنے کا حکم دیا۔ عرش آشیانی نے سید ابوالمعالی کو لاہور کے کوتوال مسمی گل گیر کے پاس بھجوا دیا۔ ابوالمعالی چند روز کے بعد قید خانے سے بھاگ گیا اور گل گیر نے انتہائے ندامت میں خودکشی کر لی۔ تردی بیگ خاں نے تمام سامان بادشاہی ابوالقاسم میرزا ولد کامران میرزا کے ہمراہ دہلی سے بادشاہی لشکر میں روانہ کیا۔ علی قلی خاں سیستانی حاکم سنبھل سکندر خاں اوزبک حاکم آگرہ۔ بہادر خاں حاکم دیبالپور۔ منعم خاں اتالیق اور محمد حکیم میرزا وغیرہ نے شاہی ملاحظہ میں عریضے روانہ کر کے اپنی اپنی خیر خواہی اور خلوص عقیدت کا اظہار کیا۔ ان واقعات کے بعد عرش آشیانی سکندر شاہ کی تباہی کے لیئے کوہ سوالک کی طرف بڑھے۔ ایک خونریز لڑائی کے بعد سکندر شاہ سوالک کے کوہستانوں میں جا چھپا۔ دھرم چند راجہ نگر کوٹ خدمت میں حاضر ہو کر شاہی عنایتوں سے سرفراز ہوا۔ اور اُس کی موروثی جاگیر اس کے نام بحال رہی۔ بارش کی کثرت نے عرش آشیانی کو آگے نہ بڑھنے دیا بادشاہ نے مجبوراً تھوڑے دنوں جالندھر میں قیام کیا۔ اس درمیان میں سلیمان میرزا نے موقع پاکر کابل اور بدخشاں پر دھاوا کر دیا۔ سلیمان میرزا کے پہنچتے ہی منعم خاں جو ایک جنگ آزمودہ امیر تھا قلعہ بند ہو گیا اور حریف کو پسپا کرنے کی تیاریاں کرنے لگا خاقان اکبر ان واقعات سے آگاہ ہوئے اور محمد قلی برلاس۔ خان اعظم شمس الدین محمد خاں اتکہ اور خضر خاں کو منعم خاں کی مدد کے لیئے کابل روانہ کیا ان امیروں میں بعضے تو قلعہ میں داخل ہو گئے اور بعض سردار قلعے کے باہر ہی مقیم رہے۔ پورے چار مہینے ان امیروں نے بدخشانیوں کے لشکر کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا کے اُن کو تنگ کر دیا۔

سلیمان میرزا نے منعم خاں کو پیغام دیا کہ اگر خطبے میں میرا نام بھی شامل کیا جائے تو میں اپنے ملک کو واپس جاؤں منعم خاں نے مصلحت وقت کا لحاظ کرکے اس شرط کو قبول کیا۔ سلیمان میرزا کابل سے بدخشاں کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس زمانے میں سلطان عدلی کے وزیر ہیمو بقال نے تیس ہزار سواروں اور پیادوں اور دو ہزار ہاتھیوں کی ایک جرّار فوج کے ساتھ آگرہ پر دھاوا کیا۔ سکندر خاں اوزبک ہیمو کے مقابلے میں نہ ٹھیر سکا اور آگرے کو چھوڑ کر دہلی واپس آیا۔ عدلی کا ایک دوسرا نامی امیر شادی خاں افغان دریائے رہٹ[۲۰۲] کے ساحل پر خیمہ زن ہوا علی قلی خاں سیستانی نے جو اس زمانے میں خان زماں کے خطاب سے سرفراز ہو چکا تھا دوسرے ملکی امیروں یعنی قاسم خاں۔ محمد امین اور بابا سعید قبچاقی کے ہمراہ تین ہزار عراقی اور خراسانی سواروں کو ساتھ لیکر دریائے رہٹ کو عبور کیا اور شادی خاں کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔ علی قلی خاں کو شکست ہوئی اور اس کے سپاہی کچھ تو معرکہ جنگ میں کام آئے اور اکثر دریا کو عبور کرتے وقت غرق آب ہوئے چنانچہ تین ہزار سواروں میں دو سو یا تین سو سوار صحیح و سالم رہ گئے۔ ہیمو بقال نے آگرے پر قبضہ کر کے دہلی کا رُخ کیا۔ تردی بیگ خاں نے تیز رفتار قاصدوں کے ذریعہ سے اطراف وجوانب کے امیروں کو اپنے پاس بلایا۔ عبداللہ خاں لعل سلطان بدخشی۔ علی قلی خاں اندرابی اور میرک خاں کولابی وغیرہ بلا تاخیر دہلی پہنچ گئے۔ علی قلی خاں سیستانی المخاطب بہ خان زماں اور دوسرے معاون امیر ابھی دہلی پہنچے بھی نہ تھے کہ تردی بیگ نے جلدی کرکے ہیمو بقال سے معرکہ آرائی شروع کردی۔ ہیمو بقال فطرتاً بڑا بہادر اور صف شکن تھا اُس نے تین یا چار ہزار منتخب سواروں کا ایک دستہ اور چند کوہ پیکر ہاتھیوں کو اپنے ساتھ لیا اور قلب لشکر سے نکل کر تردی بیگ پر جو اپنے مقابل سے لڑنے میں مشغول تھا حملہ آور ہوا۔ ہیمو نے تردی کو پسپا کرکے دوسرے امیروں کی طرف رُخ کیا اور بقیہ امیروں کو بھی معرکہ جنگ سے بھگا کر دہلی پر قبضہ کرلیا۔ تردی بیگ وغیرہ شکست خوردہ امیروں نے بجائے اس کے کہ علی قلی خاں سیستانی اور دوسرے امیروں اور سرداروں کے ساتھ ہوکے حریف سے بدلہ لیں یا یہ کہ نواح دہلی میں قیام کرکے بادشاہ سے تازہ مدد کی درخواست کریں

دشمن سے شکست کھا کر نوشہرہ کی راہ لی اور ملک کو خالی کر کے دشمن کے سپرد کر دیا۔ علی قلی خاں نے میرٹ میں یہ خبریں سنیں علی قلی تنہا اُس نواح کو زیر نہ کر سکتا تھا مجبوراً وہ بھی نوشہرہ چلا گیا۔ عرش آشیانی جالندھر میں ان تمام واقعات سے آگاہ ہوئے چونکہ اس زمانے میں سوا پنجاب کے بقیہ سارا ہندوستان افغانوں کے قبضہ میں آ چکا تھا بادشاہ اس واقعہ کو سنکر بیحد رنجیدہ ہوا۔ عرش آشیانی کا سن وسال ابھی اس قابل نہ ہوا تھا کہ مہمات ملکی کی ایسی پیچیدہ مشکلوں کو آسانی سے سلجھا لیتے بادشاہ نے بیرم خاں ترکمان کو خان بابا کے خطاب سے سرفراز کر کے بیرم سے کہا کہ میں سلطنت کے تمام ملکی اور مالی کام تمھارے سپرد کرتا ہوں۔ جو تمھارے نزدیک مناسب ہو کرو اور کسی کام کو میرے حکم پر موقوف نہ رکھو۔ بادشاہ نے بیرم خاں کو جنت آشیانی کی روح اور اپنے سر کی قسم دے کر کہا کہ تمھیں چاہیئے کہ اس کام کے انجام دینے میں تم کسی کی دشمنی اور عداوت کا کچھ خیال نہ کرو۔ عرش آشیانی نے تمام امیروں کو جمع کر کے مشورہ کی مجلس منعقد کی یہ معلوم کر کے کہ دشمن کی فوج میں ایک لاکھ سوار موجود ہیں اور شاہی لشکر بیس ہزار سپاہیوں سے کچھ زیادہ کی جمعیت نہیں رکھتا تقریباً تمام امیر کابل واپس جانے پر مائل ہوئے لیکن بیرم خاں ترکمان نے دشمن سے معرکہ آرائی کرنا زیادہ مناسب سمجھا اور خاقان اکبر نے بھی باوجود کمسنی کے بیرم خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور فوراً خواجہ خضر خاں کو جو خود سلاطین مغل کی اولاد اور جس کی بی بی گلبدن بیگم فردوس مکانی کی بیٹی تھی حاکم لاہور مقرر کر کے سکندر خاں کے مقابلے کے لیئے نامزد کیا اور خود ہیمو سے معرکہ آرائی کرنے کے لیئے روانہ ہوئے۔ نوشہرہ میں شکست خوردہ امیر بھی عرش آشیانی سے مل گئے بیرم خاں نے تردی بیگ کو ایک دن جبکہ بادشاہ شکار میں مشغول تھا اپنے گھر بلایا اور اس کے جرائم پر نگاہ کر کے بلا کچھ کہے سنے سراپردہ کے اندر اپنے سامنے اس کا سر قلم کرا دیا۔ بادشاہ نے شکارگاہ میں یہ واقعہ سُنا۔ خاقان اکبر شکار سے واپس آئے اور بیرم خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت باوجود تردی بیگ کے سنگین جرم کے اُس کے قتل میں تامل کرینگے اور کسی سیاسی مجرم کے اتنے بڑے قصور سے ایسے پر آشوب زمانے میں جبکہ ایک طرف تو ہیمو سے دشمن کا لشکر

ہمارے قریب خیمہ زن ہے اور دوسری طرف افغان سپاہی جو صف شکن غنیم اور جری ہیں اس وقت تقریباً تمام ہندوستان پر چھائے ہوئے ہیں چشم پوشی کرنا ہرگز آئین ہوشیاری کے موافق نہ تھا اس لئے میں نے تردی بیگ کے قتل کا صریح حکم بادشاہ سے حاصل نہیں کیا اور اپنی ذمہ داری پر ایسی جرأت کی کہ اُسے بلاتامل تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ عرش آشیانی نے بیرم خاں کی صائب رائی کی بیحد تعریف کی اور اس کے عذرات کو قبول کیا۔ معتبر لوگوں سے روایت ہے کہ اگر بیرم خاں تردی بیگ کو قتل نہ کرتا تو چغتائی خاندان کبھی قابو میں نہ آتا اور شیر شاہ کا معاملہ دوبارہ تازہ ہوجاتا۔

اس کے بعد مغل امیروں نے جن میں سے ہر ایک اپنے کو بجائے خود ایک فرمانروا سمجھتا تھا بیرم کے آگے سر جھکایا اور سرکشی اور نفاق کو سبھوں نے دل و دماغ سے دور کر کے مالک پر جان نثار کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ شاہی لشکر نوشہرہ سے دہلی روانہ ہوا۔ سکندر خاں اوزبک۔ عبداللہ خاں۔ علی قلی خاں اندرابی محمد خاں جلائر بدخشی مجنون خاں قاقشال وغیرہ دوسرے امیر علی قلی خاں سیستانی کی ماتحتی میں بطور ہراول کے روانہ ہوئے ان امیروں کے علاوہ بیرم خاں کے خاصہ کے نوکر حسین قلی بیگ محمد صادق خاں پروانچی۔ شاہ قلی خاں محرم۔ میر محمد قاسم خاں نیشاپوری اور سید محمد بارہہ وغیرہ بھی ان ہراول امیروں کے ساتھ ساتھ چلے۔ ہیمو بقال دہلی میں اپنے کو راجہ بکرماجیت مشہور کر کے غرور کے نشہ میں سرشار خود مختاری کا ڈنکہ بجا رہا تھا ہیمو نے شادی خاں وغیرہ افغان امیروں کو اپنا گرویدہ بنایا اور کثیر التعداد سپاہیوں کا ایک جرار لشکر ساتھ لیکر حریف سے مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ ہیمو نے افغان سرداروں کے ایک گروہ کو بہت بڑے توپخانے کے ساتھ اکبر کے ہراول سے مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آگے روانہ کیا۔ یہ افغانی امیر شاہی مقدمۃ لشکر سے شکست کھا کر پریشان حال واپس ہوئے اور توپخانہ بالکل حریف کے سپرد کر آئے۔ ہیمو بقال پانی پت کے نواح میں پہنچا اور اسے معلوم ہوا کہ چغتائی فوج قریب آگئی ہے ہیمو نے معتبر ہاتھیوں کو اپنے سرداروں میں تقسیم کیا تا کہ یہ امیر ہاتھیوں پر سوار ہو کر معرکۂ کارزار میں صف آرا ہوں۔ علی قلی خاں سیستانی نے بھی دوسری محرم سنہ ۹۶۴ھ روز جمعہ کی صبح کو اپنی صفیں درست کر کے لڑائی کی تیاری کی۔ دونوں طرف سے

جنگ آزمودہ اور بہادر سپاہیوں نے خوب خوب داد مردانگی دی اور اپنی فتح کے لیئے جان توڑ کوشش کیں مغل سپاہی تردی بیگ کا انجام اپنی آنکھ سے دیکھ چکے تھے اس لیئے دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی کے ساتھ میدان جنگ میں اڑے ہوئے تھے۔ اس درمیان میں ہیمو ہوائی نام ایک ہاتھی پر سوار ہوا اور تین یا چار ہزار ریختہ کار سواروں کو ساتھ لیکر اپنے قلب لشکر سے جدا ہوا اور چغتائی فوج کی اول صف پر حملہ آور ہوا۔ ہیمو نے اس فوج کو درہم برہم کر کے دشمن کے قلب لشکر پر جہاں علی قلی سیستانی کھڑا ہوا تھا حملہ کیا بیرم خاں کے ملازم سب قلب لشکر میں تھے ان بہادروں نے پوری مردانگی دکھائی اور آلات حرب سے اچھی طرح دشمن کو دفع کرنے لگے اس دوران میں ایک تیر ہیمو کی آنکھ میں لگا ہر چند کہ اس تیر سے آنکھ میں کاری زخم نہیں ہوا لیکن آنکھ سے خون جاری ہو گیا۔ ہیمو کی آنکھ سُرخ ہوتے ہی افغانوں کی نگاہ میں زمانہ سیاہ ہو گیا اور میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ ہیمو نے باوجود اس حالت کے تیر آنکھ سے نکالا اور زخم پر رومال باندھکر بقیہ فوج کے ساتھ مضطربانہ اِدھر اُدھر حملہ کرنے لگا۔ اتفاق سے شاہ قلی خاں محرم ہیمو سے دوچار ہوا۔ شاہ قلی خاں کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہاتھی پر کون سوار ہے اُس نے فیلبان پر حملہ کیا۔ فیلباں نے اپنی جان بچانے کے لیئے شاہ قلی کو ہیمو کے حال سے خبردار کر دیا۔ شاہ قلی اس خوبی قسمت سے بیحد خوش ہوا اور ہاتھی اور فیلبان کو ہیمو بقال کے ساتھ معرکہ جنگ سے گرفتار کر کے ایک کنارہ لایا اور مجرم کو اُسی طرح ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ مغلوں نے افغانوں کا تعاقب کر کے بیشمار لوگوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ بادشاہ لشکر سے دو یا تین کوس کے فاصلے پر پیچھے آرہا تھا شاہ قلی خاں ہیمو کو ساتھ لیئے ہوئے عرش آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیرم خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کو پورا کرنے کی نیت سے بادشاہ خود اس غیر مسلم حربی پر وار کرے خاقان اکبر نے ایک تلوار ہیمو کے سر پر لگائی اور غازی کے لقب سے مشہور ہوئے اس کے بعد بیرم خاں نے اپنے ہاتھ سے ہیمو کا سر کاٹ کر اس کا سر کابل اور جسم دہلی روانہ کر دیا۔ اس لڑائی میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ ہاتھی مغلوں کے ہاتھ آئے۔

عرش آشیانی دہلی میں داخل ہوئے اور بادشاہ نے مُلّا پیر محمد شروانی کو جو بیرم خاں کا وکیل تھا میوات روانہ کیا۔ غرض یہ تھی کہ شروانی ہیمو بقال کے اہل و عیال اور خزانہ پر قبضہ کر کے افغانوں کے ایک گروہ کو جو میوات میں مقیم تھا قتل کرے شروانی میوات پہنچا اور اُس نے شاہی حکم کی تعمیل کی۔ اسی دوران میں قزلباشوں کے ایک لشکر نے سلطان حسین میرزا ابن بہرام میرزا ابن شاہ اسمٰعیل صفوی کی ماتحتی میں شاہ طہماسپ کے حکم سے قندھار کے نواح میں پہنچکر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ قزلباشوں نے قلعے کے سر کرنے میں بڑی کوشش کی اور آخر کار قلعے کو محمد شاہ قندھاری کے قبضے سے جو بیرم خاں کا نوکر تھا نکال کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس کے علاوہ خضر خواجہ خاں بھی سکندر شاہ سے جنگ کر کے مغلوب ہوا اور دشمن سے شکست کھا کر لاہور میں پناہ گزیں ہوا عرش آشیانی یہ سونچکر کہ عزم جہاں کشائی میں غیر ضروری تاخیر نہ کرنی چاہیئے سکندر شاہ کی سرکوبی کے لیئے خود پنجاب روانہ ہوئے۔ سکندر شاہ جو اس وقت کلانور میں تھا دشمن سے مقابلہ نہ کر سکا اور مانکوٹ کے قلعے میں جسے سلیم شاہ نے گکھڑوں کے دفعیے کے لیئے کوہستان کے درمیان ایک بلند پہاڑ پر تعمیر کرایا تھا پناہ گزیں ہوگیا۔ عرش آشیانی مانکوٹ گئے اور قریب تین مہینے کے اس جگہ قیام کیا۔ اسی زمانے میں عرش آشیانی کی والدہ اور دوسری شاہی بیگمات اور امیروں اور سپاہیوں کے اہل و عیال جو اس وقت تک کابل میں تھے اُن امیروں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پہنچے جو منعم خاں کی مدد کو گئے ہوئے تھے۔ محمد حکیم میرزا مع اپنی والدہ اور ہمشیرہ کے شاہی حکم کے موافق کابل ہی میں مقیم رہا اور وہاں کی حکومت بھی محمد حکیم کے نامزد کی گئی منعم خاں حکیم میرزا کا اتالیق مقرر کیا گیا۔ قلعہ مانکوٹ کے محاصرہ کو چھ مہینے کا زمانہ گزر گیا۔ سکندر شاہ نے مجبور ہو کر بادشاہ سے عاجزی کے ساتھ درخواست کی کہ کوئی معتبر اکبری امیر اس کے پاس بھیجا جائے تاکہ سکندر شاہ اُس سے اپنا مدعا بیان کر کے شاہی حکم کے مطابق عمل درآمد کرے۔ خان اعظم شمس الدین محمد خاں اتکہ سکندر خاں کے پاس بھیجا گیا۔ سکندر شاہ نے خان اعظم سے کہا کہ کثرت جرم کی وجہ سے میں خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا لیکن یہ چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹے شیخ عبدالرحمن کو

شاہی خدمت میں روانہ کر کے خود بنگالہ روانہ ہو جاؤں اور اسی کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ اطاعت گزاری میں کوتاہی نہ کرونگا۔ خان اعظم سکندر شاہ کے پاس سے واپس آیا اور جو کچھ اُس نے عرض کیا تھا بادشاہ سے بیان کیا۔ خاقان اکبر نے سکندر شاہ کی درخواست قبول کی۔ شیخ عبدالرحمن نے رمضان ۹۶۴ھ کو شاہی خدمت میں حاضر ہو کر چند زنجیر فیل پیشکش کیئے اور سکندر شاہ نے قلعے سے نکل کر بنگالے کی راہ لی عرش آشیانی نے قلعہ مانکوٹ کی حکومت معتمد درباریوں کے سپرد کی اور خود لاہور روانہ ہوئے۔ راستے میں عرش آشیانی کا مزاج بیرم خاں سے کچھ برگشتہ ہو گیا اور بادشاہ نے چند روز سواری ملتوی کر دی۔ ایک دن خاقان اکبر نے دو نامی ہاتھیوں کو لڑنے کے لیئے میدان میں چھوڑا ہاتھی آپس میں لڑتے ہوئے بیرم خاں کے خیمے کے قریب پہنچ گئے تماشائیوں نے شور و غل سے میدان کو سر پر اُٹھا لیا۔ بیرم خاں سمجھا کہ ہاتھیوں کا اس طرح مست لڑتے ہوئے اُس کے خیمے تک پہونچنا بادشاہ کے اشارے سے عمل میں آیا ہے بیرم خاں نے ماہم انکہ سے کہلا بھیجا کہ اس دولت خواہ کے خیمے کے قریب مست اور جنگلی ہاتھیوں کے چھوڑنے کا سبب سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر کسی غماز نے میری طرف سے کوئی ناگوار خبر بادشاہ سے عرض کی ہو اور اس کی وجہ سے مزاج شاہی میں انحراف پیدا ہو گیا ہو تو اس سے اس ہی خواہ کو مطلع کیا جائے تو باعث امتنان ہوگا۔ ماہم انکہ نے اس کے جواب میں جو کچھ کہ بیان واقعی تھا بیرم سے کہلا بھیجا کہ ہاتھیوں کا اسطرح اس کے خیمے کے قریب پہنچ جانا محض ایک اتفاقی امر تھا نہ کہ کسی اشارے یا سازش کا نتیجہ لیکن بیرم خاں کی اس جواب سے تسلی نہ ہوئی یہاں تک کہ لاہور پہنچ کر خانِ اعظم شمس الدین محمد خاں انکہ سے جس سے بیرم خاں پہلے ہی سے بدگمان تھا اس بارے میں گفتگو ہوئی۔ خانِ اعظم نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے خلوت اور جلوت کسی موقع پر بھی بیرم کی طرف سے بادشاہ کو کبھی ناراض کرنے کے لیئے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالا۔ عرش آشیانی نے ۱۵ صفر ۹۶۵ھ کو دہلی کا سفر کیا بادشاہ راستے میں شکار کھیلتا ہوا پچیس جمادی الثانی کو اپنے مقام پر پہنچا۔ اثناء سفر میں سلیمہ سلطان بیگم حضرت جنت آشیانی کے خواہر زادے مسمی میرزا نورالدین محمد کی

بیٹی کا عقد جالندھر میں بادشاہ کے حکم کے موافق بیرم خاں کے ساتھ کر دیا گیا۔
اسی سال امیر الامراء علی قلی سیستانی المخاطب بہ خان زماں سے جو شرقی صوبہ کا حاکم اور پنجہزاری امیر تھا ایک ایسی ناگوار حرکت سرزد ہوئی جس سے بادشاہ کا دل خان زماں سے رنجیدہ ہو گیا۔ خان زماں کا قصور یہ تھا کہ اس نے شاہم بیگ نام ایک نوعمر لڑکے کو اپنے پاس بلایا۔ یہ شاہم بادشاہ کے نوکروں میں داخل تھا اور اس سے پہلے بوجہ ایک خوشرو اور وجیہ جوان ہونے کے جنت آشیانی کا بہت منہ لگا ملازم تھا۔ خان زماں نے شاہم بیگ کو اپنے پاس رکھا اور مادر الشہر کے کمینوں اور اوباشوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ خان زماں شاہم بیگ کی وہ تواضع اور تعظیم کرتا تھا جو ملازمین بادشاہوں کی کیا کرتے ہیں اس واقعہ کی شہرت ہوئی اور شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ کے کانوں تک بھی پہنچی۔ عرش آشیانی نے خان زماں اور شاہم بیگ کو طلب کیا۔ خان زماں نے شاہم بیگ کو بادشاہ کے پاس بھیجنے میں سستی کی۔ ملا پیر محمدؒ کی تحریک سے بادشاہ نے ایک لشکر خان زماں کی تنبیہ کے لیئے روانہ کیا۔ خان زماں اس واقعہ سے ڈرا اور اپنے ایک نوکر فرجعلی نام کو جو خاں زماں کا بڑا معتمد علیہ تھا غدر خواہی کے لیئے دھلی روانہ کیا۔ فرجعلی دہلی پہونچا اور یہ سمجھکر کہ بادشاہ کا کوئی حکم بلا ملا پیر محمدؒ کے مشورے کے آج کل صادر نہیں ہوتا فرجعلی ملا پیر محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملا پیر محمدؒ خاں زماں کی شیعیت اور تعصب مذہب کی وجہ سے اس سے بیحد ناراض تھا۔ پیر محمدؒ خان خاں زماں کو بیرم خاں کا ہی خواہ جانتا تھا۔ پیر محمدؒ نے فرجعلی کو زدوکوب کر کے اس کو کوٹھے سے نیچے گرا کر اس طرح اس کا کام تمام کر دیا۔ علی قلی خاں سمجھا کہ بادشاہ کی مجلس کا رنگ بگڑا ہوا ہے اور اس کے دشمن شاہم بیگ کا بہانہ کر کے خاں زماں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ خان زماں نے شاہم بیگ کو دہلی روانہ کیا۔ شاہم بیگ ہر روز منزل بہ منزل سفر کرتا اور ہر رات ایک نئی جگہ قیام کرتا ہوا راستہ کی مسافت طے کر رہا تھا یہانتک کہ پرگنہ سرور پور میں جو عبد الرحمن نامی ایک شخص کی جاگیر میں تھا وارد ہوا۔ عبد الرحمن اور شاہم میں معرکہ آرائی ہوئی شاہم نے حریف پر غلبہ حاصل کر کے عبد الرحمن کے ہاتھ پانوں

بند ہوا دیئے عبدالرحمن کے بھائی مؤید بیگ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی اور مؤید بیگ ایک ہتھیار بند گروہ کو ساتھ لیکر باغ کے دروازے پر آیا شاہم اور مؤید بیگ میں لڑائی ہونے لگی اتفاق سے ایک تیر شاہم کے لگا جسکے صدمے سے اس نے وفات پائی۔ علی قلی خاں سیستانی نے تمام ماجرا سنا اور شاہم کا انتقام لینے کے لیئے سرورپور روانہ ہوا عبدالرحمن بیگ سرورپور سے بھاگ کر بادشاہ کے دامن میں پناہ گزیں ہو چکا تھا علی قلی خاں شاہم کی لاش لیکر جونپور واپس گیا اس دوران میں مصاحب بیگ ولد خواجہ کلاں بیگ بیرم خاں کے ملازم نے اپنے آباؤ اجداد کے سابقہ حقوق کو فراموش کر دیا اور بیرم خاں کے ساتھ جو تیس ہزار سواروں کا مالک تھا اطاعت اور فرمانروائی کے ساتھ پیش نہ آیا مصاحب بیگ کو اکثر اس بدسلوکی سے آگاہ بھی کیا گیا لیکن اس پر بھی وہ ہوشیار نہ ہوا۔ مصاحب بیگ کی یہ روش دیکھکر بیرم خاں نے دلی میں اسے قتل کرا دیا۔ مصاحب کے قتل سے چغتائی امیروں میں شورش برپا ہو گئی اور بادشاہ کو خود بھی مصاحب کے مارے جانے سے رنج ہوا خاقان اکبر سنہ ۹۶۶ھ میں دریا کے راستے سے آگرہ روانہ ہو گئے۔ بادشاہ کے دل سے مصاحب کا واقعہ فراموش بھی نہ ہوا تھا کہ ایک تازہ حادثہ پیش آیا۔ بیرم خاں ملا پیر محمد کے غلبے سے بہت تنگ آگیا اور خان خاناں نے ملا کی تباہی پر کمر باندھ لی۔ چونکہ ملا پیر محمد بادشاہ کا استاد اور قرب شاہی سے سرفراز تھا امرا اور ارکان دولت کا یہ حال تھا کہ اکثر ملا کے مکان پر جاتے لیکن گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ پاتے تھے۔ اسی درمیان میں ملا پیر محمد بیمار پڑا اور بیرم خاں اس کی عیادت کو اس کے مکان پر گیا۔ پیر محمد کے دربان نے کہا کہ جب تک صاحب خانہ سے اجازت نہ مل لے آپ کو مکان میں نہ جانا چاہیئے اور باہر ہی توقف کرنا مناسب ہے بیرم خاں اس گفتگو سے خفا ہوا۔ بیرم اور دربان کی گفتگو کی اطلاع اسی وقت پیر محمد کو ہوئی اور ملا نے مکان سے باہر نکل کر بیرم خاں سے عذر خواہی کی اور اپنے مکان کے اندر لے گیا لیکن باوجود ملا کے مکان کے باہر آنے کے ایک ملازم سے زیادہ بیرم خاں کے ساتھ گھر کے اندر نہ جا سکا اس واقعے سے بیرم اور زیادہ پیر محمد سے ناراض ہو گیا۔ بیرم خاں نے بلا اجازت بادشاہی

ملا پیر محمدؒ سے نوکر کو جو چالیس سال سے شاہی ملازم تھا بیانہ کے قلعے میں قید کردیا اور چند روز کے بعد خارج البلد کرکے کشتی میں بٹھا کر اسے مکہ معظمہ روانہ کیا۔ بیرم نے حاجی محمد خاں سیستانی کو پیر محمد کی جگہ وکیل سلطنت مقرر کیا اور شیخ گدائی ولد شیخ جمالی کو جو دہلی کا شاعر تھا اور جس نے شیر شاہی خلفشار میں بیرم خاں کی خدمت گجرات میں اچھی طرح انجام دی تھی صدارت اور امارت کے عہدہ پر مقرر کیا ملا پیر محمدؒ کے واقعہ نے بادشاہ کے دل کو اور زیادہ بیرم سے برگشتہ کردیا۔ بیرم خاں نے اس واقعہ کے تدارک کے لیئے قلعۂ گوالیار کی تسخیر کی مہم کو پیش کرکے تھوڑے دنوں بادشاہ کو اس طرف متوجہ رکھا۔ گوالیار کے قلعہ کو سلیم شاہ نے اپنا نشیمن بنا رکھا تھا سلیم شاہ کا ایک غلام سہیل نام محمد شاہ عدلی کی طرف سے اس قلعے کے انتظام کے لیئے مقرر تھا۔ سہیل کو بیرم خاں کے ارادہ سے اطلاع ملی اور اس نے راجہ مان سنگھ کے ایک پوتے مسمی رام شاہ کو پیغام دیا کہ تمہارے آبا و اجداد اس قلعے کے حاکم تھے اور میں اکبر سے عظیم الشان بادشاہ کے مقابلے میں اس قلعے کو اپنے قبضہ اور انتظام میں رکھنے سے قاصر ہوں اس لیئے میری رائے ہے کہ قلعے کے معاوضے میں جو کچھ تم مناسب سمجھو مجھے دیکر قلعے پر قبضہ کرلو۔ رام شاہ اس مژدہ کو غیبی لطیفہ سمجھا اور قلعے پر قبضہ کرنے کے لیئے روانہ ہوا۔ اس نواح کا اکبری جاگیردار اقبال خاں بیرم کے اشارہ سے رام شاہ کے راستے میں حائل ہوا۔ اقبال خاں نے بڑی کوشش سے رام شاہ کو شکست دی اور اسے رانا کے ملک کی طرف بھگا دیا۔ اقبال خاں نے قلعۂ گوالیار کا محاصرہ کیا اور سہیل غلام نے ایک قاصد بیرم خاں کی خدمت میں روانہ کرکے اطاعت کا اظہار کیا۔ بیرم خاں نے سارا واقعہ عرش آشیانی کے کانوں تک پہنچا کر حاجی محمد خاں کو گوالیار بھیجا تاکہ محمد خاں قلعے پر قبضہ کرکے سہیل کو بیرم کے پاس لے آئے۔ خان زماں علی قلی خاں سیستانی نے بھی جو بادشاہ کے مزاج سے کدورت رفع کرنے کا ساعی تھا اسی سال سرکار جونپور اور بنارس کے ممالک دریائے گنگا کے کنارے تک جو جنت آشیانی کے عہد میں افغانوں کے زیر حکومت ہوگئے تھے فتح کرکے ممالک محروسہ میں شامل کیئے۔ خانِ زماں کی اس کوشش سے بادشاہ اس پر مہربانی کرنے لگا بلکہ

عرش آشیانی نے خان زماں اور اُس کے بھائی دونوں امیروں کو خلعت و کمربند اور شمشیر مرصع عنایت کرکے شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ اسی سال رجب کے مہینے میں شیخ محمد غوث برادر شیخ بہلول جو خاندان تیموریہ کا بہی خواہ تھا اور جو افغانوں کے غلبہ کے وقت گجرات میں پناہ گزیں تھا اپنے بیٹوں اور مریدوں کے ہمراہ بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا شیخ محمد غوث بیرم خاں سے بالکل مایوس ہوکر اپنے قدیم وطن گوالیار روانہ ہوگیا۔ خاقانِ اکبر کا دل بیرم خاں سے اور زیادہ آزردہ ہوا۔ بیرم خاں نے بادشاہ کو دوسرے امور کی طرف مشغول رکھنے کے لئے علی قلی خاں سیستانی کے بھائی بہادر خاں کو جو پنجہزاری امیر تھا دیپالپور سے بلایا اور ایک بڑے لشکر کے ساتھ اسے مالوہ فتح کرنے کے لیے جو اُس وقت باز بہادر کے زیر حکومت تھا روانہ کیا۔ حسنِ اتفاق سے اُس درمیان میں بادشاہ کو شکار کا شوق ہوا عرش آشیانی نے بیرم کو مہمات سلطنت انجام دینے کے لیے آگرہ میں چھوڑا اور خود شکار کے لئے روانہ ہوئے۔ بادشاہ دہلی کے مضافات میں سکندرآباد پہونچا۔ ماہم انکہ اور ادہم خاں نے جو بیرم خاں کے سخت ترین دشمن تھے بادشاہ سے عرض کیا کہ عرش آشیانی کی ماں دہلی میں مقیم اور بستر بیماری پر صاحبِ فراش ہیں اگر بادشاہ اپنی والدہ کی عیادت کے لئے وہیں تشریف لے چلیں تو اس سفر سے مریم مکانی بیحد خوش ہونگی۔ عرش آشیانی نے دہلی کا رُخ کیا۔ شہاب الدین احمد خاں نیشاپوری نے جو پنجہزاری امیر اور ماہم انکہ کا داماد اور دہلی کا صوبہ دار تھا بادشاہ کا استقبال کرکے بہت سے تحفے اور پیشکش شاہی ملاحظہ میں گذرانے۔ شہاب الدین اور ادہم خاں دونوں نے بالاتفاق ایک دن بادشاہ سے عرض کیا کہ بیرم خاں بادشاہ کے اس سفر کو ہماری التجا اور گزارشوں کا نتیجہ سمجھکر مصاحب بیگ کی طرح ہم لوگوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اُتار دیگا اس لیے بہتر ہے کہ بادشاہ ہم نمک خواروں کو مکۂ معظمہ اور دوسرے مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ ہم بہی خواہانِ دولت اپنی جان بچالیں اور بادشاہ کی یادتی عمر و اقبال کی دعا کرتے رہیں خاقان اکبر اگرچہ اس عرض سے بیحد متاثر ہوئے لیکن بیرم کے حقوق خدمت

ایسے نہ تھے کہ بادشاہ اسے ایک بارگی معزول کر دیتے۔ عرش آشیانی نے بیدتحمل سے کام لیا اور بیرم خاں کو ایک خط میں لکھ بھیجا کہ میرا دہلی کا سفر محض مریم مکانی کی عیادت کے لیئے ہے اس میں شہاب الدین اور ادہم خاں کے مشورہ کو کچھ دخل نہیں ہے اس لیئے اگر تم اپنے قلم سے ایک خط تسلی آمیز ان لوگوں کے نام لکھ کر روانہ کر دو تو ان غریبوں کو اطمینان ہو جائے۔ شہاب الدین کو اتنا موقع جو ہاتھ آیا تو اس نے شاہی مجلس میں علانیہ ایسی باتیں کیں جن سے بیرم خاں کی غداری اور بغاوت پورے طور پر ظاہر ہوتی تھی اور اسی طرح گویا بادشاہ کو بالکل بیرم خاں سے برگشتہ اور بدگمان کر دیا۔ بیرم خاں بادشاہ کا خط پڑھکر بیحد پریشان ہوا اور ایک عریضہ بادشاہ کے حضور میں اس مضمون کا روانہ کیا کہ میں اس بدگمانی سے لاکھوں کوس دور ہوں جو لوگ کہ بارگاہ شاہی کے بہی خواہ ہوں اُن کی نسبت کوئی برا خیال میرے ذہن میں آئے یہ بالکل ناممکن ہے بیرم نے یہ خط اپنے قلم سے لکھ کر عریضہ حاجی محمد خاں سیستانی اور ترسون بیگ کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن چونکہ تیر کمان سے نکل چکا تھا بیرم کے اس خط کا کوئی اثر نہ ہوا اور کسی شخص نے بھی بیرم کی بات کا یقین نہ کیا اور بیرم کے دونوں قاصد گرفتار کر کے قید کر لیئے گئے بیرمی قاصدوں کی گرفتاری کی خبر جلد سے جلد پھیل گئی اور امیروں اور منصبداروں کے گروہ کے گروہ بیرم خاں سے جدا ہو کر دہلی روانہ ہونے لگے۔ شاہ ابوالمعالی نے جو اس دوران میں لاہور کے قید خانے سے بھاگ کر کمال خاں گکھڑ کے دامن میں پناہ لی تھی کمال کو کشمیر فتح کرنے کی ترغیب دی۔ کمال خاں نے ابوالمعالی کے اغوا سے کشمیر پر حملہ کیا لیکن لڑائی کے بعد شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا اور اپنی ناکامی پر شاہ ابوالمعالی کو اپنے پاس سے دور کر دیا۔ ابوالمعالی کمال سے جدا ہو کر دیپالپور پہونچا اور وہاں بہادر خاں کی برائی کے درپے ہوا۔ بہادر خاں نے ابوالمعالی کو گرفتار کر کے سندھ کی جانب اُس کا اخراج کر دیا۔ ابوالمعالی اس نواح سے گجرات آیا اور گجرات میں ایک خون کا مجرم ہو کر علی قلی خاں سیستانی کے پاس جونپور پہونچا۔ علی قلی خاں نے بیرم خاں کے اشارے سے ابوالمعالی کو اُس وقت آگرہ بھیجدیا جبکہ بادشاہ دہلی میں مقیم تھا۔

بیرم خاں نے ابوالمعالی کو بیانے کے قلعے میں قید کر دیا۔ اب بیرم نے بادشاہ کی آزردگی کو کمال درجہ پر پایا اور پہلے تو اس فکر میں ہوا کہ مالوہ پہونچکر اُس نواح کو اپنے قبضے میں کرے اور خود مختاری کا دم بھرے۔ بیرم خاں اپنے اس ارادہ کو پورا کرنے کے لیئے آگرہ سے بیانہ پہونچا بیرم خاں نے بہادر خاں اور دوسرے سرداروں کو جو مالوہ پہنچ گئے تھے اپنے پاس بلایا اور اس کے بعد وہ امیر جو بیرم کے معتمد علیہ تھے اُس سے جدا ہو کر دہلی چلے گئے بیرم کو اپنے ادبار کا یقین آگیا اور اپنے مالوہ کے سفر سے دل میں شرمندہ ہوا۔ بیرم نے ابوالمعالی کو قید سے آزاد کیا اور اب یہ ارادہ کیا کہ جونپور جائے اور اپنے دست گرفتہ امیر خان زماں علی قلی خاں سیستانی کو ساتھ لیکر بنگالہ کے افغانوں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار کرکے اسی نواح میں خود مختاری کا ڈنکہ بجائے بیرم نے صرف چند منزل راستہ طے کیا تھا کہ اپنے اس ارادہ سے بھی دل میں شرمندہ ہوا اور حج بیت اللہ کرنے کا عزم کرکے ناگور کی طرف چلا اور اپنے ہمراہی امیروں یعنے بہادر خاں اور اقبال خاں وغیرہ کو جنھوں نے اب تک اُس کا ساتھ نہ چھوڑا تھا بارگاہ شاہی میں حاضر ہونیکی اجازت دی، بیرم حوالی ناگپور میں پہونچا اور یہاں پر اُس کے دل میں فساد پیدا ہوا۔ بیرم نے بعض مفسدوں کے اغوا سے حج کا ارادہ ترک کیا اور لشکر جمع کرنے لگا تاکہ ناگور سے پنجاب پہونچے اور وہیں اپنی زندگی آزادانہ بسر کرے۔ عرش آشیانی کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نے میر عبد اللطیف قزوینی کو جو ملا پیر محمد کے بعد بادشاہ کا معلم مقرر ہوا تھا بیرم خاں کے پاس بھیجکر اسے یہ پیغام دیا کہ جب تک میری طبیعت میں سیر و شکار کا ولولہ تھا اُس وقت تک میری مرضی یہی تھی کہ خان بابا مہمات سلطنت کو انجام دیں لیکن اب میرا ارادہ ہے کہ عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لوں اس لیئے تم کو چاہیئے کہ اب دنیاوی مشاغل سے کنارہ کشی کرکے مکہ معظمہ جانے کے لیئے مستعد اور آمادہ ہو جاؤ اور اب ہوا و ہوس کو اپنے پاس نہ آنے دو۔ بیرم خاں نے سوا اطاعت کے اور دوسرا چارۂ کار نہ دیکھا اور حسین قلی بیگ ذوالقدر کے ہمراہ علم و نقارہ وغیرہ تمام اسباب اور لوازمات شاہی آستانۂ سلطانی پر بھجوا دیا اور خود ناگور روانہ ہوا تاکہ گجرات کے راستے سے مکہ معظمہ کی

راہ لی۔ بجروتی بیگ ذوالقدر اور اسمٰعیل خاں بیرم خاں کے دونوں داماد اور شاہ قلی خاں محرم حسین خاں تکلو۔ شیخ گدائی اور خواجہ مظفر علی ترمذی جو بیرم کا میر دیوان تھا اور دوسرے وہ لوگ جن پر کچھ اعتبار ہو سکتا تھا وہ تو بیرم کے ساتھ رہے بقیہ بیرم خاں کے وہ ملازم اور ہم نشین جو برسوں بیرم کے زیر سایہ پلے تھے اور اپنے کو بڑا وفادار کہتے تھے ایک ایک کر کے بیرم سے جدا ہو کر گروہ کے گروہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اونٹ اور گھوڑا جو جس کو ملا بیرم کے لشکر سے اپنے ساتھ لیتے گئے شاہ ابو المعالی بھی انھیں لوگوں میں تھا۔ ابو المعالی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور گھوڑے پر سوار ہی اس نے بادشاہ کے آداب اور مجرے کے لئے گردن جھکائی بادشاہ کو یہ ادا ابو المعالی کی پسند نہ آئی اور شاہی حکم سے قید کر لیا گیا۔ بیرم خاں نے اسباب شاہی روانہ کیا اور خود ناگور ہوتا ہوا بیکانیر پہونچا بیرم نے بیکانیر میں چند روز قیام کیا اور مکۂ معظمہ کے سفر کے ارادہ سے پھر شرمندہ ہو کر بیکانیر سے ناگور واپس آیا۔ بادشاہ یہ حال سن کر دہلی سے پرگنہ جھجر آیا۔ اس وقت ملا پیر محمد نے بیرم خاں کے ادبار کا قصہ سن کر اپنے کو خدمت سلطانی میں پہونچایا اور محمد خاں کے خطاب اور طوق و علم اور نقارہ سے سرفراز ہو کر بیرم خاں کے مقابلے کے لئے نامزد کیا گیا۔ عرش آشیانی جھجر سے دہلی واپس آئے اور فرمان کے ذریعہ سے منعم خاں کو کابل سے دہلی بلایا۔ بیرم خاں ملا پیر محمد کو اپنا حریف میدان شکر بیحد رنجیدہ ہوا اور بادشاہ سے لڑنے پر اور زیادہ مستعد ہو کر پنجاب روانہ ہوا۔ ملا پیر محمد نے بیرم کا تعاقب کیا۔ بیرم خاں بھٹنڈے کے قلعہ تک پہونچا۔ بیرم خاں نے ضرورت سے زائد سامان کو قلعۂ بھٹنڈہ میں چھوڑا اور خود آگے روانہ ہوا یہ قلعہ بیرم کے ایک قدیم ملازم شیر محمد نام کے سپرد تھا۔ شیر محمد نے بیرم کے تمام اسباب کو اپنا سمجھ کر سب پر اپنا قبضہ کر لیا اور بیرم کے نوکروں کو ذلت کے ساتھ قلعے سے باہر نکال دیا۔ بیرم بھٹنڈہ سے دیپالپور روانہ ہوا۔ دیپالپور کا حاکم بیرم خاں کا ایک قدیم دست گرفتہ مسمی درویش محمد ازبک تھا بیرم نے دیپالپور کے قریب پہونچ کر اپنے دیوان خواجہ مظفر علی کو درویش محمد کے پاس بھیجا اور اُسے اپنے پاس بلایا۔ درویش محمد نے بھی خلاف امید

بیوفائی کی اور خود بیرم خاں کے پاس آنا تو درکنار خواجہ مظفر علی کو بھی قید کر کے بادشاہ کے پاس بھیجدیا۔ بیرم خاں کو درویش محمد سے بڑی امید تھی لیکن اپنے اس دوست کی بے مروتی سے پریشان اور سراسیمہ ہو کر جالندھر روانہ ہو گیا۔ عرش آشیانی نے ملا پیر محمد کو اپنے پاس بلالیا۔ اور خان اعظم شمس الدین محمد خاں اتکہ کو اس کے بیٹوں بھائیوں اور دوسرے ملازموں کے ہمراہ پنجاب کے انتظام اور بیرم کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ خان اعظم قلعہ ماچیواڑہ کے نواح میں بیرم خاں کے سر پر پہونچ گیا اور طرفین کے جانباز ایک دوسرے کے خون سے زمین کو سیراب کرنے لگے۔ ولی بیگ اسمٰعیل قلی خاں اور اُس کے فرزند حسین خاں اور شاہ قلی خاں محرم نے بڑی مردانگی سے کام کیا اور اپنی شجاعت سے خان اعظم کی صفیں درہم برہم کردیں لیکن آخرکار کفران نعمت کے وبال نے بیرم کی فوج پر اپنا سایہ ڈالا اور جب خان اعظم نے بیرم خاں کے قلب لشکر پر حملہ کیا تو ولی بیگ وغیرہ معتبر اور بہادر بیرمی امیر لڑائی میں کام آئے اور بیرم خاں میدان جنگ سے کوہستان سوالک کیطرف بھاگا۔ اس فتح کے بعد عرش آشیانی نے خواجہ عبد المجید ہروی کو آصف خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے دہلی کا انتظام اُس کے سپرد کیا اور خود لاہور روانہ ہوئے بادشاہ لودھیانہ پہونچے ہی تھے کہ منعم خاں کابل سے حاضر خدمت ہو گیا۔ عرش آشیانی نے منعم خاں کو خان خاناں کے خطاب سے عہدۂ وکالت پر سرفراز کیا۔ بادشاہ کی سواری کوہستان سوالک کے نواح میں پہونچی۔ شاہی لشکر کا ایک پیشرو گروہ بلاخوف کوہستان میں گھس گیا۔ سوالک کے زمیندار بیرم کی طرف سے ایک تنگ مقام پر شاہی فوج سے برسرپیکار ہوئے۔ ان زمینداروں کو شکست ہوئی اور بیرم خاں نے عاجز ہو کر اپنے ایک معتمد غلام مسمّی جمال خاں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے سابقہ حقوق خدمت کا واسطہ دلا کر اپنے قصور کی معافی چاہی عرش آشیانی نے ملا عبد اللہ سلطان پوری المخاطب بہ مخدوم الملک کو تسکین اور دلاسے کے لئے بیرم خاں کے پاس بھیجا۔ بیرم خاں مخدوم الملک کے ساتھ ربیع الثانی سنہ ۹۶۸ھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ عرش آشیانی نے امیروں اور ارکان دولت کو بیرم خاں کے استقبال کے لئے روانہ کیا یہ امیر بیرم کو بڑی عزت اور حرمت کیساتھ

شاہی بارگاہ میں لے آئے۔ بیرم خاں نے پگڑی گلے میں ڈالی اور مالک کے قدموں پر گر کر زار زار رونے لگا۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے بیرم کا سر قدموں پر سے اُٹھا کر بیرم خاں کو اسکی قدیم جگہ پر بٹھایا اور بیرم خاں کی شرمندگی رفع کرنے کے لیے اپنا خاص خلعت اُسے عنایت کیا اور اُس سے کہا کہ اگر تمھیں خدمت کی تمنا ہو تو مین کالپی اور چندیری کا صوبہ تمھیں عنایت کروں اور اگر تمہاری خوشی ہو تو اپنی مصاحبت میں تمھیں اپنے پاس رکھوں اور اگر حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ ہو تو میں بڑے عمدہ طریقے پر تمھیں مکہ معظمہ روانہ کرا دوں۔ بیرم خاں نے عرض کیا کہ میرے اعتقاد اور اخلاص میں اب تک کسی طرح کی کمی نہیں آئی ہے جو کچھ مجھ سے سرزد ہوا اس کا منشا یہ تھا کہ ملازمت حاصل کر کے خاطر مبارک کو اپنی طرف سے مطمئن کروں خدا کا شکر ہے کہ جو میں چاہتا تھا وہ پورا ہو گیا اب اس جاں نثار کی یہی تمنا ہے کہ مقاماتِ مقدسہ میں جا کر ترقی عمر و اقبال کی دعا کرے۔ بادشاہ نے اسی وقت بیرم خاں کو پچاس ہزار روپیہ عنایت فرما کر اُسے حج ادا کرنے کی اجازت دی۔ عرش آشیانی بیرم کو رخصت کر کے حصار فیروز پور کی راہ سے شکار کھیلتے ہوئے آگرے روانہ ہوئے اور بیرم خاں گجرات روانہ ہوا تاکہ گجرات کے کسی بندرگاہ میں کشتی پر بیٹھ کر مکہ معظمہ کی راہ لے۔ بیرم خاں گجرات پہونچا۔ ان دنوں گجرات کی حکومت موسیٰ خاں لودھی سے متعلق تھی بیرم نواح گجرات میں مقیم ہوا۔ جمادی الاول کی چودھویں رات سازندوں اور گانے والوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیرم کشتی میں بیٹھ کر لاب سہسینک کا تماشہ (۲۰۴) دیکھنے کے لیے دریا کی سیر کر رہا تھا سہسینک کی تشریح یہ ہے کہ سہسن کے معنی زبان ہندی میں ہزار کے ہیں اور بنک بتخانہ کو کہتے ہیں چونکہ اس کولاب میں ایک ہزار بتخانے تھے یہ مقام سہسینک کے نام سے موسوم ہوا۔ رات بھر تماشہ دیکھنے کے بعد صبح کو بیرم خاں کشتی سے اتر کر اپنے قیام گاہ کی طرف چلا اس درمیان میں مبارک خاں نامی ایک لوحانی افغان جس کا باپ ہیمو بقال کی جنگ میں بیرم کے نوکروں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیے مستعد ہوا مبارک خاں نے آگے بڑھ کر چند ضرب خنجر کی بیرم کے لگائیں اور اُسے خاک و خون کا ڈھیر کر دیا۔ بیرم کو قتل کر کے افغانوں نے اُس کے خیمہ پر چھاپا مارا اور لشکر کو تباہ کرنے لگے۔

محمد امین دیوانہ اور بابا زنبور بیرم کے چار سالہ فرزند عبدالرحیم کو احمد آباد گجرات لے کر بھاگے عبدالرحیم کی ماں حسن خاں میواتی کے چچازاد بھائی جمال خاں کی بیٹی تھی عبدالرحیم کی تاریخ ولادت چودہ صفر سنہ ۹۶۴ھ ہے۔ اعتماد خاں حاکم گجرات نے عبدالرحیم کو عرش آشیانی کی خدمت میں آگرہ بھیجدیا عبدالرحیم کا ذکر آگے آئیگا غرض کہ بیرم خاں خاندان مغل کا نامی امیر تھا۔ بیرم کے باپ دادا امیر تیمور کی اولاد کی بارگاہ میں ہمیشہ صاحب جاہ و منصب رہے۔ بیرم کا نسب نامہ حسب ذیل ہے۔ بیرم بن سیف علی بن یار علی بن شیر علی شیر علی کا نسب علی شکر ترکمان بہارلو سے ملتا ہے۔ جس وقت زوزن حسن سلطان کا عراق پر تسلط ہوا اور سلطان ابوسعید میرزا شہید ہوا اور اس زمانہ میں شیر علی حدود عراق سے بھاگا اور میرزا سلطان محمد بن سلطان ابوسعید میرزا کی خدمت میں حصار اور شادمان میں جاکر اس نے پناہ لی میرزا سلطان نے شیر علی پر کچھ توجہ نہ کی اور شیر علی شادمان سے کابل پہونچا شیر علی نے چھ مہینے کے بعد آٹھ سو آزمودہ کار جوانوں کی ایک فوج تیار کی اور شیراز کو فتح کر کے وہاں حکومت کرنے کے ارادے سے کابل سے فارس روانہ ہوا۔ راستہ میں ترکمانی اور سیستانی جوانوں کے علاوہ اور لوگ بھی شیر علی کے ساتھ ہوگئے اور ایک خاصی جمعیت کے ساتھ شیراز پہونچا۔ زوزن حسن کے ملازموں نے شیر علی کا مقابلہ کیا شیر علی شکست کھاکر اور اپنا تمام اسباب تباہ اور برباد کر کے پریشان حال خراسان روانہ ہوا۔ شیر علی راستہ میں ہر جگہ جہاں کہیں کہ ممکن تھا اپنی سیاست اور دست درازیوں سے ساماں اور سپاہ بہم پہونچاتا تھا۔ میرزا سلطان حسین حاکم ہرات کے ملازم شیر علی کی دست درازیوں سے آگاہ ہوئے اور انھوں نے راستہ ہی میں شیر علی کا مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں شیر علی مارا گیا اور اس کی اولاد اور نوکر ادھر اُدھر پریشان ہوگئے۔ شیر علی کے بڑے بیٹے یار علی بیگ نے قندز پہونچکر خسرو شاہ کی ملازمت اختیار کی جب بابر بادشاہ نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوچکا خسرو شاہ کی جمعیت پر قبضہ کیا تو یار علی بیگ اور اس کا فرزند سیف علی بیگ فردوس مکانی کے ملازم ہوگئے۔ یار علی بیگ نے وفات پائی اور اس کا بیٹا سیف علی بیگ باپ کا جانشین ہوا اور غزنین کا جاگیردار مقرر کیا گیا۔ سیف علی نے بھی غزنین میں وفات پائی۔ سیف علی کا بیٹا بیرم اس وقت

خرد سال تھا۔ بیرم باپ کے بعد اپنے عزیزوں کے پاس بلخ چلا گیا۔ بیرم نے اپنے قرابت داروں کی حمایت میں تحصیل اور کسب کمالات اچھی طرح کیا اور جوان ہو کر کابل پہونچا اور شاہزادہ نصیر الدین ہمایوں کے نوکروں کے سلسلہ میں داخل ہو گیا۔ بیرم نے اپنے حسن سلوک اور پسندیدہ اخلاق طبیعت کی موزونی اور موسیقی کے کمالات کی وجہ سے ہمایوں کے دل میں گھر کر لیا اور شاہزادہ کا مصاحب خاص ہو گیا۔ بیرم نے سولہ برس کے سن میں ایک معرکہ میں بڑی شجاعت اور مردانگی سے کام کیا۔ اس مردانگی کی وجہ سے بیرم کا شہرہ ہو گیا۔ بابر بادشاہ نے بھی بیرم کا حال سُنا اور اُسے اپنے حضور میں طلب فرما کر بیرم سے خود گفتگو کی اور جب بیرم کی قابلیت بادشاہ پر اچھی طرح ظاہر ہو گئی تو فردوس مکانی نے حکم دیا کہ بیرم بھی شاہزادے ہمایوں کے ساتھ ہمیشہ مجلس شاہی میں حاضر ہوا کرے اس کے بعد جس طرح بیرم کے اقبال نے یاوری کی اور جس مرتبہ تک وہ پہونچا اُس سے ناظرین بخوبی واقف ہیں۔ بیرم خاں بڑا رعیت پرور اور پرہیز گار تھا اور ہمیشہ اہل علم اور فاضل اُس کے ہم نشین رہتے تھے۔ اُس کی مجلس ہمیشہ باکمال مطربوں اور حسین ساقیوں اور گانے والوں سے گرم رہتی تھی۔ بیرم ترتیب مجلس اور آداب شاہی کا بہت بڑا ماہر تھا اور جو زیب و زینت اہل دنیا کے لیئے ضروری ہے اُس کے فراہم اور حاصل کرنے میں بڑی کوشش کرتا تھا۔ نظم اور انشاپردازی میں بےنظیر تھا بیرم کے فارسی اور ترکی دونوں دیوان موجود اور مشہور ہیں۔ ائمۂ اہلبیت علیہم السلام کی مدح میں اس کے قصیدے بہت مشہور اور لاجواب ہیں۔ الغرض خاقان اکبر نے اس سال کے آخر میں ادہم خاں آتکہ کو ایک جرار لشکر کے ساتھ مالوہ فتح کرنے کے لیئے روانہ کیا۔ باز بہادر نے جو سارنگ پور میں عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا جب سُنا کہ مغلوں کا لشکر دس کوس کے فاصلہ پر ہے تو اُس کے حواس جاتے رہے اور مجلس عیش کو چھوڑ کر میدان جنگ میں آیا اور سارنگ پور کے نواح میں مغلوں سے برسر پیکار ہوا لیکن چغتائی تلوار کی ضرب سے پہلے ہی حملہ میں بدحواس ہو کر میدان جنگ سے برہان پور کی طرف بھاگا ادہم خاں نے مالوہ کو شاہی امیروں میں تقسیم کیا اور باز بہادر کے تمام سامانِ شاہی اور اُس کی گانے والی لونڈیوں پر قابض ہو گیا۔

باز بہادر نے اس تمام مال غنیمت سے سوا چند زنجیر فیل کے اور کچھ بادشاہ کے لیئے نہ روانہ کیا۔ عرش آشیانی نے بھی اس نواح کا سفر کیا۔ بادشاہ قلعہ کاکرون[۲۰۶] کے نواح میں پہونچا قلعے کے حاکم نے جو باز بہادر کا ملازم تھا قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا عرش آشیانی نے کاکرون سے سارنگ پور پر اول ہی شب میں دھاوا کیا اور صبح کو سارنگ پور کے حدود میں پہونچ گئے عرش آشیانی کا یہ پہلا دھاوا تھا جو کاکرون سے سارنگ پور پر کیا گیا۔ ادہم خاں اسی روز کاکرون فتح کرنے کے لیئے سارنگ پور سے روانہ ہوا تھا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور جب اُسے عرش آشیانی کے اس سفر کا مقصد معلوم ہوگیا تو اُس نے بعد معذرت کے ساتھ باز بہادر کا تمام مال و اسباب بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دیا۔ عرش آشیانی نے ادہم کا قصور معاف کیا اور آگرے کی طرف واپس ہوئے۔ نرور کے نواح میں ایک قوی ہیکل شیر راستہ میں نمودار ہوا بادشاہ نے بذات خود اس شیر کا مقابلہ کیا اور تلوار کی ضرب سے اُسے قتل کیا۔ امیروں اور منصبداروں نے بادشاہ پر سے صدقے اتارے اور مالک کی سلامتی جان پر خدا کا شکر ادا کیا۔

اسی زمانہ میں شیر خاں ولد محمد شاہ عدلی نے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ جونپور کو مغلوں سے واپس لینے کے لیئے دریائے گنگا کو عبور کیا۔ خان زماں علی قلی نے بارہ ہزار سواروں کے ساتھ شیر خاں کا مقابلہ کیا اور سخت لڑائی کے بعد شیر خاں کو پسپا کر دیا۔ علی قلی خاں کے بھائی بہادر خاں نے جو اپنی معرکہ آرائی کے سامنے اسفندیار کی ہفتخوان داستان کو بھی ہیچ اور بے معنی سمجھتا تھا اس معرکہ میں چند ایسے افغانیوں کو قتل کیا جن میں سے ہر ایک اپنے کو ہزار ہزار سواروں کا ہم پلہ سمجھتا تھا۔ اس فتح سے علی قلی اور بہادر خاں دونوں بھائی بہادری میں شہرۂ آفاق ہوگئے اور ان کو خود بھی اپنی شجاعت اور مردانگی کا ایسا نشہ چڑھا کہ انھوں نے کوہ پیکر ہاتھیوں میں سے جو اس معرکہ میں گرفتار کیئے گئے تھے ایک بھی بادشاہ کے ملاحظہ میں نہ روانہ کیا۔ عرش آشیانی کو ان کی یہ ادا پسند نہ آئی اور بادشاہ شکار کے بہانہ سے کالپی ہوتا ہوا ادھر روانہ ہوا۔ عرش آشیانی کڑہ مانک پور سے ایک کوس کے فاصلہ پر پہونچے اور علی قلی اور بہادر خاں دونوں بھائیوں نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی اور بیش قیمت تحفے اور کوہ پیکر ہاتھی جو محمد شاہ سے حاصل کیئے تھے بادشاہ کے ملاحظہ میں

پیش کیے۔ عرش آشیانی نے دونوں بھائیوں پر بیحد نوازش فرمائی اور اُن کو مطمئن خاطر کر دیا۔ بادشاہ آگرہ روانہ ہوا اور تیسری منزل پر پہونچکر عرش آشیانی نے علی قلی اور اُس کے بھائی کو اُن کی جاگیر پر رخصت کیا اور خود آگرہ پہونچ گئے۔ خانِ اعظم شمس الدین محمد خاں اتکہ حاکم پنجاب اور ادہم خاں اتکہ حاکم مالوہ حسب الطلب بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور دونوں امیروں نے بیش قیمت تحفے پیش کیے۔ عرش آشیانی نے ملا پیر محمد المخاطب بہ پیر محمد خاں کو حاکم مالوہ مقرر کیا اور منصب وکالت خانِ اعظم کے سپرد کیا۔ سنہ ۹۶۹ھ میں بادشاہ نے خواجہ بزرگوار حضرت غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا ارادہ کیا اور آگرہ سے اجمیر شریف روانہ ہوئے۔ عرش آشیانی قصبہ سنبھر میں پہونچے۔ راجہ پورنمل نے جو اُس نواح کا بڑا زمیندار تھا اپنی بیٹی بادشاہ کے محل میں داخل کی اور خود بادشاہ کا نوکر ہو گیا۔ پورنمل کے بیٹے بھگوان داس نے بھی بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور نامی امرا کے گروہ میں داخل کیا گیا۔ بادشاہ اجمیر شریف حاضر ہوا اور حضرت غریب نواز کی آستانہ بوسی کا شرف حاصل کیا۔ زیارت سے فراغت حاصل کر کے بادشاہ نے میرزا شرف الدین حسین حاکم اجمیر کو قلعہ میرٹھ کے تسخیر کرنے کا حکم دیا۔ یہ قلعہ راجہ مالدیو کے ممالک میں تھا اور خود تین شبانہ روز میں ایک سو تیس کوس راہ طے کر کے پانچ یا چھ آدمیوں کے ہمراہ آگرہ پہونچا۔ میرزا شرف الدین قلعہ میرٹھ کے نواح میں پہونچا۔ جگمل اور دیوداس دونوں ہندو سردار جو راجہ مالدیو کے نامی امیر تھے قلعہ بند ہو گئے اور اُنھوں نے دشمن کی مدافعت کرنی شروع کی۔ میرزا شرف نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور نقب کھدوانے میں مشغول ہو گیا۔ ایک دن ایک نقب میں جو برج کے بالکل نیچے تھی بارود بھر کر آگ لگائی گئی۔ برج تباہ ہو گیا اور حصار میں ایک راستہ پیدا ہوا۔ مغل سپاہی اس راستے کی طرف سے بڑھے اور راجپوت بہادر بھی تلوار ہاتھ میں لیکر دشمن کو دفع کرنے لگے۔ اس راست بڑی سخت لڑائی ہوئی لیکن جب کار برآری نہ ہوئی تو مجبوراً واپس ہوئے۔ راجپوتوں کو موقع مل گیا اور اُنھوں نے رات ہی رات راستہ کو بند کر دیا لیکن آخر کار محاصرہ کی طوالت سے تنگ آ کر اُنھوں نے دشمن سے صلح کی درخواست کی۔ میرزا شرف الدین نے اس شرط پر صلح کی کہ ہندو سوا سواری کے گھوڑے اور پیچھے کے کوئی دوسری چیز

اپنے ہمراہ نہ لے جائیں میرزا نے اس شرط پر ہندوؤں کو اماں دی اور خود سر راہ جا کر کھڑا ہو گیا۔ جگمل نے تو اپنے اسباب اور مال کو خیرباد کہا اور اپنے متعلقین کے ساتھ اسی طرح تہیدست قلعہ سے نکل گیا لیکن دیونداس نے غیرت اور مردانگی سے کام لیا۔ دیونداس نے اپنے تمام اسباب میں آگ لگا دی اور پانچ سو راجپوت سواروں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا۔ میرزا شرف کو اس کی اطلاع ہو گئی اور اس نے سر راہ دیونداس کا مقابلہ کیا۔ ایک شدید خونریزی کے بعد دو سو پچاس راجپوت قتل ہوئے اور دیونداس بھی زخمی ہوا۔ دیونداس سواری کے قابل نہ رہا اس کا سر قلم کر کے معرکہ جنگ سے لے گئے۔ چند سال کے بعد ایک شخص جوگیوں کے لباس میں ظاہر ہوا اور اس نے دعویٰ کیا کہ میں دیونداس ہوں بعضوں نے اس کے قول کی تصدیق کی اور بعضوں نے اسے جھوٹا جانا آخر کار یہ دیونداس بھی ایک معرکہ میں قتل کیا گیا۔ میرزا شرف الدین نے قلعہ پر قبضہ کر کے فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ ملا پیر محمد نے جو صاحب دعویٰ امیر تھا شادی آباد مندو کو اپنا نشیمن بنایا اور ولایت مالوہ کو باز بہادر کے ہی خواہوں سے بالکل پاک صاف کر دیا۔ ملا پیر محمد نے جاگنگر کے قلعے کو جو مالوہ کا سب سے مضبوط حصار تھا فتح کر کے قلعے کے تمام سپاہیوں کو قتل کیا۔ چونکہ باز بہادر حاکم برہان پور کی حمایت میں خاندیس میں بیٹھا ہوا کبھی کبھی نواح مالوہ کے لوگوں کو ستایا کرتا تھا اس لیے ملا پیر محمد نے خاندیس پر لشکر کشی کر کے برہان پور میں قتل عام کر دیا اس قتل میں بہت سے سادات علماء اور مشائخ بھی شہید ہوئے۔ ملا پیر محمد ابھی برہان پور میں تھا کہ باز بہادر میراں مبارک شاہ فاروقی تفال خاں حاکم برار کو اپنے ساتھ لے کر پیر محمد سے لڑنے کے لیے آگے بڑھے۔ ملا پیر محمد کے سپاہی اس کے ظلم اور بداخلاقی سے تنگ آ چکے تھے اس لیے ملا افسر کی اجازت کے سبھوں نے دریائے نربدا کو عبور کیا اور مندو کی راہ لی۔ جو امیر کہ پیر محمد کی مدد کے لیے آئے تھے وہ بھی ملا سے رنجیدہ ہو کر کنارہ کش ہو گئے ملا پیر محمد بھی ناچار ہو کر واپس ہوا تفال خاں نے جو اپنے وقت کا بڑا بہادر اور شجاع تھا ملا پیر محمد کا تعاقب کیا۔ ملا پیر محمد پریشان حال راستہ طے کر رہا تھا۔ ملا دریائے نربدا کو عبور کر رہا تھا کہ باربردار اونٹوں کی قطار کا دھکا اس کے گھوڑے کو لگا۔ ملا کا گھوڑا خشکی سے پھسلا ہر چند ملا پیر محمد کے ساتھیوں نے کوشش کی کہ سردار کو بچا لیں لیکن چونکہ ملا کا وقت

آچکا تھا کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی اور پیر محمد دریا میں ڈوب گیا اس وقت دشمن بھی تعاقب کرتا ہوا سر پر پہونچ گیا ملا پیر محمد کے سپاہی شادی آباد مندو کی طرف بھاگے ان فراریوں کو یہاں بھی دشمن کے ہاتھ سے نجات نہ ملی اور یہ سب کے سب آگرہ روانہ ہو گئے ۹۶۹ھ میں باز بہادر پھر مالوہ پر قابض ہوگیا۔ تفال خاں اور میراں مبارک شاہ فاروقی اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔ عرش آشیانی نے عبداللہ خاں ازبک حاکم کالپی کو باز بہادر کا فتنہ دفع کرنے کے لئے مقرر کیا۔ باز بہادر ازبک کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا اور کمبل میر کے کوہستان میں پناہ گزیں ہوا۔ عبداللہ خاں ازبک نے مظفر و منصور ہو کے شادی آباد مندو میں قیام کیا۔ اسی اثنا میں سید بیگ ولد معصوم بیگ صفوی جو شاہ طہماسپ کا عزیز قریب اور وکیل سلطنت تھا ایلچی ہو کر ایران سے ہندوستان آیا اور بیش قیمت تحفے اپنے ساتھ لایا۔ عرش آشیانی نے دو لاکھ روپے جو پانچ ہزار عراقی تومان کے برابر ہوتے ہیں سید بیگ کو عنایت کئے۔ اس زمانے میں خان اعظم شمس الدین محمد خاں آتکہ نے وکیل سلطنت ہو کر بڑا استقلال حاصل کر لیا تھا ادہم خاں آتکہ کو محمد خاں کی ترقی پر رشک آیا اور اس نے چاہا کہ بیرم کی طرح محمد خاں کو بھی بادشاہ کی نگاہوں میں ذلیل کرے ادہم خاں نے غمازی اور سخن چینی ہر طرح سے اپنا مقصد نکالنا چاہا لیکن جب کسی طرح بھی اسے کامیابی نہ ہوئی تو ادہم نے بعض امیروں کی تحریک سے جب کہ شمس الدین قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھا اس بہانہ سے کہ خان اعظم نے اس کی تعظیم نہیں کی دیوان خاص میں اسے قتل کر ڈالا۔ ادہم کو بادشاہ کی عنایتوں پر بڑا بھروسہ تھا اس لئے وہ بھاگا نہیں بلکہ ایک بلند مکان پر جو حرم شاہی کے برابر واقع تھا جا کر کھڑا ہو گیا۔ خان اعظم کے قتل سے شور بلند ہوا عرش آشیانی حرم سرا میں سو رہے تھے اس شور کی آواز سے بیدار ہوئے اور اس کا سبب دریافت کیا حقیقت حال سے واقف ہو کر اسی طرح لباس خواب پہنے ہوئے کوٹھے کے کنارے آئے اور جیسے ہی بادشاہ کی نگاہ شمس الدین مقتول کے جسم پر پڑی غصہ کے مارے بے حال ہو گئے۔ عرش آشیانی شمشیر خاصہ ہاتھ میں لئے ہوئے اس کوٹھے پر آئے جس پر ادہم خاں کھڑا ہوا تھا۔ بادشاہ نے ادہم خاں سے پوچھا کہ تو نے کیوں خان اعظم کو قتل کیا۔ ادہم خاں نے دوڑ کر بادشاہ کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور رونا شروع کیا بادشاہ اس بے ادبی سے

اور زیادہ خفا ہوا اور اپنے ہاتھ چھڑا کر ایک ایسا گھونسہ ادہم کے گال پر مارا کہ ادہم خاں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ بادشاہ کے حکم سے ادہم خاں اُسی ایوان سے جو بارہ گز زمین سے بلند تھا نیچے گرا دیا گیا۔ چونکہ ادہم میں کچھ جان باقی رہ گئی تھی پھر دوبارہ اُسے کوٹھے پر لیگئے اور وہاں سے نیچے گرایا گیا اس مرتبہ ادہم کا کام تمام ہوگیا ماہم انکہ نے اپنے بیٹے کی لاش دہلی روانہ کی تاکہ وہاں دفن کردی جائے۔ ماہم انکہ پر رنج و غم ایسا طاری ہوا کہ چالیس روز کے بعد وہ بھی دنیا سے رخصت ہوا۔ آتکہ دائی کے شوہر اور اُس کے قرابت داروں کو کہتے ہیں اور انکہ (نون کے ساتھ) خود دائی کو اور کوکہ دودھ شریک بھائی کو کہتے ہیں۔ منعم خاں جو اس قتل کا محرک تھا اپنے چچیرے بھائی حاکم کابل کے پاس بھاگ گیا۔ پرگنۂ سورت کے جاگیردار کے میر منشی نے منعم خاں کو گرفتار کرکے بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیا بادشاہ نے منعم کا قصور معاف کرکے اُسکی قدر افزائی کی عرش آشیانی نے خطاب اور منصب انکہ خانی اُس کے بڑے بیٹے میرزا عزیز کوکہ کو عنایت فرما کر اُس کے مرتبہ میں ترقی کی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ گکھڑوں کا گروہ چونکہ ہمیشہ تیموری خاندان کی اطاعت کیا کرتا تھا شیر شاہ نے اپنے زمانے میں کئی مرتبہ اُن پر لشکر کشی کرکے اُن کو تباہ اور برباد کیا۔ اِن گکھڑوں نے شیر شاہ کی اطاعت نہ کی اور اُس نے خود اِن پر فوج کشی کرکے گکھڑوں کے سردار سارنگ خاں کو حیلے اور بہانے سے گرفتار کرکے قتل کر ڈالا اور اُس کے فرزند کمال خاں کو اپنے ساتھ لے جا کر اُسے گوالیار کے قلعے میں قید کردیا۔ اس کے بعد سلطان آدم گکھڑ سارنگ کا بھائی اپنے قبیلہ کا سردار ہوا اور بھائی کی طرح آدم بھی افغانوں کا دشمن ہی رہا۔ شیر شاہ کے بعد سلیم شاہ نے بھی گکھڑوں پر فوج کشی کی گکھڑوں نے ہزاروں حیلوں سے افغانوں کو ایسا تنگ کیا کہ افغانی سپاہی بڑی مشکلوں سے لشکر کے باہر نکلتے تھے۔ افغانی فوج میں جو شخص لشکر سے نکلتا تھا گکھڑ اُسے گرفتار کرکے قندھار۔ کابل اور بدخشاں بھیجکر فروخت کرتے تھے اور اگر کسی افغانی پر اُنھیں کچھ رحم آتا تھا تو اُسے اپنے ہی لشکر میں معقول رقم پر بیچ ڈالتے تھے۔ سلیم شاہ وہاں سے پھرا اور اُن کے ملک کو تباہ اور برباد کرتا ہوا گوالیار واپس آیا۔ سلیم شاہ نے پنجاب کے امیروں کو گکھڑوں کی تباہی پر مامور کیا اور قیدی گکھڑوں کے بارے میں یہ حکم دیا کہ تمام اسیروں کو ایک گھر میں

بند کر کے اُس گھر میں بارود بھر کر اُسے آگ سے اڑا دیا چنانچہ تمام قبیلہ اسی طرح ہلاک ہوگیا صرف کمال خاں گکھڑ خدا کے حکم سے گھر کے ایک کونے میں چھپکر محفوظ رہا سلیم شاہ کو کمال کی زندگی کی خبر ہوئی اور اُس نے کمال سے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیئے شدید قسم لے کر پنجاب جانے کی اجازت دی۔ کمال خاں پنجابی امیروں کے ساتھ گکھڑوں کے ملک فتح کرنے میں مصروف ہی تھا کہ سلیم شاہ نے دنیا سے کوچ کیا جس وقت ہمایوں بادشاہ پنجاب میں داخل ہوا تو کمال خاں نے اُس کی ملازمت کر کے جنت آشیانی کی پسندیدہ خدمتیں انجام دیں۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں کمال خاں نے سرکار کرہ مانک پور میں جاگیر پائی اور افغانوں کے مقابلہ میں خان زماں کے ساتھ ہو کر بیحد مردانگی اور شجاعت سے لڑا اس لیئے عرش آشیانی نے حکم دیا کہ پنجاب کے امیر آدم سلطان کو جس نے جنت آشیانی کی اطاعت نہ کی تھی امارت سے ہٹا کر کمال خاں کو اُس کی جگہ گکھڑوں کا سردار بنا دیں۔ امرائے پنجاب نے کمال خاں کا ساتھ دیا اور گکھڑوں کا ملک فتح کر کے سلطان آدم کو زندہ گرفتار کیا اور کمال خاں کو سرکش گکھڑوں کا حاکم بنایا۔ اُسی سال خواجہ معین میرزا شرف الدین حسین کا باپ جو خواجہ ناصر الدین عبداللہ کی اولاد میں تھا ترکستان سے لاہور آیا۔ میرزا شرف الدین شاہی حکم کے مطابق لاہور گیا اور باپ کو ساتھ لے کر آگرہ روانہ ہوا۔ عرش آشیانی نے خواجہ معین کا استقبال کیا اور اُسے آگرہ میں لے آئے۔ اسی دوران میں میرزا شرف الدین حسین کے دل میں وہم نے جگہ کی اور وہ اجمیر بھاگ گیا۔ میرزا شرف کے جانے سے اُس نواح میں کچھ فساد پیدا ہوا اس لیئے بیرم خاں کا بھانجہ حسین قلی خاں ذوالقدر ناگور کی حکومت پر متعین کیا گیا۔ میرزا نے اجمیر اپنے ایک معتمد کے سپرد کیا اور خود جالور کی طرف جو سرحد گجرات میں ہے روانہ ہوگیا۔ حسین قلی اجمیر پہونچا اور اُس نے صلح سے شہر پر قبضہ کر لیا۔ شاہ ابوالمعالی جو بادشاہ کی قید سے نجات پا کر مکہ معظمہ گیا ہوا تھا اب واپس ہو کر میرزا شرف الدین حسین سے ملا۔ میرزا شرف کے اشارے سے ابوالمعالی ۹۷۱ھ میں نارنول پہونچا اور دست اندازی کرنے لگا۔ حسین قلی خاں نے یوسف بیگ اور احمد بیگ اپنے دو ملازموں کو ابوالمعالی کے تعاقب میں روانہ کیا اور خود میرزا شرف کی سرکوبی کے لیئے آگے بڑھا۔ ابوالمعالی کوچ کے وقت کمین گاہ میں چھپ رہا اور

جب احمد بیگ اور یوسف بیگ حریف سے بالکل غافل ہو کر سامنے سے گزرے تو
ابو المعالی نے حملہ کر کے دونوں کو قتل کر ڈالا بادشاہ منوہر[211] پور میں شکار کھیل رہا تھا
اُس نے ان واقعات کی خبر سنتے ہی اپنے امیروں کے ایک گروہ کو ابو المعالی کی
تنبیہ کے لئے مقرر کیا۔ شاہ ابو المعالی پنجاب روانہ ہو گیا اور پنجاب سے محمد حکیم میرزا
کے پاس کابل پہونچا۔ محمد حکیم میرزا نے اپنی بہن کا ابو المعالی کے ساتھ نکاح کر کے
اُس کے مرتبہ کو بہت زیادہ بلند کیا۔ ابو المعالی کے دماغ میں کابل کی حکومت کا
سودا سمایا اُس نے سب سے پہلے اپنی ساس کو جو سلطنت کی مختار کامل تھی جبر و ظلم
سے حرم میں لا کر اسے قتل کر ڈالا اور خود میرزا محمد حکیم کا جو خرد سال تھا وکیل بنا۔ ابو المعالی کا
ارادہ تھا کہ میرزا کا قدم بھی درمیان سے اُٹھا کر خود کابل کا حکمراں بن جائے۔ سلیمان میرزا
نے کابل پہونچکر ابو المعالی کو تہ تیغ کیا۔ میرزا شرف کو ابو المعالی کے فرار ہونے کی
اطلاع ہوئی اور میرزا شرف جالور سے بھاگ کر احمد آباد گجرات پہونچا بادشاہ شکار سے
فارغ ہو کر دہلی میں داخل ہوا عرش آشیانی چھار[212] سو پہونچے اور میرزا شرف کے ایک
غلام مسمی قتلق نے بادشاہ کی جان لینے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کی سواری کے ساتھ
خلقت خدا کا ہجوم تھا قتلق اس اژدحام میں ماہم انکہ کے مدرسہ کے پاس آیا اور
اُس نے ہاتھ نیچا کر کے ایک تیر بادشاہ کی طرف پھینکا لوگ یہ سمجھے کہ قتلق کسی جانور کو
نشانہ لگا رہا ہے بادشاہ ہاتھی پر سوار تھا تیر سیدھا بادشاہ کی طرف آیا اور عرش آشیانی
کے کاندھے میں قریب ایک بالشت کے اندر گھس گیا۔ تیر ابھی شانہ ہی میں تھا
کہ قتلق کو لوگوں نے پارہ پارہ کر ڈالا۔ تیر بادشاہ کے کاندھے سے نکالا گیا اور عرش آشیانی کو
روئی کی قبا پہنا دی گئی بادشاہ نے مطلقاً بے تابی نہیں ظاہر کی بلکہ اُسی طرح سوار اپنے
محل تک آئے۔ حکیم عین الملک گیلانی نے مسیحائی کی اور ایک ہفتہ میں بادشاہ کو
اس زخم سے بالکل صحت ہو گئی عرش آشیانی آگرہ پہونچے اور آصف خاں ہروی کو
کڑہ مانک پور کی صوبہ داری پر بھیجا اور خود ہاتھی کا شکار کھیلنے کے لئے قلعہ نرور روانہ
ہوئے۔ بادشاہ نے اس شکار میں جدت اور تصرف سے کام لیا۔ عبداللہ خاں
اوزبک حاکم مالوہ نے بہت سے ہاتھی حاصل کئے تھے لیکن ان میں سے بادشاہ
کے لئے ایک ہاتھی بھی اس نے نہ بھیجا۔ عرش آشیانی برسات کے موسم میں تنہا

مندو روانہ ہوئے۔ محمد خاں نیشاپوری حاکم سارنگ پور نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی۔ عرش آشیانی اوجین وارد ہوئے اور عبداللہ خان اوزبک خوف زدہ ہوکر اپنے اہل وعیال اور اسباب کے ہمراہ گجرات کی طرف بھاگا۔ بادشاہ نے عبداللہ خاں کے تعاقب میں پچیس کوس کا دھاوا کیا۔ بادشاہ کا ہراول عبداللہ خاں تک پہونچگیا عبداللہ خاں نے جب کوئی اور چارۂ کار نہ دیکھا تو پلٹ کے لڑنے کو تیار رہوا اس لڑائی میں عبداللہ خان[۲۱۳] کو فتح ہوئی اور وہ اطمینان کے ساتھ گجرات روانہ ہوا عرش آشیانی مندو چلے گئے اور شہر میں داخل ہوکر شاہانِ خلجی کی بنا کردہ عمارتوں کا تماشہ دیکھنے میں مشغول ہوئے۔ میراں مبارک شاہ فاروقی والیٔ برہان پور نے بادشاہ کی اطاعت کی اور اپنی بیٹی بادشاہ کے حرم میں داخل کی۔ مندو کی حکومت قرابہادر خاں کے سپرد کی گئی اور بادشاہ آگرہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں قصبہ سیری کلارس[۲۱۴] کے نزدیک ہاتھیوں کا ایک جھنڈ نکل کر آیا اس جرگہ میں ایک مست کوہ پیکر ہاتھی بھی تھا۔ اہل لشکر شاہی حکم کے مطابق ہاتھیوں کو ہنکا کر قلعہ سیری کلارس کے اندر لے آئے فیل مست قلعہ کی دیوار کو توڑ کر جنگل میں بھاگا۔ ایک خاصہ کا ہاتھی سرِ راہ اس فیل مست کے مقابلہ میں چھوڑ دیا گیا۔ فیل مست نے خاصہ کے ہاتھی سے لڑائی کی اور اس طرح گرفتار ہوا۔ ۹۷۲ھ میں جولی بیگم کا بھائی خواجہ معظم جو بادشاہ کا خالو ہوتا تھا کسی بے اعتدالی کی وجہ سے گرفتار کر کے قید کیا گیا خواجہ معظم نے اسی قید میں وفات پائی۔ اسی سال آگرہ کا قلعہ جو کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا توڑ کر از سرِ نو سنگ سرخ کا بنایا گیا قلعہ کی عمارت چار سال میں پوری تعمیر کی گئی۔

عبداللہ خان اوزبک کے واقعہ کے بعد عام طور پر یہ مشہور ہوگیا کہ بادشاہ اوزبکی امیروں سے اس قدر ناراض ہے کہ سب کو یکبارگی ہلاک اور تباہ کرنا چاہتا ہے۔ اس افواہ سے سکندر خان اوزبک اور ابراہیم خان اوزبک وغیرہ امیروں نے جو بہار اور جونپور کے صوبہ میں صاحب منصب و جاگیر تھے بادشاہ کی اطاعت سے انحراف کیا۔ علی قلی خاں سیستانی اور بہادر خاں سیستانی نے بھی اگرچہ اُن کی ماں اصفہانی تھی اور وہ خود عراق میں پیدا ہوئے تھے لیکن چونکہ اُن کے آباؤ اجداد اوزبک تھے اور نیز اپنی پہلی لغزشوں پر دل میں خوف زدہ بھی تھے

اپنے کو بھی اوزبکی امرا میں سمجھا اور باغی گروہ کے سردار بن گئے۔ آصف خاں ہروی کی جاگیر بھی سیستانیوں کے پڑوس میں تھی یہ امیر بھی خزانوں کے واقعہ کو دل میں جگہ دیکر سیستانی امیروں سے مل گیا اور قریب تیس ہزار منتخب اور آزمودہ کار سواروں نے یکبارگی مخالفت کا اعلان کردیا اور جس قدر ملک پر ہوسکا قابض ہوگئے۔ عرش آشیانی کی عادت تھی کہ مہمات سلطنت انجام دینے میں تعجیل سے کام نہ لیتے تھے۔ بادشاہ نے ان واقعات کے باب میں ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالا۔ عرش آشیانی اسی سال شکار کھیلنے بیانہ سے نزور گڈھہ روانہ ہوئے بادشاہ خود شکار کرنے میں مصروف ہوا اور اشرف خاں منشی کو سکندر خاں اوزبک کے پاس بھیجا تاکہ اُسے دلاسا دیکر بادشاہ کے پاس لے آئے اور لشکر خاں بخشی کو آصف خاں ہروی کے پاس بھیجا کہ خزانوں اور مال غنیمت میں سے جو کچھ بادشاہ کی پیشکش کے لائق ہو وہ آصف خاں سے لیکر جلد واپس آئے۔ مذکورۂ بالا خزانوں کی حکایت یہ ہے کہ آصف خاں ہروی پنجہزاری امیر اور کڑہ مانک پور کا جاگیردار مقرر ہوا۔ آصف خاں کے پڑوس میں گڈھہ کی سلطنت تھی اُس جوار کی وجہ سے آصف خاں نے گڈھہ کو جو اُس سے پہلے کسی مسلمان بادشاہ سے فتح نہ ہوا تھا فتح کرنا چاہا۔ گڈھہ کی حاکم ایک عورت مسماۃ رانی درگاوتی تھی یہ رانی حسن سیرت وصورت سے آراستہ تھی۔ آصف خاں نے بھی مرہٹہ لشکر رانی کی سرحد پر بھیجا اور ملک کو اچھی طرح تاخت وتاراج کیا آخر میں آصف خاں خود پانچ یا چھ ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ گڈھہ پر حملہ آور ہوا رانی بھی پندرہ سو ہاتھیوں اور آٹھ ہزار سوار اور پیادوں کی جمعیت سے آصف خاں کے مقابلہ میں آئی فریقین میں ایک شدید اور خونریز لڑائی ہوئی اتفاق سے ایک تیر رانی کی آنکھ میں لگا۔ رانی اب جنگ سے دست بردار ہوئی اور اپنے ناموس کی حفاظت کو مقدم سمجھکر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر اُس نے اپنی جان سے ہاتھ دھویا اور فیل بان سے خنجر لے کر اپنے کو ہلاک کر ڈالا آصف خاں گڈھہ کے قلعہ میں جو رانی کا مسکن تھا داخل ہوا۔ رانی کا خردسال بیٹا ہجوم خلائق میں پیروں کے نیچے کچلکر ہلاک ہوا جواہرات سونے کی تصویروں اور نفیس اور مرصع چیزوں کے

علاوہ ایک سو ایک گنگال تانبے کے طلائی اشرفیوں سے بھرے ہوئے رانی کی سرکار سے آصف خاں کے ہاتھ آئے۔ آصف خاں نے پندرہ سو ہاتھیوں میں سے صرف تین سو ہاتھی بادشاہ کے لئے روانہ کئے اور باقی تمام چیزوں پر خود قابض ہوگیا۔ عرش آشیانی شکار کھیلتے ہوئے گڈھ کے جوار میں وارد ہوئے ہوا کی گرمی اور باد مخالف کے اثر سے بادشاہ بیمار ہوئے اور آگرہ واپس گئے اشرف خاں منشی اور لشکری خاں بخشی کی باتوں سے مخالفوں کو کچھ تنبیہہ نہ ہوئی اور شاہی حکم کے موافق شاہم خاں جلایر شاہ بداغ خاں اور محمد دیوانہ وغیرہ جو اس نواح کے جاگیر دار تھے سکندر خاں اور ابراہیم خاں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ عین لڑائی کے وقت بہادر خاں بھی سکندر وغیرہ سے آملا۔ شاہم خاں کو شکست ہوئی اور بداغ خاں اور محمد امین دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوگئے۔ عرش آشیانی کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نے منعم خاں خانخاناں کو ایک جرار فوج کے ہمراہ بطور مقدمۂ لشکر روانہ کیا اور خود بھی شوال ۹۷۲ھ میں اس طرف روانہ ہوا عرش آشیانی قنوج پہنچے اور (لشکر گاہ) سے جدا ہو کر سکندر خاں اوزبک پر جو لکھنوتی کے قلعہ میں مقیم تھا دھاوا کیا سکندر خاں اوزبک کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے لکھنوتی سے بھاگ کر خان زماں کے پاس پناہ لی علی قلی خاں اور بہادر خاں نرہن گھاٹ[۲۱] کی طرف گئے اور دریائے گنگا کے اس پار اترے۔ بادشاہ بھی جونپور پہونچا آصف خاں ہروی نے بادشاہ کی اطاعت کی اور مجنوں خاں قاقشال جاگیر دار کڑہ مانک پور کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت کے لئے حاضر اور شاہانہ نوازش سے سرفراز ہوا۔ چند روز کے بعد آصف سیستانی جو پانچ ہزار سوار خاصہ کا افسر تھا دوسرے معتبر امیروں کے ساتھ سرکشوں کی تنبیہہ کے لئے مقرر کیا گیا۔ آصف خاں نرہن گھاٹ پہونچا اور علی قلی خاں کے لشکر کے مقابل خیمہ زن ہوا اور اپنے اطوار اور دل و زبان سے معاملہ کو لیت و لعل میں ڈال رہا تھا۔ بادشاہ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی اور اس نے آصف خاں کی جاگیر میں تغیر و تبدل کیا۔ آصف خاں آدھی رات کو اپنے بھائی وزیر خاں کے ساتھ لشکر سے گڈھ روانہ ہوگیا عرش آشیانی نے منعم خاں خانخاناں کو اس کی فوج کے ساتھ آصف خاں کی جگہ پر روانہ کیا۔

علی قلی خاں نے سکندر خاں اور بہادر خاں کو میان دوآب بھیجا تاکہ دونوں
آگرہ تک سارا ملک تاخت وتاراج کرکے اُس نواح میں بدامنی پیدا کردیں۔
بادشاہ نے شاہ بداغ خاں اور اُس کے بیٹے مطلب خاں اور اقبال خاں لنگ
اور حسین خاں اور سعید خاں اور راجہ ٹوڈرمل اور محمد امین دیوانہ اور محمد خاں
افغان سور اور محمد معصوم خاں اور لشکر خاں بخشی کو مشہد مقدس کے ایک نامی گرامی
سید امیر معز الملک کی ماتحتی میں بہادر خاں سیستانی کے مقابلہ کو روانہ کیا۔ اس وقت
علی قلی خاں نے منعم خان خانخاناں کو اپنے گناہوں کا شفیع بناکر بادشاہ سے اپنے قصور کی
معافی چاہی اور اپنی ماں اور ابراہیم خاں اوزبک کو جسے بجائے اپنے چچا کے سمجھتا تھا کوہ پیکر
ہاتھیوں کے ساتھ بادشاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا۔ عرش آشیانی نے علی قلی کی خطا
معاف کی اور جونپور کو بدستور اُس کی جاگیر میں بحال رکھا۔ میر معز الملک بہادر خاں
سکندر خاں کے سر پہونچ گیا اور اُس نے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا لیکن بہادر خاں نے
معز الملک کو پیغام دیا کہ میرے بھائی نے اپنی والدہ کو بادشاہ کے حضور میں بھیجکر
اپنی خطا کی معافی مانگی ہے شاہی جواب ملنے تک معرکہ آرائی کو ملتوی رکھنا مناسب ہے
معز الملک نے بہادر خاں کی درخواست کو قبول نہ کیا اور جنگ کی صفیں آراستہ کیں
اور دشمن کے مقدمۂ لشکر یعنی سکندر خاں اوزبک پر حملہ کرکے اُس کی فوج کو درہم و برہم
کردیا سکندر خاں سامنے سے بھاگا اور اُس کے بہت سے سپاہی میدانِ جنگ
میں کام آئے۔ بہادر خاں جو اُس وقت تک اپنی فوج کو ساتھ لیئے ہوئے خاموش
کھڑا تھا سکندر خاں کو فراری اور اُس کے سپاہیوں کو مقتول دیکھ کر شاہی فوج پر
حملہ آور ہوا۔ بہادر خاں کے حملے نے شاہی فوج کو درہم و برہم کردیا میر معز الملک
میدان جنگ سے قنوج بھاگا اور بہادر خاں اور اُس کے سپاہیوں کو بشیار مال غنیمت ملا
اس درمیان میں صلح ہوگئی اور عرش آشیانی جونپور علی قلی کی والدہ کو عنایت کرکے خود
سیر کے لیئے قلعہ چنار اور بنارس کی طرف روانہ ہوئے۔ علی قلی خاں نے سکندر خاں کی
ترغیب سے دریائے گنگا کو عبور کیا اور غازی پور اور دوسرے پرگنوں پر قبضہ کرلیا۔
بادشاہ نے علی قلی خاں پر عتاب فرماکر حکم دیا کہ اشرف خاں جونپور جاکر علی قلی کی والدہ کو
قید کرے اور خود جلد سے جلد غازی پور روانہ ہوا۔ علی قلی خاں نے ایک گنجان جنگل میں

پناہ لی اور بہادر خاں اور سکندر خاں اور ابراہیم خاں جلد سے جلد رات کے وقت جونپور پہونچے اور زینہ لگا کر قلعہ کے اندر پہونچے اور اپنی ماں کو قید سے چھڑا کر اشرف خاں کو گرفتار کیا اور بنارس روانہ ہو گئے۔ عرش آشیانی یہ خبر سنکر جونپور پہونچے اور بادشاہ نے تمام ممالک محروسہ کے لشکر کو حاضر ہونے کا فرمان صادر کیا۔ خان زماں نے خوف زدہ ہوکر دوبارہ عاجزی کے ساتھ تقصیر کی معافی چاہی بادشاہ چونکہ بہادر خاں کو بچپن ہی سے بھائی کہتا تھا اور علی قلی خاں کو بھی اس کی سابقہ خدمتوں کی وجہ سے بید دوست رکھتا تھا اور نہ چاہتا تھا کہ دونوں کو بالکل تباہ اور برباد کرے اس لئیے عرش آشیانی نے اس مرتبہ بھی دونوں بھائیوں کا قصور معاف کیا اور اُن کی جاگیریں اُن کو عنایت کیں معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ قدیم زمانہ کا ایک فرمانروا کہا کرتا تھا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ گناہوں کے معاف کرنے میں مجھے کیا لذت ملتی ہے تو لوگ گناہوں کا تحفہ لیکر میرے پاس آئیں اور صرف گناہوں کو میری نزدیکی کا وسیلہ بنائیں عرش آشیانی نے خان زماں کا قصور معاف کرکے اُس کو اپنے سامنے حاضر ہونیکا حکم دیا۔ خان زماں نے خجالت اور شرمندگی کو نہ آنے کا سبب بتایا اور کہا کہ بادشاہ کے تشریف لے جانے کے بعد خان زماں اپنے بھائی کے ہمراہ آستانہ بوسی کے لئیے حاضر ہوگا۔ عرش آشیانی نے خان زماں کا عذر قبول کیا اور اُس سے قسم لیکر خود آگرہ روانہ ہوئے۔ عرش آشیانی آگرہ پہونچے اور مہدی قاسم خاں کو چار ہزار سواروں کے ساتھ آصف خاں ہروی کی سرکوبی اور گڑھہ کی حکومت کے لئیے روانہ کیا علی قلی خاں نے جس کے دل میں اب تک مخالفت کا مادہ موجود تھا آصف خاں کو جونپور میں اپنے سے ملا لیا لیکن آصف خاں علی قلی کے تکبر اور غرور کی وجہ سے چھ مہینے کے بعد اُس سے ناراض ہوکر اپنے بھائی وزیر خاں کے ساتھ گڈھہ کی طرف بھاگا۔ بہادر خاں سیستانی نے اُس کا تعاقب کیا اور آصف خاں ہروی کے ساتھ جنگ کرکے اُسے شکست دی وزیر خاں نے موقع پاکر بہادر خاں پر حملہ کیا اور اُس کو پسپا کرکے اپنے نیم جان بھائی کو قید سے آزاد کرایا اور دونوں ساتھ ہوکر گڈھہ پہونچے اور وہیں مقیم ہوئے۔ اسی دوران میں محمد حکیم میرزا کے ایلچی کابل سے ہندوستان آئے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ

ابوالمعالی کے قتل کے بعد سلیمان میرزا نے کابل میں اپنے نام کا خطبہ جاری کیا ہے اور میرزا اسلطان نام ایک شخص کو اپنی طرف سے کابل کا حاکم مقرر کر کے خود بدخشاں واپس گیا ہے۔ محمد حکیم میرزا نے میرزا اسلطان کو کابل کے باہر نکال دیا ہے اب سُنا گیا ہے کہ سلیمان میرزا کابل پر حملہ کرنے کے لئے فوج جمع کر رہا ہے اگر اسوقت حکیم میرزا کی مدد کی جائے تو ذرہ پروری سے بعید نہ ہوگا۔ عرش آشیانی نے امرائے پنجاب کے نام فرامین جاری کئے اور محمد قلی خاں حاکم ملتان کو لکھا کہ سلیمان میرزا کے کابل پر دھاوا کرتے ہی محمد قلی وہاں پہونچکر سلیمان میرزا کا مقابلہ کرے۔ فریدوں خاں کابلی جو شاہی امیر اور محمد حکیم میرزا کا ماموں تھا بادشاہ سے رخصت ہوکر محمد حکیم میرزا کے پاس کابل روانہ ہوا تاکہ وہاں پہونچکر حکیم میرزا کی مدد کرے لیکن قبل اس کے کہ شاہی فرامین امیروں کے نام پہونچیں سلیمان میرزا نے کابل پہونچکر قلعہ کا محاصرہ کرلیا حکیم میرزا سلیمان کا مقابلہ نہ کرسکا اور سندھ میں آکر پناہ گزیں ہوا۔ فریدوں خاں نے دریائے سندھ کے کنارے حکیم میرزا سے ملاقات کی اور اُسے سمجھا دیا کہ اندنوں بادشاہ علی قلی خاں اور دوسرے اوزبک امیروں کے فتنوں میں گرفتار ہے اور اُسے لاہور آنیکا بالکل موقع نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ تم لاہور پہونچکر شہر پر قبضہ کرو اور پنجاب کے امیروں کو اپنا بناکر سلیمان میرزا کی سرکوبی کی بہترین تدبیر کرو۔ حکیم میرزا فریب میں گرفتار ہوکر لاہور روانہ ہوا۔ قطب الدین محمد خاں اتکہ اور میر محمد خاں وغیرہ امرائے لاہور قلعہ بند ہوگئے اور اُنھوں نے مدافعت شروع کی۔ محمد حکیم میرزا نے مہدی قاسم کے باغ میں قیام کر کے ہرچند کوشش کی کہ امرائے پنجاب اُس کا ساتھ دیں لیکن کامیابی نہ ہوئی بادشاہ نے علی قلی خاں کے مہمات کا سرانجام چندے ملتوی رکھا اور آگرہ منعم خاں کے سپرد کر کے خود جمادی الاول ۹۷۴ھ کی چودھویں رات کو جلد سے جلد لاہور روانہ ہوئے۔ بادشاہ سرہند سے ابھی گذرے بھی نہ تھے کہ اُن کے آنے کی خبر لاہور پہونچ گئی قلعہ بندوں نے نقارۂ شادیانہ بجوانا شروع کیا۔ حکیم میرزا سو رہا تھا نقارہ کی آواز سنکر جاگا اور شادیانہ کے بجنے کی وجہ پوچھی لوگوں نے کہا کہ بادشاہ دھاوا کرتا ہوا آرہا ہے اور نزدیک پہونچ گیا ہے میرزا سمجھا کہ لاہور اور بادشاہ کے درمیان صرف ایک کوس کا

فاصلہ رہگیا ہے۔ حکیم میرزا فوراً لاہور سے کابل روانہ ہوگیا۔ چونکہ سردی کا آغاز ہوچکا تھا سلیمان میرزا کابل چھوڑ کر بدخشاں پہونچ چکا تھا حکیم میرزا نے میدان خالی پایا اور کابل کی حکومت پر قانع ہوگیا۔ بادشاہ لاہور پہونچا اور اُس نواح میں قمرغہ میں شکار کھیلنے میں مصروف ہوا وزیر خاں نے شکار گاہ میں بادشاہ سے ملاقات کی اور آصف خاں کی خطا معاف فرمانے کی درخواست کی۔ عرش آشیانی نے آصف خاں کا قصور معاف فرمایا اور وزیر خاں کو پنجہزاری امیروں میں داخل کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ آصف خاں ہروی مجنوں خان قاقشال کے ساتھ کڑہ مانک پور میں قیام کرکے اُس نواح کی محافظت کرے۔ بادشاہ نے پنجاب کے سفر کا ارادہ کیا اور محمد سلطان میرزا کی اولاد نے فتنہ وفساد برپا کرنا شروع کیا سلیمان میرزا کا امیر تیمور صاحبقراں کی اولاد میں ہونا اور میرزا کا نسب نامہ حضرت فردوس مکانی کے حالات میں تفصیل سے بیان ہوچکا ہے۔ سلطان میرزا کی ماں سلطان حسین کی بیٹی تھی۔ حسین میرزا نے جنت آشیانی کے زمانے میں نمک حرامیاں کیں لیکن بادشاہ نے ہر مرتبہ اُس کا قصور معاف کیا۔ میرزا کا بڑا بیٹا الغ میرزا ہزارہ کی لڑائی میں کابل میں مارا گیا اور اُس کے چھوٹے فرزند شاہ میرزا نے اپنی موت سے وفات پائی۔ الغ میرزا نے دو بیٹے اپنی یادگار چھوڑے جن کے نام سکندر سلطان اور محمود سلطان ہیں جنت آشیانی نے سکندر سلطان کو الغ میرزا اور محمود سلطان کو شاہ میرزا کے نام سے موسوم کرکے دونوں کی تربیت کی۔ محمد سلطان میرزا اپنی تمام اولاد کے ساتھ سنہ جلوس میں پھر ہندوستان آیا اور سرکار سنبھل میں پرگنہ آدم پور اُس کی مدد معاش کے لیئے عنایت کیا گیا۔ اِس بڑھاپے میں آدم پور میں محمد سلطان کے چار بیٹے پیدا ہوئے محمد حسین میرزا۔ ابراہیم میرزا۔ مسعود میرزا اور عاقل میرزا یہ چاروں بھائی ہنوز خردسال ہی تھے کہ بادشاہ نے اُن کی تربیت کرکے چاروں کو گروہِ امرا میں داخل کیا اور جونپور کی یورش کے بعد بادشاہ سے اجازت لیکر چاروں بھائی اپنی جاگیر کو سنبھل روانہ ہوگئے۔ جس زمانے میں کہ بادشاہ حکیم میرزا کے فتنہ کو فرد کرنے کے لیئے پنجاب روانہ ہوا تو ان چاروں بھائیوں نے اپنے چچیرے بھائیوں سکندر سلطان اور محمود سلطان کے ساتھ جو الغ میرزا اور شاہ میرزا کے نام سے موسوم تھے ایک دل ہوکر

بغاوت کی اور رذیلوں اور کمینوں کا ایک گروہ اپنے گرد جمع کر کے دست اندازی کرنے لگے۔ اُس نواح کے جاگیرداروں نے میرزاؤں کو مغلوب کر کے انھیں مالوہ کیطرف بھگا دیا اِس زمانے میں مالوہ میں کوئی صاحب اقتدار حاکم نہ تھا۔ فراری میرزا مالوہ پر قابض ہو گئے۔ منعم خاں خان خاناں نے محمد سلطان میرزا کو سرکار سنبھل سے گرفتار کر کے بیانہ کے قلعے میں قید کر دیا محمد سلطان نے اسی قید میں وفات پائی۔ اسی طرح علی قلی خاں سیستانی سکندر خان اوزبک اور دوسرے امیروں نے حکیم میرزا کے ورود لاہور کی خبر سُنی اور پیمان شکنی کر کے اپنی اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے۔ ان امیروں نے قنوج اور اودھ اور دوسرے ملکوں اور پرگنوں پر قبضہ کر کے بہت بڑی جمعیت بہم پہونچائی۔ عرش آشیانی ان امیروں کی سرکوبی کے لیئے لاہور سے آگرہ پہونچے اور لشکر کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ عرش آشیانی دو ہزار ہاتھیوں اور ایک جرار لشکر کے ساتھ جونپور روانہ ہوئے خان زماں نے سید یوسف مہدی کا قلعہ میر گڈھ میں محاصرہ کر رکھا تھا اُس نے بادشاہ کی آمد کی خبر سُنی چونکہ اُسے یقین نہ تھا کہ عرش آشیانی اس قدر جلد واپس آجائینگے بدحواس ہو کر میر گڈھ سے روانہ ہوا اور بہادر خاں کے پاس کڑہ مانک پور پہونچ گیا۔ بہادر خاں نے کڑہ میں مجنون خاں قاقشال کا محاصرہ کیا تھا۔ عرش آشیانی نے خان زماں کا تعاقب کیا اور کڑہ روانہ ہوئے۔ بادشاہ پرگنہ رائے بریلی پہونچا۔ اور اسے معلوم ہوا کہ خان زماں نے دریائے گنگا کو عبور کر کے مالوہ پر دھاوا کرنے کا ارادہ کیا ہے خان زماں کا مقصد یہ تھا کہ محمد سلطان میرزا کی اولاد سے مل کر اُسی نواح پر اپنا قبضہ کرے اور اگر اُسے کچھ مدد مل جائے تو شاہان دکن کے پاس جا کر پناہ گزیں ہو عرش آشیانی رات کے وقت کڑہ مانکپور کے گھاٹ پر پہونچے۔ اُس وقت کوئی کشتی موجود نہ تھی بادشاہ ایک تیز ہاتھی سندر نام پر سوار ہوا ہر چند امیروں نے منع کیا لیکن بادشاہ نے کسی کی نہ سنی اور خدا پر بھروسہ کر کے گنگا میں ہاتھی ڈال دیا۔ بادشاہ کے اقبال سے دریا پایاب ہوا اور ہاتھی کو تیرنے کی ضرورت نہ ہوئی بادشاہ کوہ پیکر ہاتھیوں اور سو سواروں کے ساتھ دریا کے اُس پار پہونچ گیا اور صبح کے قریب علی قلی خاں کے لشکر پر جا پہونچا۔ اسی وقت آصف خاں اور مجنون خان ایک بڑے لشکر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علی قلی خاں اور بہادر خاں جانتے تھے کہ بادشاہ

اپنے تھوڑے آدمیوں کے ساتھ رات کو دریا کو عبور نہ کریگا اِس لئیے دونوں بھائی شراب پینے اور ناچ دیکھنے میں مشغول تھے۔ شاہی لشکر کا ایک آدمی خان زماں کے خیمہ کے قریب پہونچا اور اُس نے چلا کر کہا کہ غافلو بادشاہ دریا کو عبور کرکے تمھیں سزا دینے کے لئیے یہاں پہونچ گیا ہے۔ خان زماں وغیرہ اِس شخص کی آواز کو بھی آصف خاں اور مجنون خاں کی حیلہ سازی سمجھے کہ دفعتہً نقارۂ شاہی کے بجنے کی آوازان کے کانوں کو سُنائی دی۔ یہ اجل گرفتہ امیر بدحواس اپنی مجلس سے اُٹھے اور صف آرائی میں مشغول ہوئے ذی الحجہ ۹۷۴ھ کی پہلی تاریخ کو دوشنبہ کے دن چاشت کے وقت لڑائی شروع ہوئی۔ بابا خاں قاقشال جو بادشاہی ہراول تھا اُس نے حریف کے ایک گروہ کو جو اُس کے مقابلہ کے لئیے سامنے آیا تھا پسپا کرکے علی قلی خاں کی فوج تک کو بھگا دیا۔ بہادر خاں نے اِس وقت علی قاقشال پر حملہ کیا اور قاقشال کی فوج کو مجنون کی صف تک پہونچا دیا۔ باوجودیکہ بہادر خاں کی فوج میں بے ترتیبی واقع ہوگئی تھی لیکن اُس نے بلا کسی خیال کے مجنون خاں کی صف پر حملہ کیا اور اِس فوج کو درہم و برہم کرکے اُس نے ارادہ کیا کہ فوج خاصہ پر حملہ کرے اس درمیان میں چند معتبر امیروں نے بہادر خان کی مدافعت کی کوشش کی۔ بادشاہ ہاتھی پر سوار تھا اور اُس کا ردیف خان اعظم عزیز کوکہ تھا۔ عرش آشیانی احتیاط کا خیال کرکے ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ غرضکہ کفران نعمت نے اپنا کام کیا اور بہادر خاں کا گھوڑا تیر کا زخم کھا کر زمین پر گرا بہادر خاں پیادہ ہوگیا ہنوز یہ خبر بادشاہ کو نہ پہونچی تھی کہ عرش آشیانی نے بذات خود جنگ کا ارادہ کرکے اپنے ہاتھیوں کو یکبارگی علی قلی خاں کی فوج کی طرف ہنکایا سب سے پہلے ہیرانند نام شاہی ہاتھی علی قلی خاں کی فوج کی طرف دوڑا رودیانہ نام ایک ہاتھی حریف کی طرف سے شاہی فیل کے مقابلہ میں آیا۔ ہیرانند نے رودیانہ کو ایسی ضرب لگائی کہ رودیانہ فوراً زمین پر گر پڑا۔ اِس ہاتھی کے گرتے ہی طرفین سے سوار اور پیادوں نے دشمنوں پر حملہ شروع کردیا اور لڑائی کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اتفاق سے ایک تیر علی قلی خاں کے لگا علی قلی خاں تیر اپنے بدن سے نکال رہا تھا کہ دوسرا تیر اُس کے گھوڑے کے لگا۔ گھوڑا تیر کھا کر ایسا کمزور ہوا کہ علی قلی خاں اُس کی پیٹھ سے اُتر آیا۔ علی قلی کے ایک ہی خواہ نے دوسرا گھوڑا اُس کے لئیے حاضر کیا اور چاہا کہ

علی قلی کو سوار کرے کہ ناگاہ نرسنگھ نام شاہی فیل نے وہاں پہونچکر علی قلی خاں کو پامال کردیا۔ علی قلی خاں کے فنا ہوتے ہی اُس کے سپاہی بھاگنے لگے۔ اسی درمیان میں نظر بہادر نام ایک شخص نے بہادر خاں کو زندہ گرفتار کیا اور اُسے بادشاہ کے سامنے لے آیا۔ بادشاہ نے بہادر خاں سے کہا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا بُرائی کی تھی جو تم نے خود میرے اُوپر تلوار اُٹھائی بہادر خاں نے خجالت کی وجہ سے اور کچھ جواب نہ دیا صرف اتنا کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ آخرِ عمر میں حضرت کا دیدار جو گناہوں کا مٹانے والا ہے میسر ہوگیا بادشاہ نے اپنی خلقی مروت کی وجہ سے اُس کے محفوظ رکھنے کا حکم دیا لیکن چونکہ علی قلی خاں کا مارا جانا ابھی یقین کو نہ پہونچا تھا شاہی ہی خواہوں نے بہادر خاں کے وجود کو باقی رکھنا مناسب نہ سمجھا اور بلا حکم شاہی اُسے قتل کردیا۔ قاسم ارسلان کے دو شعروں سے ثابت ہوتا ہے کہ خان زماں علی قلی خاں تفنگ کے زخم سے ہلاک ہوا۔ عرش آشیانی نے علی قلی خاں اور بہادر خاں کے سر پنجاب روانہ کیے اور جان علی اوزبک یار علی بیگ۔ میرزا بیگ۔ خوشحال بیگ اور میرزا شاہ بدخشی اور علی شاہ بدخشی وغیرہ کو جو علی قلی خاں کے یار و مددگار تھے گرفتار کرکے ان قیدیوں کے ہمراہ جونپور آئے۔ بادشاہ نے دوسروں کی عبرت کے لئے مذکورۂ بالا قیدیوں کو ہاتھیوں کے پیروں کے نیچے پامال کرایا۔ عرش آشیانی نے جونپور کی حکومت منعم خان خاناں کو دی۔ سکندر خان اوزبک جو قلعہ اودھ میں پناہ گزیں تھا کشتی میں بیٹھ کر گورکھپور بھاگ گیا اور عرش آشیانی بھی محرم ۹۷۵ھ میں کامیاب و فتحمند آگرہ پہونچے۔ اس زمانہ تک رانا اودے سنگھ نے اطاعت نہ کی تھی بادشاہ باوجود اس کے کہ پے درپے سفر کرچکا تھا لیکن اُس پر بھی جلد سے جلد رانا کے ملک کی طرف روانہ ہوگیا۔ عرش آشیانی شیوپور کے قلعہ پر پہونچے اس قلعے کے حاکم نے حصار خالی کردیا اور اپنے مالک سورجن راجہ کے پاس رنتھنبور روانہ ہوگیا بادشاہ نے وہ حصار اپنے نوکروں کے سپرد کیا اور قلعہ کاکرون کی طرف جو مالوہ کی سرحد ہے روانہ ہوا سلطان محمد میرزا کی اولاد جو قلعہ مندو پر قابض تھی بادشاہ کے اس طرف آنے سے بیحد پریشان ہوئی چونکہ الغ میرزا نے فوراً ہی وفات پائی باقی میرزا جلد سے جلد گجرات بھاگ گئے۔ عرش آشیانی نے مالوہ کی حکومت شہاب الدین احمد خاں نیشاپوری

سپہ گری اور کارکردن سے راناکی تنبیہ کے لیئے آگے بڑھے۔ راناجی آٹھ ہزار تجربہ کار راجپوت اور بیشمار ذخیرہ قلعہ چتوڑ میں جو پہاڑ کے اوپر واقع ہے چھوڑکر اپنے اہل وعیال کے ساتھ ایک محفوظ مقام پر مقیم ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ پر دھاوا کیا اور پانچ ہزار بڑھئی سنگتراش لوہار کھودنے والے اور کارگاروار مزدوروں کو ساباط تیار کرنے کے لیئے جو مخصوص اہل ہند کا قاعدہ ہے مقرر کیا۔ یہ لوگ ساباط تیار کرنے اور نقب کھودنے میں مشغول ہوئے ساباط سے مراد دو دیواریں ہیں جن میں ایک تفنگ انداز کا فاصلہ ہوتا ہے یہ دونوں دیواریں کسی قدر فاصلہ سے بنائی جاتی ہیں اور تختوں اور مزدور گائے کی کھال سے منڈھے ٹوکروں کی پناہ میں رہکر اُن دیواروں کو قلعے کے قریب تک پہونچاتے ہیں اور آتش باز اور نقب کھودنے والے ان دونوں دیواروں کے کشادہ راستہ سے اطمینان کے ساتھ قلعے کے نیچے آن کر نقب کھودنے میں مشغول ہوتے ہیں بارود نقب میں بھر کر اُس نقب کو آگ سے اڑاتے ہیں قلعے کی دیوار کو اس طرح توڑکر ساباط کی راہ سے سپاہی رخنۂ دیوار تک پہونچکر قلعے کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ دونوں ساباط تیار ہوگئیں اور دو نقبیں برج کے نیچے تک پہونچ گئیں دونوں نقبیں بارود سے بھری گئیں اور بارود میں آگ لگادی گئی۔ اتفاق سے ایک نقب میں آگ جلد لگ گئی اور اُس کے نیچے کا برج اڑگیا اور قلعے کی دیوار میں ایک بہت بڑا راستہ پیدا ہوگیا۔ دو ہزار سپاہی جو مسلح ہوکر کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے یہ سمجھکر کہ دونوں نقب آگ سے جل گئیں اور حصار میں ہر دو طرف راستہ پیدا ہوگیا ہے یکبارگی دونوں ساباط سے حصار کی طرف دوڑے۔ ایک ہزار آدمی رخنۂ اول پر پہونچکر راجپوتوں سے دست وگریباں ہوئے اور ایک ہزار دوسرے برج کے پاس پہونچے ان سپاہیوں نے جب اس برج میں رخنہ نہ دیکھا تو بعض تو کسی تدبیر سے پلٹ آئے اور بعضوں سے اہل قلعہ لڑنے لگے عین لڑائی کے وقت نقب نے آگ پکڑی اور برج آگ سے اُڑا اور طرفین کے سپاہیوں کے اعضاء بدن ٹکڑے ٹکڑے ہوکر میدان جنگ میں اِدھر اُدھر گرے اس حادثہ میں شاہی امیروں میں سید جمال الدین بارہہ اور مردان قلی شاہ وغیرہ پندرہ نامی امیر اور پانچ سو منتخب سوار کام آئے اور اہل قلعہ کے بھی بیشمار آدمی ضائع ہوئے۔ اس واقعہ سے اس دوسرے رخنہ کے ذریعہ سے سپاہی قلعے کے اندر

نہ داخل ہو سکے اور اُس روز قلعہ فتح نہ ہوا۔ اس حادثہ کے بعد دوسری ساباط تیار کیگئی
ایک دن بادشاہ اُس جگہ کھڑے ہو کر جہاں کہ وہ مہلک ساباط بنائی گئی تھی جنگ کا
تماشہ دیکھ رہا تھا کہ جتمل رائے[۲۲۱] جو اہل قلعہ کا سردار اور رانا کا عزیز قریب تھا تمام دن قلعہ کے
گرد اہتمام کے لیئے گشت لگاتا رہتا تھا۔ جتمل عشا کی نماز کے وقت خاصہ کی مورچل
شاہی کے سامنے آیا اور روشنی میں اُس کا چہرہ اور آنکھ دکھائی دینے لگی بادشاہ نے
خاصہ کی تفنگ جو اُس کے ہاتھ میں تھی روشنی کے برابر لاکر اس میں آگ لگائی
اتفاق سے بندوق کی گولی جتمل کی پیشانی پر لگی اور راجپوت اُس کی ضرب سے
ہلاک ہوا اہل قلعہ نے جب دیکھا کہ سردار ہلاک ہوگیا تو لڑائی سے کنارہ کش ہوگئے
اور پہلے جتمل کا بدن آگ کے نذر کیا اور اپنے گھروں کو واپس گئے۔ راجپوتوں نے
اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کو جلا کر خاکستر کیا۔ آگ کی روشنی میں جب یہ
معلوم ہوا کہ ہندوؤں نے جوہر کیا ہے یعنے اپنے اہل وعیال اور مال واسباب
سب کو آگ کے نذر کردیا ہے تو مسلمان سپاہی اُسی رات حصار کی طرف بڑھے چونکہ
مسلمانوں کا کوئی مزاحم نہ ہوا یہ لوگ اطمینان کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوگئے۔ بادشاہ
بھی صبح کو ہاتھی پر سوار ہو کر تمام امیروں اور امیرزادوں کے ساتھ جو پیادہ پا بادشاہ
کے ساتھ تھے قلعے میں داخل ہوا بہادر ہندوؤں کا ایک گروہ جو اپنے گھروں اور
مضبوط آبخانوں میں پناہ گزیں ہوگیا تھا اپنے قیام گاہ سے نکل کر مسلمانوں سے لڑنے لگا
ہندوؤں نے ایسی سرفروشی کی کہ نصف دن تک قریب دس[۲۲۲] ہزار کے کام آئے
اور بادشاہی لشکر میں سوائے نصرت علی تواچی کے اور کوئی ہلاک نہیں ہوا تین دن
کے بعد بادشاہ نے قلعہ کی حکومت آصف خاں ہروی کے سپردگی اور خود کامیاب
اور بامراد واپس ہوا۔ راستہ میں ایک مہیب شیر درختوں کے سایہ کے نیچے سے
باہر آیا بادشاہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ کوئی شخص اس جانور کا مزاحم نہ ہو۔ عرش آشیانی نے
خود ایک تیر پھینکا جانور اس تیر سے زخمی ہو کر چشمہ کے نیچے چلا گیا بادشاہ نے ایکی مرتبہ
بندوق چلائی لیکن اس پر بھی جانور کے زخم کاری نہ لگا اور شیر غضبناک ہو کر بادشاہ کی
طرف بڑھا اس درمیان میں عادل نام ایک شخص نے جان نثاری کی اور شیر کے قریب
جاکر اُس کا مقابلہ کیا غرض کہ عادل کے پہونچتے ہی دوسرے لوگ بھی شیر تک پہونچ گئے

اور جانور ہلاک کیا گیا۔ اہل لشکر نے بادشاہ کی سلامتی جان پر بہت شکر کیا عرش آشیانی آگرہ پہونچے اور تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ ابراہیم حسین میرزا اور محمد حسین میرزا چنگیز خاں گجراتی سے برگشتہ ہو کر پھر مالوہ آ گئے ہیں اور اوجین کے محاصرہ میں مشغول ہیں بادشاہ نے قلیچ خاں اندجانی اور خواجہ غیاث الدین بخشی قزوینی کو اُن کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ دونوں میرزا دریائے نربدا کی طرف بھاگ گئے اور پریشانی کے عالم میں دریا کو عبور کر کے پھر گجرات پہونچے۔ رجب سنہ ۹۷۶ھ میں عرش آشیانی نے دارالخلافت سے قلعہ رنتھنبور پر دھاوا کیا۔ بادشاہ شکار کھیلتا ہوا رنتھنبور پہونچا۔ راجہ سورجن جس نے اس قلعے کو سلیم شاہ کے غلام حجاز خاں سے خریدا تھا قلعہ بند ہو کر بادشاہ کی مدافعت کرنے لگا۔ شاہی لشکر نے قلعے کا محاصرہ کر کے آمد و شد کا راستہ بند کر دیا اور شاہی حکم کے موافق کوہ رن پر جو قلعے سے قریب ہے سرکوب تیار کر کے چند توپ اور ضرب زن پہاڑ پر لے گئے حالانکہ اس سے پہلے پہاڑ کی بلندی کی وجہ سے کوئی بادشاہ اس پر توپ نہ لے جا سکا تھا۔ ایک توپ کے سر ہونے سے بہت سے مکان خراب اور تباہ ہو جاتے تھے سورجن نے عاجز ہو کر امان چاہی اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر قلعے سے باہر نکل گیا قلعہ مع خزانوں اور ذخیروں کے بادشاہ کے قبضہ میں آ گیا۔ عرش آشیانی رنتھنبور کو فتح کر کے اجمیر شریف حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین[۲۳۳] چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے کی زیارت کر کے آگرہ واپس آئے۔ آگرہ پہونچکر بادشاہ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی قدمبوسی کے لیے قصبۂ سیکری گیا۔ اس سے پہلے عرش آشیانی کے گھر میں چند لڑکے پیدا ہو کر مر چکے تھے۔ شیخ سلیم رحمتہ اللہ علیہ نے زندہ رہنے والے لڑکوں کے پیدا ہونے کی خوشخبری سُنائی۔ اتفاق سے اُسی زمانے میں بیگم کو آثار حمل ظاہر ہوئے اور سترھویں ربیع الاول سنہ ۹۷۷ھ کو چہار شنبہ کے دن صبح کو جب آفتاب برج میزان کے درجہ میں تھا شاہزادہ سلطان سلیم حضرت شیخ کے مکان قصبۂ سیکری میں پیدا ہوا۔ خاقان اکبر نے اس عطیۂ الٰہی کے شکرانہ میں تمام ممالک محروسہ کے قیدیوں کو آزاد کیا خواجہ حسین ثنائی[۲۳۴] نے تہنیت میں ایک قصیدہ نظم کیا جس کے اشعار کے پہلے مصرعے سے سن جلوس اکبری اور دوسرے مصرعوں سے سنہ ولادت شاہزادہ سلیم

برآمد ہوتا ہے اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔ للہ الحمد از پے جاہ و جلال شہریار۔ گوہر مجد از محیط عدل آمد در کنار۔ عرش آشیانی نے اپنی نذر پوری کی اور فرزند کے تولد ہونے پر پا پیادہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی آستانہ بوسی حاصل کی اور راستہ میں روپیہ اور اشرفیوں کی بوچھار کرتے اور شکار کھیلتے ہوئے دہلی کے راستہ سے آگرہ واپس آئے اس زمانے میں راجہ رام چند والی قلعہ کالنجر نے جس قلعہ کے فتح کرنے میں شیر شاہ نے اپنی جان گنوائی تھی اور جو سلیم شاہ کے بعد پھر ہندوؤں کے قبضہ میں چلا گیا تھا جلپور کے واقعہ سے خوف زدہ ہو کر کالنجر کے قلعے کو بلا لڑے بادشاہ کے سپرد کر دیا۔ تیسری محرم ۹۷۸ھ کو دوسرا بیٹا شیخ سلیم کے مکان میں پیدا ہوا بادشاہ نے اس اپنے بیٹے کا نام محمد مراد رکھا اور پہاڑی اس کا لقب مقرر کیا۔ اس سال بھی بادشاہ نے اجمیر شریف کا سفر کیا اور شہر کے گرد ایک حصار چونے اور پتھر کا تیار کر کے ناگور گیا چندر سین ولد مالدیو اور رائے کلیان مل راجہ بیکانیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں نے بہت سے پیشکش بادشاہ کے ملاحظے میں گذرانے عرش آشیانی نے راجہ بیکانیر کی لڑکی کو اپنے محل میں داخل کیا اور شکار کھیلتے ہوئے اجودھن حاضر ہوئے۔ اجودھن میں بادشاہ نے حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کے روضۂ مبارک کی زیارت کی اور اجودھن سے دیپالپور تشریف لائے۔ میرزا عزیز کوکہ جاگیردار دیپالپور نے جشن شادی منعقد کیا اور بیش قیمت تحفے بادشاہ کے حضور میں پیش کئے۔ عرش آشیانی لاہور پہنچے حسین قلی خاں ترکمان حاکم لاہور نے بھی میرزا عزیز کی طرح پیشکش شاہی ملاحظے میں گزرانے۔ عرش آشیانی پہلی صفر ۹۷۹ھ کو حصار فیروزہ کا تماشہ دیکھنے تشریف لے گئے اور حصار فیروزہ سے پھر اجمیر شریف واپس آئے اور حضرت سلطان الہند رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے فیض یاب ہو کر آگرہ واپس آئے اس زمانے میں منعم خاں خان خاناں نے سکندر خان اوزبک کو جو بنگالہ کے جنگلوں میں پریشان پھر رہا تھا بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا اور اس کے گناہ معاف فرمانے کی سفارش کی بادشاہ نے خان خاناں کی درخواست پر سکندر خاں کی تقصیروں کو معاف فرمایا۔ چونکہ سیکری کا مقام عرش آشیانی کے لئے

مبارک ثابت ہوا تھا اس لیئے بادشاہ نے اسی سال اس جگہ ایک بڑے شہر کی بنا ڈالی اور اسے مکمل کیا اسی درمیان میں گجرات فتح ہوا اور بادشاہ نے اس نئے شہر کو فتح پور کے نام سے موسوم کیا اس کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ جب صفر ۹۸۰ھ میں ملک گجرات میں خلل اور فساد برپا ہوا تو بادشاہ نے اس شہر کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ عرش آشیانی کا گزر اجمیر شریف سے ہوا اور بادشاہ نے خواجہ سید حسین خنگ سوار رحمتہ اللہ علیہ کی روح پر فتوح سے مدد طلب کی حضرت خنگ سوار جناب امام سجاد علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ عرش آشیانی نے حضرت سید حسین رحمتہ اللہ علیہ سے عرض حال کر کے خان کلاں کو ہراول لشکر بنا کر گجرات روانہ کیا اور رائے سنگھ کو مالدیو کے وطن شہر جودھپور کا حاکم مقرر کر کے خود بھی گجرات روانہ ہوئے۔ ناگور سے دو منزل پر بادشاہ کو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ دانیال رحمتہ اللہ علیہ کے منزل شریف میں بادشاہ کے گھر میں دوسری جمادی الاول شب چہار شنبہ کو فرزند پیدا ہوا عرش آشیانی نے اس لڑکے کا نام دانیال رکھا اور سفر کرتے ہوئے ٹپن گجرات میں وارد ہوئے۔ شیر خاں فولادی جو گجرات کے نامی امیروں میں تھا مشکل سے بھاگ کر جان سلامت لے گیا ایک ہفتہ کے بعد سید احمد خاں ٹپن گجرات کا حاکم مقرر کیا گیا اور شاہی لشکر احمد آباد روانہ ہوا۔ بادشاہ نے ابھی دو منزل بھی نہ طے کیئے تھے کہ میرزا ابوتراب نے جو شیراز کا باشندہ اور گجرات میں پشتینی صاحب اعتبار امیر تھا سلطان مظفر گجراتی کے ساتھ حاضر ہو کر بادشاہ کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ دوسرے دن اعتماد خاں سید چاند خاں اختیار الملک ملک اشرف وجیہ الملک الف خاں حبشی اور حجاز خاں حبشی وغیرہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے چونکہ حبشیوں کے چہرہ سے منافقت کے آثار نمایاں تھے یہ لوگ قید کر دیئے گئے اور احمد آباد سا بے نظیر شہر بلا جنگ کیئے ہوئے فتح ہو گیا جیسا کہ شاہان گجرات کے حالات میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے۔ اس زمانے میں ابراہیم میرزا بھروچ کے نواح میں اور محمد حسین میرزا سورت کے اطراف میں قیام کیئے ہوئے تھے عرش آشیانی ان دونوں کی سرکوبی کے لیئے ادھر متوجہ ہوئے اس زمانے میں چونکہ اختیار الملک جو گجراتی امیروں میں سب سے زیادہ

صاحب اختیار تھا دریائے جمنا[۲۲۶] کی طرف بھاگ گیا تھا اس لیئے تمام گجراتی امیر حبشیوں کی طرح نظر بند کر دیئے گئے۔ بادشاہ کی سواری بندر کھمبایت پہونچی اور عرش آشیانی نے خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کو احمد آباد گجرات کا حاکم مقرر کیا۔ ابراہیم حسین میرزا نے بادشاہ کی آمد کی خبر سُنی اور اس ڈر سے کہ کہیں رستم خاں رومی بادشاہ کی خدمت میں نہ چلا جائے اُسے قتل کر ڈالا ابراہیم حسین نے چاہا کہ شاہی لشکر سے چالیس کوس کے فاصلے سے گزرتا ہوا پنجاب روانہ ہو اور وہاں فتنہ و فساد برپا کرے عرش آشیانی نے ایک پہر رات گزرنے کے بعد یہ خبر سُنی اور خواجہ جہاں اور قلیچ خاں کو شاہزادہ سلیم کی خدمت میں لشکر کے انتظام کے لیئے چھوڑا اور خود ایک قلیل جماعت کے ساتھ ابراہیم حسین میرزا کی تنبیہ کے لیئے بہت جلد روانہ ہوئے دوسرے دن چالیس سواروں کے ساتھ دریائے مہندری[۲۲۷] کے کنارے جو قلعہ سترپال میں بہتا ہے پہونچ گئے ابراہیم حسین کے ساتھ چونکہ ہزار سوار تھے وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر انتظار کیا اس درمیان میں سید محمد خاں راجہ بھگوان[۲۲۸] داس راجہ مان سنگھ شاہ قلی خاں محرم اور سورجن راجہ رنتھنبور وغیرہ امرا جو سورت کی مہم پر مقرر کیئے گئے تھے شاہی حکم کے مطابق راستے سے لوٹ کے ستر سواروں کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں پہونچ گئے اگر بادشاہ ایک لحظہ اور صبر کرتا تو گروہ کا گروہ فوجوں کا اُس کے گرد جمع ہو جاتا لیکن عرش آشیانی نے حملہ کرنے میں جلدی کی اور اپنے قلیل لشکر کے ساتھ جو ڈیڑھ سو سواروں سے زائد نہ تھا ابراہیم حسین سے جنگ کرنے کے لیئے آگے بڑھے۔ بادشاہ نے راجہ مان سنگھ کو ہراول لشکر مقرر کر کے دریا کو عبور کیا اور قلعے کے حوالی میں حریف سے جس کے پاس ہزار سواروں سے زیادہ کی فوج تھی لڑائی شروع کر دی۔ ابراہیم حسین میرزا نے حملہ کر کے تیر اندازوں کو درہم و برہم کر دیا۔ بادشاہ کمی لشکر کی وجہ سے راجپوتوں کے ساتھ ایک ایسی تنگ جگہ پر کھڑا ہوا تھا جس کے دونوں طرف زقوم کی دیوار تھی اور تین سواروں سے زیادہ اُس جگہ پہلو بہ پہلو نہیں کھڑے ہو سکتے تھے حریف کے لشکر سے تین سوار آہستہ آہستہ اُس جگہ آئے جہاں بادشاہ کھڑا ہوا تھا راجہ بھگوان داس نے برچھے سے ان میں سے ایک کا مقابلہ کیا اور اُس کو بھگا کر دوسرے کی طرف متوجہ ہوا۔ بادشاہ

زتوم کی آڑ میں کھڑا ہوا تیر اندازی کر رہا تھا اُس نے راجہ بھگوان داس کی مدد کیلئے گھوڑا دوڑایا۔ حریف بادشاہ کے حملے کی تاب نہ لاسکا اور اپنے ساتھی کے ساتھ بھاگا۔ راجہ بھگوان داس کے بھائی نے حریف پر حملہ کرکے ایسی بہادری دکھائی کہ رستم و اسفندیار کی داستانیں دل سے محو ہوگئیں اور تنہا بہتوں کو خاک و خون میں ملایا اور آخر کار خود بھی لڑائی میں کام آیا۔ اس وقت بادشاہ تیر اندازوں اور راجپوتوں کے ساتھ زتوم کی آڑ سے باہر آیا اور ابراہیم حسین میرزا پر حملہ آور ہوا۔ اقبال اکبری نے اپنا کام کیا اور ابراہیم حسین بلا اس کے کہ میدان کی زمین اُس پر تنگ ہو سامنے سے بھاگا۔ جب سے کہ تاریخ کا پتا چلتا ہے اُس وقت سے لیکر آج تک سوا عرش آشیانی کے اور کسی بادشاہ کے بارے میں نہیں سُنا گیا کہ اُس نے دریائے مواج سا لشکر چھوڑ کر ایک قلیل جماعت کے ساتھ اس طرح ایسے قوی دشمن پر حملہ کر کے اپنے کو ایسے عظیم الشان خطرے [۲۲۶] میں ڈالا ہو۔ اس واقعے کے بعد عرش آشیانی اپنے لشکر میں پہونچے اور قلعہ سورت کی تسخیر پر توجہ کی۔ گلرخ بیگم دختر کامران میرزا نے جو ابراہیم حسین میرزا کی زوجہ تھی قلعہ جنگی افسروں کے سپرد کیا اور اپنے بیٹے مظفر میرزا کے ساتھ دکن روانہ ہوگئی۔ شاہی لشکر قلعے تک پہونچا اور اُس پر قابض ہوگیا۔ میرزاؤں کا گروہ پٹن میں یکجا ہوا اور آپس میں مشورہ ہونے لگا بالآخر یہ طے پایا کہ ابراہیم حسین میرزا اپنے چھوٹے بھائی مسعود حسین میرزا کے ساتھ پنجاب جائے اور وہاں فتنہ پیدا کرے اور محمد حسین میرزا اور شاہ میرزا شیر خاں فولادی سے مل کر پٹن پر حملہ آور ہوں شاید اس ترکیب سے سورت کا قلعہ محاصرے سے آزاد ہو جائے اس مشورے کے بعد ابراہیم حسین میرزا ناگور پہونچا۔ رائے سنگھ حاکم جودھپور نے اُس کا تعاقب کیا اور شام کے وقت میرزا سے جا ملا۔ اس نواح میں جو پانی تھا اُس پر ابراہیم حسین میرزا قبضہ کرچکا تھا اس لیے رائے سنگھ بید پریشان ہوا اور اُس نے اسی رات لڑائی چھیڑ دی۔ خلق خدا طرفین سے لڑائی میں ماری گئی۔ ابراہیم حسین میرزا کا گھوڑا زخمی ہوا۔ میرزا کو شکست ہوئی اور سپاہیوں نے بھاگنا شروع کیا ابراہیم حسین میرزا پیادہ تھوڑی دور چلا تھا کہ اپنے ایک ملازم سے دوچار ہوا اور اُس کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان سے باہر نکل گیا۔ میرزا دہلی پہونچا اور وہاں چند روز قیام کرکے لشکر اور سامان حرب جمع کیا اُس سے

لاہور کی مہم کو ملتوی کیا اور سنبھل پہونچا۔ محمد حسین میرزا شاہ میرزا اور شیر خاں فولادی نے آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ سید احمد خاں بارہہ کا پٹن میں محاصرہ کرلیا۔ خانِ اعظم میرزا عزیز کوکہ بھی اس کے دفع کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ خانِ اعظم پٹن سے پانچ کوس کے فاصلے پر پہونچا اور دشمن بھی آگے بڑھے اور لڑائی شروع ہوئی شدید اور خونریز لڑائی کے بعد خان اعظم کا جرانغار اور برانغار دونوں منتشر ہوگئے لیکن خود میرزا عزیز نے ثابت قدمی سے کام لیا اور میدان جنگ میں جما رہا۔ اس درمیان میں رستم خاں اور مطلب خاں نے اپنے کو سنبھالا اور حریف پر دوبارہ حملہ آور ہوئے اور محمد حسین میرزا کی فوج کو پریشان کرکے دشمن کو دکن کی طرف بھگا دیا۔ اس درمیان میں قلعہ سورت کا سرکوب بھی تیار ہوگیا اور اہل حصار نے جان کی امان طلب کرکے قلعہ شاہی ملازموں کے سپرد کردیا۔ عرش آشیانی کامیاب احمد آباد واپس آئے۔ اس زمانے میں راجہ بھاربیو حاکم بگلانہ نے جو سرحد دکن کے سب سے بڑے راجاؤں میں تھا شرف الدین میرزا کو جو دس سال پہلے ناگور سے بھاگ کر دکن گیا تھا اور مخالفت کی وجہ سے وہاں بھی قیام نہ کرسکا تھا اور بھاربیو کے کوہستان سے نکل کر محمد حسین میرزا کے پاس جانا چاہتا تھا گرفتار کیا اور اُسے بادشاہ کے حضور میں لے آیا بادشاہ نے شرف الدین کو کوڑے لگوائے اور بڑی بے عزتی کے ساتھ شرف الدین کو قلعہ گوالیار میں قید کیا اور اس نے اسی حالت میں وفات پائی۔ چنگیز خاں کی ماں سر راہ فریاد لیکر آئی اور اپنے بیٹے کے قصاص کی طلبگار ہوئی۔ اس بیگم نے جھجھی خاں پر مطالبہ کیا کہ جھجھی خاں اُس کے لڑکے کا قاتل ہے عرش آشیانی نے جو جھجھی خاں کے قتل کا بہانہ ڈھونڈھ رہے تھے جھجھی خاں کو ہاتھی کے پیر کے نیچے پامال کرایا بادشاہ تمام ولایت گجرات کو اس لئے کہ تمام جاگیردار میرزا عزیز کوکہ کے رشتہ دار اور اُس کے بہی خواہ تھے تقسیم کرکے اجمیر شریف کی راہ سے دوسری صفر سنہ ۹۸۱ھ کو دارالخلافت واپس آگئے۔ ابراہیم حسین میرزا سنبھل پہونچا اور اس نے سنا کہ پنجاب کے امیر حسین قلی خاں کے ساتھ پنجاب کے کوہستان پہونچ گئے ہیں اور ان لوگوں نے نگرکوٹ کے قلعے کا محاصرہ کرلیا ہے۔ ابراہیم حسین یہ خیال کرکے کہ اس وقت پنجاب کا ملک حریف سے خالی ہے اور اس پر قبضہ کرنا آسان ہے اس طرف روانہ ہوا ابراہیم کا مقصد یہ تھا کہ پنجاب پہونچکر سندھ کے

راستے سے اپنے کو بھائیوں تک پہونچاوے۔ حسین قلی خاں نے نگر کوٹ کا محاصرہ ترک کر دیا سید یوسف خاں اور محب علی خاں وغیرہ کے ساتھ ابراہیم حسین کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ حسین قلی ٹھٹھ کے نواح میں ابراہیم حسین کے لشکر سے جا ملا۔ حسین قلی کو معلوم ہوا کہ میرزا شکار کے لئے گیا ہے ان لوگوں نے ابراہیم حسین کے لشکر پر حملہ کیا مسعود حسین میرزا جان سے ہاتھ دھو کر دشمن کے مقابلے میں آیا اور اپنے بھائی کے پاس اُس نے خبر بھجوائی کہ دشمن سے دست وگریباں ہے لیکن بھائی کے پہونچنے سے قبل ایک شدید لڑائی کے بعد مسعود حسین دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوا اور اُس کے بیشمار سپاہی میدان میں کام آئے۔ ابراہیم حسین شکار گاہ سے لوٹا اور اُس نے لشکر کا یہ حال دیکھا میرزا ابراہیم نے بھی جان سے ہاتھ دھویا اور حریف سے لڑنے پر آمادہ ہوا ایک خونریز معرکہ آرائی کے بعد ابراہیم کو شکست ہوئی اور وہ ملتان روانہ ہو گیا۔ بلوچیوں نے سرراہ ابراہیم کا مقابلہ کیا اور اُسے زخمی کر کے مجبور کر دیا میرزا نے عاجز ہو کر ایک بلوچی کے دامن میں پناہ لی۔ مخصوص خاں حاکم ملتان نے میرزا کو بلوچ سے حاصل کیا اور اُس کا سر تن سے جدا کر کے حسین قلی کے ہمراہ آگرہ آیا دونوں سرداروں نے بادشاہ کے حضور میں اپنے ہدیے پیش کئے بادشاہ نے ابراہیم کا سر قلعۂ آگرہ کے دروازے پر لٹکایا اور مسعود میرزا کو گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا مسعود نے اسی قید میں وفات پائی۔ اسی سال ربیع الاول میں خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کی عرضی بادشاہ کے حضور میں آئی جس کا مضمون یہ تھا کہ اختیار الملک گجراتی اور محمد حسین میرزا نے باہم اتفاق کر کے گجرات کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا ہے اور اب یہ دونوں ایک بہت بڑی جمعیت کے ساتھ احمد آباد آئے ہیں اور شہر کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں اگر بادشاہ خود ان دونوں کی سرکوبی کے لئے توجہ فرمائیں تو ہر طرح بہتر ہے۔ چونکہ یہ موسم برسات کا تھا اور بہت بڑا لشکر جلد نہیں جا سکتا تھا عرش آشیانی نے دو ہزار بہادر انتخاب کئے اور ان کو تنہا ہراول لشکر بنا کر روانہ کیا اور خود ان کے پیچھے تین سو آدمیوں کے ساتھ جن میں اکثر نامی امیر اور منصبدار تھے تیز رفتار اونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے سواری کے گھوڑوں کو کوتل ساتھ رکھا اور چار منزلوں کی ایک منزل کر کے پٹن گجرات میں اپنے مقدمۃ لشکر سے جا ملا اس طور پر تین ہزار سوار بادشاہ کے گرد جمع ہوئے اور عرش آشیانی نے فوج کی ترتیب

شروع کی قول پر میرزا عبدالرحیم ولد بیرم خاں مقرر کیا گیا اسی طرح جرانغار اور برانغار دہراول پر بھی امیروں کو مقرر کرکے خود سو سواروں کے ساتھ علیحدہ ہوکر احمد آباد روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے ایک قراول کو گجرات روانہ کیا تاکہ شاہی لشکر کے نزدیک پہونچنے کا مژدہ اور گجرات کے لشکر کے حاضر ہونے کا حکم سنائے۔ جب احمد آباد دو کوس رہ گیا تو نقارہ ونفیری بجائی گئی۔ محمد حسین میرزا اور اختیار الملک بادشاہ کے دھاوے سے بے خبر تھے کوس شاہی کی آواز سنتے ہی پریشان ہوئے اور سامان جنگ کو درست کرنے لگے محمد حسین میرزا معاملے کی تحقیق کے لیئے دو یا تین ہزار سواروں کے ساتھ دریائے احمد آباد کے کنارے آیا اور سبحان قلی خاں نامی ایک شخص سے جو بادشاہ کی طرف سے دریا کے کنارے آچکا تھا پوچھا کہ یہ کس کا لشکر ہے اور اس لشکر کا افسر کون ہے سبحان قلی خاں نے کہا یہ شاہی فوج ہے اور گو کہ شاہی بھی لشکر کے ساتھ ہے محمد حسین نے کہا کہ آج دسواں روز ہے کہ میرے جاسوسوں نے مجھے یہ خبر پہونچائی کہ بادشاہ آگرہ میں ہے اگر یہ فوج بادشاہی ہوتی تو ہاتھی جو کبھی بادشاہ کی سواری سے جدا نہیں ہوتے ضرور لشکر کے ساتھ ہوتے۔ سبحان قلی خاں نے کہا کہ آج نواں روز ہے کہ بادشاہ آگرہ سے سوار ہوا ہے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جلدی اور تیزی کے سبب سے ہاتھی ساتھ نہیں رکھے۔ محمد حسین میرزا اندیشہ مند ہوا اور اس نے صفیں درست کرنی شروع کیں۔ میرزا نے اختیار الملک کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ دروازۂ شہر کی محافظت کے لیئے چھوڑا اور خود شیر خاں فولادی کے ساتھ سات ہزار حبشی مغل اور راجپوت سواروں کو ہمراہ لیکر بادشاہ سے لڑنے کے لیئے آگے بڑھا۔ بادشاہ نے دریا کے کنارے کھڑے ہوکر گجرات کے لشکر کے پہونچنے کا بہت دیر تک انتظار کیا۔ چونکہ شہر کے دروازے دشمنوں کے قبضے میں تھے شاہی لشکر گجرات سے بادشاہ تک نہ آسکا۔ عرش آشیانی نے دریا کو عبور کیا اور میدان جنگ میں آئے۔ محمد حسین میرزا نے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ جو سب کے سب آزمودہ کار اور مردان روزگار تھے بادشاہ کے ہراول پر حملہ کیا۔ حسین میرزا کے ساتھ ہی ساتھ شاہ میرزا جرانغار پر اور حبشیوں اور گجراتیوں نے شاہی برانغار پر حملہ کرکے لڑائی کی آگ مشتعل کردی۔ دونوں فریق ایک دوسرے سے دست وگریباں تھے کہ بادشاہ نے شیرانہ اپنے سو سواروں

کے ساتھ محمد حسین میرزا پر حملہ کیا۔ محمد حسین میرزا بادشاہ کا نام سنتے ہی بدحواس ہو گیا اور میدان جنگ سے بھاگا۔ برانغار اور جرانغار کے امیروں نے محمد حسین میرزا کو فراری دیکھ کر اپنی سلامتی بھی اسی میں دیکھی کہ میدان جنگ سے منھ موڑیں۔ محمد حسین میرزا کے رخسار پر ایک زخم لگا تھا اور اس کا گھوڑا بھی زخم خوردہ تھا۔ محمد حسین میرزا بھاگتے وقت زقوم کے ایک جھنڈ پر پہونچا میرزا نے چاہا کہ گھوڑے کو کودا کر بوتہ زقوم کو پار کر جائے لیکن گھوڑے کی بے طاقتی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا میرزا گھوڑے سے نیچے گرا بادشاہی پیادے میرزا کو گرفتار کر کے اسے بادشاہ کے سامنے لے آئے اور ہر شخص نے دعوے کرنا شروع کیا کہ اس نے میرزا کو گرفتار کیا ہے۔ بادشاہ نے خود میرزا سے اس کے گرفتار کرنیوالے کا نام پوچھا میرزا نے جواب دیا کہ مجھے بادشاہ کے نمک کے سوا اور کسی نے گرفتار نہیں کیا۔ بادشاہ ایک قلیل گروہ کے ساتھ جو دو سو سواروں سے زیادہ کا نہ تھا حوالی جنگ گاہ کے ایک پشتے کے نیچے گجراتی فوج کا انتظار کر رہا تھا کہ دور سے ایک بڑا لشکر نمودار ہوا چونکہ یہ لشکر بادشاہی فوج سے دور تھا شاہی لشکر میں ایک پریشانی پیدا ہوگئی ایک شخص تحقیق حال کے لیئے گیا اور اس نے آکر یہ بیان کیا کہ اختیارالملک شکست کی خبر سنکر شاہی لشکر سے مقابلہ کرنے کے لیئے آرہا ہے بادشاہ نے اپنے دو سو سواروں کو حکم دیا کہ تیر کی ضرب سے ان لوگوں کو سامنے سے بھگا دیا جائے نقارچیوں کے ہوش و حواس جا چکے تھے بادشاہ نے خود ان کو آواز دی اور انھیں نقارہ بجانے سے منع کیا۔ اختیارالملک نے جب سنا کہ بادشاہ بھی اس لشکر میں موجود ہے تو خوف زدہ ہو کر سامنے سے فرار ہو گیا غرضکہ محمد حسین ابراہیم حسین میرزا اور علی قلی سیستانی اور بہادر خاں کے واقعات نے اتنی شہرت پائی کہ لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ بادشاہ نے عمل کے ذریعے سے آفتاب کو مسخر کر لیا ہے اس لیئے اس کے دشمن اکبر کا نام سنتے ہی سامنے سے بھاگ جاتے ہیں اور اس وجہ سے پھر کوئی عرش آشیانی کے مقابلے میں نہ آیا حسب زبانے ہیں کہ بادشاہ اختیارالملک کو دفع کر رہا تھا رائے سنگھ نے محمد حسین میرزا کو بلا حکم شاہی قتل کر ڈالا اور اختیارالملک بھی بھاگتے وقت زقوم کے ایک جنگل سے گزرا اور گھوڑا کوداتے وقت زمین پر گرا اور بادشاہ کے ایک نوکر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ میرزا عزیز کوکہ کو راستہ ملا اور اس نے

عرش آشیانی اسی روز احمد آباد میں داخل ہوئے اور
حاضر ہو کر بادشاہ کی ملازمت کی عرش آشیانی اسی روز احمد آباد میں داخل ہوئے اور گجرات کی مہمات سلطنت کو بدستور خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کے سپرد کر کے اجمیر شریف کے راستے سے جلد سے جلد دارالخلافت کا رُخ کیا بادشاہ آگرہ کے قریب پہونچا اور بادشاہ اور اس کے تمام ہمراہی برچھے ہاتھوں میں لیئے ہوئے آگرہ میں داخل ہوئے اسی سال داؤد بن سلیمان افغان کرانی حاکم بنگالہ نے بغاوت کی بادشاہ نے منعم خاں کو اُس کے مقابلے میں بھیجا چند لڑائیوں کے بعد منعم اور داؤد کے درمیان صلح ہو گئی۔ بادشاہ نے اس صلح کو منظور نہ کیا اور راجہ ٹوڈرمل کو بنگالے کا حاکم مقرر کر کے راجہ کو منعم خاں کے پاس روانہ کیا تاکہ دونوں امیر مل کر داؤد کو تباہ کریں یا اُس سے خراج وصول کریں۔ داؤد بن سلیمان کا ایک خانگی دشمن لودھی نام افغان ملک کے اندر پیدا ہو گیا تھا اس لیئے اس نے مجبوراً خراج دینا قبول کیا اور لودھی افغان کو تدبیر سے اپنے ہاتھ میں لا کر قتل کر ڈالا داؤد نے اپنا عہد توڑ ڈالا اور صاحب طاقت ہونے کے بعد دریائے سون کے کنارے پہونچا اور سون اور گنگا کے سنگم پر منعم خاں سے اُس نے لڑائی کا بازار گرم کیا داؤد نے چند کشتیاں دشمن پر دوڑائیں لیکن اس لڑائی میں اُسے شکست ہوئی اور دور بھاگ گیا منعم خاں نے دریائے سون کو عبور کر کے پٹنہ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ عرش آشیانی سمجھ گئے کہ بغیر خود گئے ہوئے قلعے کا فتح کرنا ممکن نہیں ہے۔ بادشاہ تمام شہزادوں اور امیروں کے ہمراہ دریا سے روانہ ہوا دریا میں ہزار کشتیاں چھوڑی گئیں اور کشتیوں پر رنگ برنگ کی پوششیں ڈالی گئیں۔ عرش آشیانی نے عین برسات کے موسم میں اس نواح کا سفر کیا۔ قلعۂ چنار کے مقابلے میں چند کشتیاں مہلک بھنور میں گرفتار ہو گئیں لیکن سلامت کنارے تک پہونچ گئیں اور بادشاہ نے بنارس میں قیام کیا جس وقت کہ فوج جو خشکی کی راہ سے روانہ کی گئی تھی پہونچ گئی تو بادشاہ نے شہزادے اور بیگموں کو جونپور بھیج دیا اور خود پٹنہ روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں کبیر خاں نے بھکر فتح کرنے کے لیئے بھیجا گیا تھا فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا بادشاہ اس فتح کو فال نیک سمجھا اور دریا کے راستے سے پٹنہ کے حوالی میں پہونچا عرش آشیانی کو معلوم ہوا کہ عیسیٰ خاں نیازی جو افغانوں کا ایک معتبر امیر تھا قلعے سے نکل کر منعم خاں سے معرکہ آرا ہوا اور دشمن کے ہاتھ سے مارا گیا اور دوسرے اہل قلعہ بھاگنے کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے

خان عالم کو تین ہزار سواروں کے ساتھ حاجی پور کا قلعہ فتح کرنے کے لیئے روانہ کیا
خان عالم نے مہم پر پہونچ کر قلعے کو سر کیا اور فتح خاں کو شکست دی۔ داؤد اس خبر سے
بیحد پریشان ہوا اور اُس نے بادشاہ کی بارگاہ میں قاصد روانہ کرکے اپنے قصور کی معافی
چاہی۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ شاہی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد عفو تقصیر کی امید
ہوسکتی ہے اور اگر تو میرے حضور میں حاضر نہ ہوگا تو باوجود اس کے کہ تجھ سے ہزاروں
نوکر میری بارگاہ کے ملازم ہیں مگر میں تنہا تجھ سے مقابلہ کرونگا اس لڑائی میں جس کو
فتح ہوگی وہی قلعے کا مالک ہوگا داؤد اس جواب سے اور زیادہ پریشان ہوا اور رات ہی رات
گڑھی کے دروازے سے کشتی میں بیٹھکر بنگالے روانہ ہوگیا۔ عرش آشیانی نے ہاتھیوں کے
حاصل کرنے کے لیئے صبح کے وقت داؤد کا تعاقب کیا اور پچیس کوس راستہ طے کرنے کے بعد
چار سو ہاتھی حاصل کیئے اور اُس کے بعد واپس ہوئے بادشاہ نے پٹنہ کا انتظام منعم خاں
کے سپرد کیا اور کامیاب و بامراد آگرہ واپس آئے خان اعظم گجرات سے اور خان زماں
لاہور سے مبارک باد کے لیئے تنہا حاضر ہوئے اور اپنی اپنی جاگیروں کو واپس گیئے
اس درمیان میں خواجہ مظفر علی ترمذی بیرم خاں کا ایک ملازم تھا اور بنگالے کے
قلعے کی فتح کے لیئے روانہ کیا گیا اور بادشاہ نے قریب دو لاکھ نقد و جنس کے
حضرت خواجہ بزرگوار معین الدین اجمیری اور خواجہ خنگ سوار رحمتہ اللہ علیہما کے
آستانوں کے خادموں اور دوسرے مستحقوں میں تقسیم کیا اور آگرہ پہونچے خواجہ مظفر علی
المخاطب بہ مظفر خاں بنگالے کی مہم پر چلا مظفر خاں بنگالے کے دروازۂ قلعہ گڑھی پر پہونچا۔
داؤد بن سلیمان مظفر خاں کے سامنے نہ ٹھیر سکا اور اڑیسہ بھاگ گیا راجہ ٹوڈرمل اور
دوسرے اور نامی امیر اڑیسہ پہونچے جنید پسر داؤد نے دو مرتبہ ان امیروں کو
شکست دی آخر مظفر خاں خود اڑیسہ پہونچا اور اُس نے داؤد سے لڑائی چھیڑ دی۔
داؤد کا ہراول گوجر نام افغان تھا جو اپنی شجاعت اور مردانگی کی وجہ سے ضرب المثل
تھا۔ گوجر نے مظفر خاں کے ہراول خان عالم پر حملہ کیا اور خان عالم لڑائی میں کام آیا۔
جو لوگ کہ قول اور ہراول کے درمیان تھے وہ بھی اس حملے سے درہم و برہم ہوکر گرکے
اور قول میں آکر پناہ گزیں ہوئے ان لوگوں کی پریشانی سے قول کی صفیں بھی منتشر
ہوگئیں۔ خواجہ مظفر ایک قلیل گروہ کے ساتھ میدان جنگ میں رہگیا مظفر خاں گوجر کے

مقابلے میں آیا گوجر نے چند زخم کاری خواجہ مظفر کے لگائے خواجہ مظفر جنگ کرتا ہوا میدان سے علحدہ ہوگیا مظفر کا پراگندہ لشکر پھر اُس کے گرد جمع ہوا اور اُس نے دوبارہ دشمن پر حملہ کیا۔ حسن اتفاق سے ایک تیر گوجر کے لگا اور وہ اس کے صدمے سے ہلاک ہوگیا داؤد گوجر کے مارے جانے سے بیدل ہوگیا اور اس نے میدان جنگ سے فرار اختیار کیا غنیم کے ہاتھی خواجہ مظفر کے ہاتھ آئے راجہ ٹوڈرمل اور دوسرے ساتھی امیروں نے داؤد کا تعاقب کیا۔ داؤد بن سلیمان دریائے جین[۲۳۱] کے نواح میں پہونچا اور اب اُسے بھاگنے کی راہ نہ ملی۔ داؤد نے اپنے اہل و عیال کو قلعے میں چھوڑا اور خود تیغ و کفن باندھکر لڑنے کے لئے تیار ہوا۔ ٹوڈرمل نے کل حقیقت سے خواجہ مظفر کو اطلاع دی۔ خواجہ مظفر باوجود زخمی ہونے کے خود میدان جنگ میں آیا۔ داؤد سلیمان اُس سے ملاقات کرنے آیا اور کمربند و خنجر و شمشیر مرصع اور قیمتی جواہرات اُس کو دیئے اور اڑیسہ و گنگ[۲۳۲] اور بنارس کی حکومت اُس کے سپرد کرکے خود واپس گیا پرانے زمانے میں محمد بختیار خلجی کے عہد سے شیر شاہ کے وقت تک شاہان بنگالہ کا پائے تخت شہر گور تھا لیکن آب و ہوا کی خرابی کی وجہ سے افغانوں نے بنگالے کا صدر مقام خواص پور ٹانڈہ مقرر کردیا تھا۔ خواجہ مظفر کو شہر گور کے آباد کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی اور گور پہونچکر اُس نے شہر کو ازسرنو تعمیر کیا اور اُسے اپنا صدر مقام مقرر کیا شہر کی آب و ہوا کی خرابی سے خواجہ مظفر بیمار پڑا اور انیس رجب ۹۸۳ھ کو اُس نے رحلت کی۔ بادشاہ نے حسین قلی کو خان جہاں کا خطاب دیکر بنگالے کا حاکم مقرر کیا۔ اس زمانے میں سلیمان میرزا حاکم بدخشاں اپنے پوتے شاہ رُخ میرزا کی مخالفت کی وجہ سے جلاوطن ہوکر بارگاہ اکبری میں پہونچا اور فتحپور سیکری میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھوڑے دنوں کے بعد سلیمان میرزا بادشاہ سے اجازت لیکر مکہ معظمہ روانہ ہوا اور خانہ خدا کی زیارت سے فیضیاب ہوکر اُسی راستے سے بدخشاں پہونچا اور پھر اپنے ملک پر حکمراں ہوا۔ اسی دوران میں چند خود غرض لوگوں نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کی نیت بد ہے بادشاہ نے ایک فرمان اُس کی طلب میں روانہ کیا۔ عزیز میرزا کا دل صاف تھا بادشاہ کا فرمان پاتے ہی بارگاہ میں حاضر ہوا اور چند دنوں اُس نے قید کی مصیبت جھیلی شہاب الدین احمد نیشاپوری حاکم گجرات مقرر ہوا اسی سال

بادشاہ اجمیر تشریف حاضر ہوا اور حضرت خواجہ بندہ نواز کی زیارت کرکے صحیح وسالم واپس آیا۔ ابھی حسین قلی خاں کو پوری کامیابی نہ ہوئی تھی کہ داؤد بن سلیمان نے بہار اور بنگالے کے افغانوں سے ایکا کرکے خواص پور ٹانڈہ پر دھاوا کیا۔ شاہی امیر داؤد کا مقابلہ نہ کرسکے اور سب کے سب خواص پور چھوڑ کر شہر سے باہر نکل آئے۔ داؤد نے خواص پور اور اس کے مضافات پر قبضہ کرلیا اور قریب پچاس ہزار افغانی اس کے گرد جمع ہوگئے حسین قلی خاں نے تمام شاہی امیروں کو جمع کرکے گڑھی پر حملہ کیا اور پہلے ہی حملے میں اسے فتح کرلیا اس لڑائی میں پندرہ سو افغانی قتل ہوئے اس کے بعد حسین قلی خاں نے داؤد کے قیام گاہ پر حملہ کیا خواجہ مظفر علی بہار ترہٹ اور حاجی پور کے لشکر کے ساتھ حسین قلی سے آملا پندرھویں ربیع الثانی سنہ مذکور کو دوشنبہ کے دن شاہی امیروں نے اپنی صفیں درست کیں داؤد بن سلیمان نے بھی پچاس ہزار افغانوں کے ساتھ جو اطراف وجوانب سے اس کی مدد کو آئے تھے لشکر شاہی کے مقابلے میں اپنے پرے جمائے سب سے پہلے کالا پہاڑ جو داؤد کے امیروں میں تھا حسین قلی خاں کے جرانغار پر حملہ آور ہوا اور اس کے لشکر کو درہم وبرہم کردیا خواجہ مظفر نے داؤد کے برانغار پر حملہ کیا اور اس کی صفیں پریشان کردیں اسی درمیان میں خان جہاں نے داؤد کے قول پر حملہ کیا اس حملے سے لڑائی بیحد سخت ہوئی اور کثرت سے لوگ طرفین کے ہلاک ہوئے اور میدان میں کشتوں کے پشتے لگ گئے آخرکار شاہی لشکر کو فتح ہوئی اور داؤد بن سلیمان شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا۔ شاہی سواروں نے اس کا پیچھا کیا اور اسے زندہ گرفتار کرلائے خان جہاں نے داؤد کا سر تن سے قلم کروایا۔ داؤد کا بیٹا جنید زخمی ہوکر میدان جنگ سے بھاگا اور دو تین روز کے بعد مرگیا خان جہاں نے بنگالے کے ان تمام ملکوں پر جو افغانوں کے پاس تھے قبضہ کیا اور مال غنیمت کے ہاتھی اور دوسری تمام چیزیں بادشاہ کے حضور میں روانہ کیں مظفر خاں پٹنہ روانہ ہوا اور سنہ ۹۸۴ھ میں رہتاس کا قلعہ فتح کرنے کے لئے آگے بڑھا محمد معصوم خاں کو راستے میں تھا روانہ کیا۔ محمد معصوم نے حسین خاں کو حسین خاں افغان کے سر پر جو اس نواح میں تھا روانہ کیا۔ محمد معصوم نے حسین خاں کو شکست دے کر اس کو پریشان کردیا اور اس کی جاگیر میں خود خیمہ کش ہوا۔ کالا پہاڑ سات یا آٹھ سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ جو رہتاس میں مقیم تھے معصوم خاں پر حملہ آور ہوا

معصوم خاں فرصت پاکر قلعے کی دیوار کو توڑ کر باہر نکل آیا اور کالا پہاڑ سے لڑنے میں مشغول ہوا۔ ایاز نام ایک ہاتھی نے جو کالا پہاڑ کا جنگی ہاتھی تھا معصوم خاں کے گھوڑے کو اپنی سونڈ میں دبایا اور معصوم خاں کو مجبوراً گھوڑے سے نیچے اترنا پڑا اس درمیان میں معصوم خاں کے تیر اندازوں نے تیروں کی بوچھاڑ سے فیلبان کو ہلاک کیا ہاتھی بلا فیلبان کے خود اپنی ہی فوج پر حملہ آور ہوا اور بہت سے افغانوں کو اس نے ہلاک کر ڈالا۔ افغانوں کو شکست ہوئی اور کالا پہاڑ مارا گیا اور ایاز ہاتھی بھی گرفتار ہوا مظفر خاں رہتاس پہونچا۔ اسی سال شہباز خاں کنبو نے قلعہ سیوانہ[۲۳۳] کو جو راجہ چندر سین ولد مالدیو سے متعلق تھا سر کیا اور اس کے بعد شہباز کو راجہ گجپتی کی سرکوبی کا حکم دیا گیا اس راجہ کا ملک بہار اور بنگالے کے سر راہ واقع تھا شہباز خاں نے راجہ کو ایک گنجان جنگل میں ہلاک کیا اور شیر گڑھ کے قلعے کو جو راجہ گجپتی کے بیٹے کے قبضے میں تھا سر کیا۔ شہباز خاں اس کے بعد رہتاس کا قلعہ فتح کرنے کے لئے مامور کیا گیا۔ شہباز رہتاس روانہ ہوا اور اس نے قلعے کا محاصرہ کرلیا اور مظفر خاں نے اس نواح کے افغانوں کی طرف توجہ کی۔ جو افغانی کہ اندرون قلعہ تھے وہ محاصرے کی طوالت سے تنگ آگئے ان افغانیوں نے جان کی امان حاصل کی اور قلعۂ شہباز کے سپرد کر دیا شہباز خاں کنبو نے قلعہ اپنے بھائیوں کے سپرد کیا اور خود بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اسی سال بادشاہ پھر اجمیر شریف گیا اور اس نے شہباز خاں کو قلعہ کمبل میر[۲۳۴] کے سر کرنے پر مامور کیا یہ قلعہ رانا کے زیر حکومت تھا شہباز خاں کمبل میر پہونچا اور آسانی سے اس نے قلعہ سر کرلیا۔ بادشاہ اجمیر شریف سے بانسوالا اور منڈو کے کوہستان میں آیا اور شکار کھیلتا ہوا دکن کی سرحد تک گیا۔ اس زمانے میں مرتضیٰ نظام شاہ والی احمد نگر دیوانہ ہو کر خلوت گزیں ہو گیا تھا بادشاہ نے احمد نگر فتح کرنے کا ارادہ کیا لیکن بعض باتیں ایسی مانع آئیں کہ ارادہ پورا نہ ہو سکا بادشاہ نے یہاں سے فتح پور سیکری کا رخ کیا ۹۸۵ھ میں عرش آشیانی پھر اجمیر شریف گئے اور اپنے حسب عادت ایک کوس سے پا پیادہ ہو کر حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے آستانے پر حاضر ہوئے اور روضۂ پاک کی زیارت سے فیض یاب ہوئے۔ مظفر خاں خدمت شاہی میں حاضر ہوا اور وزارت کے مرتبے پر سرفراز ہو کر

صاحب شوکت و استقلال ہوا۔ اجمیر شریف سے بادشاہ نے دہلی کا سفر کیا اور دہلی سے کابل روانہ ہوا اسی زمانے میں مغرب کی طرف دم دار ستارہ نمودار ہوا۔ بادشاہ اجودھن شریف پہونچا اور حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے فراغت کر کے کابل جانے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن چونکہ مصلحت نہ تھی بادشاہ نے کابل کا سفر ملتوی کیا اور دارالخلافت پہونچا فتح پورسیکری کی جامع مسجد جس کی بنا ۹۸۱ھ میں پڑی تھی تمام و کمال تیار ہوگئی ۹۸۶ھ میں والی خاندیس نے مظفر حسین میرزا ولد ابراہیم میرزا کو جو شاہی حکم کے مطابق والی خاندیس کے پاس تھا قید کر کے مع اس کی ماں کے بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ عرش آشیانی نے مظفر حسین میرزا پر بیحد مہربانی فرمائی اور اپنی بیٹی شاہزادہ خانم اُس کو بیاہ دی۔ اسی سال حسین قلی خاں المخاطب بہ خان جہاں نے جو پنجہزاری امیر تھا بنگالے میں اپنی مرگ طبعی سے رحلت کی ۹۸۷ھ میں فتح پورسیکری کے فراش خانے میں آگ لگی اس آگ سے خیمے اور سراپردے مخمل اور زربافت وغیرہ کے اور زربفتی قالین اور دوسرے بیش قیمت سامان جن کا حساب مشکل ہے جل کر خاک سیاہ ہوگئے۔ اسی سال عرش آشیانی اجمیر گئے اور اجمیر شریف سے واپس آ کے پھر فتح پورسیکری میں آئے حسین قلی خاں کے مرنے کے بعد بنگال اور بہار میں افغانوں نے صاحب طاقت ہوکر خوب سر اُٹھایا عرش آشیانی نے خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کو بہترین امیروں کے ساتھ اُس طرف روانہ کیا۔ اس زمانے میں محمد حکیم میرزا نے موقع پایا اور لشکر خاں مقدم کی ترغیب سے لاہور کے فتح کرنے کا اُس نے ارادہ کیا۔ حکیم میرزا نے پہلے اپنے کوکہ شادمان میرزا کو مقدمۂ لشکر بنا کر ہزار سواروں کے ساتھ پیشتر روانہ کیا۔ شادمان کوکہ نے دریائے سندھ کو عبور کیا اور کنور مان سنگھ امیر پنجاب نے آگے بڑھکر شادمان میرزا کو شکست دی اس لڑائی میں شادمان کے بہت سے آدمی مارے گئے اور اکثر غرق دریا ہوئے جس وقت محمد حکیم میرزا رہتاس کے نواح میں پہونچا تو کنور مان سنگھ سید یوسف خاں مشہدی حاکم قلعۂ رہتاس کے پاس چلا گیا اور چند دنوں کے بعد لاہور آیا۔ یوسف خاں مشہدی نے محمد حکیم میرزا کی موافقت نہ کی بلکہ اُس کے حملوں کو روکتا رہا اس لیئے حکیم میرزا سیدھا لاہور پہونچا۔ حکیم میرزا نے گیارھویں محرم ۹۸۹ھ کو لاہور کا محاصرہ کیا۔ سعید خاں بھگوان داس اور راجہ مان سنگھ قلعہ بند

ہو گئے۔ اگرچہ بنگالے اور بہار میں فساد برپا تھا مگر عرش آشیانی نے اس کا کچھ خیال نہ کیا اور کابل روانہ ہوئے۔ محمد حکیم میرزا کا گمان تھا کہ افغانوں کی سرکشی کی وجہ سے بادشاہ پنجاب کا رُخ نہ کریگا لیکن بادشاہ کے سفر کابل کی خبر سنتے ہی فوراً خود بھی کابل روانہ ہو گیا۔ بادشاہ نواح سرہند میں پہونچا اور اُسے معلوم ہوا کہ شاہ منصور شیرازی نے محمد حکیم میرزا کے ساتھ دوستانہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا ہے عرش آشیانی نے شیرازی کو پھانسی پر چڑھایا اور کابل کی طرف بڑھتے ہوئے رہتاس پہونچے۔ سید یوسف خاں مشہدی نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی۔ اس زمانے میں دریا میں تلاطم زیادہ تھا جس کی وجہ سے پانی پر پل نہ بندھ سکا عرش آشیانی نے شاہزادوں اور فوج کے ہمراہ کشتی میں بیٹھکر دریا کو عبور کیا۔ بادشاہ کے دریا کو عبور کرتے ہی محمد حکیم میرزا کے گماشتے جو نیشاپور اور اُس کے حدود میں تھے اپنی اپنی جگہ سے فرار ہوئے۔ بادشاہ کی سواری جلال آباد پہونچی اور عرش آشیانی نے جلال آباد میں شاہزادہ سلیم کو چھوڑا اور شہزادہ مراد کو پیشرو لشکر مقرر کر کے آہستہ خرامی کے ساتھ کابل روانہ ہوئے شاہزادہ مراد شہر کردن جو کابل سے پندرہ کوس ہے پہونچا اور فریدون خاں بہادر نے سات سو سواروں کے ساتھ جنھیں حکیم میرزا نے متعین کیا تھا شاہزادہ مراد کے لشکر پر شبخون مارا اور بہت سا مال غنیمت لوٹ کر لے گیا۔ محمد حکیم میرزا نے دوسری صفر کو لشکر آراستہ کر کے شاہزادہ مراد کے مقابلے میں اپنی صفیں بھی درست کیں۔ توزک خاں اتکہ اور کنور مان سنگھ نے ہاتھیوں کو آگے بڑھا کر میرزا کی فوج پر حملہ کیا اور زنبور کے جو ہاتھیوں پر تھے اُنھیں یکبارگی سر کیا مختصر یہ کہ ایک گولی میرزا کے ایک ایسے لشکری کے لگی جو خود میرزا کے پاس کھڑا ہوا تھا گولی اس شخص کی پیٹ سے نکل گئی اس مجروح کے علاوہ تین شخص اور بھی اس گولی سے مارے گئے۔ حکیم میرزا یہ حال دیکھتے ہی معرکہ کارزار سے بھاگا شاہی لشکر نے میرزا کا تعاقب کیا اور اُس کے بہت سے باقی سرداروں کو قتل کیا۔ بادشاہ نے منزل سرخاب میں اس فتح کی خبر سُنی اور ساتویں ماہ مذکور ۹۸۹ھ کو کابل پہونچے۔ حکیم میرزا غور بند میں پناہ گزین تھا بادشاہ نے کسی شخص کو بھی تکلیف نہ دی۔ محمد حکیم میرزا نے بادشاہ کی خدمت میں ایلچی بھیجکر اپنے قصور کی معافی چاہی۔ عرش آشیانی نے میرزا کا قصور معاف کیا اور اہل کابل کو اپنے احسان و انعام سے

زیر بارِ منت کیا۔ چودھویں ماہ مذکور کو بادشاہ کابل سے واپس ہوا عرش آشیانی نے دریائے سندھ کو عبور کیا اور اُس نواح کے انتظام کے لیے ایک قلعہ چونے اور پتھر کا تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس قلعے کو اٹک کے نام سے موسوم کیا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہندوؤں کے مذہب میں یہ منع ہے کہ کوئی شخص نیلاب کو عبور کرے اور اٹک کے ہندی معنی بھی منع کے ہیں۔ عرش آشیانی اُنیس رمضان سنہ مذکورہ کو لاہور پہونچے اور بادشاہ نے پنجاب کی حکومت راجہ بھگوان داس کو عنایت کی لاہور میں چند روز قیام کرکے بادشاہ اپنے مستقر فتح پور سیکری کو واپس آیا۔ عرش آشیانی نے شہباز خاں کنبو کو جسے شک کی وجہ سے مقید کر لیا تھا رمضان ۹۹۰ھ میں قید سے رہا کیا اور لشکر بنگالہ کی مدد کے لیئے شہباز کو اُس طرف روانہ کیا۔ اس زمانے میں عرش آشیانی بخار اور اسہال کے مرض میں مبتلا ہوئے چونکہ بادشاہ بھی جنت آشیانی کی طرح افیون کا استعمال کرتے تھے بادشاہ کی بیماری سے بہی خواہان سلطنت پریشان ہوئے۔ بادشاہ کو اس مرض سے شفا ہوئی اور بہت سا روپیہ بادشاہ پر سے تصدق کیا گیا۔ محرم ۹۹۱ھ میں خان میرزا کوکہ جو بنگال کی مہم پر روانہ کیا گیا تھا بارگاہِ شاہی میں واپس آیا اور بعض ضروری باتیں بادشاہ سے عرض کرکے پھر بنگالے روانہ ہوگیا۔ شوال سنہ مذکور میں عرش آشیانی پراگ کی نہر پر جو گنگا اور جمنا کے درمیان واقع ہے تشریف لائے اور یہاں پر ایک قلعے کی تعمیر اور شہر آلہ باس کے بسانے کا جو عام طور پر الہ آباد کے نام سے مشہور ہے حکم دیا سلطان مظفر گجراتی نے جیسا کہ پیشتر تفصیلاً بیان ہوچکا اظہار خلوص کیا اور تمام گجراتیوں سے پیشتر خدمت سلطانی میں حاضر ہوا اس لیئے عرش آشیانی نے بھی مظفر گجراتی کو عمدہ جاگیر عنایت فرما کر اُسے شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا مظفر گجراتی عرصے سے بادشاہ کی خدمت میں تھا لیکن آخر کار شاہی ملازمت چھوڑ کر گجرات بھاگ گیا۔ بادشاہ نے الہ باد کا سفر کیا اور مظفر خاں نے شیر خاں گجراتی سے متفق ہوکر فتنہ و فساد کی آگ روشن کردی۔ عرش آشیانی نے اعتماد خاں گجراتی کو جو بادشاہ کی نگاہ میں معتمد امیر تھا گجرات کا حاکم مقرر کیا اور شہاب الدین احمد خاں نیشاپوری کو احمد آباد سے اپنے پاس بلا لیا اعتماد خاں کے پہونچنے کے بعد شہاب الدین نے احمد آباد کو تو چھوڑ دیا لیکن سامان سفر درست کرنے کے لیئے اُس نے چند روز پٹن میں قیام کیا۔ شہاب الدین کے اکثر لشکری عیال و اطفال

رکھتے تھے یہ سپاہی سفر کی مشقت کو نہ برداشت کر سکے اور شہاب الدین کو چھوڑ کر مظفر شاہ گجراتی کے گرد جمع ہو گئے مظفر شاہ کے پاس بہت بڑی جمعیت فراہم ہو گئی اور اس نے احمد آباد پر قبضہ کر لیا اعتماد خاں نے بڑے اصرار کے ساتھ شہاب الدین کو اپنے ساتھ لیا اور احمد آباد روانہ ہوا مظفر شاہ بھی مقابلے کے لیئے نکلا اور اعتماد خاں اور شہاب الدین کو شکست دیکر دونوں کو میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اعتماد خاں اور شہاب الدین دونوں پٹن پہونچے اور ان امیروں نے ایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور حقیقت حال سے اطلاع دی عرش آشیانی نے میرزا عبدالرحیم ولد بیرم خاں کو جو میرزا خاں کے نام سے مشہور تھا اجمیر کے جاگیردار امیروں کے ساتھ مظفر شاہ کے فتنے کو فرو کرنے کے لیئے گجرات کی مہم پر مامور کیا۔ میرزا عبدالرحیم ابھی گجرات پہونچا بھی نہ تھا کہ مظفر شاہ نے قطب الدین خاں انگہ جاگیردار بھڑوچ کو قلعہ بند کر کے اُس کا محاصرہ کیا اور اس پر فتح حاصل کر لی تھی مظفر شاہ قطب الدین کو قتل کر کے دس لاکھ روپئے سرکاری اور قطب الدین کے تمام سامان پر جس کی قیمت دس کروڑ روپیہ سے بھی زائد تھی قابض ہو گیا تھا مظفر شاہ اب احمد آباد پہونچکر خیل و حشم کے جمع کرنے میں مصروف تھا۔ میرزا عبدالرحیم المشہور بہ میرزا خاں پٹن پہونچا اور شہاب الدین اور دوسرے امیروں کو جمع کر کے آٹھ ہزار سواروں کی جمعیت سے احمد آباد روانہ ہوا میرزا خاں موضع سرکچ میں جو شہر سے تین کوس دور ہے پہونچا مظفر شاہ گجراتی نے پندرھویں محرم سنہ ۹۹۲ھ کو زمینداروں اور گجراتیوں سے تیس ہزار مغل اور راجپوت سواروں کا ایک لشکر ہمراہ لیکر اپنی صفیں آراستہ کیں طرفین کے سپاہیوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور نیزے اور تیر سے اپنے اپنے حریفوں کو مجروح و مقتول کرنے لگے۔ اس معرکہ کارزار میں طرفین سے بے شمار آدمی قتل ہوئے لیکن آخر کار عبدالرحیم خاں کو فتح ہوئی اور مظفر شاہ میدان جنگ سے بھاگا اور احمد آباد کی راہ لی عبدالرحیم خاں نے مظفر کا تعاقب کیا اور خود بھی احمد آباد پہونچا مظفر شاہ اب کسی اور طرف چلا گیا۔ اس درمیان میں قلیچ خاں مالوہ کے امیروں کے ہمراہ عبدالرحیم کے پاس پہونچ گیا اور دونوں امیر مظفر شاہ کے تعاقب میں کھنبایت کی طرف روانہ ہوئے مظفر شاہ نے کوہستان نادوت میں قیام کیا اور وہیں دشمن سے

برسرپیکار ہوا۔ میرزا خاں کی توپ کا گولہ مظفر شاہ کے قول پر پڑا اور چند آدمی مظفر شاہ گجراتی کے ضائع ہوئے اُس کے پانوں میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور وہ نادوت سے فرار ہو کر جونہ گڑھ کے قریب جام کے دامن میں پناہ گزیں ہوا۔ میرزا عبدالرحیم نے قلیچ خاں کو قلعۂ بھڑوچ کے محاصرے کے لئے روانہ کیا اور خود احمد آباد واپس آیا۔ نصیر خاں نے جو مظفر شاہ کا سالا اور قلعۂ بھڑوچ کا حاکم تھا سات مہینے قلعہ بند رہنے کے بعد دکن کی راہ لی اور قلعے پر قلیچ خاں کا قبضہ ہوگیا۔ مظفر شاہ نے جام اور امین خاں حاکم جونہ گڈھ کی مدد سے فوج جمع کی اور ایک اور مقام پر جو ساٹھ کوس احمد آباد سے دور ہے مقیم ہوا۔ میرزا عبدالرحیم شہر سے باہر نکلا اور مظفر شاہ کی طرف بڑھا۔ مظفر شاہ میرزا کے آنے سے خوف زدہ ہوا اور ایک جنگل میں جا کر اُس نے پناہ لی۔ مظفر شاہ تھوڑے دنوں کے بعد بھیل۔ کولی اور کراس کی موافقت سے جنگل سے باہر نکلا اور سرائے میں بادشاہی فوج سے برسر مقابلہ ہوا۔ مظفر شاہ کو اس لڑائی میں بھی شکست ہوئی اور اُس نے رائے سنگھ راجہ جلوارہ[۲۳] کے دامن میں پناہ لی۔ میرزا عبدالرحیم پانچ مہینے کے بعد فرمان شاہی کے مطابق بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا چونکہ میرزا عبدالرحیم نے مظفر شاہ کو شکست دیکر شہرت حاصل کرلی تھی بادشاہ نے عبدالرحیم کو خان خاناں کے خطاب سے سرفراز کر کے پھر اُسے گجرات واپس کر دیا۔ اسی سال برہان نظام شاہ بحری اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس سے بھاگ کر بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور شاہی ملازم ہوگیا اور شاہ فتح اللہ شیرازی نے بھی جو اپنے وقت کا بہت بڑا فاضل تھا دکن سے ہندوستان پہونچکر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی ۹۹۳ھ میں سید مرتضیٰ سبزواری اور خداوند خاں حبشی صلابت خاں ترک سے شکست کھا کر بارگاہ اکبری میں پناہ لیکر آئے۔ بادشاہ نے جو ہمیشہ دکن کو زیر کرنے کی فکر میں رہتا تھا ان امیروں کو خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کے پاس مالوہ بھیجکر خان اعظم کو دکن فتح کرنے کا حکم دیا عرش آشیانی نے فتح اللہ شیرازی کو عضدالدولہ کے خطاب سے سرفراز فرما کر اُسے مہمات دکن سرانجام دینے کے لئے خان اعظم کے پاس مالوہ بھیجدیا۔ خان اعظم میرزا عزیز سرحد مالوہ پر آیا۔ خان اعظم نے جب دیکھا کہ راجہ علی خاں فاروقی حاکم خاندیس اہل دکن کی طرف مائل ہے تو اُس نے شاہ فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں کو نصیحت کرنے کے لئے

خاندیس بھیجا لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ مرتضیٰ نظام شاہ بحری کے امیر میرزا محمد تقی نظیری اور بہزاد الملک راجہ علی خاں کے ساتھ ہو کر خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کے سر ایلچپور کے نواح میں پہونچ گئے خان اعظم میرزا عزیز کوکہ نے جو ولایت ہندیہ میں مقیم تھا لڑائی میں مصلحت نہ دیکھی اور دوسرے راستے سے دکن میں داخل ہو کر ایلچپور پہونچ گیا۔ خاں اعظم نے تین روز برابر شہر کو غارت اور تباہ کیا۔ میرزا محمد تقی بہزاد الملک اور راجہ علی خاں ہندیہ سے لوٹ کر ایلچپور پہونچے خان اعظم نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور ندربار کے راستہ سے دکن کی سرحد کے باہر نکل آیا۔ اس زمانے میں میرزا عبدالرحیم کو بادشاہ نے طلب کیا عبدالرحیم گجرات سے آگرہ روانہ ہوا۔ مظفر شاہ کو موقع ملا اور وہ بہزاد الملک کے پاس جو عام طور پر بداول الملک کے نام سے مشہور تھا پہونچا اور لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ مظفر شاہ نے سات ہزار سواروں اور دس ہزار پیادوں کی جمعیت بہم پہونچائی اور حتی الوسع ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارے لیکن کچھ کاربراری نہ ہوئی اور جا بجا بھاگتا پھرا اسی سال شاہرخ میرزا حاکم بدخشاں عبداللہ خاں ازبک کے غلبہ سے پریشان ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی امیروں کے گروہ میں داخل کیا گیا۔ اسی سال عرش آشیانی نے جشن شادی منعقد کر کے شاہزادہ سلطان سلیم کا راجہ بھگوان داس کی بیٹی سے نکاح کر دیا۔ ۹۹۴ھ میں ایام سابقہ کی طرح جشن نوروزی کی مجلس بڑی شان و شوکت کے ساتھ ترتیب دی گئی اور اسی سال بادشاہ کے بھائی محمد حکیم میرزا نے کابل میں وفات پائی۔ عرش آشیانی نے میرزا عبدالرحیم کو گجرات کا حاکم اور میر فتح اللہ شیرازی کو اُس صوبہ کا صدر مقرر کیا اور دونوں امیروں کو گجرات روانہ کر دیا۔ عرش آشیانی نے خود پنجاب کا سفر کیا۔ بادشاہ نے راستہ میں صادق محمد خاں کو بھکر کی حکومت عطا کی اور کنور مان سنگھ پسر راجہ بھگوان داس کو کابل بھیجا۔ راجہ مان سنگھ محمد حکیم میرزا کے بیٹوں کو جو ابھی خرد سال تھے فریدوں خاں اور حکیم میرزا کے دوسرے امیروں کے ہمراہ کابل سے لاہور لایا اور اپنے فرزند کو خواجہ شمس الدین محمد فانی کے ہمراہ کابل میں چھوڑا۔ عرش آشیانی اٹک رہتاس میں جو خود عرش آشیانی کا بنا کردہ تھا پہونچے اور شاہرخ میرزا راجہ بھگوان داس شاہ قلی خاں محرم اور دوسرے امیروں کو تقریباً پانچ ہزار سواروں کے ساتھ ولایت کشمیر فتح کرنے پر نامزد کیا اور زین خاں کوکہ کو

ایک دستہ فوج کے ساتھ سواد دیجور کے افغانوں کے مقابلہ میں روانہ کیا اور کنور مان سنگھ ولد راجہ بھگوان داس کو افغانانِ روشنائی کی سرکوبی کے لیے جو کفر و زندقہ میں مشہور آفاق تھے بھیجا۔ اس فرقہ کا مختصر حال یہ ہے کہ ایک ہندوستانی فقیر جس نے اپنے کو پیر روشنائی کے نام سے موسوم کر رکھا تھا افغانوں میں جاکر آباد ہوا اس فقیر نے افغانوں کو اپنا مرید کیا اور اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا جلالہ نام چودہ برس کے سن میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ جلالہ تھوڑے دنوں کے بعد شاہی بارگاہ سے بھاگ کر افغانوں میں جا رہا اور ایک بہت بڑے گروہ کو اپنے ساتھ ملا کر اس نے کابل اور ہندوستان کی راہ کو بند کر دیا۔ بادشاہ کو سواد دیجور کے افغانوں کے صحیح حالات معلوم ہوئے اور سعید خاں کھکر شیخ فیضی شاعر ملا شیری شاعر اور صالح عاقل وغیرہ زین خاں کوکہ کی مدد کو سواد دیجور روانہ کیے گئے۔ ان امیروں کے عقب میں بادشاہ نے حکیم ابو الفتح گیلانی کو بھی بہادر امیروں کے ایک گروہ کے ساتھ زین خاں کی مدد کے لیے نامزد کیا۔ شاہی امیروں نے باوجود اس کثرت فوج کے افغانوں سے شکست کھائی اور خواجہ عزت بخشی راجہ بیربل ملا شیری وغیرہ امیر مع آٹھ ہزار سپاہیوں کے میدان جنگ میں کام آئے۔ زین خاں کوکہ اور حکیم ابو الفتح گیلانی بڑی مشکلوں سے جان بچا کر معرکۂ کارزار سے بھاگے اور اٹک رہتاس آکے قلعے میں ~~۹۹۵ھ~~ ۹۳۸ میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ کنور مان سنگھ نے کتل خیبر میں افغانانِ روشنائی سے جنگ کر کے بہتوں کو قتل کیا۔ بادشاہ اٹک رہتاس سے لاہور آیا اور کنور مان سنگھ کو کابل کی حکومت اور خیبری افغانوں کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔ اسی سال بادشاہ کے حکم سے ایک معتبر ہندو امیر رائے سنگھ کی بیٹی کا شاہزادہ سلیم کے ساتھ نکاح ہوا۔ شاہرخ میرزا اور راجہ بھگوان داس کشمیر کی مہم پر روانہ ہوئے تھے ان امیروں نے برف باری اور بارش اور نیز غلہ کے قحط سے تنگ آکر کشمیریوں سے صلح کر لی اور زعفران زار اور دار الضرب کشمیر کو خالصۂ بادشاہی میں داخل کر کے واپس آئے۔ بادشاہ نے اس صلح کو قبول نہ کیا اور محمد قاسم خاں امیر بحر کابلی کو دوبارہ کشمیر فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس مہم کا حال سلاطین کشمیر کے بیان میں مفصل مرقوم ہے جس کا مختصر احوال یہ ہے کہ اہل کشمیر آپس کی خانہ جنگیوں میں مبتلا تھے شاہی امیر کشمیر میں

داخل ہوئے اور اُنھوں نے آسانی سے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اسی سال شاہرخ میرزا کے دادا سلیمان میرزا نے کابل سے لاہور آکر بادشاہ سے ملاقات کی۔ عرش آشیانی نے عبداللہ خاں اوزبک بادشاہ توران کے ایلچی کو جو اس سے پہلے اٹک بنارس میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا حکیم ابوالفتح گیلانی اور میر صدر جہان حسینی قنوجی کے ہمراہ بیش بہا تحفوں کے ساتھ جن کی قیمت تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ ہوتی ہے توران کی طرف رخصت کیا۔ سنہ ۹۹۶ھ میں جلالہ روشنائی نے پھر غلبہ حاصل کیا اور سید چاند بخاری گجراتی کو قتل کر کے روشنائی نے کنور مان سنگھ کو بنگش کی طرف بھگا دیا۔ بادشاہ نے عبدالمطلب خاں محمد قلی بیگ اور حمزہ بیگ ترکمان کو جلالہ کی مہم پر روانہ کیا۔ ان امیروں نے جلالہ کو عاجز کر کے اُس کے اکثر پیروکاروں کو قتل کیا۔ اسی سنہ میں سلطان خسرو ولد شاہزادہ سلیم راجہ بھگوان داس کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوا۔ عرش آشیانی اس سب سے پہلے پوتے کے پیدا ہونے سے جو شاہزادہ سلیم کا بڑا فرزند تھا بیحد خوش ہوئے اور اس مسرت کے اظہار کے لیے بہت بڑا جشن عشرت منعقد کیا۔ محمد صادق نے اسی زمانے میں بادشاہی حکم کے موافق قلعۂ سہوان سند کا محاصرہ کیا جانی بیگ حاکم ٹھٹھ نے عاجز ہو کر ایلچیوں کو مع تحفہ اور ہدیہ کے بارگاہ شاہی میں روانہ کیا اور اطاعت اور فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ محمد صادق نے بادشاہی حکم کے موافق محاصرہ سے ہاتھ اُٹھایا اور بھکر روانہ ہو گیا۔ اسی سال ماہ ربیع الثانی کے شروع میں زین خاں کوکہ کابل کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اور کنور مان سنگھ لاہور واپس آیا اور ربیع الثانی کے آخر میں میرزا عبدالرحیم خان خاناں اور علامۂ زماں میر فتح اللہ شیرازی فرمان مبارک کے موافق گجرات سے لاہور آئے اور بادشاہ کی ملاقات سے سرفراز ہوئے اسی طرح محمد صادق خاں بھکر سے آیا اور خدمت سلطانی میں حاضر ہوا۔ عرش آشیانی نے کنور مان سنگھ پسر راجہ بھگوان داس کو بہار اور حاجی پور اور پٹنہ کی حکومت عنایت کر کے اُس طرف روانہ کیا اور سید یوسف خاں مشہدی کو کشمیر کی حکومت پر فائز کر کے محمد قاسم خاں کابلی کو جو کشمیر کے زمینداروں سے عاجز ہو گیا تھا اپنے حضور میں بلا لیا۔ بادشاہ نے محمد صادق خاں کو یوسف زئی افغانوں کی تنبیہ کے لیے سواد دیجور کی مہم پر نامزد فرمایا اور اسمٰعیل قلی خاں کو سواد دیجور سے بلا کر گجرات روانہ کیا اور قلیج خاں

جو عبدالرحیم خان خاناں کے بعد گجرات کا حاکم مقرر کیا گیا تھا بادشاہ کی قدمبوسی کیلئے
حاضر ہوا۔ بیسویں جمادی الثانی ۹۹۷ھ کو عرش آشیانی نے سیر کشمیر کا جس کی تعریف
ہر خاص و عام کی زباں پر جاری تھی ارادہ کیا۔ بادشاہ بھنبھر پہونچا اسی جگہ سے
کوہستان کشمیر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے عرش آشیانی نے شاہزادہ مراد کو مع دیگر
اہل حرم کے بھنبھر میں چھوڑا اور خود کشمیر کے دار الخلافت سری نگر میں پہونچے۔
میر فتح اللہ شیرازی نے جو گجرات سے واپس آکر اس سفر میں بادشاہ کے ہمراہ رکاب
تھا کشمیر میں دنیا سے رحلت کی۔ بادشاہ کو علامہ شیرازی کی وفات کا بڑا صدمہ ہوا۔
شیخ فیضی نے شیرازی کا مرثیہ بطور ترکیب بند نظم کیا۔ عرش آشیانی کشمیر کی سیر سے
فارغ ہو کر کابل روانہ ہوئے بادشاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا چلا جاتا تھا کہ دھنپور
میں حکیم ابوالفتح گیلانی نے جو بادشاہ کا مصاحب اور ہم نشین تھا اور ہمیشہ بادشاہ کی
ملازمت میں رہکر عرش آشیانی کو اپنے خلوص ارادت سے خوش کیا کرتا تھا سفر آخرت
اختیار کیا اور باحسن ابدال میں دفن کیا گیا بادشاہ اٹک رہتاس پہونچا اور شہباز خاں
کنبو کو یوسف زئی افغانوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور خود جلد سے جلد کابل پہونچا
میر صدر جہاں ابوالفتح گیلانی کا بھائی جو ایلچی ہو کر عبداللہ خاں اوزبک کے پاس
ماوراء النہر گیا ہوا تھا عبداللہ خاں اوزبک کے ایلچی کے ہمراہ کابل میں بادشاہ کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ عرش آشیانی نے کابل اور اُس کے باغات اور عمارتوں کی سیر میں
دو مہینے صرف کئے اور اپنے انعام و احسان سے اہل کابل کو سرفراز و ممنون فرمایا۔
بادشاہ کو معلوم ہوا کہ راجہ بھگوان داس اور راجہ ٹوڈرمل نے لاہور میں اس دنیا سے
کوچ کیا ہے عرش آشیانی نے محمد قاسم خاں بحری کو جو سہ ہزاری امیر تھا کابل کا حاکم
مقرر کیا اور توختہ بیگ کو اُس کی مدد کے لئے کابل میں چھوڑ کر خود ۲۰ سفر ۹۹۸ھ کو
لاہور واپس آئے۔ بادشاہ نے گجرات کی حکومت خاں اعظم میرزا عزیز کوکہ کو عنایت کی
اور اُسے مالوہ سے گجرات روانہ کیا اور شہاب الدین احمد خاں کو مالوہ کا حاکم مقرر کیا۔
خان اعظم گجرات پہونچا اور اُس نے گجرات کے ایک زمیندار مسمی جام پر لشکر کشی کی
جام زمیندار بھی دولت خاں ولد امین خاں کے ساتھ جو اپنے باپ کی جگہ جوناگڑھ کا
حاکم تھا بیس ہزار سواروں کو ہمراہ لیکر خان اعظم کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ فریقین

میں بڑی سخت معرکہ آرائی ہوئی اور محمد رفیع بخشی محمد حسین میر شرف الدین وغیرہ شاہی نامی امیر میدان جنگ میں کام آئے اور جام کا بڑا بیٹا مع اُس کے وزیر اور چار ہزار راجپوت سپاہیوں کے لڑائی میں مارے گئے۔ اِس لڑائی میں خان اعظم کو فتح ہوئی۔ اِس درمیان میں عبداللہ خاں ازبک بدخشاں کو فتح کرکے کابل پر تاک لگائے بیٹھا تھا عرش آشیانی نے عبداللہ ازبک کے خیال سے کئی سال لاہور اور اُس کے نواح میں قیام کیا۔ چونکہ اس زمانے میں میرزا جانی والی سندھ باوجود اِس قدر نزدیکی اور پڑوس کے عرش آشیانی کے طلب کرنے پر بھی بادشاہ کی خدمت حاضر نہیں ہوا تھا بادشاہ نے میرزا عبدالرحیم خان خاناں کو شاہ بیگ خاں کابلی۔ فریدوں بیگ برلاس محمد خاں نیازی اور سید بہاءالدین بخاری وغیرہ نامی امیروں کے ہمراہ سو ہاتھی اور بہت بڑے توپخانے کے ساتھ سندھ کو فتح اور بلوچیوں کو تباہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ۹۹۹ھ میں شہاب الدین نے مالوہ میں وفات پائی عرش آشیانی نے چار قاصد دکن کے ہر چہار رکن کے پاس روانہ کیے۔ شیخ فیضی شاعر اسیر اور برہان پور گیا اور خواجہ امین احمد نگر میر محمد امین مشہدی بیجاپور اور میرزا مسعود بھاگ نگر روانہ کیے گئے۔ اِن امیروں کے عقب میں شاہزادہ مراد المشہور بہ پہاری کو حاکم مالوہ بنا کر شہاب الدین کی جگہ بھیجا اور اسمٰعیل قلی خاں شاہزادہ کا اتالیق مقرر ہو کر شاہزادہ کے ہمراہ متعین کیا گیا۔ شاہزادۂ مراد گوالیار کے نواح میں پہونچا اور سُنا کہ اُس نواح کا سب سے بڑا زمیندار مسمی مدھکرن شاہی پرگنوں پر دست اندازی کرتا ہے شاہزادہ نے اس زمیندار کی طرف رُخ کیا مدھکرن بھی فوج لیکر سامنے آیا لیکن شکست کھا کر جنگل میں جا چھپا اور راہی درمیان میں مرگیا۔ مدھکرن کا بیٹا رام چندر اپنے باپ کا جانشین ہوا رام چندر نے شاہی اطاعت کا اقرار کیا اور شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہزادۂ مراد نے اس مقام سے کوچ کیا۔ خان اعظم میرزا عزیز کوکہ نے سُنا کہ دولت خاں پسر امین خان جو اس سے پہلے زخمی ہو کر جوناگڑھ چلا گیا تھا وفات پائی خان اعظم نے جوناگڑھ فتح کرنیکا ارادہ کیا اور اُس طرف روانہ ہوا۔ خان اعظم نے قلعۂ جوناگڑھ کا محاصرہ کرلیا اور سات مہینے کے بعد قلعہ کو سر کیا۔ اِسی سنہ میں میرزا عبدالرحیم نے قلعۂ سہوان کا جو دریائے سندھ کے کنارے واقع تھا محاصرہ کیا میرزا جانی والیِ سندھ اُس نواح کے زمینداروں کو ساتھ

لیکر ڈونگیوں اور کشتیوں اور توپخانہ کے ساتھ خان اعظم کی طرف بڑھا۔ میرزا جانی نے سات کوس راہ طے کی اور سو ڈونگیاں اور دو سو کشتیاں تیر اندازوں اور توپچیوں سے بھری ہوئی آگے روانہ کیں۔ میرزا عبدالرحیم کے پاس اگرچہ صرف پچیس ڈونگیاں تھیں لیکن اُس نے دشمن کا مقابلہ کیا اور ایک شبانہ روز لڑائی جاری رہی اور خان خاناں نے حریف کی سات ڈونگیاں گرفتار کیں اور دو سو سپاہیوں کو قتل کیا باقی کشتیاں بے نیل مرام میرزا جانی والیِ سندھ کے پاس واپس گئیں۔ میرزا جانی ماہ محرم سنہ ۱۰۰۰ھ میں دریائے سندھ کے کنارے پہونچا اور زمین پر جس کے کنارے پانی اور کیچڑ تھا اترا میرزا عبدالرحیم بھی میرزا جانی کے برابر آکر صف آرا ہوا اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ دو مہینے کامل طرفین سے جنگ جاری رہی اور فریقین کے بہت سے آدمی میدان جنگ میں کام آئے۔ اسی زمانے میں سندھ کے لوگوں نے خان خاناں کے لشکر میں غلہ کی آمد و شد بند کر دی اور ایک روٹی کی قیمت جان سے بھی زیادہ گراں ہو گئی۔ خان خاناں نے اس وجہ سے ایک گروہ کو قلعے کے محاصرہ میں مشغول رکھا اور خود ٹھٹھہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ میرزا جانی والیِ سندھ نے اہل سہوان کو قلیل گروہ خیال کر کے اُن پر دھاوا کیا خان خاناں کو اس حملہ کی اطلاع ہوئی اور اُس نے اپنے سپہ سالار دولت خاں لودی کو نامی امیروں کی ایک جماعت کے ساتھ اہل سہوان کی مدد کو روانہ کیا۔ دولت خاں روزانہ اسّی کوس زمین طے کرتا ہوا سہوان پہونچا اور میرزا جانی نے اُس لشکر کو خستہ اور ماندہ سمجھکر دوسرے دن پانچ ہزار سواروں کو اپنے ہمراہ لیا اور لڑائی شروع کر دی دولت خاں لودی کے پاس دو ہزار سواروں سے زیادہ کی جمعیت نہ تھی لیکن اس پر بھی اُس نے حریف کا مقابلہ کیا اور میرزا جانی کو شکست دی۔ میرزا جانی نے دریا کے کنارے موضع الور میں قیام کر کے اپنے گرد ایک قلعہ بنایا۔ ایک طرف سے میرزا عبدالرحیم نے اور اُسکے لشکر نے دوسری سمت سے پہونچکر میرزا جانی کو درمیان میں گھیر لیا اور غلہ اور اذوقہ کا راستہ ایسا اُس پر بند کیا کہ میرزا جانی کے سپاہی گھوڑے اور اونٹ ذبح کر کے کھانے لگے۔ میرزا جانی نے عاجز ہو کر صلح کی گفت و شنید شروع کی اور اپنی بیٹی کو میرزا ایرج پسر میرزا عبدالرحیم کے نکاح میں دیا اور اس بات کا اقرار کیا کہ موسم برسات گزرنے کے بعد میرزا جانی عرش آشیانی کے حضور میں حاضر ہو گا۔

اس درمیان میں سید یوسف خاں مشہدی بادشاہی حکم کے موافق اپنے چھوٹے بھائی یادگار میرزا کو کشمیر میں چھوڑ کر خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یادگار میرزا نے کشمیر کے ایک بہت بڑے زمیندار کی لڑکی کے ساتھ شادی کی اور اہل کشمیر کی امداد سے غلبہ حاصل کر کے یادگار میرزا نے بغاوت کی اور کشمیر کا خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا اور سامان و لشکر کے جمع کرنے میں مصروف ہوا۔ قاضی علی میر دیوان کشمیر اور حسن بیگ بخشی تحصیلدار نے جو کشمیر کے خراج گذار تھے یادگار میرزا سے جنگ چھیڑ دی۔ قاضی علی لڑائی میں مارا گیا اور حسن بیگ کشمیر سے باہر چلا گیا۔ عرش آشیانی نے ان واقعات کی خبر سُنی اور چونکہ میرزا یادگار گنجا تھا عرش آشیانی نے یہ شعر پڑھا۔

کلاہ خسروی و تاج شاہی ؛ بہر کل کے رسد حاشا و کلا

بادشاہ نے دہلی کے شیخ زادۂ فرید بخشی کو امیروں کے ایک گروہ کے ساتھ کشمیر کی مہم پر روانہ فرمایا۔ میرزا یادگار بھی ایک بڑی فوج لیکر شیخ فرید کے مقابلہ میں آیا ایک پہر رات گذرنے کے بعد اکبری اقبال نے اپنا کام کیا اور صادق بیگ اور ابراہیم بیگ کو جو یوسف خاں مشہدی کے قدیم نوکر تھے منصب اور تقسیم ماہانہ پر میرزا یادگار سے رنجیدہ ہو کر اُس پر حملہ آور ہوئے میرزا یادگار یہ شور سن کر خیمہ سے باہر نکلا اور ایک جنگل کی طرف بھاگا۔ یادگار میرزا اس جنگل میں ایک پتھر کی آڑ میں چھپ رہا۔ صبح کو صادق بیگ اور ابراہیم بیگ نے اُس کو گرفتار کر کے اُس کا سر قلم کر ڈالا اور سر کو شیخ فرید دہلوی کی خدمت میں بھیجدیا۔ اس واقعہ کے بعد کشمیر پر دوبارہ شاہی قبضہ ہو گیا۔ عرش آشیانی دوسری بار کشمیر کی سیر کو تشریف لے گیے اور چالیس روز شہر کا سیر و تماشا دیکھنے میں صرف کئے۔ بادشاہ نے حوض زین لنکا اور سلطان زین العابدین کی بنا کردہ عمارتوں کا اور برف کے برسنے کا تماشا دیکھا۔ سیر سے فارغ ہو کر بادشاہ نے کشمیر کی حکومت یوسف خاں کو عنایت کی اور خود پنجاب اور رہتاس روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں میرزا عبدالرحیم خان خاناں اور میرزا جانی والیِ سندھ نے ۱۰۰۱ھ میں ٹھٹہ سے روانہ ہو کر بادشاہ کی قدمبوسی حاصل کی۔ میرزا جانی سہ ہزاری امیروں میں داخل کیا گیا اور سندھ پر شاہی قبضہ ہو گیا۔ اسی سال خانِ اعظم میرزا عزیز کوکہ نے گجرات کے سب سے بڑے زمیندار کھنگار پر جو مظفر شاہ گجراتی کو اپنے پاس پناہ دیکر

غرور اور تکبر سے اُس نواح پر حکومت کر رہا تھا لشکر کشی کی۔ خان اعظم نے حسن تدبیر سے کام لیا اور مظفر شاہ گجراتی کو اپنے ساتھ لیکر احمد آباد روانہ ہوا۔ مظفر شاہ نے راستے میں وضو کرنے کا بہانہ کیا اور لشکر سے جدا ہو کر ایک گوشہ میں آیا اور ایک استرہ سے جس کو اسی دن کے لیے ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا خودکشی کر لی خان اعظم نے اُس کا سر قلم کر کے بادشاہ کے پاس بھیجدیا اور خود احمد آباد پہونچا۔ اسی سنہ میں راجہ مان سنگھ ولد راجہ بھگوان داس نے قتلو افغان کے بیٹوں اور بھائیوں سے معرکہ آرائی کی اور دشمنوں پر فتح حاصل کی اور اڑیسہ کے ملک پر جو ولایت بنگالہ کی انتہائی حد پر واقع ہے قبضہ کر کے ایک سو بیس ہاتھی افغانوں سے حاصل کیے اور ان ہاتھیوں کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا عرش آشیانی نے دس برس سے خان اعظم کو نہیں دیکھا تھا۔ اِس لیے اُسے اپنے پاس بلایا خان اعظم عرصہ سے حرمین شریفین کی زیارت کا خواہشمند تھا بادشاہ کا فرمان پاتے ہی اپنے اہل وعیال کو ہمراہ لیکر کشتی میں بیٹھا اور سفر حجاز کے لیے روانہ ہوا۔ عرش آشیانی نے یہ خبر سُنکر شاہزادۂ مراد کو مالوہ سے گجرات کی حکومت پر مقرر کیا اور صادق محمد خاں کو شاہزادہ کی وکالت پر نامزد کیا اور شاہرخ میرزا کو حاکم مالوہ بنا کر شہباز خاں کنبو کو جو تین سال سے قید میں تھا آزاد کر کے اُس کا وکیل مقرر کیا۔ اِس زمانے سے کچھ پیشتر جلالہ پسر پیر روشنائی کوہستان خیبر سے بھاگ کر عبداللہ خاں اوزبک کے پاس چلا گیا تھا لیکن اُس وقت پھر خیبر آیا اور ہندوستان اور کابل کا راستہ اُس نے بند کر دیا میرزا جعفر قزوینی جو سال گذشتہ آصف خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا تھا جلالہ کے سر پر روانہ کیا گیا۔ آصف خاں نے جلالہ کو شکست دی اور جلالہ کے اہل وعیال اور اُس کے بھائی مسمی واحد علی اور اُس کے اور عزیزوں کو گرفتار کر کے قریب چار سو آدمیوں کے بادشاہ کی بارگاہ میں بھجوا دیا۔ اِسی دوران میں شاہی قاصد جو دکن روانہ ہوئے تھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے شاہان دکن کی عدم اطاعت کی خبر بادشاہ کو سنائی۔ عرش آشیانی نے دکن فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور شاہزادۂ دانیال کو محرم ۱۰۰۲ھ میں دکن کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ شاہزادہ لاہور سے سلطان پور پہونچا لیکن بادشاہ کی رائے دفعتہً بدل گئی اور عرش آشیانی نے شاہزادہ کو راستے سے واپس بلا لیا اور میرزا عبدالرحیم کو شاہزادہ کے لشکر کے ساتھ دکن روانہ کیا۔

اسی سنہ میں حاکم قندھار میرزا سلیم بن سلطان حسین میرزا ابن بہرام میرزا ابن شاہ اسمٰعیل صفوی اپنے بھائی کی مخالفت اور اوزبک کے غلبہ سے تنگ آکر شاہی ملازمت میں حاضر ہوا۔ میرزا نے قلعۂ قندھار بادشاہ کے سپرد کیا اور خود پنجہزاری امیروں میں داخل ہوگیا اور ملتان کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اسی سال میرزا عبدالرحیم خان خاناں مندو پہونچا برہان نظام شاہ بحری نے اس سے پیشتر خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اس بات کا اقرار کیا کہ قلعۂ برار عرش آشیانی کے سپرد کردونگا چنانچہ برہان نظام شاہ نے اس وقت ہی عنایت خاں شیرازی کو خان خاناں کے پاس بھیجکر اطاعت کا اقرار کیا لیکن برہان نظام شاہ دفعتہً بیمار ہوکر ۱۰۰۳ھ میں راہی ملکِ عدم ہوا۔ برہان نظام کا بیٹا ابراہیم نظام شاہ باپ کا قائم مقام ہوکر ابراہیم عادل شاہ کی جنگ میں مارا گیا۔ میاں منجھو خاں جاگی نے جو نظام شاہیوں کا پیشوا تھا احمد نام ایک لڑکے کو خاندان نظام شاہی سے منسوب کرکے اُس کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا لیکن امیروں نے احمد کی اطاعت سے انکار کرکے لڑائی کا بازار گرم کیا منجھو خاں امیران احمد نگر کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکا اور احمد نگر میں قلعہ بند ہوگیا منجھو خاں نے ایک قاصد شاہزادۂ مراد کی خدمت میں احمد آباد روانہ کیا اور شاہزادہ کو پیغام دیا کہ نظام شاہی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا ہے اگر شاہزادہ جلد سے جلد احمد نگر پہونچ جائے تو میں قلعہ شاہزادۂ مراد کے سپرد کردونگا۔ اسی دوران میں شاہزادہ کے پاس خود بھی دکن کی مہم سر کرنے کا فرمان آچکا تھا منجھو خاں کا پیغام سنتے ہی شاہزادۂ مراد آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ احمد نگر روانہ ہوگیا۔ میرزا عبدالرحیم اس زمانے میں مندو میں قیام پذیر تھا چونکہ خان خاناں بھی موقع کا منتظر تھا اُس نے یہ خبر سنتے ہی شاہرخ میرزا کے لشکر اور شہباز خاں کنبو اور راجہ جگناتھ راجہ مان سنگھ راجہ درگا اور راجہ رام چندر وغیرہ امیروں کے ہمراہ دکن کا رخ کیا۔ خان خاناں نے راجہ علی خاں والی خاندیس کو بھی حسن تدبیر سے مع پانچ یا چھ ہزار سواروں کے اپنے ساتھ لیا اور قلعۂ گالنہ کے نواح میں جو مملکت دکن کی سرحد ہے شاہزادہ مراد سے جا ملا۔ تمام شاہی اراکین مل کر جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہوئے اس درمیاں میں منجھو خاں نے مخالف امیروں کی سرکوبی کرکے اپنے کو سنبھال لیا تھا اور اب شاہزادہ کو بلانے سے دل میں شرمندہ ہوا منجھو خاں نے قلعہ اور آذوقہ کو چاند بی بی دختر حسین نظام شاہ بحری کے سپرد کیا اور اپنے معتمد امیر چاند بی بی کے پاس

چھوڑ کر خود مع احمد نظام اور سرکاری توپ خانہ کے عادل شاہی سرحد کی طرف بھاگا شاہزادہ مراد اور میرزا عبدالرحیم دکن پہونچے اور جیسا کہ شاہان دکن کے حالات میں مرقوم ہے ربیع الثانی سنہ ۱۰۰۴ھ میں احمد نگر پہونچکر قلعہ کا محاصرہ کیا اور نقب کھودنے اور سرکوب تیار کرنے میں مشغول ہوئے۔ چاند بی بی نے مردانہ وار اُن کی مدافعت کی اور عادل شاہ اور قطب شاہ سے مدد طلب کی تین مہینے کے بعد نقب تیار ہو کر برج کے نیچے پہونچ گئی قلعے کے لوگ نقب کے تیار ہونے سے واقف ہو گئے اور قلعے کے اندر ان لوگوں نے دو نقب میں شگاف دیکر اُس کی بارود نکال لی اور دوسری نقب کے ڈھونڈنے میں مشغول ہوئے۔ شاہزادہ اور محمد صادق خاں بلا اطلاع خان خاناں کے مسلح اور مکمل ہو کر اس خیال سے کہ فتح ان لوگوں کے نام ہو غرہ ماہ رجب کو جمعہ کے دن قلعے کے پاس پہونچے اور انھوں نے نقبوں میں آگ لگا دی۔ تین نقبوں میں بارود موجود تھی یہ نقب اڑیں اور پچاس گز کے قریب دیوار ہوا میں اڑ گئی اور بہت بڑا راستہ پیدا ہو گیا۔ یہ لوگ بقیہ دو نقبوں کے خالی ہو جانے سے ناواقف تھے اور اس انتظار میں تھے کہ بقیہ دو نقب بھی آگ پکڑ لیں تو قلعے کے اندر داخل ہوں چاند بی بی کو موقع مل گیا اور برقع اوڑھ کر رخنہ کے پاس آئی اور اس نے توپیں اور بہت سی بندوقیں اُس رخنہ میں لگا دیں۔ ہرچند مغل سپاہیوں نے کوشش کی لیکن قلعے کے اندر نہ داخل ہو سکے اور رات کو بے نیل مرام اپنے قیام گاہ پر واپس آئے۔ چاند بی بی تمام رات رخنہ کے پاس کھڑی رہی اور قلعے کے چھوٹے اور بڑے اور عورت اور مرد سب کو رخنہ کے بند کرنے پر اُس نے مقرر کیا اور صبح ہونے تک پتھر مٹی اور مردہ آدمیوں کے جسم کو دیوار میں بھر کر رخنہ بند کر دیا اور تقریباً تین گز دیوار بلند کر دی گئی۔ اسی دوران میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ سہیل خاں خواجہ سرا عادل شاہی لشکر کا افسر نظام شاہی اور قطب شاہی سپاہیوں اور سواروں کو ساتھ لیکر تقریباً ستر ہزار فوج کے ہمراہ احمد نگر آ رہا ہے۔ اور بادشاہی لشکر میں غلہ کی گرانی کی وجہ سے باربرداری اور سواری کے جانور کمزور اور بے طاقت ہو گئے تھے اور ادھر چاند بی بی بھی محاصرہ کی سختیوں اور تکلیفوں سے تنگ آ چکی تھی میرزا عبدالرحیم نے صلح کو حسب حال سمجھکر لڑائی موقوف کی چاند بی بی نے بھی صلح قبول کی اور اقرار کیا کہ برہان نظام شاہ کے وعدہ کے موافق برار پر شاہزادہ مراد کا قبضہ رہے اور احمد نگر مع اُس کے مضافات کے

برہان نظام شاہ کے پوتے بہادر نظام شاہ کے زیر حکومت رہے اس شرط پر صلح مکمل ہوگئی اور میرزا عبدالرحیم اور شاہزادہ برار روانہ ہوئے اور بالاپور کے پاس ایک شہر بنایا اور اسے شاہ پور کے نام سے موسوم کیا اسی شہر میں قیام پذیر ہوئے۔ اسی زمانے میں شاہزادہ مراد نے جشن شادی منعقد کرکے بہادر خاں فاروقی کی بیٹی سے نکاح کیا اور برار کے پرگنے اپنے امیروں میں تقسیم کر دیے۔ اسی زمانے میں شہباز کنبوہ جو نامی شاہی امیر تھا شاہزادہ سے رنجیدہ ہوکر مالوہ چلا گیا چاند بی بی نے بہادر نظام شاہ کو احمد نگر کا بادشاہ بنایا۔ ابھنگ خاں حبشی پھر دوبارہ صاحب اختیار ملکی و مالی ہوا۔ اس سردار نے چاند بی بی کی مرضی کے خلاف عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں سے مدد لے کر پچاس ہزار سواروں کی جمعیت اکٹھا کی اور مغل امیروں سے لڑنے کے لیے برار روانہ ہوا۔ میرزا عبدالرحیم نے شاہزادہ اور صادق محمد خاں کو شاہ پور میں چھوڑا اور خود شاہرخ میرزا اور راجہ علی خاں فاروقی حاکم برہان پور کے ساتھ پچیس ہزار سواروں کی فوج ہمراہ لے کر دکنیوں سے لڑنے کے لیے دریائے گنگا کے کنارے سون پت کے قریب آیا۔ خان خاناں نے چند روز سون پت میں قیام کیا۔ اور دکنیوں کی وضع اور ان کا طریقہ اچھی طرح معلوم کر لیا عبدالرحیم نے دریائے گنگا کو جس کا پانی اس وقت زانو تک تھا عبور کیا اور سترھویں جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو سہیل خاں لشکر عادل شاہی کا افسر ایک بڑی فوج ہمراہ لے کر مقابلے میں آیا۔ سہیل خاں نے نظام شاہی امیروں کو میمنہ پر اور قطب شاہیوں کو میسرہ پر مقرر کیا اور خود بڑے غرور اور تکبر کے ساتھ میدان میں آکر مدمقابل کا طلبگار ہوا پہلے میرزا عبدالرحیم نے خود سہیل خاں کا مقابلہ کیا لیکن بعد کو راجہ علی خاں فاروقی اور راجہ رام چندر اور دوسرے راجپوت امیروں کو سہیل خاں کے مقابلے کے لیے مقرر کیا۔ ان امیروں نے سہیل خاں کے مقدمۃ لشکر کو پراگندہ کر دیا اور خود سہیل خاں پر حملہ آور ہوئے سہیل خاں نے پہلے توتوپوں اور بندوقوں اور تفنگ اور بان سے بہت سے راجپوت اور اہل خاندیس کو ہلاک کیا اور اس کے بعد عرابوں کے نیچے سے نکلا اور دکنیوں کو اپنے ساتھ لیکر مردانہ وار میدان جنگ میں آیا راجہ علی خاں اور راجہ رامچندر وغیرہ تین ہزار سواروں کے ساتھ لڑائی میں کام آئے اور شام کے قریب جب کہ دو گھڑی دن سے زیادہ نہ رہ گیا تھا سہیل خاں کے مقابلے

میں کوئی باقی نہ رہا۔ سہیل یہ سمجھا کہ اس نے خان خاناں کو پوری شکست دیدی سہیل خاں آگے بڑھا۔ میرزا عبدالرحیم کو راجہ علی خاں وغیرہ کے قتل ہو جانے کی خبر نہ تھی۔ خان خاناں بھی حریف سے لڑنے کے لیے آگے چلا۔ اہل دکن مغلوں کی طرف جو باربرداری کے جانوروں کو تیار کیے ہوئے کھڑے تھے بڑھے اور تاراج کرنے میں مشغول ہوئے۔ دکنیوں نے مال غنیمت حاصل کر کے اپنے کو فاتح سمجھا اور مال غنیمت کی حفاظت کے لیئے اپنی سرحد کی طرف جلد سے جلد روانہ ہوئے۔ سہیل خاں ایک قلیل گروہ کے ساتھ اپنی منزل پر مقیم ہوا۔ چونکہ اسوقت مشعل نہ تھی اور اندھیرے کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی کچھ خبر نہ تھی سہیل خاں اسی تاریکی میں ٹھیرا ہوا تھا۔ میرزا عبدالرحیم نے بھی چونکہ دشمن کو سامنے سے ہٹا دیا تھا اس لیئے اُس مقام تک آیا جہاں کہ دشمن کے عرابے نصب تھے خان خاناں بھی اندھیری رات میں ایک جگہ مقیم ہوا مغل سپاہیوں کا ایک بہت بڑا گروہ اپنے کو شکست خوردہ سمجھکر میدان جنگ سے بھاگا اور شاہ پور میں پہونچ کر اُس نے دم لیا۔ اس درمیان میں چند مشعلیں سہیل خاں کے ہاتھ آگئیں اور کچھ روشنی نمودار ہوئی میرزا عبدالرحیم نے دریافت حال کے بعد جب معلوم کرلیا کہ سہیل خاں میدان میں موجود ہے تو اُس نے حکم دیا کہ جو توپیں اور ضرب زن بارود سے بھری ہوئی ہیں اور دشمن سے لی ہیں اُن کا رُخ سہیل خاں کے لشکر کی طرف پھیر دیا جائے اور اُن کی توپیں خود انھیں پر سر کی جائیں۔ توپ کا گولہ سہیل خاں کے لشکر میں گرا اور سپاہیوں میں ہل چل مچگئی۔ سہیل خاں نے یہ جان کر کہ دشمن میدان میں موجود ہے تمام شمعیں خاموش کرادیں اور اپنے قیام گاہ کی جگہ بھی بدل دی اور لوگوں کو ادھر اُدھر بھیجکر اپنے متفرق اور پراگندہ لشکر کو ایک جگہ جمع کیا۔ میرزا عبدالرحیم کو بھی یقین ہوگیا کہ حریف ابھی معرکۂ کارزار میں موجود ہے خان خاناں نے بھی نقارہ اور کرنا کی آواز سے اپنے سپاہیوں کو جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ باجوں کی آواز سنکر شاہی سپاہی جو اِدھر اُدھر پراگندہ ہوگئے تھے گروہ کے گروہ خان خاناں کے پاس جمع ہونے لگے جس وقت کوئی سردار یا فوج خان خاناں کے پاس آتی تھی تو فوجی کرنا پھونک کر اللہ اللہ کی آواز بلند کرتے تھے چنانچہ اسی ضرورت کے لیے ایک رات میں گیارہ مرتبہ کرنا پھونکا گیا۔ سہیل خاں نے بھی راتوں رات آدمیوں کو اِدھر اُدھر بھیجکر

جسقدر ممکن ہوسکا اپنا پراگندہ لشکر پھر جمع کیا۔ رات ختم ہوئی اور صبح کو سہیل خاں نے دس یا بارہ ہزار سواروں کی جمعیت سے خان خاناں پر حملہ کیا خان خاناں نے بھی خدا پر بھروسہ کرکے تین یا چار ہزار سواروں کے ہمراہ حریف سے مقابلہ کیا۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد سہیل خاں نے چند کاری زخم کھائے اور اپنے گھوڑے سے نیچے گرا۔ سہیل خاں کے قدیم نوکروں نے اپنے مجروح آقا کو اٹھایا اور اُسے گھوڑے پر بٹھاکر دونوں طرف سے اُس کے بازو پکڑ لیئے اور اُسے میدان جنگ سے باہر لے آئے۔ میرزا عبدالرحیم جو معرکہ کو جیت لینے میں شہرۂ آفاق تھا اس غیبی فتح سے بیحد خوش ہوا اور تھوڑے دنوں کے بعد شاہ پور واپس آیا۔ عرش آشیانی نے عبداللہ خاں اوزبک کے مرنے کی خبر سُنی اور لاہور سے آگرہ تشریف لائے اور اس فتح کی خبر سُنکر بیحد خوش ہوئے بادشاہ نے خان خاناں کے لیئے گھوڑا اور خلعت فاخرہ بھیجا۔ تھوڑے دنوں کے بعد صادق محمّد خاں کے نفاق سے شاہزادہ مراد اور عبدالرحیم خان خاناں کے درمیان کچھ رنجش پیدا ہوگئی عرش آشیانی نے سید یوسف خاں مشہدی اور شیخ ابوالفضل کو شاہزادہ کے پاس بھیجکر عبدالرحیم خاں کو سنہ ۱۰۰۶ھ میں اپنے پاس بلا لیا اور دشمنوں کی غمازی اور بدگوئی کی وجہ سے تھوڑے دنوں عبدالرحیم سے ناراض رہے عبدالرحیم خان خاناں کی واپسی کے بعد سید یوسف خاں مشہدی اور شیخ ابوالفضل نے نرنالہ۔ گاویل اور کھرلہ کے مشہور قلعے مملکت برار میں سر کیئے اور ان فتوحات کے بعد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی درمیان میں شاہزادہ مراد مرض شدید میں گرفتار ہوا اور ماہ شوال سنہ ۱۰۰۷ھ میں مراد نے اس عالم سے کوچ کیا۔ شاہزادہ کی لاش پہلے تو شاہ پور میں دفن کی گئی اسکے بعد جنازہ دہلی لایا گیا اور شاہزادہ بھی اپنے دادا جنت آشیانی کے پہلو میں دفن کیا گیا شاہزادہ کی وفات کا مصرعہ تاریخی یہ ہے ؎ از گلشن اقبال نہالے شدہ کم ز عرش آشیانی کو جوان بیٹے کی موت کا بیحد صدمہ ہوا اور دکن کے فتح کرنے میں اور زیادہ کوشاں ہوئے۔ نظام شاہی امیروں نے قوت حاصل کرکے شیر خواجہ حاکم بیڑ کو شکست دی اور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ سید یوسف خاں مشہدی اور شیخ ابوالفضل نظام شاہیوں کے سامنے نہ ٹھہر سکتے تھے بادشاہ نے عبدالرحیم خان خاناں پر پھر توجہ اور مہربانی

فرمائی۔ عرش آشیانی نے عبدالرحیم کی بیٹی جاناں بیگم کا شاہزادۂ دانیال کے ساتھ نکاح کر دیا اور خان خاناں اور شاہزادہ دونوں کو دکن کی مہم پر روانہ کیا۔ عرش آشیانی نے شاہزادہ کی روانگی کے بعد وسط ۸ھ۱۰۰ میں خود بھی دکن کا سفر کیا۔ بادشاہ نے ممالک محروسہ کا انتظام شاہزادۂ سلطان محمد سلیم کے سپرد کیا اور خود دکن روانہ ہوئے۔ خان خاناں اور شاہزادۂ دانیال دکن پہونچے اور اُن کو معلوم ہوا کہ بہادر خاں پسر راجہ علی خاں فاروقی اپنے باپ کے خلاف بادشاہ کا مطیع نہیں ہے دانیال اور خان خاناں قلعۂ اسیر پہونچے اور مونگی پٹن کے قریب دریائے گوداوری کے کنارے قیام کر کے بہادر خاں کو ہموار کرنے میں کوشاں ہوئے۔ اس زمانے میں عرش آشیانی بھی مندو پہونچ گئے بادشاہ نے خان خاناں اور شاہزادۂ دانیال کو یہ کہکر کہ بہادر خاں کی تنبیہہ خود بادشاہ کر دیگا قلعۂ احمد نگر کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عبدالرحیم خاں بیس ہزار سواروں کی جمعیت سے احمد نگر روانہ ہوا ابھنگ خاں حبشی اور دوسرے با اقتدار امیر بلا لڑے ہوئے قلعے سے بھاگ گئے اور شاہی فوج نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ عرش آشیانی نے پہلے تو بہادر خاں کو نصیحت کی کہ بادشاہ کی اطاعت قبول کرے لیکن جب دیکھا کہ نصیحت کارگر نہیں ہوتی تو بادشاہ خود مندو سے برہان پور آیا اور شاہی امیر قلعۂ اسیر کے فتح کرنے میں سرگرم ہوئے۔ محاصرہ کی مدت نے طول کھینچا اور خلقت خدا کے ہجوم کی وجہ سے قلعے میں گندگی پیدا ہوئی اور لوگ بیماری کی وجہ سے ضائع ہونے لگے۔ بہادر خاں فاروقی باوجود غلہ موجود ہونے اور قلعے کے مستحکم ہونے اور فوج کی کثرت کے خوف زدہ ہوا۔ چونکہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد جیسا کہ تفصیل سے بعد کو بیان کیا جائیگا خواجہ ابوالحسن ترمذی شاہزادۂ دانیال کے میر دیوان کی کوشش سے اوائل ۱۰۰۹ھ میں احمد نگر کا قلعہ فتح ہوا تو بہادر خاں اور زیادہ پریشان ہوا بہادر خاں نے جان کی امان چاہی اور اسیر کا بے نظیر قلعہ اسی سنہ میں بادشاہی امیروں کے سپرد کیا قلعے کے تمام خزانے اور دفینے اور بیش قیمت مال و جواہرات اور ساز و سامان جنکا شمار کرنا محال ہے بادشاہ صاحب اقبال کے قبضے میں آیا۔ عبدالرحیم خان خاناں اور شاہزادۂ دانیال بھی شاہی حکم کے موافق برہان پور آئے اور ان لوگوں نے بھی احمد نگر کا مال غنیمت بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا۔

ابراہیم عادل شاہ نے پیشکش خدمتِ شاہی میں گزران کر صلح کی درخواست کی عرش آشیانی نے عادل شاہ کی درخواست منظور کرلی اور اُس کی بیٹی بیگم سلطان کو شاہزادۂ دانیال کیلیے طلب فرمایا۔ عرش آشیانی نے میر جمال الدین انجو کو جو ایک معتبر امیر تھا دلہن اور پیشکش کو لانے کے لیے بھیجا اور اسیر و برہان پور اور احمد نگر اور برار شاہزادۂ دانیال کو عنایت فرمایا اور عبدالرحیم خان خاناں کو شاہزادہ کا اتالیق مقرر کیا اور خود کامیاب و بامراد دار الخلافت واپس آئے۔ اوائل سنہ ۱۰۱۰ھ میں آگرہ پہونچکر بادشاہ نے تمام ممالک محروسہ میں فتح نامے روانہ کیے سنہ ۱۰۱۱ھ میں شیخ ابوالفضل بموجب فرمان بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا نرور کے نواح میں اوڑچھ[۲۵] کے راجپوتوں کا ایک گروہ مال کی طمع میں ابوالفضل پر حملہ آور ہوا اور اُس کو قتل کر ڈالا اور اُس کے مال و اسباب پر قابض ہو گیا ماہ صفر سنہ ۱۰۱۳ھ میں میر جمال الدین انجو جو بیجاپور روانہ کیا گیا تھا عروس اور پیشکش اور ابراہیم عادل شاہ کے ایلچی کو ہمراہ لیکر واپس آیا اور دریائے گوداوری کے کنارے مونگی پیٹن کے پاس جشن شادی منعقد کر کے میر جمال الدین نے عروس کو شاہزادۂ دانیال کے سپرد کیا اور خود آگرہ واپس آیا اور رقم پیشکش جو اس سے پہلے دکن سے کبھی نہ آئی تھی بادشاہ کے ملاحظے میں گزرانی۔ اسی سنہ کے اوائل ذی الحجہ میں شاہزادۂ دانیال کثرت شراب خواری کی وجہ سے برہان پور میں بیمار پڑ کر دنیا سے رخصت ہوا۔ عرش آشیانی دونوں فرزندوں کی بوقت موت سے بیحد غمگین اور آزردہ ہوئے اور روز بروز بادشاہ کی صحت خراب ہونی شروع ہوئی یہاں تک کہ تیرہ جمادی الاول سنہ ۱۰۱۴ھ کو چہار شنبہ کے دن بادشاہ نے بھی دنیا کو خیرباد کہا۔ عرش آشیانی نے اکاون[۵۱] سال کچھ مہینے فرمانروائی کی فوت اکبر شہ[۱۴] عرش آشیانی کی تاریخ وفات ہے یہ بادشاہ اگرچہ اچھی طرح لکھ پڑھ نہ سکتا تھا لیکن کبھی کبھی شعر کہتا تھا اور علم تاریخ سے بہت اچھی واقفیت رکھتا تھا اور ہندوستان کے قصوں سے خوب آگاہ تھا۔ امیر حمزہ کا قصہ جس میں تین سو ساٹھ داستانیں ہیں اور جن کو دربار اکبری کے انشاپردازوں نے نظم و نثر ہر عبارت میں تالیف کر کے اُس کو با تصویر مرتب کیا ہے اسی عالی جاہ فرمانروا کی ایجاد ہے۔ عرش آشیانی نے شارع عام میں پانچ پانچ کوس کے فاصلے سے دو گھوڑے اور چند میورے مقرر کیے تھے اور اُن کو عام اصطلاح میں ڈاک چوکی کہتے تھے اس انتظام کا مقصد یہ تھا کہ شاہی فرمان اور امیروں کے معروضے

جب ایک چوکی پر پہونچیں تو میورے گھوڑوں پر سوار ہوکر تحریر کو دوسری ڈاک چوکی تک پہونچائیں۔ چنانچہ ایک شبانہ روز میں پچاس کوس راستہ طے ہوتا تھا اور آگرے سے احمد آباد گجرات تک پانچ روز میں خبر پہونچ جاتی تھی جب کبھی کہ کوئی شخص بادشاہ کے حضور سے کہیں اور جاتا یا کہیں سے بارگاہِ شاہی میں حاضر ہوتا اور اُسے جلد سفر کی منزلیں طے کرنا ہوتیں تو ڈاک چوکی کے گھوڑوں پر سوار ہوکر راستہ طے کرتا تھا۔ چار ہزار میورے جو بڑے تیز رو تھے شاہی ملازم تھے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ میورے نے دس روز میں سات سو کوس زمین پیادہ پا طے کی ہے۔ بادشاہ کے آستانے پر چھ ہزار ہاتھیوں سے زیادہ اور پانچ ہزار سے کم کبھی نہیں رہے اور یہ بات پورے طور پر ثابت ہے کہ کسی بادشاہِ دہلی کے آستانے پر اس قدر ہاتھی نہیں جھومے عرش آشیانی کے باقی تروکات کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) روپیہ۔ دس کرور ۲۵ لاکھ علائی۔

(۲) لعل خاصہ۔ ایک کرد راس کو بادشاہ نے خود اپنے ہاتھوں سے جدا کیا تھا۔

(۳) سونا غیر مسکوک۔ دس من پختہ۔

(۴) چاندی غیر مسکوک۔ ستر ۷۰ من پختہ۔

(۵) پول سیاہ۔ ساٹھ من پختہ۔

(۶) تنگہ۔ پانچ ارب۔

(۷) گھوڑے۔ بارہ ہزار۔

(۸) ہاتھی۔ چھ ہزار۔

(۹) ہرن۔ پانچ ہزار

(۱۰) چیتے۔ ایک ہزار۔

مورخین لکھتے ہیں کہ عرش آشیانی کے چیتوں کی تعداد کبھی ایک ہزار تک نہیں پہونچی۔ بادشاہ نے بارہا کوشش کی کہ یہ جانور پورے ہزار ہوجائیں لیکن ممکن نہ ہوا اور جب کہ اُس کی تعداد نو سو سے زیادہ ہوجاتی تھی تو اُن میں وبا پھیلتی اور ہزار تک نہ پہونچتے تھے عرش آشیانی کے متروکات کی فہرست ایک ورق پر لکھی ہوئی ملی جو یہاں مندرج کردی گئی ناظرین اس کی تحقیق کرلیں خاقان اکبر کی وفات کا تاریخی قطعہ حسب ذیل ہے۔

جلال الدین محمد شاہ اکبر ٭ زدنیا گشت سوئے خلد راہی

چو رضواں دید حیراں شد کہ این کیست ٭ ندا آمد کہ یک ظلِ الٰہی

غلط نامہ

تاریخ فرشتہ جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۱۶	سنار	تتار
۱۴	۴	سونار	سنار
۱۶	۲۴	تغلق	تغلقی
۲۰	۱۷	ابراہیم	بہرام
۲۱	۹	نامے	کارنامے
۲۵	۱۰	وفاعی	دماعی
۴۴	۲۴	بانسی	ہانسی
۴۸	۱۰	۵۵۷ھ	۶۵۷ھ
۵۲	۱۷	خالد	خان
۶۱	۹	تخت	کوتخت
۷۶	۲	تلعے	قلعے
۷۷	۱۲	پایا	لایا
۷۸	۲	امیر	اسیر
۷۹	۱۲	لعرکے	معرکے
۸۰	۲۵	مفر	سفر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۰	۹	حان	خان
۱۰۳	۱۰	بیداؤن	بداؤں
۱۱۱	۱۴	جالندہ	جالندھر
۱۱۹	۱۳	مندہ	سندھ
۲۹۱	۲۴	دوست	دولت
۲۹۲	۴	کہا	کیا
۳۰۸	۲	سپہہ	سپہہ
۳۵۰	۱۶	اشیانہ	آشتانہ
۳۵۱	۷	جیمیوہ	چتوڑ

تمت

سلسلۂ نصابیات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

حواشی تاریخ فرشتہ

(جلد دوم ترجمۂ اردو)

مؤلفۂ

مولوی سیّد ہاشمی صاحب فریدآبادی

رکن شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ

سنہ ۱۳۴۳ھ م سنہ ۱۳۳۴ف م سنہ ۱۹۲۵ع

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین حواشی

جلد دوم اردو ترجمہ تاریخ فرشتہ

ح ۲۲۵ بیکانیر کی ایک راج کماری سے شادی کی روایت
ح ۲۲۶ "بجانب جون" کی تصحیح۔
ح ۲۲۷ "مہندری" (= مہی ندی) اور "ستربال" کی تصحیح۔
ح ۲۲۸ بھگونت داس اور اسکا بھائی۔
ح ۲۲۹ ابراہیم حسین مرزا سے جنگ
ح ۲۳۰ "آب احمد آباد" (= سابرمتی ندی)
ح ۲۳۱ "دریائے چین" (= خلیج بنگالہ)
ح ۲۳۲ "گنگ وبنارس" کی تصحیح۔
ح ۲۳۳ قلعہ سیوانہ۔
ح ۲۳۴ کوہستان بانسواڑہ
ح ۲۳۵ "سرخاب کوتل" اور شتر گردن
ح ۲۳۶ نادوت (= نان دوت)
ح ۲۳۷ جلوارہ (= جھالاوار)
ح ۲۳۸ سنہ کی تصحیح۔
ح ۲۳۹ تنگش۔

ح ۲۴۰ بھنبھر
ح ۲۴۱ بھاگ نگر (بجائے "بھانگر") اور قبل سفیر کے نام کی تصحیح۔
ح ۲۴۲ الور یا ارور
ح ۲۴۳ شیخ فرید (بخاری)
ح ۲۴۴ "حوض زین لنکا" (= جھیل ولر؟)
ح ۲۴۵ گالنہ
ح ۲۴۶ بالاپور
ح ۲۴۷ "سون پت" (یا سونی پت)
ح ۲۴۸ نرنالہ، گاویل گڑھ اور کھیڑلہ۔
ح ۲۴۹ "مونگی پٹن" (= پٹن)
ح ۲۵۰ اُدرچہ = (اُرچھ)
ح ۲۵۱ "علائی" (سکّہ) اور "من" کا وزن۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حواشی تاریخ فرشتہ

(اُردو ترجمہ جلد دوم)

ص ۱ فرشتہ کی یہ روایت صحیح نہیں، ہم اپنی تاریخ ہند برائے الف۔ اے۔ (جلد دوم صفحہ ۲۴۰) میں ابن بطوطہ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ نمازی ملک **تغلق** (نیز اسکا فرزند محمد تغلق) سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں ہندوستان آیا اور پہلے سندھ کے صوبہ دار اُلغ خاں کی فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ تاریخ فیروز شاہ مولفہ شمس سراج عفیف سے بھی اس ذات کی تصدیق اور یہ مزید صراحت ہوتی ہے کہ تغلق کے ساتھ اس کے دونوں بھائی **رجب** اور **ابوبکر** بھی خراسان سے آئے تھے (صفحہ ۳۶) پھر جب تغلق بتدریج ترقی کر کے دیپال پور کے جنگی مرکز کا صوبہ دار مقرر ہوا تو یہیں کے ایک زمیندار **رانہ مل** بھٹی کی لڑکی سے اس کے بھائی رجب کی شادی ہوئی جس سے سلطان **فیروز تغلق** پیدا ہوا۔ یہ بھٹی یا بھٹ قوم اب تک دیپالپور، بھٹنڈا، حصار، سرسہ، بھٹنیر میں آباد ہے (اور ضلع اٹہ) اسی قوم کے نام سے یہ علاقہ بھٹیانہ کہلاتا ہے۔ ان واقعات کو سامنے رکھکر صاف معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کی عبارت میں "مردم جبت" تو کتابت کی غلطی ہے "مردم بھت" ہونا چاہیئے البتہ یہ اس کے راوی کی غلطی ہے کہ سلطان فیروز تغلق کی پیدائش کے قصے کو نمازی ملک تغلق کے باپ سے منسوب کر دیا اور اس پر یہ حاشیہ چڑھا دیا کہ وہ سلطان بلبن کا غلام تھا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس بھٹ کو برگز نے تاریخ فرشتہ کے انگریزی ترجمے میں جبٹ (یعنے جاٹ) بنا دیا اور الفنسٹن سے لیکر ونسنٹ اسمتھ تک سب انگریز تاریخ نویس آنکھ بند کر کے اسی کی پیروی کرتے رہے حالانکہ تاریخ فیروز شاہی وزالیٹ کی

انگریزی تاریخ (جلد سوم صفحہ ۶۰۶) سے قطع نظر اس قدر خود اہی رئیل گزے ٹیر میں تحریر ہے کہ فیروز تغلق کی ماں بھٹ یا بھٹی قوم کی تھی (جلد ہشتم صفحہ ۹۱)

۲ ظفر آباد۔ جونپور کے آباد ہونے سے قبل بہار و اودھ کے درمیان کے علاقے کا اسلامی صدر مقام یہی شہر تھا۔ جونپور اسی کے متصل بنایا گیا اور خود ظفر آباد اب چھوٹا سا قصبہ رہ گیا ہے۔

۳ "زندہ درگور" کرنیکا لفظ مورخ یا کاتب کی غلطی ہے فرشتہ کے اصلی ماخذ یعنی برنی کی تاریخ نیز طبقات اکبری میں "زندہ بردار" کا لفظ ہے۔

۴ لکھنوتی یا گور (گوڑ) مسلمان فاتحین بنگالہ کا پہلا صدر مقام تھا موجودہ مالدہ (بنگال) کے ضلع میں اس کے کھنڈر اب تک میلوں کے رقبے میں پھیلے ہوئے ہیں سنار گاوں ڈھاکے سے چند میل مشرق میں میگھنا ندی کے کنارے واقع اور اب ایک ویران سا گاؤں ہوگیا ہے یہ سلطنت دہلی کے انتہائے مشرق کا صدر مقام تھا تاریخ فرشتہ میں اسے کاتب نے غلطی سے جا بجا ت سے "ستار گاوں" بنا دیا ہے۔

۵ ترہت بہار کا شمالی علاقہ جو اب مظفر پور اور دربھنگہ کے اضلاع میں بٹ گیا ہے

۶ جیسا کہ پہلی جلد کے حواشی میں بیان ہو چکا ہے صحیح لفظ ملک "تلبغہ" ہے۔

۷ سلطان غیاث الدین تغلق کی ناگہانی وفات کے متعلق تاریخ ہند برائے یف۔ اے میں بحث کی جا چکی ہے (جلد دوم صفحہ ۳۴۶ حاشیہ) فرشتہ نے جو دلائل و روایات نقل کی ہیں وہ درایتہ اور نیز ابن بطوطہ کی روایت کے مقابلے میں کچھ وزنی نہیں اور یہ سیاح محمد تغلق کو باپ کے قتل کی سازش کا الزام دیتا ہے تاہم راقم الحروف کے نزدیک سلطان محمد تغلق پر یہ الزام پوری طرح ثابت نہیں ہے کہ اس نے عمداً اس قسم کا گوشک بنوا کے اپنے باپ کی جان لی۔

۸ عبید زاکانی ایران کا مشہور ہجو گو شاعر تھا (زاکان شہر قزوین کے قریب ہے) لیکن فرشتہ نے خود ہی تصریح کی ہے کہ یہ وہ مشہور عبید نہیں بلکہ کوئی دوسرا عبید ہے۔ برنی کی تاریخ میں بھی صرف "عبید شاعر" کا لفظ ہے ملا عبد القادر قدیم شعرا کے حالات اور کلام سے بہت اچھی واقفیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے عبید کا کچھ حال اور ایک شعر نقل کیا ہے (جلد اول صفحہ ۲۲۲) مگر وہ بھی اسے "زاکانی" نہیں بتاتے۔ غرض فرشتہ کا ایک ہی فقرے میں پہلے اس عبید کے اس مشہور عبید نہ ہونے کا ذکر اور پھر "زاکانی" کہنا نادرست معلوم ہوتا ہے؛ یہ وضاحت بھی کر دینی چاہیے کہ اسی عبید کے تغلق (اول) کے عہد میں قتل کئے جانے کا ذکر آچکا ہے یہاں یہ دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ یہ کوئی دوسرا عبید محمد تغلق کی بادشاہی کے زمانے میں تھا بلکہ درحقیقت اس مقام پر محمد تغلق کی شہزادگی کے عہد کا حال بیان کرنا مقصود ہے مگر اس کی نہ برنی نے تصریح کی تھی نہ فرشتہ نے کی جس سے مغالطہ پیدا ہوتا ہے۔

---

۹ ضیاء الدین برنی نے سلطان محمد تغلق کے عہد کی دوسری خرابیاں بیان کرنے میں کوئی کمی نہیں کی ہے کہ یہ گمان کیا جائے کہ مغلوں کے اس حملے کا ذکر اس نے عمداً نظر انداز کر دیا ہوگا تاکہ سلطان محمد تغلق کی شہرت پر حرف نہ آئے۔ دوسرے مغلوں کا اس طرح دہلی آکر گجرات جانا بجائے خود بعید از قیاس ہے ترمہ شیریں خاں صرف کابل کا مغل حاکم تھا اور اسی کے قریب زمانے میں سلطان ابو سعید مرزا کے سپہ سالار امیر حسن کے ہاتھ سے سخت شکست کھا چکا تھا (حبیب السیر جلد سوم۔ جز اول صفحہ ۱۲۰) اس کا بادشاہ دہلی پر اس طرح غلبہ حاصل کر لینا کسی طرح عقل میں نہیں آتا اور فرشتہ نے اپنے ماخذ کا بھی حوالہ نہیں دیا ہے۔ پھر یہ کہ منتخب التواریخ میں جہاں اس مغل سردار کے حملے کا (۷۲۹ھ میں) ذکر کیا ہے وہاں اس کا بداؤں تک بڑھنا اور افواج دہلی سے شکست کھا کر واپس ہونا تحریر ہے (جلد اول صفحہ ۲۲۷) عجب نہیں کہ فرشتہ کا یہ بیان کسی گجراتی تاریخ سے ماخوذ ہو مگر ہمیں اس روایت کی صحت میں شبہ ہے۔ ترمہ شیریں خاں کے نام میں کاتب کی غلطی سے رائے معجمہ (زا) لکھی گئی ہے اور برگز نے ت اور م کو مضموم بھی کر دیا ہے حالانکہ دونوں اور کم سے کم مَ یقینی مفتوح ہونا چاہیئے۔

ص ۱۰ ۔ کنپلہ یا کنبیلہ سے غالباً موجودہ کمپلی (ضلع بلاری) مراد ہے جو تنگ بھدرا ندی کے کنارے اب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے لیکن چند صدی پہلے جنوبی ہند کا مشہور مرکزی شہر تھا، "عجیب گانو" جسے برگز صاحب "چاٹ گام" پڑھتے ہیں، غالباً کتابت کی غلطی ہے اور اس سے ست گاوں یا سات گاوں مراد ہے۔

ص ۱۱ ۔ فراجل اور ہماچل یا ہماجل سے کوہ ہمالیہ مراد ہے۔ سلطان محمد ملک تبت کو فتح کرنا چاہتا تھا۔

ص ۱۲ ساغر (یہ سگر) جواب تک ضلع گلبرگہ میں واقع ہے (دیکھو حاشیہ ص ۲۴۳ جلد اول)

ص ۱۳ منڈو یا مانڈو کو سہی طور پر کبھی کبھی شادی آباد بھی لکھتے تھے بقول جناب مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ اس اسلامی نام نے "زیادہ رواج نہ پایا صرف سرکاری تحریرات سکون اور کتبات میں محفوظ ہے"۔

ص ۱۴ کندہانہ جسے اب سنہگڑھ کہتے ہیں پونا کے قریب مشہور تاریخی قلعہ ہے عبارت میں "خیبر" کتابت کی غلطی ہے۔ "جنیر" چاہیئے جو شمال مغربی دکن کا مشہور تاریخی مقام ہے

ص ۱۵ بیجانگر (یا وجیانگر) کی بنیاد کا سنہ جدید تحقیقات سے ۷۳۰ھ ہجری (یعنی فرشتہ کے مذکورۂ بالا قول سے چھ سات برس قبل) مانا جانے لگا ہے کتاب میں "بیجن" جس کے نام پر شہر بسایا گیا، غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ برگز کے ترجمے میں اسے بیجا لکھا ہے اور حال میں جو کتبے نکلے ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ بیجانگر کے بانیوں کا نام ہری ہر اور بکا تھا، کشنا کو برنی "کنہیا" لکھتا ہے۔

ص ۱۶ "مہرین" کی بجائے بھیرین چاہیئے (برنی ۸۸ھ۔ طبقات اکبری صفحہ ۱۰۵ اور سلطان بہمنیہ کے حالات بیان کرتے وقت خود فرشتہ نے اس نام کو "بھیرولم رائے" لکھا ہے

مگر برہان مآثر میں یہ نام "بوچارڈی" تحریر ہے امید ہے کہ اس کے متعلق ہم اگلی جلد کے حواشی میں توضیح مزید کر سکیں گے۔

---

۱۷ یہ حوض اب تک دولت آباد میں موجود ہے اور حال میں سرکار عالی نے اس کی مرمت پر توجہ فرمائی ہے۔

---

۱۸ عزیز اصلی نام تھا۔ حمار (بمعنی خر) بظاہر مورخ برنی کا تصنیف کردہ عُرف ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عرف خائے معجمہ سے "خمار" ہو۔

---

۱۹ امیر کوئی یعنے آبادی (کے محکمے) کا حاکم۔ "کوئی" ترکی میں دیہ یا آبادی کو کہتے ہیں۔ برگز صاحب نے فرط ذہانت سے اسے "امر گو" یعنے "امر" کا ایک نرالا اسم فاعل بنا دیا ہے۔

---

۲۰ امیران صدہ جیسا کہ خود فرشتہ نے تصریح کی ہے "یوز باشی" یعنے سو سواروں کے فراہم کرنے والے عہدہ دار کو کہتے تھے اور اس کے صلے میں اُن دنوں سرکار اُسے ایک ضلع یا پرگنہ بطریق جاگیر دے دیتی تھی کہ وہاں انتظام کرے اور مالگزاری میں سے ایک حصہ اپنے مصارف فوج کے واسطے وصول کرتا رہے۔ برگز صاحب نے اسے "امیران جدیدہ" بنایا اور یہ حاشیہ بھی تحریر فرمایا ہے (جلد اول صفحہ ۴۲۹) کہ یہ عہدے بالعموم نووارد مغلوں کو دیا جاتا تھا اسی لئے انہیں "جدیدہ" یعنے "اجنبی" (!) کا لقب دیا گیا تھا۔

---

۲۱ "دبوی"۔ تاریخ فرشتہ میں اس نام کو غلطی سے ہر جگہ اسی طرح لکھا ہے اور برنی کی تاریخ میں (صفحہ ۵۰۰ وغیرہ) بھی **ڈبھوی** کی بجائے "دبھوی" چھپا ہے صحیح لفظ میں ڈ، بھ، ہے اور یہ قدیم تاریخی مقام اب تک بڑودہ کے ۱۸ میل جنوب میں آباد ہے

---

۲۲ برگز نے اپنے انگریزی ترجمے میں ان ناموں کا تلفظ بگاڑ کر صرف یہ حاشیہ لکھدیا ہے (صفحہ ۴۳۳) کہ ان جغرافی مقامات سے مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات کا بہت عمدہ اندازہ ہوتا ہے لیکن ان مقامات کی کوئی تصریح نہیں کی انمیں سے پہلے چاروں مشہور مقامات کے نام ہیں، برار کی تصریح کی بھی حاجت نہیں باقی۔

(۱) **گنجوتی** سے **گنگ وتی** یا گنگاوتی مراد ہے جو ضلع رائچور میں سرکار عالی کی جنوبی سرحد کا مقام ہے۔

(۲) **رائے باغ** (جسے کاتب نے "ایباغ" بنادیا ہے) بیجاپور کے تقریباً پچاس میل مغرب میں، آج کل کولہاپور کی ریاست میں داخل اور چھوٹا قصبہ رہگیا ہے۔

(۳) **کلہر** غالباً بیجاپور کے شمال مغرب میں واقع تھا مگر موجودہ جغرافیوں میں اس کا پتہ نہیں چلتا؛ آیندہ جلد میں ہم اس کے حالات زیادہ تفصیل سے پڑھیں گے۔

(۴) **ہکیری**۔ بلگام کے ضلع میں، رائے باغ سے کوئی تیس میل جنوب میں واقع ہے اور پہلے مشہور شہر تھا۔

(۵) **راگمیر** کا اس زمانے کے گزیٹیر اور جغرافیوں میں پتہ نہیں چلتا آئین اکبری میں رامگر یا رانگر کو برار کے ایک ضلعے کا مستقر بیان کیا ہے لیکن کتاب احوال صوبجات دکن میں، جس کی طرف میری رہنمائی مولوی غلام یزدانی صاحب نے فرمائی۔ تفصیل سے بتایا ہے کہ رامگر کا پہاڑی قلعہ گولکنڈے کے علاقے میں بیدر کی سرحد پر واقع تھا اور مغرب میں اس کے اور سرکار ناندیڑ کے درمیان گوداوری حد فاصل تھی ۱۰۶۶ھ میں جب شہزادہ اورنگ زیب نے گولکنڈے پر حملہ کیا تو پیشکش کی باقیات کے علاوہ عبداللہ قطب شاہ نے یہ قلعہ بھی اپنی بیٹی کے جہیز میں (جسے شہزادہ محمد فرزند اورنگ زیب سے بیاہا تھا) مغلوں کے حوالے کردیا اور انہوں نے اسے صوبہ بیدر میں داخل کرلیا لیکن عہد محمد شاہی میں دوبارہ نواب آصفجاہ نے سرکار رامگیر کو صوبہ حیدرآباد میں شامل کرلیا۔

---

۲۳ مورخ برنی اس نام کو اس طرح لکھتا ہے "مخ افغان برادر ملک یل افغان" (برنی۔ صفحہ ۵۱۴)

ص ۲۴۔ گڑھی صحیح نہیں گڑی چاہیئے جو احمد آباد سے کوئی بینتالیس میل شمال میں واقع ہے۔ برنی کی تاریخ میں بظاہر اسے کتابت کی غلطی سے "کڑہ" لکھا ہے۔

ص ۲۵۔ کنتھ نام کے کئی مقام گجرات کے شمال مشرق میں واقع ہیں صاف پتہ نہیں چلتا کہ یہاں کونسا کنتھ مراد ہے لیکن فرشتہ کا یہ لکھنا کہ یہ باغی سردار کچھ کے راستے سے کنتھ پہنچا اس کا یا کاتب کا سہو معلوم ہوتا ہے۔

ص ۲۶۔ "سنہک" غلط ہے۔ خود فرشتہ نے عہد اکبری کے حالات میں تصریح کی ہے کہ یہ لفظ "سہن پک" بمعنی "خزار تجانہ" ہے لیکن برنی کے ہاں اسے "سہنلنگ" لکھا ہے اور غالباً یہی صحیح ہے۔

ص ۲۷۔ منڈل سے بظاہر وہ مقام مراد ہے جو اب احمد آباد سے تقریباً پچاس میل مغرب میں واقع ہے۔ برگز نے ان فقروں کو چھوڑ دیا ہے اور رالیٹ صاحب نے ایک جگہ (جلد اول صفحہ ۳۹۱) منڈل سے راجپوتانے کا "منڈور" سمجھا ہے لیکن کم سے کم یہاں یہ قیاس درست نہیں۔

ص ۲۸۔ گرنال = موجودہ جونا گڑھ جس کا قدیم نام "گرنار" تھا۔

ص ۲۹۔ "استیفائے کُل" آج کل کی زبان میں عہدہ "صدر محاسبی" مراد ہے اس شاہی عہدہ دار کو "مستوفی الممالک" کہتے تھے اور "مشرف دیوان" جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، میر منشی یا "سکرٹری اوف اسٹیٹ" کا مرادف ہے۔

ص ۳۰۔ "بندہوہ" یا "بندوہ" سے پنڈوہ مراد ہے جو لکھنوتی یا گور کے شمال میں نہایت بارونق شہر بن گیا تھا اور اسی کے بیس اکیس میل شمال میں بنگالے کے اسلامی بادشاہوں نے قلعہ اکدالہ تعمیر کیا تھا مالدہ اور دیناج پور کے ضلعے میں ان شہروں کے

کھنڈر اب تک موجود ہیں!

۳۱۔ یہ چاروں شہر ہیں اور دو شہر موجودہ قسمت انبالہ میں بنائے گئے تھے ان میں شہر **فیروزہ حصار** اب تک ضلع کا مستقر اور **حصار** کے نام سے موسوم ہے اور "فیروز آباد" سے یہاں بظاہر وہ قصبہ مراد ہے جو اب ضلع گڑگانوہ میں واقع اور **فیروزپور جھرکہ** کہلاتا ہے اور خاص پائے تخت دہلی کے قریب جو نیا شہر بادشاہ نے تعمیر کیا تھا اس کے صرف قلعے یا شاہی محل کو "فیروز شاہ کا کوٹلہ" کہتے ہیں فیروز شاہی نہروں میں سب سے بڑی نہر کی سرکار انگریزی نے مرمت کر کے اسے **جمن مغربی** موسوم کیا ہے باقی تین خراب حالت میں پڑی ہیں یا ممکن ہے کہ بالکل اٹ گئی ہوں بعض "سین" کو جہاں حصار آباد کیا گیا تھا، ہرگز رائے "سین" پڑھتا ہے۔

۳۲۔ بنگالہ کی خود مختاری کے متعلق دیکھو **تاریخ ہند** (برائے الف اے) جلد دوم صفحہ ۳۴۴

۳۳۔ **تاتار خاں** فیروز شاہی عہد کا سب سے معزز امیر تھا اس کے عالم شیر خوارگی میں تغلق (اول) کے ہاتھ آنے اور پرورش پا کر درجہ وزارت تک پہنچنے کا قصہ نہایت دلچسپ ہے (تاریخ فیروز شاہی مولفہ شمس سراج عفیف "قسم پنجم، مقدمہ ششم") لیکن ہمعصر تاریخ میں اس کے "شقدار غزنی" بنائے جانے کا واقعہ کہیں مجھے نہیں ملا فرشتہ نے اس تحریر میں بھی اکثر فقرے حسب معمول طبقات اکبری سے نقل کئے ہیں اور اس کا قول یہ ہے کہ "تاتار خاں را از سرحد غزنیں تا ملتان شقدار ساخت" (صفحہ ۱۱۵) فرشتہ کی عبارت میں سے "تا ملتان" کا لفظ ظاہرا سہو کاتب سے چھوٹ گیا ہے۔ ملا عبد القادر جیسے محتاط مورخ نے بھی اس واقعے کو لکھا ہے (منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۲۴۶) لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ان مورخوں کا ماخذ کیا تھا کیونکہ شمس سراج کا بیان ہے کہ "تاتار خاں کو اس موقع پر "حصار فیروزہ" کی حکومت سپرد کی گئی تھی (صفحہ ۱۴۵ وغیرہ)۔

۳۴۔ "جاج نگر" کی قدیم ہندو ریاست میں موجودہ اڑیسے کا جنوب مغربی حصہ

اور صوبہ ہائے متوسط کا شمالی ملک شامل تھا۔ لیکن اس فیروز شاہی مہم میں جن مقامات کا ہمارے مورخوں نے ذکر کیا ہے اُن کے متعلق یقین سے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی۔ ممکن ہے کہ "سنگرہ" سے "سرن گڑھ" مراد ہو جو اب مہاندی کے جنوب میں ایک دیسی ریاست کا صدر مقام ہے اور "بنارس" سے عجب نہیں کہ کٹک مراد ہو جسے فارسی تاریخوں میں "کٹک بنارس" لکھتے ہیں

---

۳۵ "سلیم" کتابت کی غلطی ہے اس ندی کا نام "سلیمہ" تھا اور برگز کا بیان ہے (صفحہ ۴۵۳) کہ بعد میں اسی کو "خانپور کا نالا" کہنے لگے

---

۳۶ ملا عبد القادر بدایونی نے ان مترجمہ کتابوں کو عہد اکبری میں دیکھا اور ان پر مختصر تبصرہ کیا ہے۔ (منتخب جلد اول صفحہ ۲۴۹)

---

۳۷ یہ عجیب روایت کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملتی اور فرشتہ نے اپنا ماخذ بیان نہیں کیا برخلاف اس کے ہمعصر تاریخ (فیروز شاہی، مولفہ شمس سراج) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں عام طور پر یہ مشہور تھا کہ سلطان فیروز شاہ نے یہاں کے جوالا مکھی پہاڑ پر جو ہندوؤں کی مشہور پرستش گاہ ہے، سونے کا چتر چڑھایا (صفحہ ۱۸۶) موٴرخ شمس سراج نے اس "افواہ عام" کی تردید کی ہے اور اپنے مذہبی تعصّب کے اظہار میں بھی کمی نہیں کی لیکن فرشتہ کی مذکورہ بالا روایت کا اس میں مطلق ذکر نہیں آتا۔ برگز بھی اس روایت کو خلاف قیاس سمجھتا ہے (صفحہ ۴۵۴)

---

۳۸ جام گجرات و سندھ کے رئیسوں کا لقب ہوتا تھا برگز نے اس جام کا صحیح نام بانی بن عفرہ (ع مہملہ) بتایا ہے۔

---

۳۹ "چوندول" = "چنڈول" یعنی پالکی۔

---

۴۰ "کتہر" کاٹھیر یا کٹھیر حقیقت میں موجودہ روہیل کھنڈ کے مشرقی نصف کا نام تھا اور یہاں کے قزاق و رہزن مشہور تھے۔

---

۴۱ یہ فیروز پور ملا عبدالقادر بدأونی ہی کے زمانے میں ویران ہوگیا تھا اور اسکی عمارات ٹوٹ کر کھنڈر رہ گئی تھیں (دیکھو منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۲۵۲)

---

۴۲ شمس سراج عفیف کے قول کے مطابق بنگال، اڑیسہ وغیرہ مشرقی ممالک کے لوگوں سے ہائے مخلوط کے حروف (جیسے بھ پھ) کی آواز اچھی طرح ادا نہیں ہوتی۔ لہذا "کھراکھری" کو یا تو وہ "کہراکہری" کہیں گے اور یا "کراکری"۔

---

۴۳ بھنسور سے جسے برگز نے بگاڑ کر راجپوتوں کے ایک قبیلے کا نام بنادیا ہے ظاہرا بھینسرور گڑھ مراد ہے جو ریاست کوٹہ کے قریب واقع ہے۔

---

۴۴ بلارام کو برگز صاحب بلگرام پڑھتے ہیں۔ مگر منتخب التواریخ میں یہ نام اسی طرح "بلارام" تحریر ہے اور طبقات اکبری میں "ملارام" لکھا ہے ممکن ہے کہ صحیح لفظ "بلرام" ہو جو عہد اکبری تک سرکار علی گڑھ (کول) کا پرگنہ تھا (آئین اکبری صفحہ ۴۴۸) اور اب ضلع ایٹہ میں ہے۔

---

۴۵ چول جلالی۔ چول ایک چھوٹے صحرا کو کہتے ہیں سلطان جلال الدین خوارزمی نے جہاں سے دریائے سندھ کو عبور کیا اور سندھ ساگر کے دوآبے میں آیا تھا وہ مقام اب تک اسی نام سے موسوم ہوتا ہے

---

۴۶ سلطان جلال الدین خوارزمی کا عرف "سنگ برنی" تھا جس کے معنی ناک پر مہاسے والا ہیں (برگز نے اس کو مقام کا نام سمجھ کر پورے فقرے کا جس طرح ترجمہ کیا ہے وہ نہایت غلط اور مضحکہ انگیز ہے جلد اول صفحہ ۴۸۵)

۴۷ـ "تلبھنہ" کتابت کی غلطی ہے "تُلمنبہ" چاہیے۔ یہ قدیم قلعہ ملتان سے تقریباً پچاس میل شمال مشرق میں دریائے راوی کے کنارے واقع ہے۔

۴۸ـ "خالص کول" کا اب پتہ نہیں چلتا کہ یہ مقام کہاں تھا مگر "آب جودھن" سے بظاہر دریائے ستلج ہی مراد ہے اور یہیں سے بھٹنیر تقریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

۴۹ـ "راؤ خلجی" جس کی تحقیق میں برگز کو بہت دشواری اور ناکامی ہوئی اصل میں رائے ڈول چند ہے (دیکھو گزیٹیئر جلد ۱۳ صفحہ ۳۹) اور اسی کو اسلامی مورخوں نے "دول چین" اور پھر "جلچین" بنادیا تھا۔

۵۰ـ "رجب" کتابت کی غلطی ہے اور برگز کے ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح لفظ رجپور یا (راج پورہ) ہے اور یہ توہنہ فتح آباد کے شمال مشرق میں اب تک موجود ہیں۔ لیکن "اہرونی" کا ہمیں پتہ نہیں چل سکا۔

۵۱ـ "ہنڈن" ندی سہارنپور و مظفر نگر کے اضلاع سے ہوتی ہوئی بلندشہر کے ضلع میں جمنا سے آملتی ہے۔

۵۲ـ "حصار سیری" علاء الدین خلجی کے عہد کا قلعہ تھا اور اسی کو "دہلی علائی" بھی کہتے تھے۔ پرانی دہلی کے دو تین میل مغرب میں رفتہ رفتہ یہ مقام بجائے خود ایک بڑا شہر بن گیا تھا اب بالکل بے نشان ہو گیا ہے۔

۵۳ـ "کنہیر" کتابت کی غلطی ہے کٹھیر (مشرقی روہیل کھنڈ) مراد ہے

۵۴ـ پٹیالی یا مومن آباد گنگا کے جنوبی کنارے کا مشہور قصبہ اور امیر خسرو کا مولد۔ ان دنوں بداؤن کے ضلع میں داخل تھا۔ نواب صدر یار جنگ بہادر شروانی

تحریر فرماتے ہیں کہ "اب یہ قصبہ ضلع اٹہ میں جی بی سی آئی ریلوے کا اسٹیشن ہے بعض آثار قدیم اس میں اب بھی ہیں پہلے گنگا اس کے قریب بہتی تھی اب بہت دور ہو گئی ہے۔ دلفریب وادی باقی ہے"

---

۵۵ "سیر" کو برگز نے "سری نگر" لکھکر تصریح کی ہے کہ یہ بلگرام کا قدیم نام تھا۔

---

۵۶ کھپور کو برگز نے "دگن پور" لکھا ہے لیکن صحیح لفظ کھور ہونا چاہیے جو ضلع فرخ آباد میں بہت پرانا قصبہ ہے اور مسلمانوں کے عہد میں شمس آباد کہلانے لگا تھا "کنبل" سے کمپلا (ضلع فرخ آباد) مراد ہے۔ غرض یہ تینوں مقامات دوآب کے وسطی علاقے میں ہیں۔ نواب صدر یار جنگ بہادر شروانی مطلع فرماتے ہیں کہ قصبۂ شمس آباد اب تک اسی نام سے مشہور و آباد ہے۔

---

۵۷ ماچھیواڑہ (ضلع لودھیانہ) بالائی ستلج کے جنوبی کنارے کے قریب واقع ہے۔

---

۵۸ پائل جیساکہ پہلی جلد کے ایک حاشیے میں بیان ہوا، اب ریاست پٹیالہ کی حدود میں واقع ہے اور منصور پور بھی جس کا پتہ نہیں چلتا اسی کے قریب ہوگا۔

---

۵۹ مبیل کا موجودہ جغرافیوں میں پتہ نہیں چلتا منتخب التواریخ میں اسے "مہر" یا "کوہ تلوارہ" لکھا ہے۔

---

۶۰ عارض اور بخشی کا مطلب "معتمد فوج" سمجھنا چاہیے مگر یہ عہدہ دار خود بھی فوجی سپہ سالار ہوتے تھے۔

---

۶۱ جھرہ سے عجب نہیں کہ فیروزپور جھرکہ (میوات) مراد ہو جو الور سے

پچاس ساٹھ میل شمال میں ہے۔

۶۲ــ **چھاوں** کو برگز نے اپنے ترجمے میں "مہابن" لکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۶۳ــ یہ سب وسطی دوآب کے مقامات ہیں "بھوگاوں" سے **بھون گاؤں** مراد ہے اور "مالی کوٹ" سے "کوڑ" یا "مالی کوڑ" **راپری** جو پہلے ایک ہندو ریاست کا صدر مقام تھا اب (ضلع مین پوری میں) ایک چھوٹا سا قصبہ رہ گیا ہے اور بقول جناب نواب صدر یار جنگ اب تک آباد ہے۔ آثار قدیمہ اس کے دامن میں پھیلے ہوئے ہیں علاء الدین خلجی کی تعمیر کردہ عید گاہ اب تک ہے اب یہ مقام ربڑی کہلاتا ہے"۔

۶۴ــ "آب کنیز" کو دوسری فارسی تاریخوں میں بھی قریب قریب اسی طرح لکھا ہے اور ممکن ہے کہ یہ لڑائی موجودہ ضلع میرٹھ میں مقام **کیتھر** کے قریب ہوئی ہو اور یہاں اسی کی کسی مقامی ندی یا **کالی ندی** کی طرف اشارہ ہو جو اس مقام کے قریب سے گزرتی ہے۔

۶۵ــ قلعہ "اندور" کو برگز "آلور" پڑھتا ہے طبقات اکبری میں "اندرون" لکھا ہے (صفحہ ۱۴۱) مگر اس نواح میں صرف "اندری" نام ایک قدیم قلعے کا پتہ چلتا ہے جو عہد اکبری تک سلامت تھا (ملاحظہ ہو آئین اکبری صفحہ ۳۶۹) ورنہ اور کسی ایسے مقام کا نام کہیں نہیں ملا۔

۶۶ــ "ہلکہات" کتابت کی غلطی ہے اور برگز کا "ہلکانت" بھی صحیح نہیں جیسا کہ طبقات اکبری میں تحریر ہے، یہ لفظ "ہت کانت" ہونا چاہیے جو ہنڈون، بیانہ کے قریب عہد اکبری تک جنگی مقام تھا (آئین ۴۴۴)

۶۷ "پتر ہندہ" سے ہر جگہ بھٹنڈہ سمجھنا چاہیے مگر برگز سرہند مراد لیتا ہے

۶۸ رائے "ہبولی" کو طبقات اکبری میں "ہنو بھتی" اور منتخب التواریخ" میں رائے "ہنو بھتی" لکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۶۹ یہ "توپ و تفنگ" کی روایت اور کسی تاریخ میں نہیں ملتی اور اُس وقت (یعنے نویں صدی ہجری کے اوائل میں) ہندوستان خاص کے علاقوں تک ان جدید اسلحہ کا رواج ہو جانا بھی خلاف درایت معلوم ہوتا ہے۔

۷۰ طلبنہ کی بجائے تلمبہ چاہیے (دیکھو حاشیہ ۴۶)

۷۱ خطیب پور غالباً غلط ہے "خطپور" چاہیے جو تلمبہ کے قریب واقع تھا

۷۲ یہی الفاظ طبقات اکبری میں (صفحہ ۱۴۲) تحریر ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مؤرخ دریائے چناب کو جہلم کہنا زیادہ صحیح سمجھتے تھے اور جہلم کو عام طور پر "بہت" کہتے تھے۔

۷۳ "سیور" کتابت کی غلطی ہے "شور" چاہیے اور اسی تاریخی قلعے کی بناء پر یہ مقام اب تک "شورکوٹ" (ضلع جھنگ) کے نام سے مشہور ہے۔

۷۴ قورخانہ سے اسلحہ خانہ اور دفتر سپاہ (خاصہ خیل) مراد ہے۔ اس لفظ میں و مجہول ہے اور آج کل کی ترکی زبان میں ر کی بجائے ل بولتے ہیں۔

۷۵ اہار بلند شہر (برن) کے قریب تاریخی قصبہ ہے۔

ع ۷۶ "بھولنگاؤں" = بھون گاؤں (متن، حاشیہ ع ۶۲)

ع ۷۷ دورالہ۔ سرہند کے قریب اسی کی سرکار کا پرگنہ یا تعلقہ تھا۔

ع ۷۸ خضرآباد وشاہپورہ دونوں سرہند کی سرکار میں تھے۔

ع ۷۹ "رائے کہیں" کو طبقات اکبری میں "کیلن رائے" لکھا ہی (صفحہ ۱۵۱)

ع ۸۰ "بیرہ" کو برگز نے اپنے ترجے میں (صفحہ ۵۲ ۵) پیرہ اور طبقات اکبری میں "نلیرہ" لکھا ہے (۱۵۲) مگر ہمیں یقینی طور پہ صحیح تلفظ اور مقام معلوم نہو سکا۔

ع ۸۱ شمس آباد۔ باکھور (ضلع فرخ آباد) (متن: حاشیہ ع ۵۵)

ع ۸۲ "سرستی" کو برگز نے "ساسنی" لکھا ہے (صفحہ ۵۵۵) مگر طبقات اکبری میں بھی (صفحہ ۱۵۴) اس کی کتابت تاریخ فرشتہ کی مثل ہے لہذا ممکن تو ہے کہ صحیح لفظ "سرسی" ہو جو سنبھل مرادآباد کے قریب واقع ہے مگر نواب صدر یار جنگ بہادر نے "ساسنی" نام کے ایک قصبے کا پتہ دیا جو ضلع علیگڈھ میں واقع ہے اور یہی صحیح ہے

ع ۸۳ "تہوارہ" کتابت کی غلطی ہے۔ برگز نے نیز منتخب التواریخ (صفحہ ۳۰۸) میں اسے "بھت وارہ" لکھا ہے لیکن اس کا اور سنکر کا اب کچھ پتہ نہ چل سکا۔

ع ۸۴ "گذر کچھ" کو برگز نے "کچا گھاٹ" لکھا ہے۔ منتخب التواریخ میں یہ لفظ گذر کیچہ" اور طبقات اکبری میں "گذر کہنہ" تحریر ہے۔

ع ۸۵ "میرک" کتابت کی غلطی ہے، میرٹھ چاہیے۔

۸۶ "سنہارن" کو منتخب التواریخ میں سوہار لکھا ہے جو شمس آباد کی نواح میں تھا۔ یہ سب مقامات جن میں سے بعض کا اب پتہ نہیں چلتا۔ وسطی دوآب میں واقع تھے اور ان آئے دن کی لڑائیوں نے یہاں کے لوگوں کو نہایت پریشان کر دیا تھا چنانچہ "نوید خرابی" انہیں واقعات کی تاریخ ہے (۸۵۶ھ)

۸۷ "رہٹ" غلط ہے آب رہب چاہیئے جو (مشرقی) کالی ندی کا نام ہے یہ ندی قنوج کے قریب ہی گنگا سے آملتی ہے۔

۸۸ "مجھولی" صاف طور پر نہیں معلوم ہوتا کہ اس سے کونسا مقام مراد ہے۔ "مجولی" یا "مہولی" نام کے کئی قصبے ہیں مگر برگز نے جو اسے بسولی (قریب بداون) لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بسولی نہ جونپور کے قریب ہے نہ جونپور اور بداون کے راستے میں واقع ہے۔ مولوی غلام یزدانی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ "مجھولی قدیم مقام صوبجات متحدہ میں ہے آثار قدیمہ بھی وہاں موجود ہیں"۔

۸۹ فرشتہ یا اس کے کاتب نے اس روایت کو اس طرح گڈمڈ کیا ہے کہ وہ غلط ہو گئی حقیقت میں سلطان بہلول کا ہلدی پہنچنا اور قطب خاں کی وفات جونپور کی دوسری فتح کے بعد کا واقعہ ہے۔ ہلدی موجودہ ضلع بلیا میں واقع ہے اور بہلول اس مقام تک سلطان حسین مشرقی کے تعاقب میں آیا تھا مگر اس کا شکست خوردہ حریف بہار میں گھس گیا اور قطب خاں کی وفات سن کر بہلول واپس جونپور چلا آیا (ملاحظہ ہو منتخب التواریخ صفحہ ۳۱۲ وغیرہ)

۹۰ سکیٹ یا سکیتھ عہد اکبری تک سرکار قنوج کا مشہور محال یا تعلقہ تھا اور اب ضلع اٹہ میں ایک آباد قصبہ ہے اور بلبن کے زمانہ کی اسمیں ایک مسجد بھی ہے

۹۱ جلالی (ضلع علیگڈھ) یہاں بھی قدیم آثار ہیں اور بلبن کے

زمانہ کی ایک مسجد ہے۔

---

۹۲ جھجھر فرشتہ کے دونوں نسخوں اور دوسری فارسی تاریخوں میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہے اور عہد اکبری میں گوالیار کے قریب یہ سرکار ایرج کا محال باتعلقہ تھا (آئین اکبری صفحہ ۳۵۷ و ۴۴۴۔ لیکن اب اس کا پتہ نہیں چلتا۔ برگز نے (صفحہ ۵۶۸) اسے خواہ مخواہ "بھرئی" بنا کر اس پہ حاشیہ بھی لکھ دیا ہے۔

---

۹۳ "پرسی پابل" کتابت کی غلطی ہے۔ طبقات اکبری میں اسے "جوسی جیاگ کہ الآں در آنجا شہر الہ آباد آباداں شد" لکھا ہے (صفحہ ۱۶۱) جس سے پریاگ مراد ہے۔

---

۹۴ "شہر یو راجہ ٹہٹہ" کتابت کی غلطی ہے۔ طبقات اکبری میں اسے "رائے نہند راجہ تہہ" لکھا ہے اور برگز نے "سہادیو راجہ کٹرا" لیکن جیسا کہ آئندہ حاشیہ ۹۷ سے ظاہر ہوگا غالباً اس کا صحیح نام "نہند" یا "نند دیو" ہوگا۔

---

۹۵ "دلپور" صحیح نہیں دلمئو چاہیے جو اودھ کا ایک مشہور قصبہ ہے۔

---

۹۶ "کٹہ" (برگز کٹمبہ لکھتا ہے درست نہیں کنتت ہونا چاہیے۔ جیسا کہ طبقات اکبری (صفحہ ۱۶۱) میں تحریر ہے اور آئین اکبری کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام گنگا کے کنارے موجودہ بہار کی سرحد کے قریب آباد تھا۔

---

۹۷ اریل ملا عبد القادر کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام الہ آباد کے قریب تھا۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۳۱۵)

---

۹۸ قیاس کہتا ہے کہ یہ سالباہن اسی راجہ نہند یا نند کا بیٹا تھا جسے

فرشتہ ایک جگہہ "شہریو" لکھ آیا ہے (حاشیہ ۹۳)

۹۹ کہل گانوں جو آجکل انگریزی حرفوں میں "کول گانگ" لکھا جاتا ہے ضلع بھاگلپور میں واقع ہے۔

۱۰۰ باندھوگڑھ ریاست ریوان کا بہت قدیم تاریخی قلعہ ہے۔

۱۰۱ "ریری" کی بجائے راپری چاہیئے جس کا ذکر حاشیہ ۶۲ میں گزر چکا ہے۔

۱۰۲ اسی عرف "مید کی" ہے غالباً اسو ندی مراد ہے گوالیار کے تقریباً تیس میل شمال سے گزرتی ہے۔

۱۰۳ مندرائل کا اب پتہ نہیں چلتا لیکن عہد اکبر میں منڈلائر ایک سرکار یا ضلع کے مستقر کا نام تھا اور وہ ضلع غالباً موجودہ ریاست گوالیار کا جنوب مغربی ٹکڑا تھا (آئین اکبری صفحہ ۵۰ ۴ وغیرہ) بظاہر "مندرائل" سے وہی "منڈلائر" مراد ہے۔

۱۰۴ "اودیت نگر" غلط ہے اور آگے اسی کو "ہنونت گڑھ" لکھا ہے وہ بھی صحیح نہیں منتخب التواریخ میں اسے "اونت گڑھ" لکھا ہے (صفحہ ۳۲۵) اور یہی درست ہے اونت گڑھ گوالیار کے قریب چنبل کے کنارے بہت مستحکم قلعہ تھا جیسا کہ آئین اکبری میں مرقوم ہے (صفحہ ۴۵۰)

۱۰۵ "سیری" سیپری (گوالیار) جس کا نام آجکل شیوپوری ہو گیا ہے

۱۰۶ سند مشرقی مالوے کی وہ ندی ہے جو سرونج کے قریب سے

گلھنی اور ببیہری و نزور سے گزرتی ہوئی جمنا میں آملی ہے۔

ح ۱۰۷ ”بہار“ یا بہار کو دوسری تاریخوں میں ”لہار“ لکھا ہے مگر ٹھیک نہیں ہوسکا کہ یہ مقام کہاں تھا۔

ح ۱۰۸ ”بلکہاٹ“ کی بجائے ہنکانت چاہیئے (مق: حاشیہ ح ۶۵)

ح ۱۰۹ ”رڑہی“ کی بجائے، جسے برگز نے ”بیرون“ بنا کے غلط در غلط کر دیا ہے اندری چاہیئے جیسا کہ طبقات (۱۶۸) اور منتخب (۳۲۱) میں صاف صاف تحریر ہے۔ یہ قصبہ کرنال کے قریب جمنا کے کنارے واقع تھا۔

ح ۱۱۰ سارن۔ بہار کا مغربی ضلع۔

ح ۱۱۱ ”سیوپور“ کی بجائے شیوپور (جو اب ریاست گوالیار میں ہے) اور ”رنٹپور“ کی بجائے رنتھنبور چاہیئے۔

ح ۱۱۲ تھانگر = تھنگر (بیانہ)

ح ۱۱۳ گڈھہ یا ”گڈھ کٹنکہ“ گونڈوانے کو کہتے تھے اور گونڈوانہ موجودہ ممالک متوسط کے شمالی حصے کو سمجھنا چاہیئے۔

ح ۱۱۴ یہ مورخ کا سہو ہے علاء الدین یا عالم خاں لودھی سلطان ابراہیم کا چچا تھا۔

ح ۱۱۵ یہ کاتب یا مورخ کی غلطی ہے جسے برگز نے بھی بجنسہ ترجمہ کر دیا۔ حالانکہ

فرشتہ خود لکھ چکا ہے کہ سلطان ابراہیم لودھی ۹۲۳ھ کے اواخر میں تخت نشین ہوا تھا اور ۹۳۲ھ کے وسط میں مارا گیا بالفاظ دیگر کچھ کم نو سال تک اس کی بادشاہی رہی۔

۱۱۶ء حصار (شادماں) سمرقند سے تقریباً ڈیڑھ سو میل جنوب مشرق میں اور قُندُز اور بھی سو میل نیچے دریائے جیحوں کے جنوب میں واقع ہے۔

۱۱۷ء فرغانہ ممالک ترکستان کا مشرقی حصّہ ہے جس کے مغرب میں سمرقند اور مشرق میں کاشغر کا علاقہ ہے اندجان اسی (فرغانہ) کا صدر مقام تھا۔

۱۱۸ء گورگاں "امیر بزرگ" کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ لیکن عام طور پر مغلوں میں شاہی خاندان کے دامادوں کو اس لقب سے یاد کرتے تھے اور بظاہر امیر تیمور کو بھی یہ لقب امیر قرغن کی بیٹی سے شادی کرنے کی بدولت ملا تھا۔

۱۱۹ء اُوزکند (زائے معجمہ سے) یا اُوزُکنت۔ اندجان کے مشرق میں واقع ہے اور اس کے پہاڑوں کو اب "کوہستان فرغانہ" کے عام نام سے موسوم کرتے ہیں۔

۱۲۰ء "فرغنستان" کتابت کی غلطی ہے مرغینان چاہیئے جو اندجان سے چند میل مغرب میں واقع ہے۔

۱۲۱ء اخسی اندجان سے مغرب میں فرغانہ کا مشہور شہر تھا اور اس کے شمال میں چند میل کے فاصلے پر کاسان واقع ہے۔

۱۲۲ء صحیح نام ابراہیم سارو ہے اور قلعۂ اشیرہ سے بظاہر وہی

قلعہ مراد ہے جسے جدید نقشوں میں "اسپرہ" لکھتے ہیں اور خجند کے تقریباً چالیس میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔

---

۱۲۳ یہ نام ق یا غ سے "بایسن غر" ہونا چاہیئے۔ یہ بائسنغر بن محمود رشتہ میں بابر کا ماموں زاد بھائی ہوتا تھا۔

---

۱۲۴ اُرانہ خجند اور زرافشاں (سمرقند) کے درمیان مشہور شہر تھا اور شاہرخیہ اس کے تقریباً ستر میل شمال میں واقع ہے۔

---

۱۲۵ شیبانی خاں (شاہی بیگ) جسے واقعات بابری میں بابر نے شیباق خاں بھی لکھا ہے۔ ازبک قوم کے مغلوں کا جو بحر ارال و خزر کے درمیان آباد ہو گئے تھے، مشہور بادشاہ گذرا ہے جس نے اپنے عروج کے زمانے میں خوارزم ماوراالنہر، اور فرغانہ و خراسان وغیرہ آل تیمور کے تمام ممالک فتح کر لئے تھے۔ (قلعہ دیدار کا صحیح مقام معلوم نہیں مگر یہ قلعہ بظاہر بخارا ہی کے حوالی میں تھا) اُزبک حقیقت میں تازہ وارد مغول اور مذکورہ بالا علاقوں کے قدیم تاتاری باشندوں کی ایک ملی جلی قوم تھی۔

---

۱۲۶ چلکائے آہنگراں۔ یہ خجند و تاشکند کے درمیان واقع تھا۔

---

۱۲۷ ساغر سے بظاہر وہی مقام مراد ہے جسے اب "ساغردشت" کہتے ہیں اور یہ غیر آباد مقام، فرغانہ کے جنوب میں اندجان سے کوئی پونے دوسو میل دور واقع ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بابر اس وقت اپنی آبادئی ریاست سے بالکل باہر نکال دیا گیا تھا۔

---

۱۲۸ "فرغستان" کتابت کی غلطی ہے اور یہاں بھی مرغینان مراد ہے

(متن: حاشیہ نمبر ۱۲۰)

نمبر ۱۲۹ اوش اندجان کے چند میل جنوب میں مشہور قصبہ ہے۔

نمبر ۱۳۰ بادورد۔ یہ وہ آبی وردیا باورد نہیں ہے جو آجکل روس و ایران کی سرحد کے قریب واقع ہے اور جس کا ہم پہلی جلد کے ایک حاشیے (نمبر ۸۷) میں ذکر کر چکے ہیں یہاں فرغانہ کا کوئی قلعہ مراد ہے جس کا اب نقشوں میں پتہ نہیں چلتا۔

نمبر ۱۳۱ پشخار کا صحیح تعین نہ ہو سکا کہ یہ مقام کہاں تھا۔

نمبر ۱۳۲ کش (ک مکسور) حصار اور چغانیاں تینوں ماوراءالنہر کے شہر ہیں۔ آخر الذکر صوبۂ مذکور کی جنوبی سرحد کے قریب واقع ہے۔ اس سے آگے "مزید ترخان" کا نام جسے برگز "مراد ترخاں" لکھتا ہے حبیب السیر میں "مزید ترخان" تحریر ہے لیکن یہ غالباً صحیح نہیں۔

نمبر ۱۳۳ "سراق" کتابت کی غلطی ہے سرہ تاق چاہیئے۔

نمبر ۱۳۴ یورت خاں ایک چھوٹا سا قریہ سمرقند سے تین چار میل کے فاصلے پر تھا (حبیب السیر جزو سیم۔ جلد سیم۔ صفحہ ۲۶۵)

نمبر ۱۳۵ قرشی اور خضار (یا خزار) سمرقند کے جنوب مغرب میں تقریباً اسی میل کے فاصلے سے واقع ہیں قراکول نامی قلعہ بخارا سے تیس چالیس میل جنوب میں ہے۔

نمبر ۱۳۶ کاردزن یہ بظاہر وہی مقام ہے جو مرو سے تقریباً ساٹھ میل

شمال مشرق میں (جدید نقشوں میں "کارت گن" کے نام سے) واقع ہے۔

۱۳۷ شادماں خزار کے قریب تھا اور اسی سے کسی قدر جنوب میں دریائے جیحوں کے کنارے **ترمذ** یا **ترمد** (دال مہملہ سے) واقع تھا۔

---

۱۳۸ گرمسیر (یا گرم سیل) موجودہ افغانستان کا ایک جنوب مغربی ضلع جو رود ہلمند کے شمالی کنارے پر پھیلا ہوا ہے۔

---

۱۳۹ "نکدور" سے سمجھ میں نہیں آتا کہ کونسا مقام مراد ہے۔ برگز نے اپنے ترجمے میں اس لفظ کو حذف کر دیا ہے اور کسی تاریخ میں یہ لفظ میری نظر سے نہیں گزرا۔ **ہزارہ** کے سپاہیوں سے وسط افغانستان کے جنگجو باشندے مراد ہیں جو چنگیز خانی مغلوں کی مخلوط اولاد سے اس حصۂ ملک یعنی **ہزارستان** میں آباد ہو گئے تھے۔

---

۱۴۰ "قشلاقات ہزارجات" (ان کے درمیان واؤ عاطفہ کتابت کی غلطی ہے) سے علاقہ ہزارستان کے زیریں میدان مراد ہیں۔ "قشلاق" ترکی میں سرمائی مقام وچراگاہ کو کہتے تھے۔

---

۱۴۱ "اویاقات" یعنے کوہستانی اضلاع؛ "اویاق" پہاڑ کی وادی یا درہ وغیرہ۔

---

۱۴۲ مرغاب شمالی افغانستان کی (خراسان) مشہور ندی ہے۔ اور قلعہ کا نام بھی ہے؟

---

۱۴۳ فراہ۔ ہرات وگرم سیر کے درمیان افغانستان کے مغربی علاقے کا نام ہے۔

---

۱۴۴ "یساول" غالباً کتابت کی غلطی ہے عجب نہیں کہ **شال** یا شاول مراد ہو جو کوئٹہ کا دوسرا اور اصلی نام ہے۔ **زمین داور** قندھار کے شمال مغرب میں افغانستان کا مشہور علاقہ ہے۔

---

۱۴۵ **سنگھار** (یا شنگھڑ) ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے ساٹھ ستر میل مغرب میں قندھار کے راستے پر واقع ہے۔

---

۱۴۶ "قراش" جسے برگز نے "فراس" بنا دیا ہے کتابت کی غلطی ہے جیسا کہ حبیب السیر (جلد سوم، جزو چہارم) وغیرہ ہمعصر تواریخ میں تحریر ہے اس مقام پر **قرشی** ہی ہونا چاہیئے جس کا محل وقوع حاشیہ ۱۳۵ میں بیان ہو چکا ہے۔

---

۱۴۷ **غجدوان** سمرقند سے تقریباً دو سو میل شمال مغرب میں مشہور تاریخی قلعہ ہے اس جگہ یہ تصریح بھی کر دینی مناسب ہو گی کہ "نجم الثانی" امیر یار احمد اصفہانی کا لقب ہے جو شاہ اسمٰعیل صفوی کے آخر عہد میں ایران کا نہایت نامی اور مقتدر امیر ہو گیا تھا۔

---

۱۴۸ "**سواد و بجور**" = سوات و باجوڑ (صوبہ سرحدی)

---

۱۴۹ "شاہرخی" امیر تیمور کے جانشین فرزند شاہرخ میرزا کا نقرئی سکہ جو عرصے تک وسط ایشیا میں رائج رہا عہد اکبری کے ڈھائی روپیہ کے ہم قیمت سمجھا جاتا تھا۔

---

۱۵۰ "اتکہ" ترکی زبان میں برادر رضاعی (کوکا) کو کہتے ہیں۔

---

۱۵۱ قلعہ **پرہالہ** دوآبہ سند ساگر میں واقع تھا تزک بابری میں اسکی فتح کے حالات خود بابر نے نہایت خوبی سے تحریر کئے ہیں۔

۱۵۲ "سید پور" کو آئین اکبری میں سیدپور لکھا ہے (صفحہ، ۳۷) یہ سرکار لاہور کا پرگنہ یا تعلقہ تھا۔

---

۱۵۳ سلطان علاء الدین (یا عالم خاں) لودھی سلطان سکندر لودھی کا بھائی اور اپنے بھتیجے سلطان ابراہیم لودھی کے مقابلے میں حکومت ہند کا مدعی تھا۔

---

۱۵۴ "بچواڑہ" سے معلوم نہیں ہوتا کہ کونسا مقام مراد ہے اور کسی تاریخ میں اس مقابلے کا تفصیلی حال تحریر نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس سے ماچیواڑہ مراد ہو جو سرہند سے آگے بیاس کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ یہی غلطی ایک جگہ اور بھی ہوئی ہے

---

۱۵۵ کلانور سے ہر جگہ اس کتاب میں کلانور ضلع گرداسپور مراد ہے۔

---

۱۵۶ "بیرسرور" = پسرور (ضلع سیالکوٹ)

---

۱۵۷ ملوٹ نامی ایک مشہور پہاڑی قلعہ ضلع جہلم میں بھی ہے لیکن یہاں اس نام کا دوسرا قلعہ ملوٹ مراد ہے جس کے کھنڈرات تک ضلع ہوشیار پور میں موجود ہیں

---

۱۵۸ "قورچی" کا لفظ توپچی اور تفنگچی دونوں پر حاوی ہے یعنے وہ شخص جو آتشی اسلحہ سے مسلح ہو۔

---

۱۵۹ جیسا کہ منتخب التواریخ اور اکبرنامہ (جلد اول) وغیرہ مستند تاریخوں میں تحریر ہے یہ لڑائی ۸ رجب کو جمعہ کے دن ہوئی۔ اس موقع پر یہ صراحت بھی کر دینی چاہیئے کہ اگرچہ بابر کے سپاہیوں کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں آٹھواں حصہ بھی نہ تھی تاہم جیسا کہ تزک بابری اور دیگر تواریخ سے ثابت ہے اُس کے پاس سات سو چھوٹی توپیں تھیں اور ہندی سپاہی اُس کے مقابلہ میں فقط تیر و شمشیر سے مسلح تھے۔

ح ۱۶۰ واضح رہے کہ سلطان سکندر لودھی کے زمانے سے آگرہ پائے تخت بن گیا تھا اور گزشتہ خانہ جنگیوں میں پرانی دہلی کے اکثر حصے تاراج و خراب ہو گئے تھے۔

ح ۱۶۱ ایک مثقال = ۵ یا ۴½ ماشہ اس حساب سے یہ ہیرا ۳۱ تولہ یعنے آدھی چھٹانک کا ہوا۔ انگریز اہل تحقیق کا عام قیاس یہ ہے کہ یہی ہیرا بعد میں "کوہ نور" کے نام سے مشہور ہوا۔ (ملاحظہ ہو بابر مولفہ لین پول صفحہ ۱۶۷۔

ح ۱۶۲ فرشتہ کا یہ قول صحیح نہیں ہے۔ رانا سانگا (یا سنگرام سنگھ) سسودیہ یا گہلوٹ قبیلے کا راجپوت تھا اور اجمیر نیز بعد میں دہلی پر مسلمانوں کی فتح ہند کے وقت چوہان راجپوت حکومت کرتے تھے۔

ح ۱۶۳ اس جگہ فن جنگ کی چند ترکی اصطلاحوں کی مختصر تشریح فائدے سے خالی نہ ہوگی۔

قول یا غول (و مجہول) اُس فوج کو کہتے تھے جو لشکر کے وسط میں صف آرا ہو

برنغار (و اور ر مرفوع) میمنہ، یعنے داہیں جانب کی فوج

جرنغار = میسرہ یعنے بائیں جانب کی فوج۔

تولقمہ (یا تُلغُمہ) اُس فوج کو کہتے تھے جو میمنہ یا میسرہ کے ساتھ اس غرض سے محفوظ رکھی جاتی تھی کہ جب دشمن کی صفیں مصروف جنگ ہوں تو یہ ایک پہلو سے یا پشت پر حملہ کرے۔

تواچی اور یساول سے نقیب اور چوبدار مراد ہیں، مگر برگز یساول کے معنی "اٹڈی کانگ" سمجھتا ہے (حاشیہ صفحہ ۵۹ جلد دوم)

ح ۱۶۴ "شہزادہ محمد ہمایوں" کا نام کتابت کی غلطی ہے اس جگہ "فردوس مکانی" یا بابر بادشاہ ہونا چاہیے تھا۔

۱۶۵ ان تاتاری ملکوں کی حدود کا صحیح تعین پہلے بھی کبھی نہیں ہوا تھا اور اب تو یہ نام بھی متروک و معدوم ہو چکے ہیں۔ مختلف قدیم تواریخ اور معجم البلدان کی مدد سے بدقت جو کچھ پتہ چل سکا مختصر طور پر ذیل میں درج ہے۔

بلغار۔ بحر اسود کے مغربی ساحل کے علاقے بلغار کہلاتے تھے اور بلغاریہ اب تک اسی کی یادگار ہے اگرچہ بلغاریہ کی حدود بہت گھٹ گئی ہیں۔

سق سین (بفتحہ اول و کسرۂ اوسط) بعض کتابوں میں "سف قین" بھی لکھا جاتا تھا اور غالباً اسی کو فرشتہ یا اس کے کاتب نے سہواً "سقمین" تحریر کیا ہے (برگز نے "لقبین" بنا دیا ہے) میجر راورٹی باآں ہمہ کوشش و تلاش اس کی حدود کا صحیح تعین نہ کر سکا کہ آیا یہ ملک ایشیائی ترکستان کا کوئی حصہ تھا یا یورپ کا (دیکھو اس کا ترجمہ طبقات ناصری حاشیہ صفحہ ۱۲۸۳) لیکن راقم الحروف معجم البلدان کی بعض عبارتوں سے (جلد چہارم صفحہ ۷۰ و جلد اول صفحہ ۲۵۵) اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ سقسین موجودہ سلطنت روس کے (کلاً یا جزءً) اس ایشیائی علاقے کا نام تھا جو بحر ارال (اور نیز ممالک ترکستان) کے شمال میں آج کل صوبۂ "ارسک ٹرگٹ" میں داخل ہے۔

آلان و آس تحقیقات جدید کی رو سے ایک ہی قوم کا نام تھا جو ابتدا میں بحر خزر کے شمالی اور شمال مشرقی ساحل پر آباد تھی لیکن رفتہ رفتہ جنوبی روس اور قفقازیہ کے علاقوں میں پھیل گئی اسی کے نام سے مذکورہ ممالک منسوب تھے۔ روس کے متعلق بھی یہ تصریح مناسب ہو گی کہ فرشتہ کے زمانے تک اس لفظ سے صرف جنوبی اور یورپی روس (ٹل رشیا) مراد ہوتی تھی۔

---

۱۶۶ خان بالیغ چین کے پائے تخت **پیکنگ** کا قدیم نام ہے یہاں پہلے شہر "ہین گنگ" آباد تھا جسے چنگیزی لشکر نے فتح کیا اور پھر اس کے پوتے قبلائی خاں (کتاب میں "قیلا" (ے سے) کتابت کی غلطی ہے) نے اسی کے متصل خان بالیغ (بالیغ یا بالیق ترکی میں "شہر" کو کہتے تھے) بسایا۔ اسی کا دوسرا نام قے تو یعنے "شہر بزرگ" بھی تھا لیکن دو صدی بعد جب چنگیزی مغلوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو گو چین کا پائے تخت یہیں رہا تاہم اس کا پرانا نام متروک ہو گیا اور موجودہ نام "پے کنگ" (یعنی شمالی دربار) مروج ہوا

اور بہت سی نئی عمارتیں بن گئیں باایں ہمہ قدیم "خان بالیغ" کے آثار ابتک موجود ہیں۔

۱۶۷ء مغل بادشاہوں کے زمانے میں پیکنگ تک تجارتی جہاز تو دریا کے راستے آتے جاتے تھے لیکن اس مقام "زیتون" سے جسے فرشتہ ہندوستان کی بندرگاہ بتاتا ہے ٹھیک مطلب سمجھ میں نہیں آتا ممکن ہے اس نام کا کوئی شہر ساحل چین پر واقع ہو اور وہاں سے ہندوستان تک جہاز آتے جاتے ہوں اور اب وہ بندرگاہ ویران ہوگئی ہو یا اس کا نام بدل گیا ہو۔

۱۶۸ء یہ وہی علاءالدین (یا عالم خاں) لودھی ہے جسے فرشتہ سلطان ابراہیم لودھی کے حالات (آخری حصہ) میں غلطی سے سلطان ابراہیم کا بھائی لکھ آیا ہے (مق: ۱۱۵ء) لیکن یہاں اسے سلطان بہلول کا بیٹا لکھنا بالکل صحیح ہے اسی جگہ یہ تصریح اور کردینی چاہیئے کہ بابر نے سلطان ابراہیم پر اسی علاءالدین کی تحریک سے فوج کشی کی لیکن فتح کے بعد بابر اس کی جانب سے بدظن ہوگیا کیونکہ علاءالدین خود بھی حکومت ہند کا مدعی تھا۔ لہذا بابر نے اسے بدخشاں بھیج کر نظر بند کردیا تھا اور وہیں سے فرار ہوکر وہ گجرات پہنچا جہاں اسکا بیٹا تاتار خاں پہلے سے موجود تھا (دیکھو اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۱۲۹)

۱۶۹ء "موبیسہ" صحیح نہیں۔ **اکبر نامہ** میں اسے "مولبہ" لکھا ہے (۱۳۸) لیکن طبقات اکبری میں "مولب" تحریر ہے اور برگز کے ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے صحیح نسخوں میں بھی اسے **مولبہ** (ب سے) لکھا ہے۔

۱۷۰ء یادگار ناصر مرزا اور قاسم حسین سلطان ہمایوں بادشاہ کے عزیز قریب تھے لہذا عجب نہیں کہ "کفہ و قرم" کتابت کی غلطی اور صحیح لفظ "قرۂ قرم" (ترکستان) ہو۔

۱۷۱۔ اساول کا ذکر فرشتہ پہلے کر چکا ہے کہ احمد آباد کا قدیم نام تھا۔ اور سرکیچ (یا سرکیج) احمد آباد کے متصل واقع ہے اور جو فارسی تاریخیں وہاں کے مقبروں وغیرہ پر کندہ ہیں اون میں اوسکا نام سرخیز لکھا ہے۔

۱۷۲۔ گڈھی کا موجودہ نقشوں میں پتہ نہیں چلتا مگر تمام فارسی تاریخوں میں اس کی جنگی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور تحریر ہے کہ یہ بھاگلپور سے آگے بڑھکر بنگالہ کی مغربی سرحد پر ایک پہاڑی درے کا مقام تھا۔

۱۷۳۔ جھارکھنڈ۔ موجودہ گجھل کھنڈا اور چھوٹے ناگپور کے بعض اضلاع کو کہتے تھے۔

۱۷۴۔ "جوسار" یہاں اور آگے کئی جگہ کتابت کی غلطی ہے۔ جیسا کہ برگز کے انگریزی ترجمے سے معلوم ہوتا ہے، فرشتہ کے دوسرے نسخوں میں صحیح لفظ جوسا (یعنی چوسا) تحریر ہے اور یہ مقام آرہ کے تقریباً پاس میل مغرب میں گنگا پر واقع ہے۔

۱۷۵۔ اکثر فارسی تاریخوں میں شیر شاہ سوری پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اوس نے صلح کا عہد و پیمان کرنے کے بعد فریب سے مغلوں پر حملہ کیا۔ مگر تاریخ شیر شاہی کا مولف عباس خاں سروانی جو شیر شاہ کا ہمقوم اور مداح ہے اس الزام کو دفع کرتا ہے اور اکبر نامے کی عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے (جلد اول صفحہ ۱۵۸) کہ ابھی تک صلح کا کوئی باضابطہ معاہدہ نہ ہوا تھا کہ شیر شاہ نے مغلوں کی پست ہمتی اور غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان پر اچانک حملہ کیا۔

۱۷۶۔ "آب سلطان پور" سے دریائے ستلج اور "آب لاہور" سے دریائے راوی مراد ہے۔ (یہ سلطان پور ایک تاریخی قصبہ ہے اور اب کپور تھلہ کی

ریاست میں واقع ہے)

۱۷۷ امرکوٹ (موجودہ ضلع تھر، سندھ) کو سندھ کے ایک رئیس عُمر نامی نے آباد کیا تھا لیکن اس شہر کے نام کو عام طور پر الف سے لکھتے ہیں تاہم اس کو مرفوع پڑھنا چاہیئے ؛

۱۷۸ " سال وہستان " میں آخری لفظ مشتبہ ہے ۔ اور سال یا شال کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ موجودہ کوئٹہ کا اصلی نام تھا۔ لیکن فرشتہ کا لکھنا کہ ہمایوں یہاں تک پہنچ گیا تھا صحیح نہیں ۔ جیسا کہ اکبرنامہ (جلد اوّل صفحہ ۱۹۰) میں صراحتاً مرقوم ہے ہمایوں اُس وقت مستنگ میں مقیم تھا (جو کوئٹہ سے تقریباً چالیس میل جنوب میں واقع ہے) جب کہ اُسے اپنے بھائی عسکری میرزا کے آنے اور بُرے ارادوں کی اطلاع ملی ۔ لہذا وہ جس طرح ممکن ہوا اپنی بیوی اور چند رفیقوں کو ساتھ لیکر نکل گیا لیکن گرمی کے خوف اور بے سروسامانی کے باعث شیرخوار اکبر کو لشکرگاہ میں چھوڑنا پڑا ؛ (جمادی الاول ۹۵۰ھ)

۱۷۹ روہ سے جیسا کہ پہلے ہماری نظر سے گزر چکا ہے ہندوستان کے موجودہ صوبۂ سرحدی کا کوہستانی اور افغانستان کا مشرقی حصہ مراد ہے ؛

۱۸۰ سہسرام اب ضلع شاہ آباد (بہار) میں اور خاص پور ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں واقع ہیں ؛ فرشتہ صاحب طبقات اکبری کی تقلید میں ہر جگہ خاص پور کی بجائے " خواص پور " لکھتا ہے مگر آئین اکبری میں " خاص پور " تحریر ہے ؛

۱۸۱ " جالوہ " کتابت کی غلطی ہے کانوہ یا کنواہہ چاہیئے اور " چیتپور " کی بجائے چیتوڑ ؛

۱۸۲ موجودہ ضلع جہلم میں وہ پہاڑ جو آج کل "نمک کی پہاڑیاں" کہلاتے ہیں اسلامی تاریخوں میں کوہ بالناث اور جود (یا جودی) کے نام سے مشہور تھے اور جیساکہ جلد اوّل کے حواشی میں ہم کئی جگہ بیان کر چکے ہیں انہی پہاڑوں میں قدیم تاریخی قلعہ نندنہ واقع تھا جس کے شکستہ آثار ابھی تک موجود ہیں ؎

۱۸۳ رائےسین کا قدیم قلعہ اب ریاست بھوپال کے علاقے میں ہے امپیریل گزیٹیر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پورن مل کے باپ کا نام "سلہڑی" تھا۔ اس کے نام میں "پوربیہ" بھی کتابت کی غلطی ہے "پوربیہ" (یعنی پورب کا) چاہئے ؎

۱۸۴ فیروز پور سے فیروزپور جھرکہ (میوات) مراد ہے ؎

۱۸۵ دھن کوٹ کا جدید جغرافیوں میں پتہ نہیں چلتا۔ مگر آئین اکبری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں یہ دریائے سندھ کے کنارے دوآبہ سندھ ساگر کا مشہور قصبہ تھا۔ کابل کے راستے میں یہاں سے دریا کو عبور کرتے تھے اور اس کی نمک کی کان بھی مشہور تھی ؎ (آئین اکبری صفحہ ۵۴۸ و ۵۹۰)

۱۸۶ بانسواڑہ جنوبی راجپوتانے کا مشہور قصبہ اور اسی نام کی ریاست کا صدر مقام ہے ؎

۱۸۷ مانکوٹ ("ماہن کوٹ" کتابت کی غلطی ہے) سیالکوٹ کے قریب، دامن کوہ میں واقع تھا اور یہاں شیر شاہ اور سلیم شاہ نے چار قلعے بنا کر اسے سرحد پنجاب کا نہایت مستحکم مقام بنا دیا تھا ؎

۱۸۸ انتری جہاں کے پان مشہور تھے، بیانہ کے قریب واقع تھا؛

۱۸۹ یہی مادۂ تاریخ شمالی ہند کے مشہور شاعر نعمت اللہ رشوقی نے نظم کیا ہے غالباً اسے اور فرشتہ کے والد کو توارُد ہوا۔ رشوقی کا قطعہ ملا عبدالقادر نے اپنی تاریخ (جلد اوّل صفحہ ۴۱۵) میں نقل کیا ہے جسکا پہلا اور آخری شعر یہ ہے:-

سہ خسرو را زوال آمد بہ یک بار کہ ہند از عدلِ شاں دارالاماں بود

....

زمن تاریخ فوت ایں سہ خسرو چہ مے پرسی "زوالِ خسرواں" بود

۱۹۰ شیخ علائی کے قصہ کو سب سے مفصل اور عمدہ طریقے سے ملا عبدالقادر بداونی نے جو اُس زمانے میں خود انھی اطراف میں موجود تھا، بیان کیا ہے فرشتہ کی روایت میں یہ جزو کہ شیخ علائی کو بہار میں "شیخ بڑھ" کے پاس بلایا گیا کاتب یا مورخ کی غلطی ہے جس نے یہ قصہ طبقات اکبری سے بجنسہ نقل کرلیا ہے۔ بہار کی بجائے بیانہ چاہئے اور "بڑھ" کی بجائے میاں بھووہ جو اس عہد کا مشہور طبیب اور صدر قاضی تھا۔ روایت کی بعض اور جزئیات بھی سقم سے خالی نہیں مگر انھیں غیر اہم سمجھ کر قطع نظر کیجاتی ہے؛

۱۹۱ "اکتہ باس"، عجب نہیں کہ صحیح لفظ **گٹھ بان** (یعنی چوبی تیر) ہو۔ بہر حال ایک قسم کے تیر سے مراد ہے، لیکن فرشتہ نے اس کے طلائی پیکان کی جو قیمت لکھی ہے وہ دوسری ہمعصر تاریخوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ طبقات اکبری اور منتخب التواریخ دونوں میں روپے کی بجائے اس کی قیمت پانچسو تنکہ تحریر ہے؛

۱۹۲ "ایلاق"، گرمائی مقام کو کہتے ہیں۔ ابھر اور سلطانیہ شہر قزوین (شمال مغربی ایران) کے تقریباً پچاس میل مغرب میں اب تک موجود ہیں۔ قیدار نبی علیہ السلام انکے درمیان کسی قریہ کا نام تھا؛

۱۹۳ء زمین داور اور ہزارہ یا ہزارستان (کابل) کے متعلق پہلے حواشی میں ہم صراحت کر چکے ہیں کہ یہ قندھار کے شمال میں افغانستان کے وسطی اضلاع ہیں ؛

۱۹۴ء نیرگران ضلع اندراب کا (جو کوہِ ہندوکش کے شمالی دامن کا علاقہ ہے) ایک موضع تھا ؛

۱۹۵ء طالقان کا ذکر پہلی جلد کے حواشی میں ہماری نظر سے گزر چکا ہے کہ اب اسے "طالع خاں" کہتے ہیں اور موجودہ افغانستان کی شمالی سرحد کے قریب قتغن کے علاقے میں واقع ہے ؛

۱۹۶ء غوربند (نیز ضحاک و دہ افغانان جن کا اسی سلسلہ میں ذکر آیا ہے) شہر کابل کے شمال کا علاقہ ہے ؛

۱۹۷ء غور و بغلان صوبۂ بدخشاں کے مغرب میں اور کولاب شمال میں واقع ہے اور کِشم (بکسرۂ ک و سکون ش) بدخشاں کا مشہور قصبہ ہے ؛

۱۹۸ء پنجھیر (یا پنج شیر) دریائے کابل کا ایک معاون جو جلال آباد کے قریب شمال سے آ کر اس دریا میں مل گیا ہے ؛

۱۹۹ء بنگش غزنی کے قریب سرحد کابل و ہند کا وہ زرخیز علاقہ جسے پہلے کرمان کہتے تھے عہد اکبری میں "بنگش" کہلانے لگا تھا۔ (کرمان کیلئے ملاحظہ ہوں جلد اول کے حواشی ۴۳ء و ۱۵۱ء) اور اسی کے قریب گردیز بھی غزنی کے توابع میں داخل تھا ؛

۲۰۰ء بگرام جیساکہ ہم پہلے کہیں پڑھ چکے ہیں پیشاور کا پرانا نام تھا اور اسی شہر کے شکستہ قلعے کی ہمایوں نے تعمیر کرائی تھی؛

۲۰۱ء "بچواڑہ" کتابت کی غلطی ہے۔ ماچیواڑہ (قریب لدھیانہ) مراد ہے؛

۲۰۲ء رہٹ کی بجائے رہب چاہئے (مق: حاشیہ ۸۷ء)

۲۰۳ء سرورپور یا صرف سرور سرکار قنوج کا پرگنہ تھا؛

۲۰۴ء سہسنیک (مق: حاشیہ ۲۵ء)

۲۰۵ء بہارلو ایک تاتاری قبیلے کا نام ہے جو ابتدا میں خانہ بدوش تھا لیکن پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں بتدریج ایرانی علاقوں میں آباد ہو گیا؛

۲۰۶ء گاگرون صوبۂ مالوہ میں ضلع کا مستقر اور مشہور قلعہ تھا اب ریاست کوٹہ میں چھوٹا سا گاؤں رہ گیا ہے؛

۲۰۷ء اس بارے میں تمام ہمعصر تواریخ متفق ہیں کہ یہ شادی بغیر بادشاہ کی کسی تحریک کے خود راجہ بہارمل (بہارا یا بہاڑا مل بھی تحریر ہے۔ پورن مل فرشتہ کی غلطی ہے) کی مرضی سے ہوئی تھی (دیکھو اکبرنامہ جلد دوم صفحہ ۱۵۶- طبقات اکبری صفحہ ۲۵۶- منتخب التواریخ جلد دوم صفحہ ۵۰؛ نیز ملاحظہ ہو مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۱۱۳- جس میں اس واقعے کو وضاحت سے بیان کیا ہے) "سنبھر" سے سانبھر (ریاست جے پور) مراد ہے؛

---

۲۰۸ ؎ میرٹھ (یا میرٹا) ریاست جودھپور کا قصبہ، اجمیر شریف سے چالیس بیالیس میل شمال مغرب میں واقع ہے۔

---

۲۰۹ ؎ بیجانگر کتابت کی غلطی ہے بجے گڑھ یا بیجا گڑھ چاہئے جو صوبۂ مالوہ میں ایک ضلع کا صدر مقام ہے۔

---

۲۱۰ ؎ "کمبل میر" کوبل میر یا کومیل گڑھ کا پہاڑی قلعہ اودے پور کے قریب ابھی تک موجود ہے اور یہاں بظاہر اسی نواح کے پہاڑوں سے مراد ہے۔

---

۲۱۱ ؎ "منوہر پور" غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ طبقات اکبری میں میتورہ لکھا ہے لیکن اکبر نامہ میں متھرا ہے (جلد دوم۔ صفحہ ۲۰۰) اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

---

۲۱۲ ؎ "چہارسو" بمعنی چوک یا بازار "مدرسۂ ماہم انگہ" کے کھنڈر اب تک مقبرۂ ہمایوں سے کچھ فاصلے پر موجود ہیں۔ پرانی دہلی اسی مقام پر (یعنی موجودہ شہر سے دو تین میل جنوب میں) آباد تھی اور اب یہاں بعض کھنڈروں کے سوا کوئی آبادی باقی نہیں ہے۔

---

۲۱۳ ؎ اس روایت میں اختلاف ہے۔ اوّل تو عبداللہ خاں پر اکبر کی یہ یورش ۹۷۱ھ کے اواخر کا واقعہ ہے اور گڈھہ کٹنگہ کی فتح، جسے فرشتہ نے بعد میں اور ۹۷۲ھ کے واقعات میں لکھا ہے ۹۷۱ھ کے وسط میں ہوئی۔ دوسرے یہ لکھنا کہ عبداللہ خاں بادشاہی ہراول پر غالب آیا تھا، صحیح نہیں۔ حقیقت میں وہ بہ مشکل جان بچا کر نکل سکا تھا اور اپنا بہت سامال و اسباب اُس کو اسی مقام پر چھوڑنا پڑا۔

---

۲۱۴ "سیری کلارس" سے سیپری (ریاست گوالیار) مراد ہے۔

---

۲۱۵ چوراگڑھ (مفتوح اول) موجودہ ضلع نرسنگھ پور (صوبۂ متوسط) میں واقع ہے۔ "گڈھہ کٹنکہ" کے متعلق ہم پہلے تصریح کر چکے ہیں کہ اس سے گونڈوانہ مراد ہوتا تھا۔ مذکورۂ بالا فتح کے وقت بھی یہاں منڈلا گونڈ قوم کے راجہ حکومت کرتے تھے۔ مگر فرشتہ کا یہ لکھنا کہ یہ علاقے پہلے کبھی فتح نہیں ہوئے تھے، بغیر تامل تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ بالکل یقینی ہے کہ یہاں کے حکمراں شاہان دہلی اور پھر کبھی کبھی شاہانِ مالوہ کے باج گزار رہے تھے۔

---

۲۱۶ اوزبک سرداروں پر فوج کشی کا یہ سنہ غلط ہے۔ جیسا کہ دوسری ہمعصر تواریخ میں مذکور ہے یہ واقعہ ایک سال پہلے یعنی ۹۷۲ھ کا ہے۔ اگلے فقرے میں "لکھنوتی" بھی کتابت کی غلطی ہے "لکھنؤ" چاہیے۔ آردوق (کتاب کا "اورق" صحیح نہیں معلوم ہوتا) ترکی زبان میں لشکرگاہ کو کہتے ہیں۔

---

۲۱۷ نرہن (جسے کتاب میں غلطی سے سے تحریر کیا ہے) سارن (مغربی بہار) کے ضلع میں تھا۔

---

۲۱۸ "سیرگڈھہ" سے شیرگڑھ مراد ہے جس کے کھنڈراب تک سہسرام (مغربی بہار) کے قریب موجود ہیں۔

---

۲۱۹ "شیوپور" غلط ہے۔ صحیح نام سوی سوپر تھا اور آئین اکبری کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام رنتھنبور کے قریب تھا۔ جدید نقشوں میں اسکا پتہ نہیں چلتا۔

۲۲۰ء چتوڑ کو جابجا کتاب میں "چت پور" لکھا ہے ؎

۲۲۱ء "جٹ مل" جسے برگز نے اپنے ترجمے میں (جلد دوم صفحہ ۲۳۱) جگ مل بنا دیا ہے، درست نہیں جے مل چاہئے ؎

۲۲۲ء چتوڑ کے مقتولین کی تعداد طبقات اکبری (صفحہ ۲۸۴) اور منتخب التواریخ (جلد دوم صفحہ ۱۰۴) میں تخمیناً آٹھ ہزار تحریر ہے۔ لیکن اکبر نامہ میں جسے مستند اور "سرکاری بیان" سمجھنا چاہئے مقتولین کا شمار تیس ہزار کے قریب بتایا گیا ہے (جلد دوم صفحہ ۳۲۳)

۲۲۳ء خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی بجائے، فارسی کتاب میں غلطی سے "مغیث الدین" چھپ گیا ہے۔ کہتے ہیں بادشاہ نے فرط عقیدت سے اجمیر شریف تک یہ سفر پیادہ پا طے کیا تھا ؎

۲۲۴ء خواجہ حسین کو "ثنائی" لکھنا کاتب یا مؤلف کی غلطی ہے۔ خواجہ حسین مروی چاہئے جو ہمایوں اور اکبر کے عہد کے مشہور شاعروں میں تھا۔ یہاں اس قدر وضاحت اور کر دینی چاہئے کہ اس کا پورا قصیدہ اسی صنعت میں تھا کہ ہر شعر کے پہلے مصرعے سے جلوس اکبری کی اور دوسرے مصرعے سے ولادت جہانگیر کی تاریخ نکلتی تھی۔ منتخب التواریخ (جلد دوم۔ صفحہ ۱۲۱) میں اس قصیدے کے کل انتیس شعر نقل کئے ہیں۔ فیاض بادشاہ نے اس کے صلے میں دو لاکھ روپیہ (تنگہ) شاعر کو انعام دیا ؎

۲۲۵ء فرشتہ کی مجمل عبارت سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ طبقات (صفحہ ۲۸۹)، منتخب (جلد دوم صفحہ ۱۲۳) اور اکبر نامہ (جلد دوم صفحہ ۳۵۸) میں صراحتاً مذکور ہے یہ شادی بھی بغیر بادشاہی تحریک کے

کلیان مل راجہ بیکانیر کی درخواست کے مطابق عمل میں آئی - اکبر نامے میں یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ یہ راج کماری کلیان مل کی بیٹی نہ تھی بلکہ بھتیجی تھی ؛

۲۲۶ء " بجانب جون " صریحاً کتابت کی غلطی ہے - ہمعصر تواریخ میں سے صرف منتخب التواریخ (جلد دوم صفحہ ۱۴۱) میں یہ تصریح موجود ہے کہ اختیار الملک گجراتی اس موقع پر احمد آباد سے احمد نگر (دکن) کی طرف فرار ہوا تھا پس ممکن ہے کہ کاتب نے " دکن " کو " جون " سمجھ لیا ہو ؛

۲۲۷ء " مہندری " سے اس زمانے کی مہی ندی مراد ہے اور " ستھر بال " کی بجائے سرنال چاہیئے جو اُن دنوں سرکار احمد آباد کا ایک تعلقہ تھا ؛

۲۲۸ء راجہ بھگونت داس کو فرشتہ نے جابجا " بھگوان داس " لکھا ہے - اور اس نام کو دوسرے مورخ بھی دونوں طرح لکھتے ہیں ؛ اس لڑائی میں بھگونت داس کا جو بھائی مارا گیا اُس کا نام بھوپت داس تھا ؛

۲۲۹ء یہ لڑائی ناگور سے تینس ۳۲ بتیس میل دُور ایک تالاب یا جھیل کے کنارے ہوئی ؛

۲۳۰ء " آبِ احمد آباد " سے سابرمتی ندی مراد ہے ؛

۲۳۱ء دریائے چین سے خلیج بنگالہ مراد ہے ؛

۲۳۲ء " گنگ و بنارس " کتابت کی غلطی ہے کٹک بنارس چاہیئے جس سے اُڑیسے کا موجودہ صدر مقام کٹک مراد لیتے تھے ؛

۲۳۳ سیوانہ (یا سیوآنا) سرکار جودھپور کا قصبہ تھا اور عہد اکبری میں یہاں کا قلعہ "ازقلاع معتبرۂ ہند" شمار ہوتا تھا۔ (آئین اکبری صفحہ ۳۶۴، ۵۱۱) فرشتہ نے اس مقام پہ بہار و بنگال کے واقعات کو اس راجپوتانے کے جھگڑے سے اس طرح ملا کر لکھا ہے کہ سخت غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔

---

۲۳۴ شیرگڑھ اور کمل میر کا پہلے حواشی میں ذکر آچکا ہے۔ کوہستان بانسوالہ سے جنوبی راجپوتانے کی پہاڑیاں مراد ہیں جن کا بیشتر حصہ موجودہ ریاست بانسواڑہ میں داخل ہے۔ (مق: حاشیہ ۱۸۴)

---

۲۳۵ سرخاب، کابل کے شمال میں ایک ندی کا نام ہے لیکن یہاں سرخاب کوتل مراد ہے جو دریائے کابل کے جنوب میں ایک درے کا نام تھا۔ اور شتر گردن اس کے جنوب میں شہر کابل سے تقریباً چالیس میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔

---

۲۳۶ نادوت کو اب نان دوت کہتے ہیں اور وہ احاطۂ بمبئی کی ریاست راج پیپلہ کا صدر مقام ہے۔ اس شہر کے جنوب سے مغربی خاندیس تک پہاڑیوں کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا ہے اسے "کوہستان نادوت" کے نام سے یاد کرتے تھے۔

---

۲۳۷ جلواڑہ سے کاٹھیاواڑ کا شمال مشرقی حصہ یعنی جھالاواڑ مراد ہے۔

---

۲۳۸ اس سنہ میں ایک سال کی غلطی ہے۔ جیسا کہ اکبرنامہ (جلد سوم) اور منتخب التواریخ (جلد دوم) میں تحریر ہے کشمیر کی پہلی فوج کشی ۹۹۴ھ میں ہوئی اور اسی سال دوسرے حملے میں یہ ملک فتح ہو گیا۔

---

۲۳۹ بنگش (دیکھو حاشیہ ۱۹۹)

---

۲۴۰ بھنبھر یا بھمبر کشمیر کی جنوبی سرحد کا مشہور مقام، موجودہ قصبۂ گجرات کے شمال میں واقع تھا اب اس نام کی فقط ایک پہاڑی ندی مشہور ہے

---

۲۴۱ "بھانگر" کتابت کی غلطی ہے۔ بھاگ نگر چاہئے جو شہر حیدرآباد (دکن) کا قدیم نام تھا۔ لیکن اس قطب شاہی بادشاہ کے پاس جو سفیر بھیجا گیا اُس کا نام بھی فرشتہ نے (مرزا مسعود) غلط لکھا ہے۔ میرزا منیر چاہئے جیسا کہ دوسری مستند تواریخ میں مذکور ہے

---

۲۴۲ الور یا آروڑ سے ملک سندھ کا قدیم پائے تخت مراد ہے۔ جس کے اب کھنڈر قصبۂ روہڑی (ضلع سکر) کے قریب موجود ہیں

---

۲۴۳ شیخ فرید المخاطب بہ مرتضیٰ خاں، بخاری سیّد تھے۔ شیخ کا لقب فضیلت علمی کی بنا پر بزرگوں سے متوارث ہوا ہے

---

۲۴۴ "حوض زین لنکا" سے غالباً جھیل وُلر مراد ہے۔ کیونکہ ملا عبدالقادر نے اس "حوض" کا دور "سی کروہ" یعنی تقریباً ۴۵ میل بتایا ہے (منتخب۔ جلد دوم صفحہ ۳۸۵) اور یہاں سلطان زین العابدین کی بعض عمارات اب تک موجود ہیں

---

۲۴۵ گالنہ موجودہ ضلع ناسک میں ایک تاریخی قلعہ اور قصبہ مالے گاؤں سے چند میل مغرب میں واقع ہے

---

۲۴۶ بالاپور موجودہ ضلع اکولا (برار) میں واقع ہے اور شاہ پور

گمنام ہو گیا؀

۲۴۷ " سون پٹ " (یعنی سون پیٹ) برگز نے اپنے انگریزی ترجمے میں اسے " سوپا " بنا دیا ہے۔ لیکن اکبر نامہ (جلد سوم صفحہ ۷۱۸) کی عبارت سے بھی کسی قدر مغالطہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں مقام جنگ آشٹی لکھا ہے جو بہت دور مغرب میں واقع ہے۔ لڑائی درحقیقت سون پیٹ کے میدانوں میں ہوئی جو دریائے گوداوری کے کنارے اب تک (ضلع پربھنی میں) آباد ہے یہ لکھنا غالباً غیر ضروری ہے کہ گوداوری کو بھی اہل دکن گنگا کے نام سے یاد کرتے ہیں؀

۲۴۸ نرنالہ (موجودہ ضلع اکولا) گاویل یا گاول گڑھ (ضلع امراوتی) اور کھیڑلہ (ضلع بیتول) نہایت مشہور و مستحکم قلعے ہیں اب ویران ہوتے جاتے ہیں؀

۲۴۹ " مونگی پٹن " سے پٹن (ضلع اورنگ آباد) مراد ہے؀

۲۵۰ اورچہ = اُرچھہ (بندھیل کھنڈ، وسط ہند)

۲۵۱ " علائی " سلطان علاء الدین خلجی کا مروّجہ روپیہ تھا۔ اسکے ٹھیک وزن وقیمت کا تعیّن کرنا دشوار ہے لیکن غالباً وہ ایک تولہ (یا عام تنگوں) سے کم وزن ہوتا تھا؛ اڈورڈ ٹامس کی مشہور کتاب میں ظاہراً یہی لفظ " عدلی " کے نام سے مذکور ہے (" کرانکلز ..... ڈلہی " صفحہ ۱۵۹ و ۲۱۷) باقی مَن سے یہاں وہی نوسو ساٹھ تولہ (موجودہ ۱۲ سیر) کا مَن مراد معلوم ہوتا ہے جس سے عام طور پر قیمتی دھاتیں تولی جاتی تھیں۔ خود اکبری مَن کا وزن بھی ہمارے زمانے کے مَن سے چند سیر کم ہوتا تھا؀

تمّت

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷	۱۲	(اور ضلع اٹیہ)	اور
۱۷	نوٹ ۵	یہ تو ہنہ	یہ اور تو ہنہ
۲۳	۹۴	حاشیہ ۹۷	حاشیہ ۹۸
۲۴	۱	(حاشیہ ۹۳)	(حاشیہ ۹۴)
۲۴	۱۰۲	ہے غالباً	سے غالباً
۲۷	۱۲۷	آبادی ریاست	آبائی ریاست
۴۰	۲۰۴	حاشیہ ۲۵	حاشیہ ۲۶